بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

خیر الفتاویٰ

جلد دوم

اُستاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
و دیگر مفتیانِ خیر المدارس کے علمی و تحقیقی فتاویٰ کا منتخب مجموعہ

مُرتبہ
مُفتی مُحمد انور

باہتمام
حضرت مولانا مُحمد حنیف جالندھری مدظلہ
مہتمم جامعہ خیر المدارس ○ مُلتان
پاکستان

نام کتاب : خیر الفتاویٰ جلد دوم
مرتب : مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
باہتمام : مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مدظلہ
ضخامت : ۸۰۸ صفحات
تعداد : ایک ہزار
طباعت : جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ھ ؛ جنوری ۱۹۹۱ء
سرورق : سید الخطاطین حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم
کتابت : قاری سیف اللہ خالد قادری لاہور
مطبع : روحانی آرٹ پریس ملتان

ملنے کے پتے

مکتبہ الخیر : جامعہ خیر المدارس ملتان
مکتبہ البلاغ : نزد خیر المدارس ملتان
مکتبہ امدادیہ : مقبول روڈ ؛ چونگی نمبر ۱۴ ، ملتان
مکتبہ مجیدیہ : بیرون بوہڑ گیٹ : ملتان
مکتبہ شرکت علمیہ : بیرون بوہڑ گیٹ : ملتان
مکتبہ مدنیہ : الفضل مارکیٹ اردو بازار ؛ لاہور
مکتبہ امدادیہ : باب العمرہ ، مکہ مکرمہ ، سعودی عرب
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار ؛ لاہور
مکتبہ اسحاقیہ : جونا مارکیٹ ــــ کراچی
مکتبہ برھان : اردو بازار ــــ کراچی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

افتاء ایک اہم اور نازک ذمہ داری ہے جس کا تعلق انسانیت کی ہدایت اور دنیوی و اخروی فلاح کے ساتھ ہے۔ اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات ماننے والا مسلمان قدم قدم پر اس سے رہنمائی کا محتاج و مامور ہے۔

انسانی زندگی میں عبادات و معاملات اور اعمال و اخلاق کی ہزاروں بلکہ لاکھوں جزئیات ایسی ہیں جن کے اصول و ضوابط اگرچہ کلی طور پر قرآن و حدیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن ان ضوابط کا افراد پر انطباق اور اصول سے جزئیات کا استخراج نہ ہر شخص کا کام ہے اور نہ ہر شخص اس کی صلاحیت، ہمت اور استطاعت رکھتا ہے۔ عہد رسالت سے عصر حاضر تک ہر دور میں اپنے دور کے لحاظ سے علم و عمل اور دیگر فضائل و صفات میں ممتاز ترین شخصیات اس منصب پر فائز رہیں اور امت کی رہنمائی کے فرض عظیم کو کما حقہ ادا کیا۔

مفتی ایک حیثیت سے خدا اور بندے کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اس لئے فقہاء اسلام نے اس منصب کے حامل کے لئے عام صاحب علم و مقتدا کی نسبت زیادہ کڑی شرائط عائد کی ہیں۔

مفتی نہ صرف اپنے علم و فن میں حاذقانہ بصیرت و صلاحیت کا مالک ہو بلکہ دیانت و عفت، حلم و وقار، تدین و تقویٰ، عقل و فہم، دور اندیشی و بیدار مغزی، بلند نظری و بلند کرداری کے ساتھ عصری تقاضوں کو جاننے اور جانچنے میں بھی معاصرین سے ممتاز و فائق ہو۔ غرضیکہ اسے اپنے زمانہ کے اہل علم میں وہی مقام و مرتبہ حاصل ہو جو ایک مجتہد کو اپنے مقلدین و تلامذہ میں حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الہمام رح نے "فتح القدیر" میں "مفتی"

کے لئے " مجتہد " ہونا ضروری قرار دیا ہے)

وقد استقر رأی الاصولیین علی ان المفتی ہو المجتہد فاما غیر المجتہد ممن یحفظ اقوال المجتہدین فلیس بمفت اھ

(رد المحتار ، ج ۱ ، ص ۶۴)۔

(اصولیین کی یہ پختہ رائے ہے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہے ۔ غیرِ مجتہد جو صرف مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہے (حقیقی) مفتی نہیں ہے ۔

مجتہد کے لئے علوم میں جس تعمق ، مہارتِ تامہ اور رسوخ کی ضرورت ہے وہ شرائطِ اجتہاد سے ظاہر ہے جو اہلِ علم پر مخفی نہیں ۔ ناظرین اسی سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عام تالیفات اور " فتاویٰ " کے مجموعہ میں قدر و قیمت کے لحاظ سے کیا نسبت ہے ۔

انسانی ضروریات کے تحت پیش آنے والے مسائل اور ان کے جوابات جو " فتاویٰ " کی شکل میں جلوہ گر ہوئے درحقیقت فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون پر عمل کا حسین ثمرہ ہے ۔ جس پر امّت قرنِ اوّل سے قائم چلی آرہی ہے ۔ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں جس جس طرح جدید مسائل پیدا ہوتے چلے گئے فقہاءِ اسلام اور مفتیانِ عظام قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے جوابات دیتے چلے گئے ۔ اس راہ میں نہ کوئی جمود آیا نہ کوئی تساہل برتا گیا ۔ آج بھی دنیا کی رنگارنگ بوقلمونیوں اور معاشرہ کے عجیب و غریب اور حیران کن مسائل کے باوجود دنیا میں بحمد اللہ ایسے سینکڑوں " دار الافتاء " موجود ہیں جن سے تشنگانِ علوم اپنی سیرابی کا سامان پا سکتے ہیں ۔ ہدایت کے لئے جلنے والے ان چراغوں میں ایک روشن وجود " دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان " کا ہے ۔ جس سے اب تک لاکھوں افراد زبانی اور تحریری طور پر اپنے مسائل و اشکالات کے جوابات سے آگاہ ہو کر اپنی علمی پیاس بجھا چکے ہیں ۔ آج سے چار سال قبل ۱۴۰۷ھ میں اس علمی ذخیرہ سے ایک وقیع انتخاب " خیر الفتاویٰ جلدِ اوّل " کے نام سے اہلِ علم و نظر سے داد پا چکا ہے ۔ اس سلسلہ میں اصحابِ فن نے جن آراء کا اظہار کیا ان کے طویل تذکرہ سے خودستائی کا پہلو مانع نہ ہوتا تو ہم اسے ضرور اپنے محترم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ۔ تاہم تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ الحمد للہ اس مجموعہ کو نہ صرف عام مسلمانوں نے اپنے لئے نافع اور گرانقدر علمی تحفہ سمجھا اور مختصر مدت میں اس کے دو ایڈیشنوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا بلکہ اصحابِ علم و افتاء نے

بھی اسے علماءِ دیوبند کے مسلکِ اعتدال کا نمایاں نمونہ قرار دیا ۔ اور " فتاویٰ " کے اس مجموعہ کو جامعہ خیر المدارس کی دیگر تمام تالیفی و تدریسی اور علمی خدمات کے برابر تولا ۔

اس سلسلۃ الذہب کی یہ دوسری کڑی " خیر الفتاویٰ جلد دوم " کی شکل میں ناظرین کے سامنے موجود ہے ۔ انشاء اللہ العزیز قدر دانوں کے ہاں یہ " نقشِ ثانی " " نقشِ اوّل " سے زیادہ قبولیت و محبوبیت حاصل کرے گا ۔

یہ مجموعۂ فتاویٰ

جس میں صرف فقہی مسائل ہی نہیں بہت سی احادیث پر سیر حاصل اور اطمینان بخش تشریحات و مباحث بھی آگئی ہیں ۔ آٹھ سو سے زائد صفحات پر نو سو چھ (۹۰۶) استفسارات کے علمی و فقہی اور تحقیقی جوابات کا یہ خزینہ عقلی و نقلی دلائل سے مزین ہے ۔ بعض جوابات اپنی جامعیت و اہمیت کے باعث مستقل تالیف کہلائے جانے کے قابل ہیں ۔ ترتیب میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ قدیم فتاویٰ جن مسائل سے کسی داعیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے معرّا ہیں اس " مجموعۂ فتاویٰ " میں ان پر مفصل بحث کر دی گئی ہے تاکہ تشنگی کا احساس نہ رہے ۔ اسی طرح قدیم فتاویٰ میں جن مسائل سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان تھا یا بعض مسائل دلائل کی روشنی میں مرجوح یا قابلِ رجوع تھے انہیں سلیس یا راجح دلائل کے مطابق لکھ دیا گیا ہے ۔

" خیر الفتاویٰ " کی اس جلد کے تعارف میں جو ضروری باتیں تھیں وہ تو عرض کر دی گئیں باقی اس کی قدر و قیمت اور تحقیق و تدقیق کا صحیح فیصلہ تو اصحابِ علم و فن کی نظر ہی کرے گی کہ وہی حقیقی فیصل ہے ۔ اور ویسے بھی

" مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید "

اس دوسری جلد کو منظرِ عام پر لانے کے لئے حسبِ سابق مرتبِ فتاویٰ حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہٗ مفتی جامعہ خیر المدارس نے جس غیر معمولی محنت و جانفشانی اور تندہی سے کام کیا ہے ۔ اس پر وہ ہم سب کے خصوصی شکریہ کے علاوہ ناظرینِ خیر الفتاویٰ کے شکریہ کے بھی مستحق ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائیں ۔

ان کے تمام رفقاءِ کار بالخصوص مولانا ممتاز احمد قاسمی (فاضل جامعہ ہذا) اور قاری سیف اللہ خالد بھی کلمات و جذباتِ تشکر کے مستحق ہیں ۔ جنہوں نے خدمتِ دین کے جذبہ کے ساتھ شبانہ روز

محنت سے اس کام کی تکمیل کی۔

اور یہ تمام محنتیں اور کاوشیں بارآور نہ ہوتیں اگر فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب صاحب مدظلہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا کی رہنمائی، عنایات اور مشاورت ہماری سرپرستی نہ کرتی بلکہ پوری ترتیب میں الممدوح کی توجہات پوری طرح شریک کار رہیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو تمام مسلمانوں کے لئے نافع اور ذریعۂ عمل بنائیں۔ اور مفتیانِ عظام بالخصوص جدّ امجد استاذ العلماء، عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کے لئے ذخیرۂ آخرت اور رفع درجات کا ذریعہ بنائیں جن کے قیمتی فتاویٰ سے اس مجموعہ کی افادیت و علمی حیثیت دوچند ہوئی۔ امید ہے کہ "فتاویٰ" سے منتفع ہونے والے حضرات اپنی مخلصانہ دعاؤں میں اربابِ افتاء، مرتبین اور منتظمین کو فراموش نہ کریں گے۔

راقم السطور
محمد حنیف جالندھری
رئیس جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان



اجمالی فہرست خیر الفتاویٰ جلد دوم

کتاب الطهارة

کتاب الصلوٰة

فہرست مضامین "خیر الفتاویٰ" جلد دوم

کتاب الطہارۃ

مایتعلق بالوضوء والغسل

مایتعلق بالآبارِ والحیاض

(کنوئیں اور تالاب کے مسائل)

فَصَلٌ فِی التَّیَمُّم

المَسحُ عَلَی الخُفَّین وَالجَورَبَین وَالجَبَائر

مایتعلق بالحیض والنفاس والاستحاضة

مایتعلق بتطہیر الانجاس

فصل فی الاستنجاء

كتاب الصلوٰة

مَا يَتَعَلَّقُ بِمَوَاقِيتِ الصَّلوٰة

مایتعلق بالاذان والاقامة

مایتعلق بصفة الصّلوٰة

مایتعلق بالقراءۃ وزلۃ القاری

مایتعلق بالامامة والجماعة

ماجاء فی المسبوق

مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا

○

مایتعلق بالسنن والنوافل

فصل فی الوتر



فصل فی التراویح

خیرُ المصابیح فی عددِ التراویح

مایتعلق بقضاء الفوائت

مایتعلق بسجود السہو

مایتعلق بسجود التلاوۃ

مایتعلق بصلوۃ المسافر

مایتعلق باحکام المسجد

كتاب الطهارة

مايتعلق بالوضوء والغسل

کیا بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے؟

ہمارے خطیب صاحب نے جمعہ کے دن مسئلہ بیان کیا کہ جو عورتیں ناخن پالش لگاتی ہیں ان کا وضوء صحیح نہیں لہٰذا اگر وہ ایسے وضو سے نماز پڑھیں گی تو وہ کافر ہو جائیں گی کیوں کہ فقہاءِ کرام رح نے فرمایا ہے کہ بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے۔ تو کیا خطیب صاحب کا یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب یہ درست ہے کہ اگر ناخن پالش لگی ہوئی ہو اور نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوگا اور ایسے وضو سے نماز بھی نہیں ہوگی۔ البتہ ان پر کفر کا حکم لگانا درست نہیں۔ کیوں کہ بے وضو نماز پڑھنا اس وقت کفر ہے جب کہ بطورِ استخفاف ایسا کرے۔

وبهذا ظهر ان تعمد الصلوة بلا طهر غير مكفر فليحفظ وقد مر اه (درمختار) (قوله وقد مر) اى فى اول كتاب الطهارة وقدمنا هناك عن الحلية البحث فى هذه العلة و ان علة الاكفار انما هى الاستخفاف. اه (شامية ج۱، ص۸۵)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

معذور وضوء کرانے کیلئے ملازم رکھ سکتا ہو تو رکھنا ضروری ہے

۱۲ سال کے لڑکے کا کمر سے نیچے کا حصہ بالکل بے حس ہے۔ لیٹا ہوا خود اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتا اور کمزور بھی اس قدر ہے کہ ایک پانی کا گلاس خود اٹھا کر چار پانچ سانس نہیں پی سکتا۔ پاخانہ، پیشاب بھی دوسرا آدمی اس کو کراتا ہے۔ وہ قریب البلوغ ہے اور خوب سمجھ دار ہے اس پر نماز کا کیا حکم ہے؟ کپڑا بالکل پاک نہیں رکھتا۔ وضوء بھی نہیں کر سکتا۔ بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ دوسرے آدمی کے بغیر وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ کیا وہ ایسے ہی بغیر وضوء نماز پڑھ لے یا اسے وضوء کرانا ضروری ہے۔

المستفتی: محمد نفیس الرحمن ۷۷، ۵: آر ساہیوال

الجواب اس لڑکے پر بعد از بلوغ نماز فرض ہوگی گھر کے لوگوں میں سے کوئی آدمی اس کا وضوء کرا دیا کرے۔ اگر اس لڑکے کی ملک میں کوئی مال یا جائیداد ہو تو وضوء کرانے کے لئے ایک تنخواہ دار آدمی مقرر کر دیا جائے یعنی خادم کا انتظام کر دیا جائے۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہو سکتی ہوں تو یہ لڑکا تیمم کرکے نماز ادا کر لیا کرے۔ اصل یہ کہ نماز کے وقت کوئی وضوء کرانے والا ہو تو وضوء کرانا ضروری ہے ورنہ تیمم کرکے نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔

وان وجد غیرہ ممن لو استعان به اعانه ولو زوجته فظاهر المذهب انه لا یتیمم ایضا بلا خلاف ۔ (شامی ج ۱ ص ۲۱۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد عبداللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس ملتان	بندہ عبدالستار عفی عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان: ۱/۱۵، ۱۳۸۱ھ

ناخن پالش کی حالت میں وضوء کا حکم

ہمارے ملک میں اکثر مستورات ناخن پالش استعمال کرتی ہیں کیا اس کے ناخنوں پر لگے ہونے کی حالت میں وضوء ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اسی حالت میں غسل کرنے سے جنابت رفع ہو جائے گی یا نہیں؟

عبدالرشید لاہور

الجواب اگر یہ پالش اتنی موٹی ہو کہ اس کے نیچے پانی سرایت نہ کرے تو اس صورت میں نہ وضوء صحیح ہوگا اور نہ ہی غسل جنابت صحیح ہوگا۔

بخلاف نحو عجین اھ (در مختار) (قوله بخلاف نحو عجین) ای کعلك وشمع وقشر سمك وخبز ممضوغ متلبد اھ (شامی ج ۱ ص ۱۴۳)

ولابد من زوال ما یمنع وصول الماء للجسد کشمع و عجین ۔ (مراقی الفلاح، ص ۵۵)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ریح قُبُل ناقض وضوء نہیں

ریح قُبُل میں جب اتنا وقت بھی نہ ملے کہ وضوء کرکے دو فرض ہو سکیں اس کو سلسِ بول پر قیاس کرنا کیسا ہے؟

الجواب ریح اور سلسِ بول کا ایک ہی حکم ہے در مختار میں ہے۔

وصاحب عذر (من به سلسل بول) لا یمکنه امساکه او استطلاق بطن او انفلات ریح او استحاضة الخ)۔ (ج ۱ ص ۲۲۳ در مختار علی الشامیة)۔

یہ حکم ریح دبر کا ہے جو کہ عام حالات میں تو ناقض وضوء ہے معذور شرعی کیلئے ناقض وضوء نہیں۔ ریح قبل ناقض وضوء نہیں۔ لیکن جس عورت کا پیشاب و پاخانہ کا راستہ ایک ہو گیا ہو اسے احتیاطاً وضوء کر لینے کا حکم ہے۔ مراقی میں ہے۔

(ماخرج من السبیلین الا ریح القبل فی الاصح)..... فینقض ریح المفضاة احتیاطا ۔ (ص ۴۷)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۷، ۳: ۱۴۰۶ھ

نائب مفتی

بدبودار پانی سے وضوء کا حکم

ایک مسجد میں سرکاری پائپ آتا ہے۔ کبھی کبھی اس پانی سے بدبو آنے لگتی ہے اندیشہ یہ ہے کہ وہ پائپ کہیں سے پھٹا ہوا ہے

گندا اور ناپاک پانی اس میں شامل ہوتا ہے۔ کیا اس بدبودار پانی سے وضوء کر سکتے ہیں ؟

الجواب اس بدبودار پانی سے وضوء نہ کریں۔

وینجس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد و بتغیر احد اوصافه من لون او طعم او ریح ینجس الکثیر ولو جاریا اجماعا اھ (درمختار علی الشامیة : ج ۱ : ص ۱۷۱)۔

نفقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲۷ : ۲ : ۱۴۰۷ھ

کان اور ناک میں جہاں زیور پہنتے ہیں اس سوراخ میں پانی پہنچانے کا حکم

جہاں تک میں نے دینی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے جو بات سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ غسل ضروری میں عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ناک کے سوراخ میں جہاں وہ تیلی لونگ اور کانوں کے سوراخوں میں جہاں وہ کانٹے وغیرہ جیسے زیور پہنتی ہے ان سوراخوں کے اندر پانی کو نہ پہنچائے تو غسل کے فرائض پورے نہیں ہوں گے۔ پھر خاص کر تیلی کے سوراخ یعنی ناک میں پانی کا پہنچانا تو مشکل بھی ہے۔ چونکہ وہ تو اندر باہر سے چپکی ہوتی ہے اسے ہلایا بھی نہیں جا سکتا چونکہ گنجائش باقی نہیں ہوتی پچھلے دنوں جب غسل کے فرائض اور شرائط پہ بات ہوئی تو ایک دوست نے جو تبوک میں رہتا ہے یہ کہہ کر شک میں ڈال دیا کہ مذہب اسلام اتنا سخت اور پیچیدہ و مشکل نہیں ہے جتنا کہ تم لوگوں نے بنا دیا ہے جواباً کتاب و سنت کی رو سے فتوے ارشاد فرمائیں کہ ہم دونوں میں سے کون صحیح ہے۔ اور پھر اسلام کی احتیاط سے کون کون سے زیور موزوں و موافق ہو سکتے ہیں تاکہ کسی لحاظ سے غسل ناقص نہ رہے ؟

الجواب اگر زیور پہنا ہوا ہے اور تنگ ہے تو اسے ہلانا ضروری ہے تاکہ پانی پہنچ جائے اگر پہنا ہوا نہ ہو تو سوراخ کے اوپر پانی بہانے سے از خود پانی اندر چلا جائے تو بھی فرض ادا ہو گیا ضد پانی پہنچائیں البتہ کسی تنکے وغیرہ کے ذریعے سے پہنچانے کا تکلف نہ کریں اور اسے تنگی کرنا جہالت ہے بسا اوقات انہی جگہوں پر میل کچیل جمع ہو کر سخت پھوڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے لہٰذا طبی تقاضا بھی یہی ہے کہ ان جگہوں کو صاف رکھا جائے۔

وجب تحریك القرط و الخاتم الضیقین ولو لم یکن قرط فدخل الماء الثقب عند مروره اجزاه والا ادخله ولا یتکلف فی ادخال شیٔ سوی الماء من خشب ونحوه کذا فی البحر الرائق۔ (ھندیه : ج ۱ : ص ۱۴)۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴ : ۲ : ۱۴۰۸ھ

معذور کا وضوء کب تک رہتا ہے

ایک آدمی جس کا ریح کے خارج ہونے سے وضوء پانچ منٹ بھی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات تو مکمل وضوء کا وقفہ بھی نہیں ملتا۔ اسے ریح تنگ کرتی ہے۔

۱ : کیا وہ اسی حالت میں وضوء کرے ؟

۲ : وہ وضوء تہجد اور صبح کی نماز کے لئے کافی ہوگا یا صبح کی نماز کے لئے جدید وضو کرے ؟

۳ : اگر صبح کو وضوء کیا نماز کے بعد تلاوت و ذکر میں مصروف رہا یا کسی دنیاوی کام میں کیا اشراق کے لئے دونوں صورتوں میں جدید وضو کرنا ہوگا یا وہی صبح کی نماز والا وضوء کافی ہوگا ؟

۴ : نماز کے لئے وضوء کیا ، نماز کے بعد دیگر عبادت بھی اس وضوء سے کر سکتا ہے ؟ مثلاً وظائف وغیرہ۔

الجواب اگر ریح اتنی دیر بھی نہیں رکتی کہ وضوء کر کے دو یا چار رکعت فرض ادا کر لے تو یہ شخص شرعاً معذور بن جاتا ہے۔ فرض نماز کے وقت کے اختتام پر یہ شخص بے وضو ہوگا۔ وقت کے اندر فرض ، نفل ، تلاوت اور دیگر جملہ وظائف کر سکتا ہے۔

ویبطل الوضوء عند خروج وقت المفروضة بالحدث السابق۔

(ھندیه : ج ۱ : ص ۲۱)۔

ائمہ کے اختلاف کے پیش نظر بہتر یہ ہے کہ تہجد کے وضوء سے فجر کی نماز نہ پڑھے اگرچہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک تہجد کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔

لو توضأ المعذور لصلوة العید له ان یصلی الظہر به عند ابی حنیفة رحمہ و محمد رحمہ وھو الصحیح لانها بمنزلة صلوة الضحیٰ۔

(ھندیہ ج ۱ ص ۲)۔

فجر کے وضوء سے اشراق کی نماز نہ پڑھے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی خیرالمدارس ملتان ۹/۵/۷ ۱۴۰ھ

پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا ضروری نہیں

کیا پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا بھی ضروری ہے؟ بغیر دیکھے کیسے علم ہوگا؟ کبھی پاؤں کو ایسی چیز بھی لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے پانی پاؤں تک نہیں پہنچتا۔

حافظ عباس میوانی رائیونڈ

الجواب عام حالات میں چونکہ تلوے کو ایسی چیز لگی ہوئی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جوتے کے ذریعے حفاظت ہوتی رہتی ہے اس لئے ہر وضوء میں تلووں کو دیکھنا واجب نہ ہوگا۔ وعلیہ العمل۔ البتہ ایسا شخص جو جوتا نہیں پہنتا اور ایسی جگہ کام کرتا ہے جہاں ایسی چیز تلوے کو لگ جاتی ہے تو اس کے لئے احتیاط دیکھ لینے میں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ ۷ : ۷ : ۱۳۸۲ھ

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا

زید نے مجھ سے کہا کہ وضوء کرنے کے بعد ذکر کو ہاتھ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ زید نے کئی حدیثوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ لہذا شرع محمدی میں اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ٹھوس ثبوت دیں؟

محمد یوسف خانیوال

الجواب شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ البتہ ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے۔ اور جن احادیث میں مس ذکر سے وضوء کرنے کا حکم آتا ہے ان کی مراد بھی ہاتھوں کا دھونا ہے وضوء متعارف نہیں۔ کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا (جس نے وضوء کرنے کے بعد شرم گاہ کو ہاتھ لگایا ہو) تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھل ھو الا بضعة منك شرم گاہ بھی

دوسرے اعضاء کی طرح ایک عضو ہے جب دوسرے اعضاء کو ہاتھ لگانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا تو شرم گاہ کو بھی ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (شامی : ج ۱ : ص ۱۳۶) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
خیر محمد عفااللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا	نائب مفتی خیرالمدارس ملتان

وضوء میں پاؤں بائیں ہاتھ سے دھوئے جائیں

وضوء میں دونوں پاؤں یا ایک پاؤں داہنے ہاتھ سے دھونا جائز ہے یا نہیں؟

محمد شفیع کالی موری حیدرآباد

الجواب بائیں ہاتھ سے پاؤں دھونا آداب وضوء سے لکھا ہے لہٰذا دائیں ہاتھ سے پاؤں دھونا خلاف ادب ہے۔ درمختار میں آداب وضوء میں لکھتے ہیں۔

وغسل رجليه بيساره اھ (درمختار على الشامية ج ۱ : ص ۱۲)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : خیر محمد عفااللہ عنہ — بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ

برش استعمال کرنے کا حکم

مروجہ بالوں کا برش استعمال کرنے سے سنت مسواک ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب اگر اتفاقاً لکڑی کی مسواک نہ ہو تو برش سے دانت صاف کرلئے جائیں۔ اصل سنت لکڑی کی مسواک ہے بلاضرورت برش سنت مسواک کے قائم مقام نہ ہوگا۔ اور اگر برش خنزیر کے بالوں کا ہو تو استعمال قطعاً حرام ہے۔ مشکوک ہو تو بھی ترک اولیٰ ہے۔ (امداد المفتین ج ۱ ص ۱۹۳)۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفااللہ عنہ ۲۲ : ۱۱ : ۱۳۹۹ھ

برہنہ وضوء کرنے سے بھی وضوء ہو جاتا ہے

اگر برہنہ ہو کر غسل کیا جائے تو غسل ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی حالت میں وضوء بھی کر

لیا جائے تو وضوء ہوجائے گا یا نہیں ؟ — محمد شفیع از خانگڑھ

الجواب مذکورہ صورت میں غسل درست ہے ایسے ہی وضوبھی درست ہے اب نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یتوضأ بعد الغسل اھ (ترمذی شریف ج۱) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲۹ / ۱۱ / ۱۳۹۹ھ

دوران وضوء بار بار شک کرنے والا کیسے کرے

گزارش ہے کہ بندہ تبخیر کا مریض ہے جب وضوء کرنے بیٹھتا ہوں تو ہوا نیچے کو یعنی خارج ہونے کی جگہ پر عموماً اور اکثر آجاتی ہے جیسے اب نکلی اب نکلی۔ کئی دفعہ وضوء کرتا ہوں۔ مثلاً ہاتھ دھونے کے بعد شک پڑجاتا ہے کہ کہیں ہوا خارج نہ ہوگئی ہو۔ پھر دوبارہ ہاتھ دھونے شروع کرتا ہوں۔ کبھی منہ تک پہنچنے کے بعد شک پڑجاتا ہے۔ کبھی ایک پاؤں باقی ہوتا ہے کہ پھر نئے سرے سے وضوء کرتا ہوں۔

غرض تبخیر کا مرض بھی ہے اور کوئی چیز شک بھی ڈال دیتی ہے۔ یہی حالت نماز میں پیش آتی ہے۔ کبھی اس طرف دھیان جاتا ہے کہ ہوا خارج نہ ہوگئی ہو۔ جب اکیلا نماز پڑھتا ہوں تو کوئی چیز کبھی دل میں یہ شک ڈال دیتی ہے کہ "سبحانك اللهم" نہیں پڑھی گئی۔ کبھی یہ شک پڑجاتا ہے کہ "الحمد للہ" نہیں پڑھی گئی۔ غرض طرح طرح اور موڑ موڑ پر شک پڑجاتی ہے۔ شرعاً ایسے مریض کو کیا کرنا چاہیئے وضاحت سے ارشاد فرمائیں۔

الجواب وشك في بعض وضوئه وهو اول ما عرض له غسل ذلك الموضع وان كثر شكه لا يلتفت اليه وكذا لو شك انه كبر للافتتاح وهو في الصلوة۔ او احدث او مسح رأسه ام لا فان كان اول ما عرض استقبل وان كثر يمضي۔

(مراقی علی هامش الطحطاوی ص۲۶)

مقعد کے قریب محض ریح کے جمع ہوجانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ اس کے نکلنے کا یقین نہ ہو محض شک کی بناء پر تجدید ہرگز نہ کریں اس سے مرض بڑھے گا۔

نماز میں بھی اگر کسی سورۃ وغیرہ کے چھوٹنے کا خیال آوے تو اس کی طرف التفات نہ کریں جو سورۃ پہلے سے پڑھ رہے ہوں اسی کو پڑھ کر نماز پوری کرلیں ایسے خیالات کو شیطانی وسوسہ سمجھے۔ اسی طرح خروج ریح کا جب تک یقین نہ ہو محض شک کی بناء پر نماز نہ توڑیں۔ ایسے شک اور وسوسہ کا علاج یہی ہے کہ اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ دفع کرنے کا بھی ارادہ نہ کریں کیونکہ اس سے یہ زیادہ چمٹے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ، ملتان

وضوء کے بعد کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھے اور انگلی اٹھائے

وضوء کے بعد کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے انگلی شہادت کو آسمان کی طرف اٹھانا کیسا ہے ؟

الجواب شامی جلد اول ص ۱۱۹۔ میں آسمان کی طرف دیکھنے کا ذکر ہے انگلی اٹھانے کا نہیں۔ وان یقول بعد فراغه الی قوله ناظرا الی السماء۔ (شامی ج ۱ ص۱۱۹)

البتہ طحطاوی میں علامہ غزنوی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انگلی کا اشارہ کرے۔ ذكر الغزنوي انه يشير بسبابته حين النظر الی السماء۔ (ص ۴۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۴ : ۹ : ۱۴۰۷ھ

مسواک ہر نیند کے بعد مستحب ہے رات کو سوئے ہوں یا دن کو

سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کا ثواب صرف رات کو سو کر اٹھنے پر ملے گا یا کسی بھی وقت سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے پر بھی وہی ثواب ملے گا ؟

الجواب نیند سے اٹھنے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے۔ حضرات فقہاء نے نیند کو مطلق رکھا ہے جو بظاہر عام معلوم ہوتا ہے کہ خواہ دن کے وقت ہو یا رات کے وقت۔ مراقی میں ہے۔

ویستحب لتغیر الفم والقیام من النوم۔ (ص ۳۷)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۸ : ۱۲ : ۱۴۰۹ھ

داڑھی کے غسل وخلال کے بارے میں قولِ فیصل

خلال یا غسلِ لحیہ کا حکم شرعی کیا ہے۔ پہلے تو یہ سنا یا پڑھا تھا کہ داڑھی گھنی ہو تو صرف خلال مسنون ہے ورنہ جہاں سے چہرہ کی کھال نظر آئے اس کا دھونا فرض ہے۔ دریافت کرنے پر ایک سابق مفتی دیوبند نے اس کا طریقہ اس طرح دکھا کر سمجھایا تھا کہ چہرہ دھوتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں نیچے کی جانب سے داڑھی میں داخل کرکے خلال کیا جائے۔

پھر ایک عالم مدرس نے بتایا کہ ایک چلو میں پانی لے کر نیچے سے داخل کیا جائے۔ اور بعض لوگوں نے غسلِ لحیہ کو ضروری کہا۔

پھر ایک بڑے عالم نے کہا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے اس بارے میں آٹھ قول منقول ہیں اور کنز میں گھنی داڑھی کا خلال اور غیر گھنی کا غسل جو لکھا ہے یہ تسامح ہے بلکہ بہر صورت غسلِ لحیہ ہی ضروری ہے بحر الرائق میں یہی کہا گیا ہے۔

ان مختلف جوابات سے تردد واقع ہوگیا۔ مہربانی فرماکر تشفی بخش جواب دیں۔

الجواب ۱:۔ لحیہ کثہ کا دھونا فرض ہے لیکن یہ سارے بالوں کے بارے میں نہیں۔ بلکہ یہ صرف شعر غیر مسترسل کے متعلق ہے۔ صاحب بحر مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔

وھذا کلہ فی غیر المسترسل واما المسترسل فلا یجب غسلہ

ولا مسحہ لکن ذکر فی منیۃ المصلی انہ سنۃ۔

(بحر الرائق: ج ۱، ص ۱۶)

۲: جو داڑھی کچھ گھنی اور کچھ خفیفہ ہو اس کا حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ کثہ کے نیچے کا دھونا فرض نہیں اور خفیفہ والے حصے کے نیچے کا دھونا فرض ہے کیونکہ سقوطِ غسل کی علت جزم الاستتار بالشعر ہے۔

کما فی الدر المختار والشامیۃ۔ وفی البرھان یجب غسل بشرۃ لم یسترھا الشعر اھ وفی الشامیۃ تحتہ اما المستورۃ فساقط غسلھا للحرج۔ (ج ۱، ص ۹۴)۔

الحاصل لحیہ کثہ کے بارے میں صحیح اور مفتی بہ یہی قول ہے کہ اس کے ظاہر کا دھونا فرض ہے اور باطن و داخل کا خلال سنت ہے۔ کما فی المعتبرات۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافتاء	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۸/۱۰/۱۳۸۲ھ

مسواک کے ساتھ کلی کرنے کا طریقہ اور تین بار پانی لینے کا مطلب

مسواک میں جو ہر بار پانی لینا ہے اس سے کیا مراد ہے آیا مسواک کو دھونے کے لئے ہر بار نیا پانی لینا مراد ہے یا ایک بار مسواک کرکے پھر پانی لے کر کلی کرنا مراد ہے؟ اور کلی کس طرح مسنون ہے؟ آیا تین بار مسواک کرکے بعد میں تین بار کلی کرے یا ہر بار مسواک کرنے کے بعد کلی کرے۔ اس طرح تین بار کلی کرنے کی سنت کو پورا کرے۔ یا ہر بار مسواک کے ساتھ کلی کرنے کے علاوہ آخر میں مسواک سے فارغ ہوکر پھر تین بار اور کلی کرے۔ ان تینوں صورتوں میں سے کون سی صورت مسنون ہے؟

حافظ رحمت اللہ مدرسہ رائیونڈ

الجواب ہر بار نیا پانی لینے سے مراد یہ ہے کہ ہر بار مسواک کرنے کے بعد اسے دھوئے اور نئے پانی سے تر کرے (بمیاہ ثلثۃ) بان یبلہ فی کل مرۃ اھ (شامی: ج ۱، ص ۱۰۶)۔ تین دفعہ اس طرح مسواک کرنے کے بعد تین دفعہ کلی کرے۔

کما یظھر من ھذہ العبارۃ ھل یدخل اصبعہ فی فمہ وانفہ الاعلیٰ

نعم قہستانی (ردالمحتار) ظاهره ولو تسوك لاحتمال ان يتخلل من اجزاء السواك شئ اھ (شامی، ج ۱، ص ۱۰۸) - فقط واللہ اعلم -

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۸ : ۵ : ۱۳۸۲ھ

مریضۂ سیلان کے متعلق چند مسائل

۱ : مجھے لیکوریا (سیلان الرحم) کی بیماری ہے جس کی وجہ سے بار بار وضو ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے ؟

ب : اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں تو پانی کم خارج ہوتا ہے یا بعض وقت ہوتا ہی نہیں۔ کیا میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہوں ؟

ج : اگر میں کوئی دہشت کی آواز سنوں تو زیادہ اخراج ہوتا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی ڈراؤنا خواب دیکھوں تو خواب میں رطوبت خارج ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر خواب میں اخراج ہو جائے خواہ کسی نفسانی خواہش کے تحت نہ بھی ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

د : نیز میں نے پڑھا ہے کہ ایسا ویسا خواب نہ بھی دیکھا ہو اگر سو کر اٹھیں تو رطوبت موجود ہونے پر غسل کر لیا جائے۔ مبادا وہ منی ہو۔ عورتوں میں کچھ پانی موجود ہوتا ہے۔ خاص کر میرے اندر بیماری کی شکایت ہے کیا میں ہر روز غسل کروں ؟

۲ : بعض صورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجازت دی ہے کہ بیمار یا معذور نماز کے آخری وقت میں وضو کر کے اس وقت کی اور اگلے وقت کی نماز دونوں ایک ہی وضو سے پڑھ سکتا ہے۔ ایسی رعایت کن مریضوں کے لئے ہے۔ نیز معذور کے لئے حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے جب تک اس نماز کا وقت رہے گا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

۳ : کسی کی صبح کی نماز قضاء ہو گئی اب اس قضاء کو پڑھے بغیر ظہر کی نماز ادا کرتا ہے تو یہ نماز ہوئی یا نہ۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر وہ صبح کی نماز دوسرے دن کی صبح کے ساتھ پڑھ لی جائے تو ٹھیک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر بغیر کسی عذر کے چاروں نمازیں پڑھ لے اور پھر دوسرے

دن صبح کے وقت قضا پڑھی تو ان چاروں نمازوں کو لوٹانا چاہئے کیا یہ درست ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر چھ نمازیں بغیر قضا شدہ کے پڑھے تو صرف قضاء پڑھے باقیوں کو نہ لوٹائے کیا یہ بھی درست ہے ؟ - ایک خاتون از سیالکوٹ -

الجواب

۱ : اس رطوبت کے نکلنے سے احتیاطاً وضو کر لینا چاہئے -

ب : اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے رطوبت خارج نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا ضروری ہے کذا فی الشامية وكذا لو سال عند القيام يصلي قاعداً - (ج ۱، ص ۲۲۵)-

ج د : جب یہ یقین ہو کہ یہ رطوبت وہی ہے جو جاگتے میں بھی بوجہ بیماری خارج ہوتی رہتی ہے تو ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہو گا۔ جس مسئلہ کا سوال میں ذکر ہے وہ غیر مریض کے بارے میں ہے -

۲ : معذور ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ نماز کے پورے وقت میں اسے اتنا وقت نہ مل سکے کہ باوضوء ہو کر نماز کے فرض ادا کر لے۔ ایسا شخص معذور بنے گا۔ یہ نماز کے وقت میں وضو کر کے نمازِ فرض وغیرہ پڑھ سکتا ہے اسی عذر (مثلاً سیلانِ رطوبت) سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس نماز کا وقت ختم ہوتے ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔ آئندہ نماز کے لئے دوسرا وضوء کرنا ہو گا۔ مگر جو شخص بیٹھ کر خالی از عذر ہونے کی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے وہ معذور نہیں۔ كما في الشامية والدر المختار ج ۱، ص ۲۸۳ - وخرج برده عن ان يكون صاحب عذر -

۳ : قضاء شدہ نماز یاد آنے پر فوراً (سوائے اوقاتِ مکروہہ کے) پڑھ لینا ضروری ہے یاد ہوتے ہوئے اگر وقتیہ کو ادا کیا جائے تو نماز وقتیہ کی ادا صحیح نہ ہو گی اس کا اعادہ واجب ہے۔ یہ صاحبِ ترتیب کے لئے ہے۔ اگر قضاء یاد نہ ہونے کی صورت میں وقتیہ پڑھ لی تو وقتیہ کی ادا صحیح ہو گئی۔ قضاء کی ادائیگی کو مؤخر نہ کرے۔ چھ نمازوں کی قضاء کا مسئلہ کسی محرم رشتہ دار کے ذریعہ محقق عالم سے زبانی دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی - ۸ ۱۱ ۱۳۸۲ھ

احلیل کے اندر روئی کا تر ہونا ناقضِ وضو نہیں

ایک آدمی پیشاب کا مریض ہونے کی وجہ سے سوراخ ذکر میں روئی رکھتا ہے اگر روئی اندر غائب کرلی جائے کہ خارج میں نشان باقی نہ رہے اور اندر ہی اندر مرطوب ہوجائے لیکن رطوبت سوراخ سے باہر نہ آئے تو وضو ٹوٹتا یا نہیں ؟

الجواب احلیل کے اندر روئی بالکل غائب کردینے کی صورت میں جب رطوبت باہر نہیں نکلی یا مرطوب روئی کو باہر نہیں نکالا گیا تب تک وضو نہیں ٹوٹتا ۔ ہاں اگر مرطوب روئی باہر نکلی یا نکالی گئی تو اس وقت سے وضو ٹوٹا ہوا سمجھا جائے گا ۔ فتاویٰ قاضی خان ج ۱ : ص ۱۸ ۔ میں ہے ۔

اذا ادخل فی احلیله قطنة وغیبها ثم خرجت او اخرجها نقض الوضوء اھ ۔

اور اگر احلیل میں روئی کو بالکل غائب نہیں کیا بلکہ ایک طرف داخل اور ایک طرف ظاہر رہی تو طرفِ داخل کے تر ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک کہ طرفِ ظاہر پر تری نمودار نہ ہوجائے فتاویٰ قاضی خان میں ہے ۔

واذا خاف الرجل خروج البول فحشی احلیله بقطنة ولولا القطنة لخرج منه البول فلا بأس به ولاینتقض وضوئه حتی یظهر البول علی القطنة وان ابتل الطرف الداخل من القطنة فکذلك مالم یبتل الطرف الظاهر منها ۔ اھ ۔ (ج ۱ ص ۱۸) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالرحمٰن عفی لہٗ
مدرس خیر المدارس ملتان

احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس ملتان
۲۸ / ۱ / ۱۳۶۸ھ

صرف عمامہ پر مسح درست نہیں

"بلوغ المرام" میں لکھا ہے کہ مسح علی العمامة جائز ہے ۔ عبارت یہ ہے " مسح بناصیته وعلی العمامة

وعلی الخفین اھ اس کے متعلق جواب ارشاد فرمائیں ۔

حافظ عبدالجبار مدرسہ دار الهدیٰ خانیوال

الجواب عدمِ جواز نصِ قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ وامسحوا برؤسکم الآیة اور ظاہر ہے کہ مسح علی العمامة ، مسح علی الرأس نہیں ۔

احادیث مسح علی العمامة مختلف طرق سے مروی ہیں ۔ مسلم شریف میں حضرت مغیرہ رض سے مروی ہے ۔ ومسح بناصیته وعلی العمامة اھ اور بعض روایات میں صرف عمامہ کا ذکر ہے ۔ لہٰذا نصِ قرآنی اور احادیثِ صحیحہ دالة بر وجوبِ مسح رأس کو مدنظر رکھتے ہوئے احادیثِ جواز کا صحیح محمل متعین کیا جائے گا ۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے ربع رأس پر مسح فرمایا جو مقدارِ ناصیہ کے تقریباً برابر ہے ۔ لیکن عمامہ سر سے اتار کر رکھا نہیں ۔ باقی سر پر عمامہ کے اوپر سے ہاتھ پھیر لیا جس کو راوی نے کبھی مکمل نقل کرتے ہوئے " مسح بناصیته وعلی العمامة " ذکر کیا ۔ اور کبھی صرف عمامہ ذکر کردیا ۔

الحاصل مسح ربعِ رأس پر کیا گیا تھا ۔ عمامہ پر مسح ادائے فرض کے لئے نہ تھا ۔ علاوہ ازیں علامہ ابن عبدالبر مالکی رح نے مسح علی العمامة کی تمام روایات کو معلل قرار دیا ہے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۲ / ۱ / ۱۳۹۶ھ

اگر شرعاً معذور ثابت ہوجائے تو ایک ہی وقت میں ایک ہی وضو کرنا پڑے گا

اگر پیشاب کے بعد قطرات کی بیماری ہو تو ایک ہی استنجا کرنا پڑے گا یا قطرات آنے کے بعد دوبارہ استنجا کرنا پڑے گا ؟ اور یہ قطرات اگر شلوار پر پڑ جائیں تو ان کا دھونا ضروری ہے یا ویسے ہی نماز ادا ہوجائے گی ؟ ایسے ہی ریاح کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ؟

۲ : اگر کوئی امام کے متعلق برائی بیان کرتا ہے اور عیب پر نظر رکھتے ہوئے اس کے متعلق باتیں کرتا ہے تو کیا ایسے شخص کی نماز اس امام کے پیچھے ہوجائے گی ؟

۳ : اگر کوئی کسی کے سامنے کسی کی غیبت کرے اور سننے والا اسے روکنے پر قادر نہ ہو اور مجبوراً سن لیتا ہو تو کیا وہ بھی گناہگار ہوگا ؟

الجواب شرعاً معذور وہ شخص ہے جسے پورے وقت میں عذر سے خالی اتنا وقت بھی میسر نہ ہو کہ جس میں وضو کرکے صرف فرض ادا کرسکے۔ اگر طہارت حاصل کرنے کے بعد فرض کی مقدار وقت مل جاتا ہے تو وہ شخص معذور نہیں۔ اسے خروج قطرہ یا خروج ریح کی صورت میں وضو کا اعادہ کرنا ہوگا۔ بدن یا کپڑے کے جس حصے پر نجاست لگی ہو اس کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ نیز اگر اکیلا بدون جماعت بغیر عذر نماز ادا کرسکتا ہے تو جماعت چھوڑ دے۔ بلکہ اگر بیٹھ کر یا اشارہ سے ادا کرنے سے عذر سے بچاؤ ہوسکتا ہے تو ویسے ہی ادا کرے۔

قال فی الدرالمختار یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوتہ مؤمیاً ۔ (شامیہ ص ۲۸۳ ج ۱)۔

البتہ جو شخص مذکورہ بالا تعریف کے مطابق معذور ہو جائے اس کے لئے عذر کی موجودگی میں نماز ادا کرنا صحیح ہے۔ نماز شروع کرنے سے قبل بدن اور کپڑے سے نجاست دھولینی چاہئے۔

۲ : امام کی برائی بیان کرنا اچھا نہیں ، نماز ہو جاتی ہے۔

۳ : غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں مجرم ہیں۔ البتہ اگر زبان سے روکنے پر قدرت نہ ہو اپنی بے عزتی اور ضرر کا اندیشہ ہو، تو دل سے برا جاننے کی صورت میں غیبت کے گناہ سے مامون ہونے کی امید ہے۔ انشاء اللہ گناہگار نہ ہوگا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ ہذا

سلسل البول والے کے وضوء اور کپڑے کی طہارت کا مسئلہ

بندہ بالکل چھوٹی عمر سے سلسل البول کی بیماری میں مبتلا ہے اب عمر پچیس سال ہے آرام بالکل ہی نہیں۔ بعض اوقات میں قطرات ٹھہر جاتے ہیں۔ بعض اوقات میں قطرات مسلسل جاری رہتے ہیں۔

حتی کہ وضو بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ نماز پڑھ سکوں۔ مثلاً صبح صادق سے عام طور پر جو قطرات شروع ہوتے ہیں تو سورج نکل آتا ہے نماز بعد میں قضاء کرتا ہوں الخ

دوسری عرض یہ ہے کہ فقیر آدمی ہوں دو تہبند رکھتا ہوں ایک تہبند ہر وقت باندھتا ہوں جو کہ پلید رہتی ہے اور دوسرا نماز کے وقت باندھتا ہوں مگر وہ بھی نماز کی حالت میں بول سے نجس ہو جاتی ہے تو کیا اس حالت میں جب کہ کپڑا نجس ہو نماز لوٹانی پڑے گی ؟

الجواب جسے نماز کے ابتدائی وقت سے قطرات شروع ہوئے اور آخری وقت تک اتنی دیر کے لئے بھی نہیں رکے کہ وضو کرکے فرض نماز ادا کرسکے تو یہ شخص شرعاً معذور ہے کہ اس کا وضوء ایک دفعہ کرلینے سے وقت کے اندر قطرات کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا۔ وضوء کرکے نماز پڑھ لے۔ اگرچہ دوران وضوء یا نماز قطرات ٹپکتے رہیں نماز ہو جائے گی۔ دوسرے وقت آنے پر پھر تازہ وضوء کرکے نماز پڑھ لے۔ اگر کپڑا اتنی دیر بھی پاک نہیں رہتا کہ فرض ادا کرسکے تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی ورنہ دھونا ضروری ہوگا جب کہ قدر درہم کو پہنچ جائے۔

کما فی الدرالمختار ، ج ۱ ، ص ۲۸۲ ،

وان سال علی ثوبہ فوق الدرھم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ و الا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ھو المختار للفتوی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد عفی عنہ ۲۶ / ۲ / ۱۳۸۵ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

معذورین کیلئے مختصر ترین نماز

بندہ پیٹ کی تکلیف کا دائمی مریض ہے ریاح خارج ہوتی رہتی ہیں اگر وضوء کے بعد ریاح کو اتنی دیر روک لیا جائے کہ نماز مکمل پڑھی جاسکے تو پیٹ میں تکلیف پیدا ہو کر دل کی طرف آ جاتی ہے۔ اگر ریاح کو نہ روکا جائے تو کئی دفعہ وضوء ٹوٹ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے نماز دھرانی پڑتی ہے۔ یہ صورت متواتر پریشان کن ہے۔ شرعی لحاظ سے بندہ معذور ہے یا نہیں ؟

محمد فاروق ملتان

الجواب وضوء کر کے اگر صرف نماز کی فرض رکعتیں بغیر وضو ٹوٹے پڑھ سکتے ہوں تو آپ شرعاً معذور نہیں ہوں گے ۔ گو اس دوران ریاح کو معمولی طور پہ روکنا بھی پڑے یہ فرض رکعتیں بھی اس طرح سے پڑھیں کہ صرف نماز کے فرض و واجبات ادا ہو جائیں گو سنن و مستحبات رہ جائیں اس طرح یہ رکعتیں مزید مختصر ہو جائیں گی ۔

مثلاً قیام میں صرف سورۃ فاتحہ اور سورۃ کوثر یا اخلاص ۔ رکوع اور سجود میں ایک ایک دفعہ تسبیح اور التحیات کے بعد اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد مختصر درود اور اَللّٰھُمَّ اغفرلی دعا رکافی ہے تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں صرف تین تین مرتبہ سُبْحَانَ اللہ گو سورۃ فاتحہ نہ پڑھیں ۔ امید ہے کہ اس طرح سے آپ باوضو نماز پڑھ سکیں گے ۔ اگر اس میں بھی دشواری ہو تو تفصیل لکھ کر دوبارہ جواب حاصل کر لیں ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴/۸/۱۳۸۸ھ

بار بار پیشاب آتا ہو تو وضو کیسے کرے

میری عمر تہتر (۷۳) برس ہے بار بار پیشاب آتا ہے صبح کو ایک ڈیڑھ گلاس پانی دوا کے طور پہ پیتا ہوں ظاہر ہے کہ پیشاب بار بار آئے گا ۔ اگر پانی نہیں پیتا تو جوڑوں میں درد ہونے کا امکان ہے ۔ کئی سال سے یہ تکلیف ہے اب کھانسنے پر یا کسی ایسی جگہ پر گزرنے سے جو کہ سڑک کی سطح سے نیچے ہو تو پیشاب کا قطرہ نکل جاتا ہے ۔ رات کو سوتا ہوں تو شبہ رہتا ہے کہ شاید کوئی قطرہ نکل گیا ہو ۔ رات کو کئی مرتبہ اٹھتا ہوں اس خیال سے کہ قطرہ نکل گیا ہو تو پاک کر لوں ۔ عرصہ کئی سال سے صبح سویرے نچلا دھڑ اپنا اچھی طرح سے دھو کر پاک کرتا ہوں ، پھر وضو کرتا ہوں ، پھر نماز پڑھتا ہوں اور پھر نوافل و وظائف کے لئے کئی بار وضوء کرتا ہوں اور پیشاب بھی رک رک کر آتا ہے ۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس بیماری کی وجہ سے اور پیشاب بار بار کرنے کی وجہ سے وضو کرنا ضروری ہے یا نہ ؟

الجواب بہتر یہ ہے کہ آپ لنگوٹ باندھ لیا کریں اس سے قطرہ سوراخ ذکر سے باہر نہیں آئے گا ۔ اگر کسی وقت آ بھی جائے تو صرف کپڑا بدل لینا کافی ہو گا ۔ استنجاء کر کے وضوء کر لیں ۔ نچلا دھڑ پورا دھونے کی ضرورت نہیں ۔ بار بار وضوء کرنے کی صورت میں دقّت ہو تو جلدی جلدی

بھی کر سکتے ہیں لیکن فرائض وضوء کا ہر حال میں اہتمام رہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۶۱۶ : ۱۴۰۶ھ

خروج الدّودۃ من الدّبر ینقض الوضوء

میں نے جب سے بواسیر کا اپریشن کرایا ہے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاخانہ میں جو سفید رنگ کے کیڑے ہوتے ہیں ان کی وجہ سے حالتِ نماز میں مقعد میں خارش سی محسوس ہوتی ہے مگر وہ کیڑا مقعد سے بالکل باہر نہیں آتا جب تک کہ میں خود نہ کھجلاؤں ۔ ہاں حالتِ نماز میں مجھے اتنا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ کیڑا خروج کرتا ہے اگرچہ بالکل باہر نہیں آتا ۔ ایسی حالت میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے ؟ اور کیا نماز باقی رہتی ہے یا نہیں ؟

۲ : یوں بھی سمجھیں کہ پیٹ کے اندر سے تو نکلتا ہے مگر بالکل باہر نہیں آتا اگرچہ مجھے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اب خروج کرتا ہے ۔

محمد سلیمان ، نواں شہر ملتان

الجواب جب مقعد کے سوراخ سے کیڑا باہر نکل آئے تو وضوء ٹوٹ جائے گا اور نماز نہ ہو گی اور سوراخ سے باہر نکلنے سے پہلے اندر اندر پھرنے سے نماز فاسد نہ ہو گی اور نہ ہی وضو ٹوٹے گا ۔

وینقضه خروج نجس منه الخ الٰی قوله وخروج غیر نجس مثل ریح او دودة او حصاة من دبر ۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار علی الشامیة ج ۱ص ۱۲۴ تا ۱۲۶)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۵/۱۴۱۰ھ

گلے کا مسح بدعت ہے

بعض لوگ گردن کا مسح کرتے ہوئے حلقوم یعنی گلے کا بھی مسح کرتے ہیں ۔ آیا شرعاً یہ صحیح ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

گردن کا مسح مستحب ہے مگر حلقوم کا بدعت ہے یہ نہ کیا جائے۔

"والثانی مسح الرقبة وھو بظھر الیدین واما مسح الحلقوم فبدعة اھ کذا فی البحر الرائق۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔

پاؤں پر داد چنبل ہونے کی وجہ سے وضوء ساقط نہیں ہوگا!

ایک امام مسجد کے پاؤں پر داد چنبل ہے۔ جس کی وجہ سے تقریباً چار ماہ سے وضوء نہیں کر رہا ہے اور تیمم سے امامت کرا رہا ہے۔ اور تیمم بھی مسجد کی سیمنٹ سے پلستر شدہ دیوار سے کر لیتا ہے۔ کیا وہ درست کر رہا ہے۔ مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

سائل اللہ رکھا بستی شریف پورہ

الجواب

پاؤں پر داد چنبل ہونے کی وجہ سے وضوء ساقط نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا تھا کہ پانی نقصان دیتا ہو تو پاؤں پر مسح کر لیا جاتا۔ لہٰذا جتنی نمازیں مذکور امام کے پیچھے اس تیمم کی حالت میں ادا کی گئی ہیں ان کو دوبارہ ادا کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۵ ۱ ۵ ۱ ۱۴۰۰ھ	الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔

غسل فرض میں ناف میں انگلی ڈالنے کا حکم

غسل کرتے وقت ناف میں انگلی ڈالنا فرض غسل میں ضروری ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فرض غسل میں ناف کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ انگلی پھیری جائے تاکہ پانی پہنچنے کا یقین ہو جائے۔

"ویجب ایصال الماء الی داخل السرة وینبغی ان یدخل اصبعه

فیھا للمبالغة کذا فی محیط السرخسی اھ (عالمگیری، ج ۱، ص ۷)۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

وضوء اور تیمم دونوں ممکن نہ ہوں تو نماز کیسے پڑھی جائے

حالیہ دردناک واقعہ میں جب ہائی جیکر نے پاکستان کا جہاز اغوا کر لیا تھا تو ان پندرہ دنوں میں نمازیں کیسے ادا کی جا سکتی تھیں؟

سائل محمد انور، مسلم کمرشل بنک منگلا کالونی جہلم

الجواب

اگر وضوء اور تیمم دونوں ممکن نہیں اور کھڑے ہو کر رکوع اور سجدہ کر سکتا ہے تو اس وقت ایسے ہی نماز پڑھ لے اور اگر قیام کی بھی اجازت نہ ہو تو اشارہ سے نماز پڑھ لے۔ بعد میں ان تمام نمازوں کی قضاء کی جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۷ ر ۵ ر ۱۴۰۱ھ

قرآن مجید کے صفحہ میں جو جگہ خالی ہو اسے بھی بے وضو نہیں چھو سکتے

الف: ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں اگر ہوا خارج ہو جائے تو ورق الٹنے کے لئے تنکا استعمال کرتے ہیں۔

ب: یا پھر جو سفید جگہ ہوتی ہے جہاں پر لفظ لکھے ہوئے نہیں ہوتے معمولی سی انگلی لگا کر ورق الٹتے ہیں یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ تو قرآن نہیں ہے۔ آیا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل قاری محفوظ احمد، حال مقیم راولپنڈی۔

الجواب

ورق پلٹنے کے لئے تنکا وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں۔ صفحہ کی جس جگہ پر آیات وغیرہ نہ لکھی ہوں اسے بھی بے وضو نہیں چھو سکتے۔

الف: (قوله وحل قلبه بعود) ای تقلیب اوراق المصحف بعود ونحوه

لعدم المس علیہ اھ (شامی ج ۱ ص ۱۶۱)۔

ط : فلا یجوز مس الجلد وموضع البیاض منہ وقال بعضھم یجوز وھذا اقرب الی القیاس والمنع اقرب الی التعظیم کما فی البحر ای والصحیح المنع کما نذکرہ اھ (شامی ج ۱ ص ۲۷۰)۔

(۲) : والصحیح منع مس حواشی المصحف والبیاض الذی لا کتابۃ علیہ کذا فی التبیین اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۰)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔ ۲۲/۱۲/۱۴۱۰ھ

دوران وضوء سر کا مسح یاد نہ رہا تو دوران نماز داڑھی کی تری سے مسح کر سکتا ہے یا نہیں

اگر کوئی آدمی فرائض وضوء میں سے ایک فرض یعنی مسح رأس کو بھول جائے پھر اس کو نماز کے ضمن میں یاد آجائے کہ میں نے مسح نہیں کیا تھا تو کیا وہ اپنی داڑھی کی تری سے نماز کے اندر ہی مسح کر سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر کر سکتا ہے تو اشکال یہ ہے کہ اس کی نماز کا بعض حصہ با وضوء اور بعض بے وضو گزرا تو یہ بناء صحیح علی الفاسد ہوئی۔ یہ درست نہیں۔

شق ثانی یعنی اگر نماز کے اندر مسح نہیں کر سکتا تو ان مندرجہ ذیل آثار کا صحیح محمل کیا ہے ؟

۱ : عن ابی بکر بن عیاش عن مغیرہ عن ابراھیم قال اذا نسی ان یمسح رأسہ وفی لحیتہ بلل فذکر وھو فی الصلوۃ فان کان فی لحیتہ بلل فلیمسح رأسہ۔

۲ : عن حفص ابن غیاث عن عبد المالک عن عطاء قال اذا نسی مسح رأسہ فوجد فی لحیتہ بللا اجزأہ ان یمسح بہ رأسہ۔

۳ : عن ابی علیہ عن یونس عن الحسن فی قولہ فی الرجل یذکر فی الصلوۃ انہ لم یمسح رأسہ وفی لحیتہ بلل قال یمسح رأسہ من بلل لحیتہ۔

۴ : یزید ابن ھارون عن حماد بن سلمۃ عن قتادہ عن فلاس فیما یعلم حماد عن علی قال اذا توضأ الرجل فنسی ان یمسح برأسہ فوجد فی لحیتہ بللا اخذ من لحیتہ فمسح رأسہ

فھذہ الآثار ماثورۃ فی مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۷

ان آثار کا صحیح محمل بیان فرما کر اجر عظیم حاصل کریں۔

محمد انور کلیم لائلپوری
متعلم دورۂ حدیث خیر المدارس ملتان

الجواب اثر ثانی ورابع میں تذکر فی الصلوۃ کی تصریح نہیں بلکہ مطلق تذکر ہے پس مفید نہیں۔ اور اول وثالث میں یہ تصریح نہیں کہ ایسی صورت میں سابقہ نماز بھی درست ہوگی پس اشکال نہیں۔ ممکن ہے کہ مقصود یہ بتلانا ہو کہ اس صورت میں سارے وضو کا اعادہ نہیں بلکہ صرف مسح رأس کافی ہو جائے گا۔ اور اگر یہ تصریح مل جائے کہ صورت مذکورہ میں یہ ائمہ صحت صلوۃ سابقہ کے قائل ہیں تو اس میں تنگی نہیں۔ مسئلہ اجتہادی ہے۔ طہارت شرط نماز ہے۔ شروط کے لئے تقدم لازم نہیں جیسا کہ صوم نیت متاخرہ من الشروع سے بھی درست ہے بلکہ امام صاحب رح تو آخر نماز کے بارے میں بھی جواز وصحت تاخیر نیت کے قائل ہوئے ہیں یعنی اگر کسی نمازی نے تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کر لی تو نماز درست ہو جائے گی۔ (بحر ج ۱ ص ۲۹۱)۔

بندہ عبد الستار عفی عنہ

تیسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نسیان کی وجہ سے متروک مسح کو متوثر اور معتبر سمجھا گیا ہو۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے رفع اللہ علی أمتی ثلثا و ذکر منھا الخطاء والنسیان۔ یعنی تذکر سے قبل وضو کو بدیں وجہ درست تسلیم کیا گیا ہو کہ ترک مسح ناسیًا ہوا ہے اور نسیان معاف ہے۔ بنص حدیث وجہ ہے کہ حدیث مذکور کی بناء پر امام شافعی رح نماز میں کلام ناسیًا کو مفسد نہیں مانتے اور روزہ میں افطار ناسیًا کا مضر نہ ہونا تو اجماعی مسئلہ ہے۔ پس کوئی اشکال نہیں۔

چوتھی توجیہ یہ بھی محتمل ہے کہ مسح مذکور سے مراد مسح زائد علی القدر المفروض یعنی (مسح سنت ہو) پہلے وضوء میں مسح قدر مفروض جس کی ادنیٰ مقدار امام شافعی رح کے نزدیک تین بال ہیں ہو چکا۔

پس اشکال نہیں ۔ فقط ۔ عبدالستار ۔

پانچویں توجیہہ یہ بھی محتمل ہے کہ اکثر اوقات شیطان نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ تر نے مسح نہیں کیا۔ ایسی صورت میں دفع وسوسہ کے لئے داڑھی کی تری سے ہاتھ گیلا کر کے سر پہ پھیر لے ۔ اب یہ مسح دفع وسوسہ کے لئے ہوا نہ کہ تجدید وضو یا اصلاح وضو کے لئے ۔ فلا یرد علیہ الاشکال ۔

الاجوبۃ صحیحۃ

محمد عبداللہ غفراللہ لہٗ مفتی خیرالمدارس ملتان

۲۴ / ۴ / ۱۳۸۰ھ

عورتوں کیلئے بھی مسواک کرنا سنت ہے

۱ : بوقتِ وضو عورت کے لئے مسواک کرنا سنت ہے یا نہیں ؟

۲ : اس کے لئے بھی ایک بالشت سنت ہے یا نہیں ؟

۳ : عورتوں کی خاص ایک مسواک ہوتی ہے اس سے سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب: عورتوں کے لئے بھی مسواک سنت ہے اگر سخت لکڑی سے تکلیف ہو تو دندار استعمال کرلیں اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی ۔

ومنها السواك وينبغي ان يكون السواك من اشجار مرة لانه يطيب نكهة الفم ويشد الاسنان ويقوى المعدة و يكن رطبا فى غلظ الخنصر و طول الشبر ولا يقوم الاصبع مقام الخشبة فان لم توجد الخشبة فح يقوم الاصبع من يمينه مقام الخشبة كذا فى المحيط والظهيريه و العلك يقوم مقامه للمرأة اه (عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۷) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیرالمدارس ، ملتان

وضوء کے ہر ہر عضو کی دعاء

جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا کہ وضوء کرتے وقت سارے وضوء کے دوران کچھ دعائیں پڑھتے رہتے تھے مجھے بھی شوق ہے براہِ کرم وہ دعائیں لکھ دیں ؟

محمد اقبال از ساہیوال

الجواب: عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۵ ۔ میں آداب وضوء میں لکھا ہے کہ ہر ہر عضو کو دھوتے وقت بِسْمِ اللہ پڑھی جائے ۔ اس کے ساتھ ساتھ

— کلی کرتے ہوئے یہ دعاء پڑھے ۔

۱ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۔

— ناک میں پانی ڈالتے وقت یہ پڑھیں ۔

۲ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِيْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِيْ رَائِحَةَ النَّارِ ۔

— چہرہ دھوتے وقت یہ پڑھیں

۳ اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۔

— دایاں بازو دھوتے وقت یہ پڑھیں ۔

۴ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَحَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۔

— بایاں بازو دھوتے وقت یہ پڑھیں ۔

۵ اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ ۔

— سر کا مسح کرتے وقت یہ پڑھیں ۔

۶ اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ ۔

— کانوں کا مسح کرتے ہوئے یہ پڑھیں ۔

۷ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۔

— گردن کا مسح کرتے ہوئے یہ پڑھیں ۔

۸ اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ ۔

——— دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھیں۔

۹ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ ۔

——— بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھیں۔

۱۰ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ ۔

اور پھر ہر عضو کو دھونے کے بعد درود شریف بھی پڑھیں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰ / ۵ / ۱۴۰۹ھ

ادعیہ مذکورہ کا ترجمہ

۱ : اے اللہ تلاوتِ قرآن اور اپنے ذکر و شکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

۲ : اے اللہ ! جنت کی خوشبو نصیب فرما اور دوزخ کی بدبو سے بچا۔

۳ : اے اللہ ! میرا چہرہ اس دن چمک دار بنا جس دن کہ کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہونگے۔

۴ : اے اللہ ! مجھے میرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں عطاء فرمانا اور مجھ سے ہلکا پھلکا حساب فرمانا۔

۵ : اے اللہ ! مجھے میرا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ پشت کے پیچھے سے۔

۶ : اے اللہ ! مجھے اس دن اپنے عرش کے سائے میں لے لینا جس دن کہ آپ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

۷ : اے اللہ ! مجھے ان لوگوں سے بنا جو اچھی سنی ہوئی بات پر عمل بھی کرتے ہیں۔

۸ : اے اللہ ! میری گردن کو آگ سے آزاد فرما۔

۹ : اے اللہ ! مجھے پل صراط پر ثابت قدم رکھنا جس دن کہ بہت سے قدم پھسل جائیں گے۔

۱۰ : اے اللہ ! میرے گناہوں کو بخش دے میری کوشش کو قبول فرما اور میری تجارت کو خسارے سے بچا۔

جونکیں لگوانے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں

بعض اوقات ورم کی جگہ پر اطباء جونک لگوانے کا مشورہ دیتے ہیں تو اگر وضوء کی حالت میں جونکیں لگوائی جائیں تو وضوء باقی رہے گا یا نہیں ؟

الجواب

اگر جونک بڑی ہو اور اتنا خون چوس لے کہ وہ دمِ سائل کے حکم میں ہو تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔

وکذا ینقضہ علقۃ مصّت عضوا وامتلأت من الدم اھ (درمختار) (قولہ وامتلأت) کذا فی الخانیۃ وقال لانہا لو شقت یخرج منہا دم سائل اھ والظاہر ان الامتلاء غیر قید لان العبرۃ للسیلان کما افادہ اھ (شامیۃ : ج ۱، ص ۱۲۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ، ملتان

نمازِ جنازہ کیلئے کئے گئے وضو سے دیگر فرائض ادا کرنا

نمازِ جنازہ یا تلاوت وغیرہ کے لئے وضوء کیا جائے تو اس سے فرض نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب

وضوء طہارتِ مطلقہ ہے جب ایک دفعہ وضوء کر لیا تو طہارت حاصل ہو گئی۔ اب جب تک یہ وضوء نہ ٹوٹے اس سے جو عبادت چاہیں ادا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا جنازہ کے لئے کئے ہوئے وضوء سے فرائض وغیرہ ادا کرنا بلا کراہت درست ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ اگر جنازہ کے لئے تیمم کیا جائے تو اس سے فرائض ادا ہو سکتے ہیں۔ تو جنازہ کے لئے کئے گئے وضوء سے بدرجہ اولیٰ فرض ادا کر سکتے ہیں۔

لو تیمم لصلوۃ الجنازۃ او لسجدۃ التلاوۃ اجزاہ ان یصلی بہ المکتوبۃ بلاخلاف کذا فی المحیط اھ (عالمگیری : ج ۱ ، ص ۱۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ، ملتان

حقہ یا سگریٹ پینے سے وضوء ٹوٹنے کا حکم

حقہ و سگریٹ پینے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ؟ بدبو کی وجہ سے اگر کراہت ہو تو کلی کرنے سے یہ نقصان ختم ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

سائل محمد نواز حال مقیم شادمان لاہور

الجواب وضوء کرنے کے بعد جب تک کوئی نجاست وغیرہ خارج نہ ہو وضوء نہیں ٹوٹتا۔ لہذا حقہ و سگریٹ پینے سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ ان کا بلاضرورت پینا مکروہ ہے اور نماز سے پہلے منہ سے بدبو کو زائل کرنا ضروری ہے۔

ان الطهارة ترتفع بضدها وهي النجاسة القائمة بالخارج لان الضد هو المؤثر في رفع ضده اھ (شامی ج ۱ ص ۱۴۴)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

ہاتھ اور پاؤں دھوتے وقت ابتداء کہاں سے کریں؟

وضوء میں جب ہاتھوں یا پاؤں پر پانی ڈالا جائے تو کس حصہ سے ابتداء کی جائے ؟

المستفتی حافظ مقبول احمد قادر آباد فارم ضلع ساہیوال

الجواب دونوں کی انگلیوں سے ابتداء کی جائے۔

ومن السنن البداية من رؤس الاصابع في اليدين والرجلين كذا في فتح القدير۔ اھ (عالمگیری، جلد ۱، ص ۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۳/۱۴۱۱ھ

خون زخم کی جگہ پر ہی رہے تو ناقض وضو نہیں

ایک زخم گول سا ہے درمیان میں معمولی سا سوراخ ہے جس سے خون وغیرہ نکل کر اس گول دائرہ میں جمع ہو جاتا ہے لیکن اس گول دائرے سے باہر نہیں بہتا۔ یعنی اگرچہ سوراخ سے تو بہہ پڑا ہے لیکن زخم والی جگہ سے آگے نہیں نکلتا۔ کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا ؟

عبدالمجید ، مدرسہ عربی رائیونڈ

الجواب الدم السائل على الجراحة اذا لم يتجاوز قال بعضهم هو طاهر الخ وهو الاظهر الخ ومقتضاه انه غير ناقض الخ (شامی ج ۱ ص ۹۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خروج مقعد بواسیر ناقض وضو ہے

ایک آدمی خونی بواسیر کا مریض ہے، نماز میں مسّہ جائے مقعد سے باہر نکلا مگر اس کے ساتھ خون وغیرہ کچھ نہیں نکلا پھر مسّہ خود بخود گم ہو گیا۔ کیا وضو ٹوٹ گیا یا نہیں ؟

الجواب اگر یہ معذورین کے حکم میں نہیں ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

لعموم وينقض الوضوء كل ما خرج من السبيلين اھ

عالمگیری میں ہے۔

وذكر الشيخ شمس الائمة الحلواني رح ان بنفس خروج الدبر ينتقض وضوءه اھ (ج ۱، ص ۵) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	محمد انور عفا اللہ عنہ ۸ : ۴ : ۱۳۹۶ھ

ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کب کرے

ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کب کرنا مسنون ہے ؟ گٹ تک ہاتھ دھونے کے بعد یا پورے ہاتھ دھونے کے بعد ؟

الجواب (عربی کتب میں تصریح نہیں ملی بہشتی زیور سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے ہاتھوں کو دھوتے وقت خلال کرے) واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۱۳۸۴/۵/۲۴ھ

داڑھی کے خلال کے بارے میں متعدد اہم مسائل

۱ : وضو میں داڑھی کا خلال تین بار سنت ہے یا ایک بار ؟

۲ : صرف ٹھوڑی کے نیچے خلال کرنا ہے یا دائیں بائیں بھی ؟

۳ : دائیں بائیں ہو تو کس طرح کرے ؟ ہتھیلی کی جانب کس طرف رہے ؟

۴ : تیمم میں خلال کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟ کس طرح اور کتنی بار سنت ہے ؟

۵ : گھنی داڑھی میں صرف اوپر ہی کے حد چہرہ کے اندر والے بالوں پر پانی بہانا فرض ہے یا اندرونی بالوں کو جو کہ جڑ سے اوپر ہوں دھونا فرض ہے ؟

حافظ رحمت علی خان : مدرسہ عربیہ رائیونڈ : لاہور ۔

الجواب ۱ : ایک بار وھو ظاھر لسکوتھم عن بیان التکرار فی موضعہ۔

۲ : وتخلیل اللحیۃ ھو تفریق شعرھا من اسفل الی فوق۔

(بحر، شامیۃ ، ج ۱ ، ص ۸۷)

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری داڑھی کا مع جانبین کے خلال ہونا چاہیئے کیونکہ داڑھی میں جانبین کے بال بھی داخل ہیں ورنہ داڑھی کے کچھ حصہ کا خلال لازم آئے گا۔ صاحب بحر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

وظاھر کلامھم ان المراد باللحیۃ الشعر النابت علی الخدین من عذار وعارض والذقن (بحر، ج ۱ ، ص ۳) ویجوز ان یکون حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشعرا الی خلاف ذلک ولفظہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ اخذ کفا من ماء تحت حنکہ فخلل بہ لحیتہ (الحدیث) (شامیۃ ج ۱ ، ص ۱۰۹)

۳ : (پانی کا چلو لے کر داڑھی کے بالوں میں پہنچائے اس وقت ہتھیلی گردن کی جانب ہوگی پھر بوقت خلال ہتھیلی کی پشت گردن کی جانب کر کے خلال کرے۔) کما فی الطحطاوی شرح المراقی ، ص ۳۹ ۔

۴ : (تیمم میں خلال کرنا نظر سے نہیں گزرا بس صرف بالوں کے اوپر ہاتھ پھیرے۔)

وفی الحلیۃ یمسح من وجھہ ظاھر البشرۃ وظاھر الشعر علی الصحیح اھ (عالمگیری : ج ۱ : ص ۱۴)۔

۵ : (گھنی داڑھی میں چہرے کے اندر والے بالوں پر پانی بہانے سے فرض ادا ہو جائے گا گو جڑوں کے قریب تک پانی نہ پہنچے کیونکہ داخل شعر اللحیۃ محلِ فرض نہیں۔)

قال فی المراقی وابو حنیفۃ ومحمد یفضلانہ لعدم المواظبۃ ولانہ لکمال الفرض وداخلھا لیس محلا لہ ومثلہ فی الھدایۃ ۔ (مراقی ص ۳۹)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	۱۱/۵/۱۳۸۲ھ

گھڑی سختی سے باندھی ہوئی ہو تو وضو میں ہلانا ضروری ہے

اگر گھڑی ہاتھ پر اس قدر سختی سے باندھی جائے کہ اپنی جگہ سے نہ ہلے تو اس صورت میں وضو کرنے سے وضوء ہوگا یا نہیں ؟

الجواب گھڑی کے نیچے والے حصۂ جسم پر پانی نہ پہنچے تو وضوء نہیں ہوگا۔

ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا اھ

(درمختار علی الشامیۃ : ج ۱ ، ص ۱۴۳)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا	۳۰/۳/۱۴۰۱ھ

جسم پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو تو غسل کا حکم

آج کل سوئی وغیرہ سے اپنے جسم پر کوئی شکل یا کوئی تحریر کرتا ہے تو آیا اس سے غسل ہو جائے گا یا نہیں ؟

الجواب: جسم گوندھنے والے اور گوندوانے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة.

(ابو داؤد، ج ۲، ص ۵۷۰)

یہ فعل اگرچہ حرام ہے لیکن غسل سے مانع نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ ہذا ۲۳/ ۲/ ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ

برہنہ غسل کر رہا ہو تو "بسم اللہ" زبان سے نہ پڑھے

جیسے وضو کے شروع میں تسمیہ سنت ہے ایسے ہی غسل کے شروع میں بھی ہے۔ تو کیا جب برہنہ غسل کر رہا ہو اس وقت "بسم اللہ" پڑھ سکتا ہے ؟

عبد الحمید ممتاز آباد ملتان

الجواب: برہنہ غسل کرنے کی صورت میں زبان سے "بسم اللہ" نہ پڑھے۔ عالمگیری میں ہے۔

ولا يسمى في حال الانكشاف ولا في محل النجاسة هكذا في فتح القدير اھ (عالمگیری، ج ۱، ص ۳)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۲/ ۲/ ۱۴۱۰ھ

جانور کے ساتھ وطی کی تو بدون انزال غسل واجب نہ ہوگا

ایک شخص نے جانور کے ساتھ وطی کی ہے۔ کیا اس پر غسل فرض ہے یا نہیں ؟ وضاحت سے جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب: اگر انزال ہو گیا ہے تو غسل فرض ہے ورنہ نہیں۔

والايلاج في البهيمة والميتة والصغيرة التي لا يجامع مثلها لا يوجب الغسل بدون الانزال اھ۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۸)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۲۵/ ۵/ ۱۳۶۹ھ

صغیرہ غیر مشتہاۃ کے ساتھ جماع سے غسل واجب نہ ہوگا تاوقتیکہ انزال نہ ہو

بہشتی زیور، ص ۸۶۵ ۔ میں لکھا ہے کہ اگر مرد کسی کمسن لڑکی سے جماع کرے تو غسل واجب نہیں ہوگا تاوقتیکہ انزال نہ ہو۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ جب کہ دخول حشفہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو ؟

الجواب: درمختار میں یہ مسئلہ ایسے ہی لکھا ہے گویا کہ یہ وطی بہیمہ یا وطی میتہ کے مشابہ ہے۔ صرف ایلاج سے غسل نہیں بلکہ انزال سے غسل فرض ہوگا کیونکہ محل میں شہوت کاملہ موجود نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۲۱/ ۸/ ۱۳۹۵ھ

غسل میں پانی سونگھ کر ناک میں چڑھانے کا حکم

"فتاویٰ افریقہ" مصنفہ: احمد رضا خان بریلوی، صفحہ ۳۱ - پر تحریر ہے کہ غسل کا دوسرا فرض ناک کے دونوں نتھنوں میں پورے نرم بانسے تک پانی پہنچانا ہے۔ مگر اس کے لئے پانی سونگھ کر چڑھانا

درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے (غیر مسلم) بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں جس کے سبب ان کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں۔ حوالہ "محیط" کا دیا ہے۔

پانی سونگھ کر چڑھانا کیسے ہوتا ہے؟ روزے میں خطرہ ہے اور یہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اگر انگلی تر کر کے بانسے تک لے گئے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب ناک میں پانی ڈالنے اور تر انگلی کو جس سے پانی ٹپک رہا ہو ناک کے اندر لیجانے سے بھی غسل ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۷/۱۰/۱۳۹۵ھ

غسل میں کلی کرنا یاد نہ رہا تو جب یاد آئے کرلے

ایک شخص نے غسل جنابت کیا لیکن دوران غسل کلی کرنا بھول گیا غسل کے بعد اس کو یاد آیا۔ اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں فرمائیں کہ آیا اس کا غسل ہوا یا نہیں؟

الجواب جس وقت بھی یاد آجائے کلی کرلے دوبارہ غسل کرنے کی حاجت نہیں۔ ولو ترکہا ای المضمضۃ ناسیا فصلی ثم تذکر یتمضمض ویعید ما صلی۔ (منیۃ المصلی، ص ۴۸)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۱/۱/۱۴۰۷ھ

بدون غسل کے دوسری بار مجامعت کا حکم

بدون غسل بار دیگر مباشرت جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اسے حرام کہتے ہیں؟

الجواب مستحب یہی ہے کہ معاودت سے پہلے غسل کرلیا جائے۔ لیکن اگر غسل کے بغیر بھی چلا جائے تو جائز ہے اسے حرام کہنا درست نہیں۔

والذی ورد انہ صلی اللہ علیہ وسلم دار علی نسائہ فی غسل

واحد و ورد انہ طاف علی نسائہ واغتسل عند ہذہ و عند ہذہ۔اھ (شامی، ج ۱، ص ۱۶۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ ۹/۴/۱۴۰۸ھ

اذا التقی الختانان فقد وجب الغسل

۱ ؛ عضو تناسل عورت کے اندام نہانی میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے پہلے علیحدگی اختیار کرلی جائے۔

۲ ؛ عضو تناسل کسی مرد کی دبر میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے قبل علیحدگی اختیار کرلیجائے

۳ ؛ عضو تناسل کسی جانور کے پیشاب کے راستہ میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے قبل علیحدگی اختیار کرلی جائے۔

۴ ؛ عضو تناسل کسی مردہ جانور کے پیشاب کے راستہ میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے قبل علیحدگی ہوجائے۔ کیا حکم ہے؟

الجواب ۱ ؛ ۲ ؛ ہردو صورت میں غسل واجب ہوگا۔ وکذا الایلاج فی احد السبیلین من الرجل والمرءۃ اذا توارت الحشفۃ انزل اولم ینزل وجب الغسل علی الفاعل والمفعول اھ (منیہ، ص ۱۴)۔

۴،۳ ؛ غسل واجب نہیں ہوگا۔ ولا عند وطئ بہیمۃ او میتۃ الی قولہ بلا انزال اھ (شامی ج ۱ ص ۱۵۱)۔
فقط واللہ اعلم ؛ محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۔ ۱۱/۹/۱۴۰۲ھ۔

غسل فرض میں تاخیر کرسکتے ہیں یا نہیں

اگر غسل فرض ہوجائے تو فوراً غسل کرنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر بھی کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اصل تو یہی ہے کہ جس قدر جلد طہارت حاصل کرلی جائے بہتر ہے معہذا اگر نماز کے وقت تک تاخیر ہو جائے تو گناہ نہ ہوگا۔

"الجنب اذا اخر الاغتسال الی وقت الصلوٰة لا یأثم کذا فی المحیط۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

منی اپنے مقر سے شہوت کے ساتھ جدا ہو تو جب بھی خارج ہوگی غسل واجب ہو جائے گا

ایک شخص وطی فی الدبر کرے لیکن انزال نہ ہو۔ یا نابالغہ سے زنا کرے۔ یا مشت زنی کرے لیکن انزال نہ ہو۔ یا وہ کسی طرح منی خارج ہونے سے روک لے بذریعہ مسک دوا یا امساک کے ذریعہ یا رگ دبا کر۔ تو ان تینوں صورتوں میں اس پر غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ محل زنا نہیں۔ اور انزال بھی نہیں ہوا۔ آیا دخول سے یا ہاتھ لگانے سے (مشت زنی) سے غسل واجب ہوگا؟ اگر کچھ دیر کے بعد اس شخص کو پیشاب کے دوران سفید رطوبت آئے تو ان تینوں صورتوں میں سے کس میں غسل واجب ہو گا؟ یا اسے جریان سمجھا جائے گا۔ یا تین چار گھنٹے کے بعد پیشاب میں رطوبت آئے؟

الجواب: ۱۔ دخول کے بعد غسل واجب ہو جائے گا انزال ہو یا نہ ہو۔

۲۔ اگر عورت اتنی کمسن ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصے اور مشترک حصے مل جانے کا خوف ہو تو تاوقتیکہ انزال نہ ہو غسل فرض نہ ہوگا۔ مشت زنی میں غسل کے لئے انزال ضروری ہے۔

۳۔ اگر اس سعی مذموم میں منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوگئی مگر کسی وجہ سے خروج سے رکاوٹ پیدا کرلی تو یہ منی جب خارج ہوگی غسل فرض ہو جائے گا۔ "وتعتبر الشهوة عند انفصاله عن مكانه لا عند خروجه من رأس الاحليل اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۸)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — محمد انور عفا اللہ عنہ

غسل میں مصنوعی دانت نکالنے کا حکم

جب آدمی کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں تو وہ نئے دانت بنواتا ہے۔ جن کو منہ سے نکالا بھی جا سکتا ہے۔ تو کیا غسل کرتے وقت ان دانتوں کو نکالنا ضروری ہے یا کہ منہ میں ہوتے ہوئے بھی غسل ہو جائے گا۔ اگر غسل کرتے وقت ان کو اتارا جائے تو دانتوں کے کھلا ہونے کا خطرہ ہے جس سے بعد میں دقت اور تکلیف ہوتی ہے کہ وہ منہ میں جم کر قائم نہیں رہتے۔ کیا اس عذر کی وجہ سے ان کے منہ میں رہنے کی صورت میں غسل کرسکتا ہے؟ واضح طور پر تفصیل سے بیان کریں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بہتر اور احوط یہی ہے کہ ان کو اتار کر غسل کیا جائے۔ اگر ایسے بھی غسل کرے گا تو بھی صحیح ہو جائے گا۔ کذا فی فتاویٰ دارالعلوم ج ۱ ص ۱۴۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

زخموں کی وجہ سے نہانا ممکن نہ ہو تو کیا کریں

بندہ موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ اتفاقاً ایکسیڈنٹ ہوگیا جس سے جسم کے کافی حصہ پر خراشیں آگئیں اور کچھ زخم ہوگئے۔ خراشوں اور زخموں پر ہر وقت دوا چھڑکتے رہتے ہیں۔ اسی دوران اگر مجھ پر غسل واجب ہو جائے تو کیسے غسل کروں؟ واضح رہے کہ زخم والی جگہ پر پانی لگنا سخت نقصان دے گا۔

عبدالوحید بوہڑ گیٹ ملتان

الجواب: اگر زخمی حصہ کو بچا کر باقی کو دھو سکتے ہوں تو غسل کرلیں اور اگر غسل کی صورت میں زخمی حصہ پر پانی پہنچنا ناگزیر ہو تو غسل نہ کریں تیمم کرلیں۔

"تیمم لو کان اکثرہ ای اکثر اعضاء الوضوء عددا وفی الغسل مساحة مجروحا او به جدری اعتبارا للاکثر وبعکسه یغسل الصحیح ویمسح الجریح۔ (درمختار)۔

(قولہ وبعکسہ) وھو ما لوکان اکثر الاعضاء صحیحا یغسل الخ لکن اذا کان یمکنہ غسل الصحیح بدون اصابۃ الجریح والا تیمم (حلیۃ) فلوکانت الجراحۃ بظھرہ مثلا و اذا صب الماء سال علیھا یکون مافوقھا فی حکمھا فیضم الیھا کما بحثہ الشرنبلالی فی الامداد وقال ولم أرہ وما ذکرناہ صریح فیہ. (شامی ج ۱ ص ۲۳۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۸ / ۱۲ / ۱۴۱۰ھ



غسل کا مسنون طریقہ

ایک مسئلہ قابلِ دریافت ہے وہ یہ کہ غسلِ جنابت کا مکمل طریقہ کیا ہے اور جو کچھ پڑھنا ہوتا ہے وہ بھی تحریر فرمادیں ؟

الجواب پہلے استنجا کیا جائے۔ پھر جسم کے کسی حصہ پر اگر نجاست لگی ہو تو اسے صاف کیا جائے۔ پھر وضو کیا جائے۔ اگر پانی نہیں نکلتا اور پاؤں میں جمع ہوتا ہے تو پاؤں آخر میں دھوئے ورنہ مکمل وضو کرلے۔ اس کے بعد پورے بدن پر پانی اس ترتیب سے بہائے کہ پہلے سر پر، پھر داہنے کندھے پر، پھر بائیں کندھے پر، پھر سارے جسم پر۔ غسل کے تین فرض ہیں۔ کلی کرنا، ناک کے نرم حصے سے سخت حصے تک پانی پہنچانا، سارے بدن پر پانی بہانا۔[1] غسل کے لئے کپڑے کھولنے سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھ لے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
جامعہ خیر المدارس ، ملتان

۶ / ۴ / ۱۴۰۶ھ

[1] وسننہ کسنن الوضوء البداءۃ بغسل یدیہ وفرجہ وان لم یکن بہ خبث وخبث بدنہ ان کان ثم یتوضأ ثم یفیض الماء علی کل بدنہ ثلاثا بادئا بمنکبہ الایمن ثم الایسر ثم برأسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندبا وقیل یثنی

بالرأس وقیل یبدأ بالرأس وھو الاصح وظاھر الروایۃ و الاحادیث۔ اھ۔ (تنویر مع الدر علی ھامش الشامیۃ ج ۱ ص ۱۱۵)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ



جنبی کے کھانے پینے کا حکم

زید کو سفر میں احتلام ہوگیا۔ اب وہ رشتہ داروں کو شرم کی وجہ سے بتا بھی نہ سکا اور اسی حالت میں کھاتا پیتا رہا۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر ہاتھ دھو کر کلی کرکے کھایا پیا ہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ اور ہاتھ منہ دھوئے بغیر کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

کمافی الشامیۃ ج ۱ ص ۱۶۳)۔ ولا اکلہ وشربہ بعد غسل یدوفم (درمختار) اما قبلہ فلا ینبغی لانہ یصیر شاربا للماء المستعمل وھو مکروہ تنزیھا ویدہ لا تخلو عن النجاسۃ فینبغی غسلھا ثم یأکل۔ اھ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔ ۲۲/۲/۱۳۸۴ھ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

برہنہ غسل کر رہے ہوں تو استقبال قبلہ نہ کریں

برہنہ ہوکر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (برہنہ ہوکر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ رو ہونے سے بچیں۔

وسننہ کسنن الوضوء سوی الترتیب وآدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالبا مع کشف عورۃ۔ اھ (درمختار)۔

(قولہ مع کشف عورۃ) فلوکان متزرا فلا بأس بہ۔ اھ

(شامی ج ۱، ص ۱۱۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۲/۱۴۰۹ھ

زخم کے اوپر جمے ہوئے خون کا حکم

۱: اس خیال سے کہ درہم سے زیادہ خون، پیپ اور زخم کا نجس پانی مانع صلوۃ ہے۔ یا اس خیال سے کہ ان نجاسات کو زخم سے دور نہ کیا جائے تو یہ نفس زخم کے دھونے سے مانع ہوگا۔ جس کا دھونا فرض تھا۔ کیا ان دو خیالوں کی وجہ سے درہم سے زائد صرف زخم کے اوپر والی جمی ہوئی نجاست کا چھڑانا واجب ہوگا یا نہ؟

۲: زخم پر پانی مضر تو نہیں لیکن دوائی کی جمی ہوئی تہہ کو اگر مل کر چھڑاتے ہیں تو زخم کے بہہ پڑنے کا ڈر ہے۔ ورنہ اصل زخم نہیں دھلے گا۔ کیا جب کہ زخم پر پٹی نہ ہو تو جمی ہوئی دوائی کی تہہ قائم مقام زخم کے دھلنے کے نہ ہوگی؟

حافظ سلیمان میواتی: عربی مدرسہ: رائے ونڈ: لاہور

الجواب

۱: جب تک خون، پیپ وغیرہ زخم سے بہہ کر جسم پر نہیں آتا اس وقت تک اس کو نجس نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ معدن میں ہے۔ پس ایسے خون وغیرہ کا زخم سے ازالہ کرنا ضروری نہیں ھدایہ میں ہے۔ "ما لا یکون حدثا لا یکون نجسا" (ص۱) اور اگر زخم اس حالت میں ہے کہ موجودہ خون وغیرہ دور کرنے کے بعد نیچے سے تندرست جسم ظاہر ہوگا یا اس کے قریب، تو ایسی صورت میں اس کا چھڑانا ضروری ہونا چاہئے۔

۲: صورت مسئولہ میں جب کہ زخم کے بہنے کا اندیشہ ہو تو سفوف کی تہہ کا زائل کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ بھی ضرر میں داخل ہے۔ دوسری صورت میں اگر زخم بالکل ٹھیک ہو گیا ہے اور تہہ مذکور کے ازالہ سے زخم پر کوئی اثر نہیں پڑیگا تو اسے اکھیڑ دینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی

۲۶ - ۱۲ - ۱۳۸۵ھ

کھڑے ہو کر وضوء کرنے کا حکم

کیا نلکے وغیرہ پر کھڑے ہو کر وضوء کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وضوء کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اونچی جگہ پر قبلہ رو بیٹھ کر وضوء کیا جائے۔ فآداب الوضوء الجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الغسالۃ واستقبال القبلۃ۔ اھ (مراقی الفلاح، ص ۴۲)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۳/۹/۱۴۰۹ھ

جس کے دانت نہ ہوں اس کے لئے مسواک کا حکم

اگر کسی کے دانت نہ ہوں تو کیا مسوڑھوں پر مسواک کرنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب

"مراقی" میں ہے کہ۔

وفضلہ یحصل ولو کان الاستیاک بالاصبع او خرقۃ خشنۃ عند فقدہ ای السواک او فقد اسنانہ او ضرر بفمہ۔ الخ (ص ۳۸)۔

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ دانت نہ ہونے کی صورت میں فضیلت مسواک انگلی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مسواک کا استعمال سنت نہیں رہتا۔ درمختار میں ہے۔

"ویستاک عرضا لا طولا" اس پر علامہ شامی رح فرماتے ہیں کہ

لانہ یجرح لحم الاسنان۔ (شامیۃ ج ۱، ص ۸۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

جنبیہ دودھ پلا سکتی ہے

جنبی عورت بچے کو دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں؟ بلا عذر یا عذر میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

غلام اکبر چانڈیہ ڈی جی خان۔

الجواب جائز ہے پلاسکتی ہے۔

وفیہ جواز مصافحۃ الجنب واتفقوا علی طہارۃ عرق الجنب والحائض۔ اھ (حاشیہ مشکوٰۃ ، ص ۴۹ : ج ۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۲/۳/۱۶ ، ۱۳۹۵ھ

جنبی کا پسینہ پاک ہے

جنبی کا پسینہ پاک ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

المستفتی : خالد محمود ، جہلم

الجواب جنبی کا پسینہ پاک ہے۔ لان المسلم طاھر ومن لوازم طہارتہ طہارۃ عرقہ۔ اھ (بخاری ج ۱ ، ص ۴۲۔ حاشیہ ۱۲)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسواک مسنون کے فوائد کی تفصیل

علماء کرام سے سنا ہے کہ مسواک کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اس کے فوائد کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اس کے ستر فائدے ہیں۔ اور جب شمار کرتے ہیں تو دو چار فوائد ہی بیان کرتے ہیں آگے کچھ نہیں فرماتے۔ دوسرے فوائد کیا ہیں۔

اسی طرح بعض کتب میں بھی جب مسواک کے فوائد کا بیان آتا ہے تو وہاں پر بھی چند ہی فوائد بیان کرتے ہیں۔ تو عرض یہ ہے کہ اگر پورے ستر فوائد جو کہ بیان کئے جاتے ہیں کہیں ثابت ہوں تو باحوالہ پورے کے پورے ہی تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی قاری سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب بلاشبہ مسواک میں بہت ہی فوائد ہیں۔ عارف باللہ حضرت شیخ احمد زاہد رحمہ اللہ نے ان پر مستقل ایک تصنیف لکھی ہے۔ جس کا نام " تحفۃ السلاک فی فضائل السواک " ہے۔ علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ نے ان میں سے تقریباً ساٹھ حاشیہ

مراقی الفلاح میں نقل کئے ہیں جن میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

۱ : مسواک کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔
۲ : اس پر ہمیشگی کرنے سے غناء اور رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔
۳ : منہ خوشبودار ہو جاتا ہے۔
۴ : بلغم کی زیادتی کو فائدہ مند ہے۔
۵ : اس سے دانت مضبوط ہوتے ہیں۔
۶ : بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔
۷ : قوت فصاحت بڑھتی ہے۔
۸ : اس کی مداومت بوقت وفات شہادتین یاد دلاتی ہے۔
۹ : لحد میں وحشت دور کرتی ہے۔
۱۰ : اعمال کے ثواب کو بڑھاتی ہے۔

پوری تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے "طحطاوی" ص ۳۸۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۳/۱۴۱۱ھ

کان سے نکلنے والی پیپ ناقض وضو ہے

کان بہنے سے کان کے اندر سے جو سفید پیپ نکلتی ہے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں ؟

الجواب اگر کان سے سفید پیپ باہر کو آجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا[1]۔

فقط واللہ اعلم ؛ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

[1] واذا خرج من اذنہ قیح او صدید ینظر ان خرج بدون الوجع لا ینتقض وضوءہ وان خرج مع الوجع ینتقض وضوءہ لانہ اذا خرج مع الوجع فالظاھر انہ من الجرح۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰)۔

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جنبی آدمی دُعائیں وغیرہ پڑھ سکتا ہے

جنبی آدمی درود شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟ اذان کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟ کوئی اور عربی کی دعاء پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر پڑھ لے تو اسے گناہ تو نہیں ہوگا ؟

الجواب سوال میں ذکر کی گئی تمام چیزیں پڑھ سکتا ہے۔ عربی دعائیں قرآنی ہوں تو ان کو بہ نیتِ تلاوت نہ پڑھے بلکہ بہ نیتِ دعاء پڑھے۔

ویجیب من سمع الاذان ولو جنبا ۔اھ (درمختار علی الشامیۃ ج۱ ص۲۹۲)

ویحرم قراءۃ اٰیۃ من القراٰن الا بقصد الذکر اذا اشتملت علیہ لا علی حکم او خبر ۔ (مراقی الفلاح)۔

(قولہ الا بقصد الذکر) ای او الثناء او الدعاء ان اشتملت علیہ فلا بأس بہ فی اصح الروایات قال فی العیون ولو انہ قرأ الفاتحۃ علی سبیل الدعاء او شیئا من الاٰیات التی فیہا معنی الدعاء ولم یرد بہ القراٰن فلا بأس بہ واختارہ الحلوانی وذکر فی غایۃ البیان انہ المختار کما فی البحر و النہر ۔اھ (طحطاوی ص ۷۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
۲۵/۱/۱۴۰۰ھ
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پانی تھوڑا ہو تو میّت اور جُنبی میں سے کس پر صَرف کیا جائے

دو مرد اور ایک عورت ایک ایسی جگہ پر محبوس ہیں جہاں پانی مفقود ہے۔ ان کے پاس صرف اس قدر پانی ہے کہ ایک آدمی غسل کر سکتا ہے۔ عورت حیض سے پاک ہوئی۔ مرد جنبی۔ پھر دو مردوں میں سے ایک مرجاتا ہے۔ اب یہ پانی کس پر صرف کیا جائے ؟ میّت پر، جنبی پر، یا حائضہ پر؟

حافظ محمد افضل اوکاڑہ

الجواب الجنب اولی بمباح من حائض او محدث ومیت ولو لاحدہم فہو اولی ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت ۔اھ (در مختار علی الشامی: ج۱ ص۱۸۶)۔

اگر یہ پانی کسی کا مملوک ہے تو وہی استعمال کرلے۔ سب کا مشترک ہے تو میت پر صرف کیا جائے۔ اور اگر مباح ہے تو جنبی اولیٰ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۲/۱۳۹۶ھ

وضوء اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے

وضوء اور غسل کے لئے پانی کی کوئی مقدار مقرر ہے کہ اس سے زائد یا کم استعمال نہ کیا جائے؟

الجواب اس بات پر اجماع ہے کہ وضوء اور غسل کے لئے پانی کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں جس سے کم یا زیادہ استعمال کرنا درست نہ ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ضرورت سے زائد استعمال نہ کیا جائے۔ اور مقدارِ مسنون سے کم بھی نہ ہو۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا معمول یہ منقول ہے کہ آپ غسل ایک صاع پانی سے کرتے تھے اور وضوء میں ایک مد پانی استعمال فرماتے تھے۔ مروجہ اوزان کے مطابق مد کا وزن ۶۸ تولہ ۳ ماشہ ہے۔ اور صاع کا ۲۷۰ تولہ ہے۔

واعلم انہ نقل غیر واحد الاجماع علی عدم التقدیر فی ماء الوضوء والغسل بل ہو بقدر الکفایۃ لاختلاف طباع الناس وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا جرت السنۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغسل من الجنابۃ صاع ثمانیۃ ارطال وفی الوضوء رطلان وہما مد فالمد ربع الصاع ۔اھ (طحطاوی ص۴۵) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۱/۳/۱۴۱۱ھ

ما یتعلق بالآبار والحیاض

(کنوئیں اور تالاب کے مسائل)

کنوئیں سے بدبو آنے لگے تو پاک ہے یا ناپاک؟

۱: ایک کنوئیں کے اندر اوپر سے کوّے نے گوشت کا ایک ٹکڑا کہیں سے لاکر گرادیا ہے۔ اس گوشت کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ کس قسم کا تھا۔ یہ مذبوح کا بھی ہوسکتا ہے اور مردار کا بھی ہوسکتا ہے۔ اس واقعہ کو کافی عرصہ ہوا ہے۔

۲: ابھی ابھی پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہے کہ ایک کنوئیں سے بدبو آنے سے پتہ چلا کہ اس میں گوشت کی ایک ہڈی جس میں کچھ گوشت بھی تھا گرچکی تھی اور اب بدبو آنے لگی ہے اس ہڈی کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

۳: کیا مذبوحہ کا پاک اور حلال گوشت تعفن کی وجہ سے نجس ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی دوسرے ماکولات مثل حلوہ، ساگ وغیرہ کیا تعفن کی وجہ سے یہی چیزیں حرام ہوجاتی ہیں؟

الجواب ۱: حدیث پاک ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا وضوء الا من صوت اوریح - قال ابوعیسیٰ ھذالحدیث حسن صحیح - وقال ابن المبارک اذا شک فی الحدث فانہ لا یجب علیہ الوضوء حتی یستیقن استیقانا بقدران یحلف علیہ - (ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۹)۔

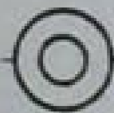
اس حدیث سے فقہاء کرامؒ نے ایک قاعدہ مستنبط کیا ہے الیقین لایزول بالشک۔ لہذا جب تک وقوع نجاست کا یقین نہ ہوجائے اس وقت تک کنواں نجس نہیں ہوگا۔ اور تغیر باحد اوصاف ثلاثہ سے مراد مطلق تغیر نہیں بلکہ تغیر بالنجاست ہے۔ یہاں نجاست یا نجس ہونے

کی دلیل نہیں کما سیأتی۔

۳: مذبوحہ کا پاک اور حلال گوشت تعفن کی وجہ سے نجس نہیں ہوتا۔ یوں ہی دوسرے ماکولات اور پھر بعض متعفنہ چیزوں کا کھانا حرام ہوجاتا ہے ایذاء کی وجہ سے نہ کہ نجس ہونے کی وجہ سے۔ کما فی الطحطاوی، ص ۲۲۔

قال فی النھایۃ الاستحالۃ الی فساد لا توجب نجاسۃ فان سائر الاطعمۃ تفسد بطول المکث ولاتنجس اھ لکن یحرم الاکل فی ھذہ الحالۃ للایذاء لا للنجاسۃ کاللحم اذا انتن یحرم اکلہ ولا یصیرنجسا بخلاف السمن واللبن و الدھن و الزیت اذا انتن لایحرم وکذ الاشربۃ لا تحرم بالتغیر کذا فی البحر - (طحطاوی ص ۲۲)۔

فقط واللہ اعلم



چڑیا کنوئیں میں گرکر لاپتہ ہوجائے تو کنواں کیسے پاک کیا جائے

ایک کنوئیں میں تین چڑیاں گرکر گم ہوگئی ہیں باوجود تلاش کرنے کے ان کا نام ونشان نہیں ملتا۔ تو شریعتِ مطہرہ میں اس کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے؟

عبدالصمد جھنڈیر امام مسجد

الجواب اگر چڑیاں کنوئیں میں مرنے کے بعد لاپتہ ہوگئی ہیں تو عند الشریعت کنوئیں کو چڑیوں کے گل گارا ہونے تک معطل رکھا جائے۔ شریعتِ مطہرہ کی رو سے اس کی مقدار شش ماہ بھی ہے۔ بعد میعاد مذکور کے کنواں پاک کرنے سے پاک ہوگا۔

درجواہر گفتہ مکعب کود کے افتاد ومے یابند اگر پاک است پاک نہ۔ واگر پلید است وبعد نزح تمامی آب اورا نیابند مضرنہ۔ عصفورے افتاد واخراج او متعذر است تا درمیان است پاک نشود وطریق آن است کہ چاہ را معطل سازند تا دانند کہ گل شدہ باشد وبعضے تقدیر بشش ماہ کردہ اند فقط فتاوی برہنہ مصنفہ فاضل اجل شیخ نصیرالدین عینائی۔

حررہٗ: محمد اسحاق کوٹلی جھنڈیر، شجاع آباد

۲۷ محرم ۱۳۷۷ھ : مطابق ۲۴ اگست ۱۹۵۷ء

الجواب صحیح: اخراجِ نجاست کے بعد نزح ماء کا اعتبار ہے۔ کذا فی العینی ویلزم ماء البئر بعد اخراجہا منہا من ای نوع کان من النجاسۃ۔

محمد واصل عفی عنہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب، بندہ عبدالعزیز عفی عنہ، مہتمم عزیز العلوم شجاع آباد۔

الجواب صحیح: لیکن یہ اس وقت ہے کہ یہ محقق ہو کہ چڑیاں کنوئیں میں گر چکی ہیں اور نکلی نہیں تو ظاہر بات یہ ہے کہ اس صورت میں میتِ نجسہ کے موجود ہوتے ہوئے پانی قطعاً پاک نہیں ہو سکتا۔ البتہ جب اتنا عرصہ گزر جائے کہ ان چڑیوں کا گوشت و پوست مٹی ہو جائے اور حقیقت میں انقلاب آ جائے تو پھر موجودہ پانی نکال دیا جائے اور کنوئیں کو استعمال کر لیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان	محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۸ / ۱ / ۱۳۷۷ھ

کنوئیں میں جوتا گر جائے تو کیسے پاک کیا جائے

ایک کنواں جس کا پینداہت گہرا ہے۔ ایک دس سالہ لڑکے کے کیطاق اس میں جوتا گر گیا ہے جو کہ کئی بار کوشش کرنے سے نہیں ملا اور غوطہ زن بھی جواب دے چکے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں جب تک جوتے کے نجس ہونے کا علم نہ ہوا صولاً تو کنواں ناپاک نہیں ہوا لیکن احتیاطاً ۲۰ ڈول نکال دیں تو بہتر ہے۔ قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانہم قالوا فی البقرۃ ونحوہ یخرج حیاً یجب نزح شیء وان کان الظاہر اشتمال بولہا علی افخاذہا لکن یحتمل طہارتہا بان سقطت عقیب دخولہا ماء کثیرا مع ان الاصل الطہارۃ۔ (البحر الرائق ص ۱۲۸)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ ۵ / ۴ / ۱۴۰۱ھ

خنزیر کنوئیں میں گر کر گل سڑ کر تہ نشین ہو جائے تو کنواں کیسے پاک کیا جائے

ایک کنواں جس میں خنزیر گر کر مر گیا، اور گل کر تہ نشین ہو چکا ہے۔ اس کا پیندا بہت گہرا ہے مالکان بہت غریب ہیں۔ نیا کنواں تیار کرانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب اگر وہ گل سڑ کر مٹی گارا بن گیا ہو تو اب ایک دفعہ کنوئیں کا سارا پانی نکال دیں اس سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

عن الجواہر لو وقع عصفور فیہا فعجزوا عن اخراجہ فما دام فیہا فنجسۃ فتترک مدۃ یعلم انہ استحال وصار حماۃ اھ (شامی ج ۱ ص ۱۹۶)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۵ / ۴ / ۱۴۰۱ھ

کنوئیں سے پانچ فٹ دور نلکا کنوئیں کی پلیدی سے متاثر ہوگا یا نہیں

ایک ناپاک کنوئیں کے قریب پانچ فٹ کے فاصلے پر ایک نلکا ہے جس کی گہرائی تیس فٹ سے زیادہ ہے آیا اس کنوئیں کے ناپاک ہو جانے سے نلکا ناپاک ہوا یا نہیں؟

الجواب اگر کنوئیں کے پانی کا اثر رنگ، بو، مزہ، نلکے میں ظاہر ہو جاتا ہے تو نلکا ناپاک ہو جائے گا۔ ورنہ ناپاک نہ ہوگا۔ (کما فی الشامیۃ ج ۱ ص ۲۰۲)۔

تحت قول الدر المختار فی مقدار البعد المانع الی قولہ قال الحلوانی المعتبر الطعم او اللون او الریح فان لم یتغیر جاز والا لا وفی الخلاصۃ والخانیۃ والتعویل علیہ اھ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۶ / ۳ / ۱۳۷۷ھ

کنوئیں سے خنزیر زندہ نکل آئے تو بھی سارا پانی نکالا جائے

ایک کنوئیں میں خنزیر گر پڑا، اور جب نکالا گیا تو زندہ تھا۔ تو اس کنوئیں کا پانی کس طرح سے پاک کیا جائے؟ اگر مرجاتا تو کیا حکم تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ دو۲۰۰سو ڈول نکال دیئے جائیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مذکورہ کنوئیں کو مٹی ڈال کر بند کر دیا جائے۔ اسی طرح دیگر طریقے بھی بتلاتے ہیں۔

الجواب خنزیر گرنے کے بعد زندہ نکال لیا جائے یا مرجائے، دونوں صورتوں میں کنوئیں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

قوله وليس بنجس العين اى بخلاف الخنزير وكذا الكلب على القول الأخر فانه ينجس البئر مطلقا۔

(شامی ج ۱، ص ۱۹۶)۔

اب اگر پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے سارا پانی نہیں نکالا جا سکتا تو اندازے سے پانی نکالا جائے اور اندازے کی یہ صورت ہے کہ پہلے کنوئیں کا پانی ماپ لیا جائے اور اس کے بعد کنوئیں سے جلدی جلدی پانی نکالا جائے، تھوڑی دیر نکال کر پھر پانی ماپا جائے تو جتنا کم ہو جائے اس حساب سے اتنے ہی ڈول نکال دیئے جائیں۔ مثلاً کسی کنوئیں کا پانی پانچ ہاتھ تھا تو جلدی جلدی کچھ دیر پانی نکالنے سے ایک ہاتھ ٹوٹ گیا باقی چار ہاتھ باقی رہ گیا تو جتنے ڈول ایک ہاتھ پانی کے نکلے ہیں اسی حساب سے چار ہاتھوں کے ڈول نکالے جائیں۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں مشکل ہوں یعنی نہ کنواں خالی ہوتا ہو نہ اس کا پانی کچھ نکالنے سے ٹوٹتا ہو تو پھر اتنے ڈول نکالے جائیں کہ دو عادل آدمی کہہ دیں کہ اب سارا پانی نکل گیا ہوگا تو یہ کنواں پاک ہو جائے گا۔

كذا فى الدر المختار وان تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء النزح قاله الحلبى يؤخذ ذلك بقول رجلين عدلين لهما بصارة بالماء به يفتى اھ

(شامی، ج ۱، ص ۱۹۸)۔

دو۲۰۰سو ڈول پر علی الاطلاق فتوے دے دینا ٹھیک نہیں۔

(کمافی فتاوی امدادیہ، ج ۱، ص ۴۸)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ: ۲۶/۵/۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

کنوئیں میں آدمی گر کر مرجائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے

علمائے ربانی کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ کنوئیں میں آدمی گر کر مر گیا، تو اس کی پاکیزگی کے لئے کیا کرنا چاہئے۔

الجواب کنواں ناپاک ہو گیا اس کا تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔ كمافى الهداية ج ۱، ص ۲۷ وان ماتت فيها شاة او آدمى او كلب نزح جميع ما فيها من الماء لان ابن عباس وابن الزبير افتيا بنزح الماء كله حين مات زنجى فى بئر زمزم۔ فقط والله اعلم۔

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵/۷/۱۳۸۴ھ

پلید کنوئیں کے قریب لگے ہوئے نلکے کا حکم

ایک کنواں اٹھائیس ۲۸ فٹ گہرا تھا۔ جس میں انیس ۱۹ فٹ خالی اور آٹھ ۸ فٹ پانی تھا اس کنوئیں میں ایک بچی گر کر مر گئی۔ کنوئیں کا پانی استعمال کرنے سے بند کر دیا گیا۔ اس کنوئیں سے چودہ فٹ کے فاصلے پر بہتر ۷۲ فٹ کی گہرائی پر ایک نل نصب کیا گیا ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ اس کنوئیں میں گندا پانی گرتا رہتا ہے۔ اور چودہ فٹ کے فاصلے پر نل ہے کیا اس کا پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ جب کہ پانی کا مزہ، بو، رنگ صحیح ہے۔

الجواب نل کے پانی کا مزہ، بو، رنگ صحیح اور درست ہے تو پھر نل کا پانی پاک اور طاہر ہے۔ فکر نہ کریں۔ كمافى الشامية ج ۱، ص ۲۰۴: اختلف فى

فی مقدار البعد المانع من وصول نجاسة البالوعة الی البئر الی قوله قال الحلوانی المعتبر الطعم او اللون او الریح فان لم یتغیر جاز والا لا وفی الخلاصة والخانیة والتعویل علیه وصححه فی المحیط۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ — محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی

کنوئیں سے مردہ چوزہ نکلا تو کب سے پلید سمجھا جائے

ایک کنوئیں میں سے مردہ چوزہ نکلا۔ وقوع کا کوئی علم نہیں۔ اب اس سے جو کھانا پکایا گیا ہے یا پک رہا ہے ابھی تک تیار نہیں ہوا ہے۔ اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟ حلال ہے یا حرام فقراء و اغنیاء کے لئے مساوی ہے یا فرق ہے؟

الجواب جو پانی اس مردہ چوزے کے نکلنے اور دیکھنے سے پہلے چاہ سے نکالا گیا ہے وہ پاک ہے۔ اس سے جو کھانا وغیرہ پکایا گیا ہے وہ بھی پاک و حلال ہے بعد دیکھنے مردہ چوزہ کے کنواں ناپاک تصور ہوگا۔ اس کو نکالنے کے بعد دیکھا جائے۔ اگر پھولا پھٹا نہ ہو تو ساٹھ ڈول نکالے جائیں یہ مستحب ہے۔ اور چالیس ڈول نکالنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔

ویحکم بنجاستها الی قوله وقالا من وقت العلم فلا یلزمهم شیٔ قبله قیل وبه یفتی۔ (درمختار علی الشامیة ج ۱ ص ۱۹۱)۔

اور اگر پھولا پھٹا تھا تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۶/۵/۱۳۹۲ھ

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

کنواں پلید ہو جائے تو ساتھ والا کنواں پلید نہیں ہوگا

وفی شرح الوقایة انما قدرنا … شرح النقایہ ج ۱ ص ۱۷۔

الغدیر بعشر فی عشر بناء علی قوله صلی الله علیه وسلم ومن حفر فله حریمها اربعون ذراعا فیکون له حریمها من کل جانب عشرة ذراع ففهم من منع غیر صاحب البئر عن حفر بئر فی العشر لانجذاب الماء ای ما یحفره من عدم منعه عن الحفر فیما وراء ذالک لعدم انجذاب الماء الیه۔

اس سے معلوم ہے کہ دوسرا کنواں یا کوئی نلکا دس ہاتھ کے اندر لگایا جائے تو جب ان میں سے کوئی پلید ہوگا تو دوسرا بھی پلید ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر کنواں پلید ہوگا تو نلکا بھی جو کہ دس ہاتھ کے اندر اندر ہے پلید ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ مسئلہ بئر بالوعۃ سے ماخوذ کیا جاتا ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ ایک کنوئیں کے پلید ہونے سے دس ہاتھ کے اندر واقع نلکا اور کنواں بھی پلید ہو جائیں گے۔

میاں سعید احمد کھگہ قصبہ مڑل ملتان

الجواب صاحب شرح وقایہ نے جو استدلال من حفر بئرا سے کیا ہے، اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا عبد الحئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تین چار قوی اعتراض کئے ہیں اور استدلال کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جب یہ استدلال ضعیف ہوا، تو زمین کی تہ میں کنوئیں کی نجاست اور طہارت کا دس ہاتھ کے اندر اندر واقع نلکا تک سرایت کرنا بھی ضعیف ہوا۔ اس لئے یہ استدلال معتبر نہیں۔

اگر کنواں نجس ہو جائے تو ساتھ والا کنواں جو دس ہاتھ کے اندر واقع ہے نجس نہیں ہوگا۔ جب تک حضرات فقہاء کسی جزئیہ میں قول بالنجاست کی تصریح نہ کریں۔ نجاست کا حکم لگانا معتبر نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۷ رجب ۱۳۷۰ھ

کنوئیں سے پھولا ہوا چوہا نکلا تو کب سے ناپاک سمجھا جائے

ہماری مسجد کے کنوئیں میں سے کبھی کبھی بدبو آتی ہے۔ ایک مرتبہ کنواں بند کر دیا گیا۔ پھر

کافی عرصہ کے بعد اس کا پانی چالو کیا گیا۔ تو کئی دن بدبو آتی رہی اچھی طرح دیکھ کر اطمینان کر لیا کہ کوئی نجاست نہ تھی۔ اب حال ہی میں یہ واقعہ ہوا کہ پانی میں سے بدبو آئی اور ذائقہ متغیر ہو گیا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ بات حسب معمول ہے۔ اس کے بعد میں خود اس پانی سے وضوء کرتا رہا۔ نہ مجھے بدبو آئی نہ کسی نے بدبو کی شکایت کی۔ لیکن پانچ سات روز کے بعد کنوئیں میں سے پھولا ہوا چوہا برآمد ہوا۔ درمیانی وقفہ پانچ چھ دن کا تھا یا سات آٹھ یوم کا، کچھ یاد نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ گزشتہ ایام کی نمازیں قضاء کی جائیں یا نہ؟ اگر کی جائیں تو کتنے یوم کی۔ اس بدبو کو جو چند روز پہلے آئی تھی اس چوہے کی وجہ سے سمجھا جائے یا نہ؟ پھر یہ دقت ہے کہ مسجد کی صفیں اور قالین جو بہت موٹے موٹے ہیں۔ اور سردی کا لباس کوٹ اور چوغے کیسے پاک کئے جائیں۔؟

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتوٰی ہے کہ کنوئیں کو اس وقت سے ناپاک سمجھا جائے گا جب سے چوہا دیکھا گیا۔ اور سابقہ نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں اس فتوٰی پر عمل کی گنجائش ہے؟

الجواب نمازوں کے معاملہ میں احتیاط کر لیں تو بہتر ہے۔ اور دیگر اشیاء کے بارے میں فتوٰی صاحبین رحمہ کے قول پر ہی ہو گا کہ وقتِ علم سے اس کو ناپاک سمجھیں گے۔

قال فی البحر وکان الصباغی یفتی بقول ابی حنیفةؒ فیما یتعلق بالصلوٰة وبقولهما فیما سواه کذا فی معراج الدرایة وفی غایة البیان وما قاله ابو حنیفةؒ احتیاط فی امر العبادة وما قالاه عمل بالیقین ورفق بالناس وفی تصحیح الشیخ قاسم وفی فتاوی العتابی المختار قولهما۔

(بحر ج ۱، ص۱۳۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰/۷/۱۴۰۷ھ

بڑے تالاب میں کتا گر جائے تو پلید نہیں ہو گا

ایک شخص نے ایک کتے کو زہر پلائی۔ وہ کتا بھاگتا ہوا ایک تالاب میں گر گیا جس کی لمبائی چھ کنال ایک سو بتیس مرلہ ہے۔ چوڑائی پندرہ مرلہ ہے۔ گہرائی آٹھ فٹ ہے۔ جس میں پانی پانچ فٹ تھا۔ وہ کتا اس میں داخل ہوا۔ اور نزدیک ہی دو لڑکے کھڑے تھے جب لڑکوں نے کتے کو تالاب میں دیکھا تو دوڑے، لیکن کتا تالاب میں مر گیا۔ جلدی فوراً لڑکوں نے کتے کو نکال لیا جب کہ وہ کتا بالکل کنارے کے ساتھ مر گیا تھا۔ وہ پانی کے اندر ڈوب گیا تھا۔ دلائل کے ساتھ وضاحت سے لکھیں کیونکہ پانی کافی دور ہے کم از کم پانچ فرلانگ ہے۔ چاروں طرف سے۔

الجواب مذکورہ تالاب ماءِ کثیر ہے لہذا صورتِ مسئولہ میں تالاب ناپاک نہ ہو گا۔ کیوں کہ فوراً نکال دینے کی وجہ سے اوصافِ ماء پر اثر انداز نہیں ہوا۔ ہندیہ میں ہے۔

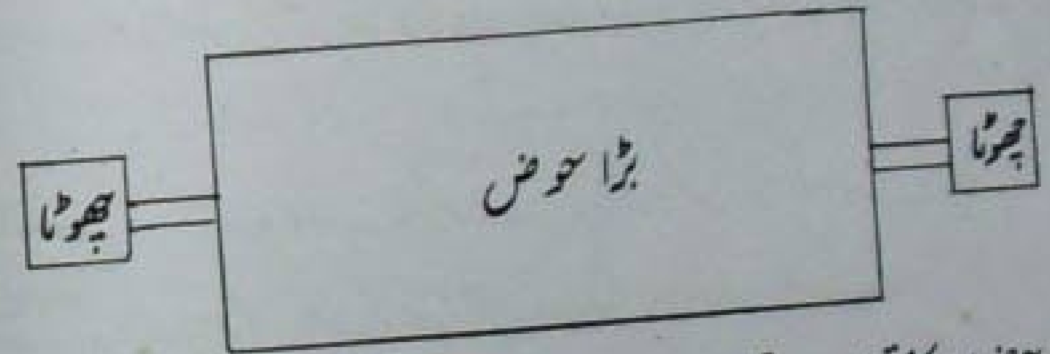
الماء الراكد اذا كان كثيرا فهو بمنزلة الجاری لایتنجس جمیعه بوقوع النجاسة فی طرف منه الا ان یتغیر لونه او طعمه او ریحه وعلی هذا اتفق العلماء وبه اخذ عامة المشائخ۔ (ج ۱ ص ۱۸)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	خیر المدارس ملتان ۳۰/۲/۱۴۰۷ھ

بڑے حوض کے ساتھ متصل چھوٹا حوض کیسے پاک کیا جائے

ہمارے چک نمبر ۱۱/۴ پی۔ میں ایک بڑا حوض ہے جو ہر چہار طرف سے نمبری گز سے بیس بیس گز ہے۔ اور اس کی شمالی اور جنوبی جانب بھی ایک ایک چھوٹا حوض ہے جو نمبری گز سے تقریباً ڈیڑھ گز ہر چہار طرف سے ہے۔ بڑے حوض سے چھوٹے حوضوں میں ایک سوراخ

سے پانی آتا ہے۔ اور چھوٹے حوضوں میں سے ہی پانی نکالا جاتا ہے۔ اور بڑا حوض اور چھوٹے حوضوں کے قعر برابر ہیں۔ گویا جس درجہ کا پانی بڑے حوض میں ہوگا اسی درجہ کا پانی چھوٹے حوض میں ہوگا۔ اگر بڑے حوض سے ختم ہو جائے تو چھوٹے حوضوں میں بھی ختم ہو جائے گا۔ نیز چھوٹے حوض بڑے حوض کی دیوار کے ساتھ متصل نہیں ہیں بلکہ ایک حوض تقریباً ڈیڑھ گز نہری کے فاصلے پر اور دوسرا تقریباً ایک گز نہری کے فاصلے پر ہے۔ اور یہ فاصلہ سطح زمین کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ بڑے حوض کی دیواریں ایسی ترچھی ہیں کہ قعر سے فاصلہ کم و بیش پونا گز زیادہ ہو جاتا ہے۔ حوضوں کی شکل یہ ہے۔



ایسے حوضوں کے متعلق دو باتیں قابلِ دریافت ہیں۔

۱ : ایک یہ کہ کیا بڑے حوض اور چھوٹے حوض کا حکم پاکی اور پلیدی میں ایک ہوگا یا یہ تین پانی سمجھے جائیں گے اور حکم بھی مختلف ہوگا ؟

۲ : دوسری یہ کہ اگر چھوٹے حوضوں کا حکم بڑے حوض سے مختلف ہو اور ان میں کوئی پلیدی گر جائے اور سوراخ بند کر کے سارا پانی نہ نکالا جائے بلکہ ویسے ہی پانی نکالا جاتا رہے اور جتنا پانی پلید شدہ حوض میں ہے اس سے کئی گنا زیادہ پانی نکل گیا ہو تو ایسے طور پر یہ حوض پاک ہو جائے گا یا نہیں ؟

المستفتی، محمد یونس رحیم یار خان

الجواب صورتِ مسئولہ میں جب کہ دو چھوٹے حوض بڑے حوض سے متصل نہیں ہیں بلکہ ایک ایک گز یا زیادہ فاصلہ پر واقع ہیں اور ان میں پانی بڑے حوض سے بذریعہ سوراخ آتا ہے تو یہ تینوں حوض الگ الگ پانی ہیں۔ اور ان کا حکم بوجہ چھوٹے بڑے ہونے کے جدا ہوگا۔ یعنی بڑا حوض وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوگا۔ لکون الماء فیہ کثیرا الا ان یغلب النجاسۃ علی الماء

بان تغیر احد اوصاف الماء فی الحوض الکبیر بوقوع النجاسۃ ینجس ماء الحوض الکبیر وینجس ماء الحوض الصغیر ایضا ولا عکس۔

اور چھوٹے حوض بوجہ ماء قلیل ہونے کے وقوع نجاست سے نجس ہو جائیں گے۔ ان چھوٹے حوضوں کی نجاست بڑے حوض میں مؤثر نہ ہوگی۔

۲ : چھوٹے حوضوں کی طہارت کا طریق جب کہ ان میں نجاست واقع ہو جائے، یہ ہے کہ سوراخ بند کر کے ان کا تمام پانی نکال لیا جائے۔ یا بڑے حوض سے اتنا پانی چھوڑا جائے کہ پانی چھوٹے حوضوں کی دیواروں سے اوپر ہو کر باہر کو بہہ پڑے۔ تو پاک ہو جائیں گے۔

اور یہ جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ نیچے کے سوراخ بند کئے بغیر لوگوں نے اتنا پانی نکالا کہ کئی امثال پانی خارج ہو گیا، یہ صورت تطہیر کی کنوؤں میں منقول ہے اور حوضوں کی تطہیر میں یہ صورت دیکھی تو نہیں لیکن فقہاء رحمہم اللہ کی عبارتیں کنوؤں اور حوضوں کی تطہیر میں توسیع پر دلالت کرتی ہیں۔

ففی الفتاوی الشامیۃ، ج ۱، ص ۱۷۵۔ نقلا عن شرح المنیۃ المعلوم من قواعد ائمتنا التسہیل فی مواضع الضرورۃ والبلوی العامۃ کما فی مسئلۃ آبار الفلوات ونحوھا الی قولہ ان المشقۃ تجلب التیسیر ومن انہ اذا ضاق الامر اتسع۔

پس ان حوضوں کو جب کہ وقوع نجاست پر زمانہ مدید گزر چکا ہے اور کئی امثال پانی نکل چکا ہے پاک کہیں گے۔ آئندہ احتیاط کی جائے۔ اور طریق مذکور سے پاک کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ

○

کنواں پاک کرنے کے تین طریقے

ہمارے علاقہ میں بعض کنوئیں چشمہ دار ہوتے ہیں۔ جتنا پانی نکالیں اتنا پانی اور نکل آتا ہے۔ پورا پانی نکالنے کی صورت میں سخت مشکل پیش آتی ہے امید قوی ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مشکل کو حل فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

سائل مطیع الرسول۔ بلوچستان

الجواب: ایسے کنوؤں کا بھی یہی حکم ہے کہ پلید ہونے کی صورت میں ان کا سارا پانی نکالا جائے پانی کی کل مقدار کا اندازہ لگانے کی فقہاء نے تین صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔

۱: جو لوگ کنوؤں کے معاملہ میں تجربہ و مہارت رکھتے ہوں ان میں سے دو عادل آدمیوں کو دکھا کر ان سے معلوم کر لیں کہ اس کنوئیں میں کتنا پانی ہے۔ جتنا وہ کہیں اتنا پانی نکال دیں۔

۲: کنوئیں میں موجود پانی کی گہرائی اور کنوئیں کے طول و عرض کا حساب کر کے اس کے برابر اتنا ہی گڑھا کھود لیں اور پانی نکال کر اس میں ڈالتے جائیں جب گڑھا بھر جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا۔

۳: کنوئیں میں موجود کل پانی کی پیمائش کر لیں پھر اس میں سے مثلاً سو ڈول نکال کر پھر پیمائش کریں اور دیکھیں کہ کتنا پانی کم ہوا ہے۔ اس حساب سے پورا پانی نکال دیں۔ مثلاً اگر وہ پانی دس فٹ ہو اور سو ڈول نکالنے سے پانچ فٹ کم ہو گیا تو سو ڈول اور نکال دیں کنواں پاک ہو جائے گا۔

وان كانت البئر معينا لا يمكن نزحها الا بعسر وحرج عظيم اخرجوا مقدار ما كان فيها من الماء وقت ابتداء النزح ثم ان المشائخ اختلفوا كيف يقدر ما كان فيها اذ ذاك قال بعضهم تحفر حفيرة مثل عمق الماء وطوله و عرضه و تجصص فينزح الماء حتى تملأ الحفيرة وقال بعضهم يرسل فيها قصبة ويجعل لمبلغ الماء علامة ثم ينزح منها عشر دلاء مثلا ثم تعاد القصبة فينظر كم نقص فينزح لكل قدر منها

عشر دلاء وهذان القولان مرويان عن ابی یوسف ؒ وعن ابی حنیفة ؒ ینزح حتی یغلبهم الماء وقال بعضهم وهو رواية عن ابی حنیفة ؒ ایضا یحکم ذوا عدل من اهل البصارة بالماء فینزح منها بحکمهما فان قالا ان ما فیها ذلك الوقت الف دلو مثلا نزح ذلك قال صاحب الهدایه وهذا ای الاخذ بقول العدلین اشبه بالفقه قال فی الکافی انه الاصح اذ الرجوع الی أهل البصیرة اصل فی کثیر من الصور کما فی الحکمین و الشاهدین وتقویم المتلف قال الله تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ــــــــــــ وروی عن محمد ؒ انه قال ینزح منها مائتا دلو الی ثلاثمائة دلو وانما اجاب بذلك بناء علی کثرة الماء فی ابار بغداد کذا فی المبسوط والمروی عن ابی حنیفة ؒ انه اذا نزح منها مائة دلو یکفی وهو بناء علی ابار الکوفة لقلة الماء فیها کذا فی الکفایة فعلی هذا لا ینبغی الفتوی بالمائتین و نحوها مطلقا بل ینظر الی غالب ابار البلد وهو الایسر علی الناس والاول وهو اعتبار مقدار الماء فی کل بئر علی حدة احوط ۔ (کبیری : ص ۱۶۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مرغی کنوئیں میں گرنے کے بعد زندہ نکال لی گئی تو کنوئیں کا حکم

ایک کنوئیں میں مرغی گر گئی پھر زندہ نکل آئی یا نکال لی گئی ہو تو پانی کے کتنے ڈول نکالنے ضروری ہیں۔ بینوا توجروا۔

سائل ممتاز الحسن نیو ملتان

الجواب: اگر مرغی کھلی نہ پھرتی ہو بلکہ مرغی خانہ میں بند رہتی ہو، جسم پر کوئی ظاہری نجاست بھی نہ لگی ہو تو کنواں ناپاک نہیں ہوا۔ البتہ دل کو مطمئن کرنے کے لئے بیس ڈول نکال دینا مستحب ہے۔

لو وقعت الشاة وخرجت حية ينزح عشرون دلوا لتسكين القلب لا للتطهير حتى لولم ينزح وتوضأ جاز وكذا الحمار والبغل لوخرج حيا ولم يصب فمه الماء وكذا ما يؤكل لحمه من الابل والبقر والغنم والطيور والدجاجة المحبوسة۔

(شامی ج ۱ ص ۱۵۶)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۶/۱۰/۱۴۱۰ھ

مرغی کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک ہو جائے گا

اگر مرغی کی بیٹ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا یا پاک ہی رہے گا اگر ناپاک ہو جائیگا تو پاکی کی کیا صورت ہے؟

سائل مولوی عبد الرحیم لیہ

الجواب: مرغی کی بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ پاک کرنے کے لئے سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

وان وقع خرء الحمام او العصفور فی البیر لم یفسد ماءها لانه طاهر وهذا مذهبنا خلافا للشافعی رح کما تقدم وان وقع خرء الدجاج افسده لانه نجس وليس فيه ضرورة لامكان الاحتراز۔

(غنیۃ المستملی ص ۱۶۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

کنوئیں میں پاک جھاڑو گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا

ہم نے اپنے گھر میں ایک چھوٹا سا کنواں بنایا ہوا ہے جس کو کھوئی کہتے ہیں۔ اکثر اوقات اس پر تختے پڑے رہتے ہیں۔ کسی وقت ضرورت کے تحت تختہ ہٹایا گیا تو ایک بچے نے گھر میں استعمال ہونے والا جھاڑو اس میں پھینک دیا جھاڑو پاک تھا جو کہ کمروں وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ جھاڑو بیت الخلاء وغیرہ میں استعمال نہیں کرتے۔ تو کیا وہ کنواں ناپاک ہو گیا؟ اگر ناپاک ہو گیا تو اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

مولوی محمد اسماعیل علی واہ میلسی

الجواب: اگر وہ جھاڑو پاک تھا تو پاک چیز گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ حسب معمول اس کنوئیں کا پانی استعمال کرتے رہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان: ۲۷/۹/۱۴۰۶ھ

مینڈک کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنوئیں کا حکم

کنوؤں کے اندر عام طور پر جو مینڈک پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور پلتے ہیں تو ان کے مر جانے سے شرعاً کنواں ناپاک ہو جاتا ہے یا پاک ہی رہتا ہے۔ اگر ناپاک ہو جاتا ہے تو یہ تنگی ہے۔ حالانکہ علماء سے سنا ہے کہ شریعت میں آسانی ہی آسانی ہے۔ نیز یہ بھی واضح کریں کہ کسی مینڈک کے مر جانے سے کنواں ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟

سائل عبد المجید متعلم جامعہ ہذا آف وہاڑی

الجواب: خشکی کا مینڈک اگر اتنا بڑا ہو کہ اس میں بہنے والا خون ہو تو اس کے کنوئیں میں گر کر مر جانے سے کنواں پلید ہو جائے گا۔ پانی کے مینڈک کے پانی میں مر جانے سے پانی پلید نہیں ہوتا۔

ویجوز رفع الحدث بما ذکروان مات فیہ غیر دموی کزنبور ومائی مولد۔ اھ (تنویر علی الشامی ۱ص ۱۳۵)۔

ولو کلب الماء وخنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع الابریا لہ دم سائل وھو مالاسترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم والا لا۔ (درمختار)۔ (قولہ والا لا) ای وان لم یکن للضفدع البریۃ والحیۃ البریۃ دم سائل فلا یفسد۔ (شامیۃ ج۱ ص۱۳۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان : ۱۷ / ۹ / ۱۴۰۴ھ

جراثیم کُش ادویہ ڈالنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

ہمارے ہاں سال میں ایک دو دفعہ سرکاری طور پر جراثیم مارنے کے لئے کوئی دوا کنوؤں میں ڈالی جاتی ہے اس دوا کی وجہ سے پانی کا رنگ بھی بدل جاتا ہے۔ تو کیا وہ پانی پاک ہے۔ اس سے وضوء اور غسل وغیرہ درست ہے یا نہیں ؟

الجواب حب تک اس دوا کا نجس ہونا معلوم نہ ہو کنوئیں کو پاک سمجھا جائے۔ "لان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ اور تغیر اوصاف" سے پانی اس وقت نجس ہوتا ہے جب کہ وہ تغیر کسی شئی نجس سے ہو۔ درمختار میں ہے "لا (ای لا ینجس) لو تغیر بطول مکث فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز ولو شک فالاصل الطہارۃ الخ وکذا یجوز بماء خالطہ طاہر جامد مطلقا۔ اھ (درمختار)۔

(قولہ مطلقا) ای سواء کان المخالط من جنس الارض کالتراب او یقصد بخلطہ التنظیف کالاشنان والصابون او یکون شیئا اٰخر کالزعفران اھ۔ (شامیۃ ج۱ ص۱۳۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۷ : ۳ : ۱۴۱۰ھ

جتنے ڈول پانی نکالنا ضروری ہو وقفہ وقفہ سے بھی نکال سکتے ہیں

ہمارا ایک کنواں ہے جس سے ساٹھ ڈول نکالنے تھے تو چالیس نکالنے کے بعد تھوڑی دیر وقفہ کیا اس کے بعد بقیہ ڈول نکالے۔ تو کنواں پاک ہو گیا یا نہیں ؟

سائل صوفی طالب حسین ضیاء

جامع مسجد صحابہ کرامؓ : پیپلز کالونی ملتان

الجواب کنواں پاک ہو گیا جتنا پانی نکالنا ضروری ہو اس کا ایک ہی دفعہ لگاتار نکالنا ضروری نہیں۔ وقفہ وقفہ سے نکالیں تو بھی کنواں پاک ہو جائے گا۔

"ولو نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اھ (درمختار)۔

(قولہ خلاصۃ) ومثلہ فی الخانیۃ وھو مبنی علی انہ لا یشترط التوالی وھو المختار کما فی البحر والقہستانی۔ اھ (شامیۃ ج۱ ص۱۵۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۳ / ۴ / ۱۴۰۷ھ

سانپ کنوئیں میں مر جائے تو کنواں پاک رہے گا یا نہیں

اگر سانپ کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنواں پاک رہتا ہے یا ناپاک ہو جاتا ہے اگر اس مسئلہ میں تفصیل ہو تو واضح فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

سائل نصیر بخش محلہ رسول پورہ میلسی

الجواب اگر سانپ خشکی کا ہو اور اتنا بڑا ہو کہ اس میں خون ہو تو کنواں ناپاک ہوجا
گا۔ اور پانی کا سانپ پانی کو پلید نہیں کرتا ۔

" اما الحیة البریة التی لا تعیش فی الماء اذا ماتت فی الماء فانها تفسدہ ۔ اھ (کبیری ، ص ۱۶۴)۔ ویجوز رفع الحدث بما ذکر وان مات فیه غیر دموی کزنبور ومائی مولد اھ (تنویر)۔ ولو کلب الماء وخنزیرہ کسمك وسرطان وضفدع الا بریا له دم سائل وهو مالا سترة له بین اصابعه فیفسد فی الاصح کحیة بریة ان لها دم والا لا ۔ اھ (درمختار)۔ (قوله والا لا) ای وان لم یکن للضفدع البریة والحیة البریة دم سائل فلا یفسد ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۱۳۶)۔ فقط واللّٰہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللّٰہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷ / ۹ / ۱۴۰۴ھ

چھپکلی کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں ؟

بعض دفعہ کنوئیں میں چھپکلی گر کر مر جاتی ہے تو شرعاً کنواں کیسے پاک ہوگا ۔ نیز یہ بھی واضح کر
کہ پھولنے پھٹنے میں کوئی فرق ہے یا نہیں ؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الرب الجلیل ۔

سائل ممتاز احمد قاسمی

حال مقیم جامع مسجد مدنی محلہ عارف پورہ ملتان

الجواب چھپکلی اگر اتنی بڑی ہو کہ اس کے اندر خون ہو تو کنواں پلید ہوگیا ۔ بیس
تیس ڈول تک پانی نکال دیں اور اگر پھول پھٹ گئی ہو تو سارا پانی نکال
ضروری ہے ۔

وکذا الوزغة اذا کانت کبیرة ای بحیث یکون لها دم فانها

تفسد الماء لما تقدم فی الضفدع البری والحیة البریة اھ (کبیری ، ص ۱۶۴)۔

واذا وقع فی البئر سام ابرص ومات ینزح منها عشرون دلوا فی ظاهر الروایة اھ (عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۲۰)۔

اور اگر چھپکلی چھوٹی ہو تو بھی پھٹنے کی صورت میں اس کنوئیں کا پانی پینا مکروہ ہے ۔

" وذکر الاسبیجابی فی شرحه مایعیش فی الماء مما لا یؤکل لحمه اذا مات فی الماء وتفتت فانه یکرہ شرب الماء وهو مروی عن محمد لاختلاط الاجزاء المحرم اکلها بالماء فربما ابتلعت بشربه مع انها حرام وما یحتمل فیه تناول الحرام یکرہ تناوله ویجب التحرز عنه لانه رعی حول الحمی اھ (کبیری ، ص ۱۶۳)۔ فقط واللّٰہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللّٰہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ، ۱۴ / ۳ / ۱۳۹۸ھ

کتا گرنے کے چار سال بعد کنوئیں کے پانی کا حکم

اگر کنوئیں میں کتا گر پڑے ۔ کتا گرنے کے بعد چار سال تک کنواں بے آباد پڑا رہے ۔ اس مدت کے بعد اس کا پانی کھیتی وغیرہ کو ایک سال تک لگاتے رہیں اور کنواں کے اندر داخل ہو کر کتے کی تلاش بھی کی گئی لیکن کچھ پتہ نہ چلا ۔ اور کنوئیں کی کھدائی وغیرہ کر کے مٹی نہیں نکالی گئی اور پانی بھی اس قدر ہے کہ اس کا نکالنا اہل علاقہ کو بہت مشکل ہے ۔ مندرجہ بالا صورت میں کنوئیں کے پانی کا کیا حکم ہے ؟

الجواب ففی القهستانی عن الجواهر لو وقع عصفور فیها فعجزوا
عن اخراجه فما دام فیها فنجسة فتترك مدة
یعلم انه استحال وصار حمأة وقیل مدة ستة اشهر ۔

(شامی ؍ ج ۱ ؍ ص ۱۹۶)۔

جزئیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ یہ کنواں اب پاک ہو چکا ہے لہذا اس کے پانی کو استعمال کرنا درست ہے کوئی شبہ نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفرلہٗ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۳؍۴؍۱۳۸۱ھ

غیر مسلم کے پانی لینے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

ہمارا ایک کنواں مشترک ہے مسلمانوں اور عیسائیوں میں۔ عیسائی بھی پانی نکالتے ہیں تو شرعاً یہ کنواں پاک سمجھا جائے گا یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔
سائل محمد ادریس ٹبہ سلطان

الجواب غیر مسلم کے پانی نکالنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا تاوقتیکہ یہ علم نہ ہو کہ ان کے نکالنے سے کسی قسم کی نجاست کنوئیں میں پڑتی ہے۔

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۹؍۱۲؍۱۴۰۲ھ

چالیس مربع فٹ کا تالاب نجاست گرنے سے پلید نہیں ہوگا

ایک تالاب کی لمبائی چالیس مربع فٹ ہے اور گہرائی سولہ فٹ ہے تالاب میں پہلے پانی موجود تھا بعد میں بارش ہونے کی وجہ سے کھیتوں کا پانی تالاب میں پڑگیا۔ دوسرے دن تالاب کا وارہ تھا وہ پانی بھی تالاب میں پڑگیا لیکن تالاب کے پانی کی رنگت و بو و ذائقہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تو کیا یہ پانی پاک ہے؟

الجواب مذکورہ تالاب کا پانی پاک ہے اسے ضروریات کے لئے استعمال کرنا درست ہے۔ وکذا یجوز براکد کثیر کذالک ای وقع فیہ

نجس لم یر اثرہ اھ (در مختار علی الشامیۃ ج ۱ ؍ ص ۱۷۶)۔

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان
۱۰؍۸؍۱۳۹۸ھ

مینگنیاں کنوئیں میں گر جائیں تو ناپاک ہوگا یا نہیں

اگر کنوئیں میں اونٹ یا بکری کی مینگنیاں یا گائے بھینس کا گوبر، یا گھوڑے، خچر اور گدھے کی لید گر پڑے تو کیا حکم ہے۔ اور تھوڑی یا بہت خشک یا تر ٹوٹی ہوئی یا ثابت میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور کنوئیں کے جنگل یا شہر میں ہونے کا کچھ فرق ہے یا نہیں؟ کتے یا بلی وغیرہ جانور یا حلال جانوروں میں اگر کوئی بغیر ذبح کئے مرجائے اور ان کی ہڈی یا سینگ وغیرہ پر گوشت نہ ہو اور تری بھی نہ ہو تو کنوئیں میں گر جانے سے پانی نجس ہوگا یا نہیں۔
اگر مستعمل پانی پاک پانی میں پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب تھوڑی مینگنیوں کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ ہاں اگر زیادہ مینگنیاں کنوئیں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ جب کہ دیکھنے والا بھی ان مینگنیوں کو سمجھے کہ زیادہ ہیں۔ اور کوئی ڈول ایک دو مینگنیوں سے خالی نہ آئے۔ اور کنوئیں کا جنگل یا شہر میں ہونا اور مینگنی کا ٹوٹا ہوا ہونا یا سالم ہونا سب برابر ہیں[1]۔ باقی کتے یا بلی کے مرجانے سے کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔ اور صاف ہڈی جس پر دسومت (چکنائی) وغیرہ نہ ہو اس کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔
اگر مستعمل پانی نصف یا زیادہ ہو تو اس سے وضو ٹھیک نہیں۔ اگر نصف سے کم ہو تو اس سے وضو ہو سکتا ہے

فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفرلہٗ

بندہ اصغر علی عفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

(۱؎ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

له ولا نزح فی بول فارة فی الاصح فیض ولا بخرء حمام وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونها عنه ولا بتقاطر بول کرٔس ابر وغبار نجس للعفو عنهما وبعرتی ابل وغنم اھ (درمختار)۔

قال فی الفیض فلا ینجس الا اذا کان کثیرا سواء کان رطبا او یابسا صحیحا او منکسرا ولا فرق بین ان یکون للبئر حاجز کالمدن اولا کالفلوات هو الصحیح ۔ اھ (شامی ج۱ ص۲۰۳) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۱۴۱۰ھ

پرندوں کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا

حرام پرندوں کی بیٹ اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

سائل محمد سلیمان اختر کہروڑ پکا ۔

الجواب پرندوں کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا ۔ حلال گوشت والے ہوں یا حرام گوشت والے ۔ کیوں کہ ان سے کنوؤں کو بچانا بہت مشکل ہے ۔

" وان وقع خرء الحمام او العصفور فی البئر لم یفسد ماءها لانه طاهر وهذا مذهبنا خلافا للشافعی رح کما تقدم وان وقع خرء الدجاج افسده لانه نجس ولیس فیه ضرورة لامکان الاحتراز وکذا خرء البط والاوز الاهلی بخلاف البری الطیار فان فیه ضرورة لانه یذرق من الهواء وکذا خرء الخفاش وبوله لا یفسده للضرورة وکذا ذرق ما لا یؤکل لحمه من الطیور فانه طاهر عندهما فی روایة خلافا لمحمد وهو بناء علی

قوله فیما تقدم وقال محمد کلاهما طاهر یعنی بول ما یؤکل وخرء ما لا یؤکل من الطیور لکن الذی هنا هو الصحیح وقال بعضهم روی عن ابی حنیفة رح وابی یوسف رح ان ذرق سباع الطیر نجس نجاسة مخففة لا یفسد الثوب الا اذا فحش ویفسد الماء وان قل کسائر النجاسات الخفیفة فان حکمها یخالف الغلیظة فی الثیاب دون الماء ولا یفسد الماء الکثیر ما لم یغیره کسائر النجاسات ویفسد الاوانی وان قل لامکان صونها عنه ولا یفسد ماء البئر لتعذر صونها عنه ۔ اھ (غنیۃ المستملی ص[illegible])

فقط واللہ اعلم ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۴/۱۴۱۰ھ

جس کنوئیں سے جانور پانی پیتے ہوں وہ معمولی گوبر لید سے پلید نہ ہوگا

ہمارے ہاں گاؤں سے متصل ایک کنواں ہے جس کے آس پاس کافی درخت ہیں ۔ لوگ اپنے مویشی ان درختوں کے نیچے باندھتے ہیں اور اس کنوئیں سے پانی پلاتے ہیں ۔ پانی پلانے کے دوران کبھی گوبر یا لید وغیرہ کنوئیں میں گر جاتی ہے تو وہ کنواں پاک ہے یا ناپاک ؟

حافظ عبد الشکور

اشرف شاہ تحصیل میلسی

الجواب جس کنوئیں سے جانوروں کو پانی پلانے کا معمول ہو اور وہاں گوبر و لید سے حفاظت ممکن نہ ہو تو گوبر اور لید کی قلیل مقدار گرنے سے وہ کنواں ناپاک نہ ہوگا ۔ اور جہاں حفاظت ممکن ہو جیسے اندرون آبادی کے کنوئیں تو وہاں قلیل مقدار بھی معاف نہیں ۔ اور قلت وکثرت کا فرق مبتلیٰ بہ کی صوابدید پر ہے ۔

واذا وقعت بعرة او بعرتان فی البئر من بعر الابل او الغنم لم یتنجس البئر استحسانا والقیاس ان یتنجس لوقوع

النجاسة فی الماء القلیل وجه الاستحسان ان آبار الفلوات لیس لها رؤس حاجزة و تبعر المواشی حولها فتلقی الریح بعض ذلک فجعل القلیل عفوا للضرورة ولا ضرورة فی الکثیر کذا فی الهدایة وفیه اشارة الی ان حکم آبار الامصار خلاف ذلک

وفی الرطبة والمنکسرة الیابسة اختلاف بین المشائخ بعضهم افتی فیهما بالتنجس لشیوع النجاسة فی الماء للرطوبة وللرخاوة فی المنکسر بخلاف الصحیح الیابس وبعضهم سوی ای بین الرطب و الیابس و المنکسر والصحیح واختاره فی الهدایة وفی الکافی قالا لا فرق بین الرطب والیابس والصحیح والمنکسر والروث والخثی والبعر لان الضرورة تشتمل الکل ـ انتہیٰ ـ والارواث بمنزلة المنکسرة لتخلخلها ورخاوتها وکذا الاخثاء واکثر المشائخ علی انه لا تطلق التسویة فی کل موضع بل تعتبر فیه الضرورة العامة والبلوی ان کان فیه ضرورة یتعذر الاحتراز عنه ووقع الحرج فی الحکم بالنجاسة کآبار الفلوات الغیر المحفوظة الکثیرة الطارق والاستعمال لا یحکم بالنجاسة للضرورة وان کان الاحتراز غیر متعذر کآبار البیوت والاماکن المحفوظة القلیلة الطارق والاستعمال فهی بمنزلة الاناء لا یعفی فیه القلیل و هذا الذی ینبغی ان یعتمد علیه فان الجمیع یستدلون بالضرورة فینظر الی ما هی فیه ـ (کبیری، ص ۱۵۰)ـ

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ـ ۳/ ۱۲/ ۱۴۰۷ھ

ہر کنوئیں کو پاک کرنے کیلئے دو سو سے تین سو ڈول نکالنے کا حکم صحیح نہیں

اگر کنوئیں میں کتا گر جائے اور زندہ نکل آئے تو تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوگا یا نہ اور تین سو ڈول نکالنا سارا پانی نکالنے کے مساوی ہوگا یا نہیں؟

الجواب: جن جانوروں کے کنوئیں میں گر جانے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور پاک کرنے کے وقت سارا پانی نکالنا پڑتا ہے۔ منجملہ ان میں سے ایک کتا بھی ہے جیسا کہ مجمع الانہر جلد اوّل صفحہ ۳۴ پر مذکور ہے۔

وکلب بنحو کلب او شاة او آدمی او انتفاخ الحیوان الدموی اوتفسخه ولوصغیرا لانتشار البلة فی اجزاء الماء اھ

اور اگر کتا کنوئیں سے زندہ بھی نکال لیا جائے اور اس کتے کے منہ کو پانی پہنچ جائے تو بھی کنوئیں سے سارا پانی نکالنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے صفحۂ مذکورہ پر مرقوم ہے۔

وموت الکلب لیس بشرط حتی لو انغمس واخرج ینزح جمیع الماء وکذا کل ما سؤره نجس او مشکوک الخ

پس ثابت ہوا کہ کنوئیں میں کتا گرنے سے اور زندہ نکال لینے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور سارا پانی نکالنے کا حکم ہے بشرطیکہ کتے کا منہ سارا پانی میں ڈوب گیا ہو۔ اور تین سو ڈول نکالنے سے نہ تو کنواں پاک ہوتا ہے اور نہ ہی یہ سارا پانی نکالنے کے قائم مقام ہوتا ہے دو سو سے تین سو ڈول نکالنا یہ امام محمد رح کا قول ہے، اور یہ حکم بغداد کے کنوؤں کے لئے مختص ہے نہ کہ تمام ملک کے کنوؤں کے لئے یہ فتویٰ ہے۔

جیسا کہ کتب فقہ میں اور خاص کر مجمع الانہر؛ جلد ۱ ص ۳۵ پر مسطور ہے۔

ویفتی بنزح مائتی دلو الی ثلثمائة وهو مروی عن محمدؒ کانه بنی قوله علی ما شاهد فی بلدة بغداد فان آبارها لا تزید علی ثلثمائة دلو۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد رح کا مقصود اصلی یہی تھا کہ کنوؤں سے سارا پانی نکالا جائے۔ لیکن عدد مخصوص ڈول نکالنے کے عنوان سے حکم فرماتے تھے۔ علماء متاخرین نے امام محمد رح کی اس

روایت کو ایسر علی الناس فرمایا ہے لیکن اس وقت جب کہ مبتلیٰ بہ گاؤں کے اکثر کنوؤں میں تین سو ڈول سے زائد پانی نہ ہو۔ پھر تمام کنوؤں میں ایک ہی حکم جاری کرنا اس میں لوگوں کے لئے آسانی ہے۔ اگر اس گاؤں کے اکثر کنوؤں کا پانی ملاحظہ کر لیا گیا ہے کہ ان میں کتنا پانی ہے تو پھر علی الاطلاق عددِ مخصوص پر فتوے دینا اس مقام میں درست ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں اور خاص کر "کبیری کا مع الصغیری : ۱۶۲" پہ ہے۔

وروی عن محمد انه قال ینزح منها مائتا دلو الی ثلثمائة دلو وانما اجاب بذلك بناء علی کثرة الماء فی آبار بغداد کذا فی المبسوط والمروی عن ابی حنیفة رح انه اذا نزح منها مائة دلو یکفی وهو بناء علی آبار الکوفة لقلة الماء فیها کذا فی الکفایة وعلی هذا لا ینبغی الفتوی بالمائتین ونحوها مطلقا بل ینظر الی غالب آبار البلد وهو الایسر علی الناس والاول وهو اعتبار مقدار الماء فی کل بئر علی حدة احوط - اھ

اس روایت سے ثابت ہوا کہ مطلقاً ہر مقام کے کنوؤں میں جہاں سارا پانی نکالنے کا حکم ہے عددِ مخصوص ڈول نکالنے کا فتوے دینا درست نہیں۔ جو صاحب ہر ایک جگہ اور ہر ایک کنوئیں میں جہاں سارا پانی نکالنے کا حکم ہو۔ وہاں پر دو سو ڈول سے تین سو ڈول پانی نکالنے کا حکم علی الاطلاق دیتے ہیں اور عددِ مخصوص ڈول نکالنے کو سارا پانی نکالنے کے قائم مقام سمجھتے ہیں ان پر یہ لازم اور ضروری ہے کہ امام محمد رح کی جانب سے یہ روایت پیش کریں کہ جہاں امام محمد رح نے بغداد کے علاوہ کسی اور جگہ کے کنوئیں سے عددِ مخصوص ڈول کے نکالنے کا حکم فرمایا ہو۔ اور دوسری بات ان صاحبوں پر یہ ضروری ہے کہ امام محمد صاحبؒ سے ایسی روایت پیش کریں جس میں انہوں نے یہ حکم مطلقاً فرمایا ہو کہ جو کنواں ناپاک ہو اور سارا پانی نکالنا پڑے تو وہاں عددِ مخصوص ڈول نکال لینے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ اگر امام صاحب رح کی جانب سے اس طرح کی روایت پیش نہ کر سکیں تو پھر مطلقاً ہر ایک کنوئیں میں فتوائے مذکور دینا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین - فقط واللہ اعلم -

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فصل فی التیمم

سخت سردی کی وجہ سے تیمم کا حکم

ایک مرد اپنی زوجہ سے ہمبستری کرتا ہے یا اس کو احتلام ہو جاتا ہے سردی بھی سخت ہے وہ مسافر بھی ہے، پانی گرم میسر نہیں ہے۔ وہ آدمی ساٹھ سال سے کچھ زائد عمر کا ہے۔ کیا وہ بغیر غسل تیمم کر کے نمازِ تہجد اور نمازِ فجر کی امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ دوسرا آدمی نماز پڑھانے والا نہیں ہے۔ اس کا تجربہ ہے کہ اگر غسل کرے تو اس کو دردِ شقیقہ اور اعضاء میں درد ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ نماز وغیرہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور وضوء کرنے والوں کی اقتداء اس کے پیچھے جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب جوازِ تیمم کے لئے پانی کے استعمال سے عاجز ہونا شرط ہے۔ خواہ وہ اس وجہ سے ہو کہ پانی مفقود ہے یا پانی کے استعمال سے مرض کی زیادتی اور امتداد کا خوف ہو یا سردی کی وجہ سے ہلاکت اور بیماری کا اندیشہ ہو۔ نیز گرم پانی میسر نہ ہو۔ پس اگر ان امور میں سے کوئی امر ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ وضوء کرنے والے کی اقتداء تیمم کرنے والے کے پیچھے درست ہے۔

وصح اقتداء متوضئ بمتیمم اھ (درمختار علی الشامیة ج ۱ ص ۵۵۰)

شہروں میں چونکہ گرم پانی اور لحاف وغیرہ مل سکتے ہیں لہذا تیمم نہ کرے کیونکہ اس کا جواز انتہائی ضرورت کے وقت ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ	۲۸	الجواب صحیح
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس	۶ / ۱۳۸۸ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
ملتان		

دوسرے سے تیمم کرانے کا حکم

میں لاہور سے واپس آرہا تھا کہ اتفاقاً حادثہ پیش آگیا۔ دایاں بازو ٹوٹ گیا بایاں بازو صحیح ہے۔ اب میں تیمم کرتے ہوئے بائیں ہاتھ سے چہرے اور دائیں ہاتھ کا مسح کرلیتا ہوں مگر بائیں ہاتھ کا مسح نہیں کرسکتا۔ تو کیا بائیں ہاتھ کا مسح کسی دوسرے شخص سے کرا سکتا ہوں؟

قاری نورالحق قریشی ملتان

الجواب بائیں بازو پر کسی دوسرے سے مسح کرا سکتے ہیں۔

واذا لم یقدر المریض علی الوضوء والتیمم ولیس عندہ من یوضئہ وییممہ فانہ لا یصلی عندھما قال الشیخ الامام محمد بن الفضل رأیت فی الجامع الصغیر للکرخی ان مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا یتیمم ولا یعید وھذا ھو الاصح۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۳۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

نمک پر تیمم کرنے کا حکم

اگر نمک کا بڑا ڈھیلا رکھا ہوا ہو تو اس پر تیمم کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب سمندری نمک کے ڈھیلے پر نہیں کرسکتے، پہاڑی نمک پر تیمم کرسکتے ہیں۔

ولو تیمم بالملح نظر ان کان مائیا ای کان ماء فجمد لا یجوز لانہ لیس من اجزاء الارض وان کان جبلیا ای معدنیا وھو ما استحال ملحا من اجزاء الارض یجوز بہ التیمم لانہ من جنس الارض الخ وقال قاضیخان واختلفوا فی الجبلی والصحیح ھو الجواز۔ اھ (کبیری، ص۶۷) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۲/۶/۱۴۰۹ھ
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

فالج کے مریض کو پانی نقصان دے تو تیمم کرسکتا ہے

ہمارے والد صاحب کو فالج ہوگیا ہے۔ سردی کا موسم ہے۔ حکیم حنیف اللہ صاحب نے کہا ہے کہ جسم کو پانی بالکل نہ لگنے دیں۔ تو وہ تیمم کرکے نماز ادا کریں یا ایسے ہی پڑھتے رہیں؟

الجواب اگر حکیم صاحب نے کہا ہے کہ وضو کرنا مضر ہے تو تیمم کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

ولو کان یجد الماء الا انہ مریض یخاف ان استعمل الماء اشتد مرضہ او ابطأ برؤہ یتیمم الخ (الی قولہ) ویعرف ذلک الخوف اما بغلبۃ الظن عن امارۃ او تجربۃ او اخبار طبیب حاذق مسلم غیر ظاہر الفسق کذا فی شرح منیۃ المصلی اھ (عالمگیری ج ۱، ص ۱۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

قیدی کو پانی نہ ملے تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر اسکا اعادہ کرے

بکر جیل میں قید ہے۔ جیل کا دستور ہے کہ پانچ بجے کے بعد قیدیوں کو کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں اور وہ مغرب، عشاء اور فجر اندر ہی پڑھتے ہیں کبھی کبھی رات کو پانی نہیں ہوتا۔ تو کیا بکر تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے؟ اور پھر اس نماز کا اعادہ بھی کرے یا نہ کرے؟

محمد شفیع کالی موری حیدرآباد

الجواب ایسی صورت میں وضوء کے لئے پانی بھر کے رکھ لیا کریں۔ اگر کبھی ایسا نہ ہوسکے تو تیمم کرکے نماز پڑھ لیں مگر بعد میں اس نماز کا اعادہ کریں۔

والمحبوس فی السجن یصلی بالتیمم و یعید بالوضوء لان العجز انما تحقق بصنع العباد و صنع العباد لا یؤثر فی اسقاط حق اللہ تعالی۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۵)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفااللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

تیمم کے چند اہم مسائل

۱ : تیمم کے لئے پاک پتھر پر ہاتھ مار کر چہرے پر پھیرا۔ ہاتھ چہرے سے الگ کرلیا۔ کچھ جگہ مسح ہونے سے رہ گئی۔ دوبارہ اسی الگ شدہ ہاتھ سے ان جگہوں پر مسح کرے یا دوبارہ انگلیوں وغیرہ کو پتھر پر مار کر پھر ان جگہوں پر مسح کرے اس خیال سے کہ ہاتھ چہرے پر پھر گیا اور الگ کردیا تو یہ ہاتھ مستعمل ہوگیا۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

۲ : دوسری ضرب جو مارے گا اس میں بوقتِ خلال انگلیوں کے جو حصے دوسری انگلیوں کے اندر کے حصہ کا مسح کرتے ہیں۔ یعنی مسح کرنے والی انگلیوں کی کردٹیں وہ خود ہی پتھر پر مس نہ ہونے کی وجہ سے غیر ماسح ہیں۔ پھر بوقت خلال یہ انگلیوں کے پتھر سے نہ لگے ہوئے حصے ایک دوسرے کا مسح کیسے کر سکتے ہیں۔ پھر تیمم کیسے درست ہوگا ؟ جب کہ مسئلہ ہے کہ بال برابر جگہ اگر رہ جائے تو تیمم نہ ہوگا۔ ؟

۳ : ہاتھوں کا مسح کرتے وقت ناخنوں کے بالکل قریب والے پورے ناخنوں کے کونوں والے حصے ہتھیلی کے بالکل بیچ والے حصے وغیرہ پر نہ تو بوقت مسح ہاتھ اور نہ یہ پتھر سے مس ہوتے ہیں ان کا مسح کیسے کریں ؟

۴ : "مفتاح الجنۃ" میں لکھا ہے کہ اگر انگلیوں کے درمیان غبار نہ پہنچا تو تیسری بار ہاتھ مار کر پھر انگلیوں کا خلال کرے۔ کیا یہ تیسری ضرب صحیح ہے ؟

۵ : جس طرح وضوء میں اگر داڑھی کی جلد نظر آتی یا بالوں میں سے جلد جھلکتی ہو تو نیچے پانی پہنچانا فرض ہے کیا اسی طرح تیمم میں بھی انگلیاں ڈال کر نیچی جلد کو رگڑنا فرض ہوگا ؟

حافظ محمد ابراہیم : مدرس عربی رائیونڈ

الجواب

۱ : قال فی الفتح هذا یفید تصور استعماله وهو مقصور علی صورة واحدة وهو ان یمسح الذراعین بالضربة التی مسح بها

وجهه لاغیر ۔ (طحطاوی ، ص ۶۵) ۔

فتح القدیر کے حوالۂ بالا سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں ہاتھ مستعمل نہیں ہوں گے بدون ضرب جدید کے رہی ہوئی جگہ کا مسح کرلے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ بدون ہاتھ اٹھائے اچھی طرح سے مسح کرلے کہ کوئی جگہ بدون اس کے نہ رہ جائے ۔

۲ : وفی الدرالمختار مع الشامی بمطهر من جنس الارض وان لم یکن علیه نقع ای غبار فلولم یدخل اصابعه لم یحتج الی ضربة ثالثة للتخلل ای بل یخلل من غیر ضربة ۔ (ج ۱ ، ص ۱۶۷) ۔

عبارتِ ہذا سے ظاہر ہے کہ تخلیلِ اصابع کے جواز کے لئے ان میں غبار کا داخل ہونا یا مٹی سے مس کئے ہوئے ہونا ضروری نہیں ۔ پس ایسی صورت میں اگر پورے ہاتھ کا مسح اچھی طرح سے کرلیا گیا ہے اور انگلیوں کا خلال بھی کرلیا گیا ہو تو تیمم درست ہو جائے گا ۔ گو ان میں غبار داخل نہ ہوا ہو ۔ ایک بال برابر جگہ کا بغیر مسح کئے رہ جانا مضر ہے ۔ غبار پہنچے بغیر رہ جانا قادح نہیں ۔ پس شبہ نہ کیا جائے ۔

۳ : ان جگہوں پر ذرا خیال سے ہاتھ پھیر لے زیادہ تکلف میں نہ پڑے ۔

۴ : مفتاح الجنۃ میں ضربۂ ثالثہ کا حکم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کی بنا پر ہے ۔ کمافی الدرالمختار ، ج ۱ ، ص ۱۶۷ ۔ ظاہر مذہب وہی ہے جو جواب نمبر ۲ میں مذکور ہے ۔

۵ : وفی الحلیة یمسح من وجهه ظاهر البشرة وظاهر الشعر علی الصحیح (عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۱۴) ۔

عبارت ہذا کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کے بالوں پر مسح کرلے اتنا کافی ہے ۔ لحیۂ خفیفہ کا الگ حکم نظر سے نہیں گزرا ۔ البتہ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے شرح مراقی میں اس صورت کا الگ تذکرہ فرمایا ہے لیکن حکم نہیں بتایا ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس
ملتان ۲۲ / ۱۲ / ۱۳۸۲ھ

ایک ہی جگہ سے بار بار تیمم کرنا درست ہے

والد صاحب بہت زیادہ عمر رسیدہ ہیں وضوء کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایک بڑا سا ڈھیلا ان کے پاس رکھا ہوا ہے جس پر وہ بار بار بوقت نماز تیمم کرتے رہتے ہیں۔ کیا بار بار اس ایک ڈھیلے پر تیمم کرنا جائز ہے یا اسے بدلنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

العبد سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب ایک ہی ڈھیلے پر بار بار تیمم کرنا درست ہے۔ واذا تیمم مرارا من موضع واحد جاز کذا فی التاتارخانیۃ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ...)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان: ۲۶/۷/۱۳۹۸ھ

پکی اینٹ پر تیمم کا حکم

کیا پکی اینٹ جو بھٹہ میں پکی ہوئی ہو اس پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ محمد رفیق بٹ سکیدار لاہور

الجواب جائز ہے۔ واما التیمم بالآجر فعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز مطلقا دق اولا لانہ من اجزاء الارض وان شوی وتصلب بمنزلۃ النورۃ۔ (کبیری، ص ۷۵)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۵/۵/۱۴۰۸ھ

انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو تیمم میں اس کو ہلانے کا حکم

تیمم میں تمام جگہوں پہ ہاتھ کا پھیرنا ضروری ہے تو اگر انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو اس کے اوپر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے یا اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے؟

الجواب انگوٹھی کو ہلا کر اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔ والظاہر ان ما تحت الخاتم الواسع ان اصابہ الغبار لا یلزم تحریکہ والا لزم کالتخلیل المذکور۔ اھ (شامیۃ ج ۱، ص ۱۷۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۷/۱۴۰۸ھ

تیمم میں نیت کس طرح کی جائے

جب تبلیغی جماعت کیساتھ جاتے ہیں تو مسائل کے مذاکرہ میں بتاتے ہیں کہ تیمم میں نیت کرنا فرض ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ نیت کرے کہ میں تیمم کر رہا ہوں یا کچھ اور؟

الجواب (تیمم میں نیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں یہ تیمم نماز پڑھنے کے لئے کر رہا ہوں۔ یا طہارت حاصل کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ یا حدث کو زائل کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ صرف تیمم برائے تیمم نیت کافی نہیں۔

وفی البحر وشرطہا ان ینوی عبادۃ مقصودۃ الخ او الطہارۃ او استباحۃ الصلوۃ او رفع الحدث او الجنابۃ فلا تکفی نیۃ التیمم علی المذہب۔ اھ (شامی، ج ۱، ص ۱۸۱) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۷/۱۴۰۹ھ

راکھ پر تیمم کرنے کا حکم

گوبر کی راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ جب کہ سنا ہے راکھ پاک ہوتی ہے۔ محمد طیب طاہر، نقشبند کالونی ملتان

الجواب راکھ پاک ہے۔ السرقین اذا احرق حتی صار رمادا فعند محمد یحکم بطہارتہ وعلیہا الفتوی اھ (عالمگیری ج ۱ : ص ۲۳)۔ مگر اس پر تیمم اس لئے جائز نہیں کیونکہ یہ جنس ارض سے نہیں۔

کل ما یحترق فیصیر رمادا کالحطب والحشیش ونحوہما او ما ینطبع ویلین کالحدید والصفر والنحاس والزجاج وعین الذہب والفضۃ ونحوہا فلیس من جنس الارض ...... الی قولہ ولا یجوز بالرماد والعنبر اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

پانی ایک میل دور ہو تو تیمم جائز ہے

پانی ایک میل دور ہو تو تیمم جائز ہے اس سے میل شرعی مراد ہے یا میل انگریزی۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان دونوں کی مسافت میں کیا فرق ہے ؟ سائل، محمد طیب، طیب جنرل سٹور کالا منڈی ملتان شہر

الجواب اس میل سے مراد میل شرعی ہے جو چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے۔ انگریزی میل ایک ہزار سات سو ساٹھ گز کا ہوتا ہے اور گز چھتیس انچ کا ہوتا ہے۔ مروجہ میل شرعی انگریزی میل سے دو سو چالیس گز انگریزی بڑا ہوتا ہے اس لحاظ سے میل شرعی دو ہزار انگریزی گز ہوا۔ پانی اتنی مسافت پر دور ہو تو تیمم کر سکتے ہیں (من عجز عن استعمال الماء الخ لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا اربعۃ آلاف ذراع وھو اربع وعشرون اصبعا وھی ست شعیرات ظہر لبطن وھی ست شعیرات بغل اھ (درمختار علی الشامیۃ، ج ۱، ص ۱۷۱ - مطبوعہ کوئٹہ)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

المسح علی الخفین والجوربین والجبائر

موزوں پر پہنی ہوئی جرابوں پر مسح کا حکم

ایک شخص چمڑے کے موزوں پر جرابیں پہن لے اور وضوء کے وقت جراب (جو کہ موزہ پر پہنی ہوئی ہے) نہ اتارے صرف جراب پر مسح کرلے تو وضوء ہو جائے گا یا نہیں ؟

مسافر جنرل سٹور کچہری بازار سرگودھا

الجواب اگر جرابیں نہایت باریک ہیں کہ ان پر مسح کرنے سے پانی کی تری موزوں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر جرابوں پر مسح کافی ہوگا ورنہ جرابوں کا اتارنا ضروری ہوگا۔ یعنی دوسری صورت میں اگر جرابوں کو اتارے بغیر مسح کرے گا تو وضوء نہیں ہوگا۔

کما فی العالمگیری ج ۱ ص ۱۷ - واذا لبس الجرموقین فان لبسہما وحدہما الی قولہ وان لبسہما فوق الخفین فان کانا من کرباس او ما یشبہہ لا یجوز المسح علیہما الا ان یکونا رقیقین یصل البلل الی ما تحتہما۔ فقط

الجواب صحیح	واللہ اعلم
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفرلہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	مورخہ ۹ / ۸ / ۱۳۹۴ھ

پلستر پر مسح کرنے کا حکم

ایک شخص کے پاؤں پر زخم تھا اس نے زخم پر پلستر لگایا۔ اس کے بعد اس نے نماز ادا کرنے کے لئے وضوء کیا اور پاؤں کو اچھی طرح دھو لیا مگر پلستر نہیں اتارا کیا اس کا وضو ہو گیا ؟ ایسے ہی پنڈلی کے زخم پر پلستر لگا ہوا تھا پھر اسے غسل فرض کی حاجت ہوئی تو اس نے غسل کیا مگر پلستر نہیں اتارا، کیا اس کا غسل صحیح

ہو گیا ؟

الجواب اگر پلستر اتار کر ارد گرد کی جگہ کو دھویا جاسکتا ہو اور زخم پر مسح یعنی گیلا ہاتھ پھرا جاسکتا ہو تو پھر پلستر پر مسح جائز نہیں بلکہ پلستر اتارنا چاہئے اور زخم کی جگہ پر مسح کیا جائے اور ارد گرد کی جگہ کو دھویا جائے ۔

اور اگر پلستر اتار کر زخم پر مسح نہ کیا جاسکتا ہو لیکن اردگرد کی جگہ کو دھویا جاسکتا ہو تو پلستر اتار کر اردگرد کی جگہ کو دھولیا جائے اور زخم والی جگہ پر پلستر کے اوپر مسح کرلیا جائے ۔ اور اگر دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں یعنی پلستر کا اتارنا تکلیف دیتا ہو تو پورے پلستر پر مسح کرلیا جائے وضوء اور غسل صحیح ہوجائے گا ۔ شامی، ج ۱ : ص ۲۵۸ ۔ میں ہے ۔

ویمسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابة (درمختار) ای علی کل فرد من افرادها سواء کانت عصابة تحتها جراحة وهی بقدرها او زائدة علیها کعصابة المفتصد اولم یکن تحتها جراحة اصلا بل کسر اوکی وهذا معنی قول الکنز کان تحتها جراحة اولا لکن اذا کانت زائدة علی قدر الجراحة فان ضره الحل والغسل مسح الکل تبعا والا فلا بل یغسل ماحول الجراحة ویمسح علیها لاعلی الخرقة مالم یضره مسحها فیمسح علی الخرقة التی علیها ویغسل حوالیها وما تحت الخرقة الزائدة لان الثابت بالضرورة یتقدر بقدرها کما اوضحهٗ فی البحر اھ

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳۹۷/۶/۲۴ھ

مجلد جرابوں پر مسح جائز ہے

منعلین کہ جن پر مسح جائز ہے ان کی تعریف کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان فرمایا جاوے کہ اس میں جرابیں کس قسم کی اور کہاں تک اور کیسی ہونی چاہئیں نیز منعلین میں پاؤں کی انگلیاں اور اس سے تھوڑا آگے تک چمڑے

کا ہونا ضروری ہے جیسے [boot sketch] یا پاؤں کی ساری پشت پر چمڑا کا ہونا ضروری ہے ۔ نیز مجلدین کی تعریف تسلی بخش اور اس میں بھی چمڑا کی حد بیان فرمانے کو فراموش نہ کیا جاوے اور اگر صرف جرابیں پہنی ہوئی ہوں تو کیا ان پر بھی مسح جائز ہے یا نہیں ۔ شق اوّل کی بناء پر ان کی تعریف اور ثخینین کی تعریف کما حقہ بیان فرمادیں ؟

الجواب (مجلدین ، منعلین ، ثخینین پر مسح جائز ہے ۔

مجلدین ۔ وہ جرابیں ہوتی ہیں جن میں پاؤں کے نیچے اور اوپر سب چمڑا ہوتا ہے ۔ اور منعلین وہ ہوتی ہیں جن میں صرف نیچے کی جانب چمڑا ہو ۔ اور ثخینین بھی ہوں اور ثخینین وہ جرابیں ہوتی ہیں جن پر چمڑہ تو بالکل نہ ہو لیکن وہ اتنی موٹی ہوں کہ ان کے اندر سے پاؤں نظر نہ آئے ۔ اور پنڈلی پر بغیر باندھے کھڑی رہیں ۔

کما فی العالمگیریة ج ۱ ص ۱۲ ۔ ویمسح علی الجورب المجلد وهو الذی وضع الجلد علی اعلاه واسفله هکذا فی الکافی والمنعل وهو الذی وضع الجلد علی اسفله کالنعل للقدم هکذا فی السراج الوهاج ۔ والثخینین الذی لیس مجلداً ولا منعلا بشرط ان یستمسک علی الساق بلا ربط ولا یری ماتحته وعلیه الفتوی کذا فی النهر الفائق ۔ فقط

الجواب صحیح	واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۳۷۴/۵/۲۷ھ	بندہ اصغر علی عفرلہٗ معین مفتی

جوربین منعلین پر مسح کا حکم

جراب منعل پر تو بالاتفاق مسح جائز ہے ۔ اگر موٹے جراب کے نیچے پاؤں کے تلوے پر چمڑا لگا ہو تو اس کا کیا حکم ہے آیا اس پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب جراب منعل اس جراب کو کہتے ہیں جس کے صرف نیچے چمڑا لگا ہوا ہو ۔ کبیری میں ہے او منعلین ای جعل الجلد علی مایلی الارض منهما خاصة کالنعل للرجل (ص ۱۱۰) ۔ اگر جرابیں ثخینین منعلین ہوں ۔ یعنی تین میل بغیر

جوتے کے چلنے سے پھٹنے والی نہ ہوں اور بغیر باندھنے کے کھڑی رہتی ہوں ، دوسری طرف نظر نہ جاتی ہو تو مسح جائز ہے ورنہ رقیق منعل ہونے کی صورت میں مسح جائز نہیں ۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

بار بار پٹی اتارنا زخم کو مضر ہو تو نہ اتاری جائے

اگر زخم پر مسح یا دھونا مضر نہ ہو تو پٹی کو اکھاڑ کر مسح یا زخم کو دھونا واجب ہوگا ، سوال یہ ہے کہ نہ مسح اور نہ دھونا مضر ہے لیکن بار بار اکھاڑنے سے زخم دیر سے اچھا ہوگا ۔ اس صورت میں شرعاً پٹی نہ اکھیڑنے اور دوا نہ ہٹانے کی اجازت ہے یا نہیں ؟

نیز پٹی اکھیڑنے سے تکلیف بھی نہیں ہوتی اگر معمولی تکلیف یا قابل برداشت تکلیف ہو یا پٹی اکھاڑنے سے یا دوا ہٹانے سے زخم کے جھڑنے یا بہنے کا صرف ڈر ہو یا واقعی بہنے لگتا ہو یا تازہ ہو جاتا ہو یا تکلیف ہوتی ہو ، تو ان صورتوں میں پٹی اکھاڑنے کا کیا حکم ہے جب کہ دھونا یا مسح کرنا زخم کو قطعاً مضر نہ ہو ، لیکن درد معمولی سا قابل برداشت ضرور ہوتا ہو فوری زخم کے جھڑنے کا ڈر ہو یا نہ ہو ؟

عبدالرحمٰن مدرسہ رائے ونڈ

الجواب جواز تیمم کے لئے فقہاء نے تاخرِ شفاء کو بھی عذرِ معتبر اور ضرر واقعی قرار دیا ہے (کمافی الہندیہ ، ج ۱ ص ۱۵) ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسح جبیرہ کے جواز کے لئے بھی یہ عذرِ معتبر قرار پائے گا پس اس ضرر کی بناء پر بھی بدون پٹی اکھاڑے اگر مسح کر لیا گیا تو جائز ہو جائے گا ۔

۲ ، ان سب صورتوں کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جن صورتوں میں پٹی اکھاڑنے سے زخم کے بڑھ جانے یا دیر سے اچھا ہونے کا غالب گمان ہو ان صورتوں میں مسح جائز ہوگا ، شدید تکلیف بھی اس میں داخل ہے محض معمولی تکلیف کی صورت میں مسح جائز نہ ہوگا ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ



موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ

چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ کیا ہے اور مقیم کتنی مدت تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر اس کے اندر کیا طریقہ اختیار کریگا اور اس کے لئے کتنی مدت ہے ؟

الجواب موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف رکھے انگلیاں پورے موزہ پر رکھ دے اور ہتھیلی موزے سے الگ کر کے رکھے پھر ان کو کھینچ کر پنڈلی کی طرف لے جاوے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دی ، اور ہتھیلی سمیت انگلیوں کو کھینچ کر لے جائے تو بھی درست ہے ۔ مقیم کے لئے اس کی مدت ایک دن ، ایک رات ہے ۔ اور مسافر کے لئے تین دن ، تین رات ہے ۔ ہندیہ میں ہے ۔

وكيفية المسح ان يضع اصابع يده اليمنى على مقدم خفه الايمن ويضع اصابع يده اليسرى على مقدم خفه الايسر و يمدها الى الساق فوق الكعبين و يفرج بين اصابعه هكذا فى فتاوى قاضيخان وهو ان يكون فى المدة وهى للمقيم يوم وليلة وللمسافر ثلاثة ايام ولياليها هكذا فى المحيط (ج ۱ ص ۱۷) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

زخم کے ارد گرد جمی ہوئی دواء کو ہٹانے کا حکم

زخم کے ارد گرد بالکل قریب گندہ بروزہ پگھل کر تندرست جسم پر چمٹ جاتا ہے ۔ اب اگر بوقت ہر وضوء اس کو ہٹاتا ہے تو بلا مبالغہ وہ ہٹتا نہیں ۔ یعنی چاقو وغیرہ سے ہٹانے کے بغیر دور نہیں ہوتا ۔ اس طرح جلد پر کچھ خراش آجاتی ہے ورنہ دور نہیں ہوتا ۔ یا پھر بوجہ قرب زخم کے زخم پر اثر پڑتا ہے ، یا پانی کے اندر جانے کا ڈر ہوتا ہے ۔ اس طرح تندرست جسم سے نکلا پیپ کا چھیلنا واجب ہے یا نہ ؟

۲ ؛ زخم کے اوپر درہم سے زیادہ پٹی تھی۔ زخم کا خون یا پیپ پٹی کے اوپر والے حصے میں ظاہر ہوا، اب اس پٹی کو دور کرنا واجب ہوگا یا نہ ؟

حافظ نور الدین میواتی رائیونڈ

الجواب ۱: زخم کے قریب حصے پر جو دوائی مانع نفوذ مار حم گئی ہے اگر اس کے دور کرنے میں زخم کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو اسے دور کرنا ضروری ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ لیکن تکلف سے بچا جائے

۲ ؛ اگر زخم کے دیر سے اچھا ہونے کا اندیشہ اور غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں پٹی اتارنا واجب نہ ہوگا۔ اور اگر زخم بالکل درست ہوگیا ہے تو پٹی اتار دینی چاہیئے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۲۸ / ۶ / ۱۳۸۲ھ

عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں

ہماری والدہ ماجدہ کافی معمر ہیں سردیوں میں انہیں وضو کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ موزے پہن لیا کریں۔ تو کیا عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں؟

سائل۔ دلدار علی شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب عورتیں بھی مردوں کی طرح موزوں پر مسح کر سکتی ہیں۔

المرأة فی المسح علی الخفین بمنزلة الرجل لاستوائهما فی المعنی المجوّز للمسح کذا فی المحیط اھ (عالمگیری: ج ۱، ص ۱۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

معروف جرابوں پر مسح کا حکم

بازار میں جو عام جرابیں ملتی ہیں جن کو بعض لوگ موزوں سے بھی موسوم کرتے ہیں کیا ان پر مسح کرنا جائز ہے اور جب کہ اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے دور کے موزے مفقود ہیں۔ تو کیا اب حکم کا اطلاق ان پر نہ ہوگا ؟

المستفتی : محمد افضل شیخ

الجواب حضور پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک کے چمڑے کے موزوں کا مفقود ہونا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ مدعی کے ذمہ اس کا اثبات ہے۔ بلکہ یہ دعوےٰ غلط ہے۔ کیوں کہ بے شمار احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں پر مسح کرنا موجود ہے احادیث کی کوئی کتاب " باب المسح علی الخفین " سے غالباً خالی نہ ہوگا۔ بلکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اہل سنت والجماعت سے ہونے کے لئے مسح علی الخفین کے قائل ہونے کی شرط لگائی ہے۔

روی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سئل عن السنة والجماعة فقال ان تحب الشیخین ولا تطعن فی الختنین وتمسح علی الخفین۔ (قاضی خان ج ۱، ص ۲۲)

حضرت امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من انکر المسح علی الخفین یخشی علیہ الکفر۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ادرکت سبعین بدریا من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم کلهم یرون المسح علی الخفین۔ (فتح الملہم: ج ۱۔ ص ۲۳)

قال ابن عبد البر مسح علی الخفین سائر اهل بدر والحدیبیة وغیرهم من المهاجرین والانصار وسائر الصحابة والتابعین۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم

اور ان کے بعد تابعین رحمہم اللہ وغیرہ حضرات کا معمول مسح علی الخفین کا تھا۔ "خف" اصل میں چمڑے کے موزے کو کہا جاتا ہے۔ اور جو فقہاء جرابوں پر مسح جائز قرار دیتے ہیں وہ بھی اس قسم کی جراب پر جوازِ مسح کے قائل ہیں جو موزوں کے حکم میں ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جسے پہن کر دو تین میل جوتے کے بغیر چلا جا سکے اور وہ پھٹیں نہ۔ بغیر ربڑ وغیرہ کے باندھے وہ پنڈلی پر کھڑے رہیں اور اگر پانی اوپر گر پڑے تو اندر داخل نہ ہو، دیکھنے سے دوسری طرف نظر نہ آئے وغیر ذلک۔

بازاری جراب موزے کے حکم میں نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ موزوں پر بھی مسح جائز نہ ہوتا کیونکہ قرآن کریم میں غسل رجلین کا حکم ہے اور موزوں پر مسح کر لینے سے غسل رجلین حقیقتاً پایا نہیں جاتا۔ لیکن چونکہ احادیثِ متواترہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ہم جوازِ مسح علی الخفین کے قائل ہوئے ہیں۔ مسح علی الجوربین کے بارے میں اس درجہ کی روایات موجود نہیں۔ اس وجہ سے حضرت امام مسلم رح فرماتے ہیں۔

لا یترك ظاهر القرآن بمثل ابی قیس وهذیل۔ (فتح الملهم)۔

اگر کوئی کہے کہ بعض احادیث میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جوربین پر مسح موجود ہے۔ تو اس کے متعلق ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ اہل علم نے ایک ضابطہ لکھا ہے۔

" اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال "

اس ضابطے کے پیشِ نظر یہ سمجھنا چاہئے کہ ہو سکتا ہے کہ موزوں کا نام راوی نے "جرابیں" رکھ دیا ہو۔ یا آپ کی جرابیں مجلد یا منعل یا موٹی ہوں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان پاکستان ۱۳/۳/۳/۱۴۰۳ھ

مسافر مدتِ اقامت پوری ہونے کے بعد مقیم ہو جائے تو مسح کا حکم

زید نے مقیم ہونے کی حالت میں ظہر کے وقت موزے پہنے اور مسح کیا رات کو اچانک سفر شرعی پیش آگیا اور اگلے روز عشاء کے وقت واپس گھر لوٹا۔ تو اب وہ موزے اتار کر پاؤں دھوئے یا انہیں پر مسح کر لے؟ بینوا توجروا۔

سائل محمد افضل: طیب جنرل سٹور کالا منڈی ملتان شہر

الجواب موزے پہننے کے بعد وقتِ حدث سے لے کر گھر پہنچنے تک مدتِ اقامت (چوبیس ۲۴ گھنٹے) پورے ہونے سے سفر کی رخصت بھی ختم ہو گئی۔

والمسافر ان اقام بعد ما استکمل مدة الاقامة ینزع خفیه و یغسل رجلیه۔ اه (عالمگیری قدیم ج ۱: ص ۱۷)۔

البتہ اگر وضوء باقی ہو تو یہ بھی اجازت ہے کہ موزے اتار کر صرف پاؤں دھولے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ پورا وضوء دوبارہ کر لے۔

وبعدهما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیه لا غیر اه (درمختار)

(قوله غسل المتوضی رجلیه لا غیر) ینبغی ان یستحب غسل الباقی ایضا مراعاة للولاء المستحب وخروجا عن خلاف مالك رح کما قاله سیدی عبد الغنی ثم رأیته فی الدر المنتقی مصرحا بان الاولی اعادته۔ اه (شامی ج ۱: ص ۲۵۵)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۱/۴/۱۷ھ

مایتعلق بالحیض والنفاس والاستحاضہ

ایامِ حیض میں ہر رنگ کا خون حیض شمار ہوگا

۱۔ ایک عورت کی اکثر عادت چھ دن حیض آنے کی ہے۔ لیکن کسی ماہ میں صرف ڈھائی دن صحیح آیا اور پھر فرج خارج میں کچھ نہیں آیا جب کہ داخل میں معمولی سا پیلے رنگ کا یا اس سے بھی ہلکا۔ اتنا معمولی جو نہ ہونے کے برابر تھا۔ غالباً چوتھے یا پانچویں دن تک پھر کچھ نہیں آیا۔ ایسی عورت حائضہ کہلائے گی یا نہیں۔

۲۔ ایک عورت کو تین دن تک صحیح حیض آیا پھر چوتھے دن بہت معمولی یا پانچویں دن یہ کیفیت تھی کہ خارج میں کچھ نہیں تھا داخل میں معمولی پیلے رنگ کا۔ اور کبھی صرف اتنا پانی محسوس ہوتا ہے داخل میں پیلے رنگ کا جیسے نقطہ۔ تو یہ پانچویں دن جس میں فرجِ داخل میں خون پیلے رنگ کا تھا۔ تو کیا یہ حیض شمار ہوگا یا نہیں ؟ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ "بہشتی زیور" میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ حیض جب فرج داخل سے فرجِ خارج میں آجائے اس وقت سے حیض شمار ہوگا۔ یہ حکم اس وقت کا ہے ؟

الجواب معتدہ ایامِ عادت میں جو کہ اس کی پہلے عادت تھی اس میں کچھ پیلا رنگ دیکھ لے تو یہ حیض میں شمار ہوگا۔ اور ایامِ عادت سمیت دس دن تک حیض شمار کیا جا سکتا ہے۔

وماتراه المرأة من الحمرة والصفرة والكدرة حيض حتى ترى البياض خالصًا۔ (هداية : ج ۱ ص ۴۶)۔

فرجِ داخل میں جو کچھ ہو اس پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ جب تک وہ خارج نہ ہو جائے۔ یا کپڑے پر اس کا دھبہ نہ لگ جائے۔ دھبہ لگ جانے کی صورت میں یہ حیض ہوگا۔ پس سوال ۱ میں اگر کپڑے کو دھبہ لگا ہے تو چوتھا اور پانچواں دن حیض میں شمار ہوگا۔ اس کی روشنی میں سوال ۲ کا جواب بھی سمجھ لیا جائے بہشتی زیور کا مسئلہ صحیح ہے۔ دھبہ لگ جانے سے فرجِ داخل سے خارج میں آنا ثابت ہو جائے گا۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

سببِ ابتداءِ حیض عورتوں کو حیض کس وجہ سے شروع ہوا اور کب شروع ہوا ؟

عبد الحفیظ دیال سنگھ لائبریری نسبت روڈ لاہور۔

الجواب وسببه ابتداء ابتلاء الله لحوّاء لاكل الشجرة (درمختار) اى وبقى فى بناتها الى يوم القيامة وما قيل انه اوّل ما ارسل الحيض على بنى اسرائيل فقد رده البخارى بقوله وحديث النبى صلى الله عليه وسلم اكبر وهو ما رواه عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الحيض هذا شئ كتبه الله على بنات آدم قال النوويؒ اى انه عام فى جميع بنات آدم۔ (شامی ج ۱ ص ۲۰۰ مطبوعہ کوئٹہ)۔

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ حیض تمام عورتوں کو آتا ہے اور اس کی ابتداء اس وقت ہوئی جبکہ حضرت حوّا نے دانۂ گندم کھایا تھا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ ۱۲/۷/۱۳۸۲ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

ایامِ حیض کے بعد آنے والے خون کا حکم

۱:۔ ایک عورت اپنی عادت کے موافق حیض سے پاک ہوئی۔ دو دن پاک رہنے کے بعد پھر خون جاری ہوگیا۔ جو چار دن تک جاری رہا۔ اب یہ چار دن حیض کے ہوئے یا بیماری کے؟ اور نماز روزہ ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

۲:۔ ایک حیض کے کتنے دن گزرنے کے بعد دوسرا حیض آئے تو حیض سمجھا جائے گا؟

الجواب اگر عادت کے مطابق حیض آچکا پھر دو دن گزرنے کے بعد چار دن خون آیا تو دیکھا جائے گا کہ سابقہ عادت اور یہ چھ دن (دو خالی دن اور چار دن خون) کل مدت دس دن سے متجاوز نہیں ہوتی تو یہ چار دن بھی حیض کے ہوں گے اور وہ دو دن خالی بھی حیض شمار ہوں گے۔ اور اگر دو دن خالی گزار کر چار دن جو حیض آیا یہ کل مدت دس دن سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ تو جو عادت کے دن تھے وہ حیض ہے اور یہ چار دن استحاضہ یعنی بیماری کے ہوں گے۔

ولو زاد الدم علی عشرۃ ایام ولھا عادۃ معروفۃ دونھا ردت الی ایام عادتھا والذی زاد استحاضۃ اھ (ھدایہ ج ۱ ص ۵۰ ۔امدادیہ ملتان)

اما اذا لم یتجاوز الاکثر فیھما فھو انتقال للعادۃ فیھما فیکون حیضا و نفاسا اھ (شامی ج ۱ ص ۳۰۲ مطبوعہ کوئٹہ)۔

۲: اقل مدتِ طہر پندرہ روز ہے اگر حیض آئے اور پندرہ دن گزر جائیں پھر خون آئے تو وہ حیض ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

حائضہ ادعیہ وغیرہ پڑھ سکتی ہے

ایک عورت کا معمول حزب البحر ہر دن پڑھنے کا ہے۔ کیا عورت مذکورہ دعاؤں کو ایام حیض میں بھی پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی عبد الرشید، شادمان لاہور۔

الجواب ولا بأس لحائض وجنب بقرأۃ ادعیۃ ومسھا وحملھا اھ وذکر اللہ تعالیٰ وتسبیح وزیارۃ قبور (در مختار علی الشامی ج ۱ ص ۲۰۵)۔

حائضہ حزب البحر وغیرہ کا ورد پڑھ سکتی ہے۔ نماز کے وقت وضوء کرنے کے بعد قبلہ رُخ ہو کر بیٹھ جایا کرے اور یہ ورد پڑھ لیا کرے۔ فقہاء نے حائضہ کے لئے اوقاتِ نماز میں اس طرح کچھ ذکر و تسبیح کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۴/۵/۱۳۸۳ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

حیض میں مستعمل کپڑے کا حکم

حیض کے استعمال شدہ کپڑے کو جلا دینا کیسا ہے؟ اس میں انسانی خون لگا ہوا ہے اور اگر نہ جلایا جائے بلکہ کوڑے میں پھینک دیا جائے تو غیر مردوں کی اس پر نگاہ پڑتی ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب اگر دھونے کے بعد دوبارہ استعمال نہ ہوسکیں تو جلا دیا جائے۔

کل عضو لا یجوز النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ کشعر عانتہ وشعر رأسھا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقھا وقلامۃ ظفر رجلھا دون یدھا وان النظر الی ملاءۃ الاجنبیۃ بشھوۃ حرام۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۲۷۹)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۹/۵/۱۴۰۳ھ

حائضہ قرآن حکیم کَلِمَۃً کَلِمَۃً پڑھ سکتی ہے

ایک بالغہ لڑکی ہے اور طالبِ علم ہے قرآن پاک حفظ کرتی ہے اگر وہ ایامِ حیض میں تعلیم کی چھٹی کرے تو تعلیم میں کافی نقص واقع ہوتا ہے۔ کیا وہ ان دنوں میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی ہے یا نہیں۔ شریعت کی رو سے گنجائش ہے یا نہیں ؟

۲ : ہمارے ہاں مشہور ہے کہ عورتیں اپنے ہاتھوں پر دستانے چڑھا کر پڑھ سکتی ہیں آیا یہ بات درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب مذکورہ طالبہ ان ایام میں ایک ایک کلمہ کرکے پڑھ سکتی ہے۔ جوز للحائض المعلمة تعليمه كلمة كلمة الخ (شامی ج ۱، ص ۱۵۹)۔

۲ : دستانے پہنے ہوئے ہوں تو ان کے ساتھ بھی چھونا جائز نہیں۔ ولا يجوز لهم مس المصحف بالثياب التي هم لابسوها۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۳۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۹/۲/۱۴۰۸ھ

نا تمام بچے کی ولادت کے بعد آنے والے خون کا حکم

بعض عورتوں کا حمل قبل از وقت ساقط ہو جاتا ہے تو اسقاط کے بعد جو خون آئے وہ نفاس شمار ہوگا یا نہیں ؟

الجواب اگر تو بچے کے اعضاء مثلاً انگلی ناخن اور بال وغیرہ بن چکے تھے تو اس اسقاط کے بعد آنے والا خون نفاس شمار ہوگا۔ اور اگر ابھی اس میں سے کوئی چیز نہیں بنی تھی تو اب یہ خون نفاس نہیں بنے گا۔ اگر حیض کی تعریف اس پر صادق آتی ہو تو حیض بن جائے گا ورنہ استحاضہ شمار ہوگا۔

والسقط ان ظهر بعض خلقه من اصبع او ظفر او شعر ولد فتصير به نفساء هكذا في التبيين وان لم يظهر شيء من خلقه فلا نفاس

لها فان امكن جعل المرئي حيضا يجعل حيضا والا فهو استحاضة۔ اھ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۹)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۲/۱۰/۱۴۱۰ھ

جنبیہ کے پکائے ہوئے کھانے کا حکم

عورت کی حالتِ حیض کی جنابت اور بعد الوطی قبل الاغتسال کی جنابت یکساں ہے یا کوئی فرق ہے۔ عورت بعد الوطی قبل الغسل وقت تنگ میں کھانا وغیرہ پکا سکتی ہے یا نہیں ؟ اور اگر پکائے تو اس کا کھانا کیسا ہے حلال ہے یا نہیں ؟ اسی طرح عورت جیسے حالتِ حیض میں بچے کو دودھ پلاتی رہتی ہے بعد الوطی قبل الغسل اگر بچہ اٹھ پڑے اور روئے تو اس کو اٹھا کر دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب حالتِ جنابت میں کھانا پکانے اور بچے کو دودھ پلانے کی شرعاً اجازت ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلے وضوء کرلے[له]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۵/۱۴۰۶ھ

له وله ان يقبلها ويضاجعها ولا يكره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجين او ماء او غيرهما۔ اھ (طحطاوی، ص ۸۰)۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

حائضہ سے مباشرت کی صورت

حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنا سوائے شرمگاہ کے جائز ہے یا نہیں ؟ اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اپنا ذکر پکڑ کر ملتے ملتے منی خارج کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب حالتِ حیض میں بلا حائل کے گھٹنے سے لے کر ناف تک کے حصہ سے انتفاع حرام ہے۔ کپڑے کے اوپر سے سوائے وطی کے اجازت ہے[له]۔ مشت زنی حرام ہے ہندیہ میں ہے۔ الاستمناء حرام وفيه التعذير۔ (ج ۲، ص ۲۳۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۳/۱۴۰۶ھ

(له حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

لہ ویحرم بالحیض والنفاس الجماع والاستمتاع بما تحت السرۃ الی تحت الرکبۃ لقولہ تعالی ولا تقربوھن حتی یطھرن وقولہ صلی اللہ علیہ لک ما فوق الازار - اھ (مراقی)۔

(قولہ والاستمتاع بما تحت السرۃ) اما السرۃ وما فوقہا فیحل الاستمتاع بہ بوطء اوغیرہ ولو بلاحائل وکذا بما بین السرۃ والرکبۃ بحائل بغیر الوطء ولو بشھوۃ - اھ (طحطاوی ص۸۰)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مستحاضہ کے ساتھ مباشرت کا حکم

ایک عورت کو یہ مرض لاحق ہوگیا ہے کہ اس کا خون کبھی بھی بند نہیں ہوتا۔ ہر وقت جاری رہتا ہے۔ تو اب اس کا خاوند اس سے ہمبستری کر سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں عورتِ مذکورہ کے جتنے دن ایام حیض بنتے ہوں ان میں مجامعت حرام ہے باقی ایام میں کر سکتے ہیں۔

ودم الاستحاضۃ کرعاف دائم لا یمنع صلوۃ ولا صوما فرضا کان او نفلا ولا یحرم وطأ لانہ لیس اذی - اھ (مراقی الفلاح)

(قولہ ولا یحرم وطأ) ای ولو فی حال نزولہ لانہ لیس اذی واما تأویلہ بانہ یجامعہا فی حال انقطاعہ فبعید من اطلاق عباراتہم - اھ - وروی ابو داؤد وغیرہ باسناد صحیح من حدیث عکرمۃ عن حمنۃ بنت جحش انہا کانت مستحاضۃ وکان زوجہا یغشاہا وھو طلحۃ بن عبید اللہ کذا فی البنایۃ - اھ (طحطاوی ص ۸۰) - فقط واللہ اعلم -

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۳/۱۴۰۱ھ

دورانِ نفاس طُہر بھی نفاس کے حکم میں ہے

بچہ پیدا ہونے کے بعد ایک عورت کو پچیس ۲۵ دن تک نفاس جاری رہا اس کے بعد دس یوم تک پاک رہی دس دن کے بعد دو تین قطرے خون کے آئے اس کے بعد سات دن تک پھر پاک رہی یعنی مدتِ نفاس تک پاک رہی۔ اس کا نفاس کتنے دن شمار ہوگا ؟

الجواب دو تین قطروں کے بعد اگر پھر خون نہیں آیا تو بچہ کی پیدائش سے لے کر ان قطروں کی آمد تک نفاس[لہ] شمار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ رئیس الافتاء	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۱/۵/۱۳۸۱ھ

لہ الطھر المتخلل فی الاربعین بین الدمین نفاس عند ابی حنیفۃ رح وان کان خمسۃ عشر یوما فصاعدا وعلیہ الفتوی اھ (عالمگیری قدیم ج۱ ص ۱۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مبتدئہ کا حکم

مستحاضہ مبتدئہ کو استمرارِ دم سال یا دو سال یا اس سے زائد رہا ہو۔ آیا اس کے لئے حکم یہ ہے کہ ہر مہینہ میں دس دن حیض اور بیس دن طہر شمار کرے اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے مہینہ میں کرے یا اس کے لئے اکثر مدتِ حیض یعنی دس دن اور پندرہ دن طہر شمار کئے جائیں گے۔ یعنی یہی سلسلہ ہوگا ؟

الجواب (مبتدأۃ کا حکم یہ ہے کہ دس دن ہر مہینہ سے حیض شمار کئے جائیں گے اور بیس ۲۰ دن استحاضہ کے) کما فی الشامیۃ۔

والحاصل ان المبتدأۃ اذا استمر دمہا فحیضہا فی کل شہر عشرۃ وطہرہا عشرون کما فی عامۃ الکتب بل نقل نوح افندی الاتفاق علیہ خلافا لما فی الامداد من ان طہرہا خمسۃ عشر۔

(ج ۱، ص ۲۰۹) - فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ، ۱۳ / ۱۱ / ۱۴۱۰ھ

حائضہ نماز کے اوقات میں ذکر واذکار کا معمول رکھے

تبلیغی جماعت کی خواتین کی تبلیغی مجالس ومحافل میں اہلیہ شرکت کرتی ہے ایک محفل میں ایک مسئلہ سن کر آئی تو اس کی تصدیق چاہی کہ عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ حیض کے دنوں میں بوقت نماز وضو کرکے مصلے پر اتنی دیر بیٹھ کر تسبیح و درود پاک اور ذکر واذکار کرتی رہے جتنی دیر میں کہ وہ نماز پڑھتی ہے۔ تو کیا یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں ؟ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

العبد سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب یہ درست ہے اس حالت میں ذکر و تسبیح وغیرہ منع نہیں۔ اور سوال میں مذکور عمل کو معمول بنا لینے میں علاوہ ثواب کے یہ فائدہ بھی ہے کہ ان اوقات میں نماز وعبادت کی عادت پختہ رہے گی۔

و یستحب لہا ان تتوضأ لوقت کل صلاۃ وتقعد علی مصلاہا وتسبح وتہلل وتکبر بقدر ادائہا کی لا تنسی عادتہا وفی روایۃ یکتب لہا ثواب احسن صلاۃ کانت تصلی۔ اھ شامی ج ۱، ص ۲۱۳) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حائضہ سے جماع کرنے کی صورت میں صدقہ کا حکم

کفایت المفتی : ج ۵ : ص ۳۲۶ / پر ایک سوال وجواب ہے جس کے بارے میں کچھ اشکال

ہے۔ مختصر سوال وجواب یہ ہے۔

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے بحالت حیض جماع کر لیا۔ اب اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے ؟ جواب میں لکھا ہے کہ ایام مقررہ میں صحبت کرنا نا جائز ہے۔ صحبت کرلی گئی تو زید کو اور اس کی بیوی کو توبہ کر لی چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ زید ڈھائی روپیہ صدقہ کر دے۔ خط کشیدہ عبارت یعنی ڈھائی روپیہ صدقہ کر دے تو بہتر ہے۔ اس ڈھائی روپے کی تعیین کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ وضاحت فرمادیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق بنصف دینار۔ وفی روایۃ اذا کان دما احمر فدینار واذا کان دمًا اصفر بنصف دینار رواہ الترمذی (ج ۱، ص ۵۶) وفی الحاشیۃ فدینار ای علی المجامع فیہ لان اقل المقادیر المتعلقۃ بالفروج عشرۃ دراھم وھو دینار کذا قالہ ابن الملک۔

ایک دینار کی مالیت دس درہم کے برابر ہے۔ اور دس درہم تقریباً ڈھائی تولہ کے برابر ہیں۔ اور یہ ڈھائی روپے کے مساوی ہوں گے۔ جب کہ چاندی کا روپیہ ایک تولے کا ہو۔ جیسا کہ متحدہ ہندوستان کے وقت ہوتا تھا۔ یہ ڈھائی روپے اسی وقت کے ہیں۔

الغرض اصل صورت مسئولہ میں یہ ہے کہ ایک دینار (مساوی ۴½ ماشہ) سونا یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یا ان کی مالیت آج کل اگر کوئی یہ صدقہ کرنا چاہے تو ۴½ ماشے یا ۲¼ ماشے سونا صدقہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۲ / ۲ / ۱۴۰۲ھ

حیض بند ہونے پر غسل کو مؤخر کرنا

عورت کو حیض آیا اور اپنی عادت کے مطابق اتنے دن بعد بند ہو گیا۔ تو اس عورت کو کس وقت غسل کرنا چاہئے اسی وقت یا دوسرے دن ؟ وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب (اگر ایامِ عادت پورے ہونے پر خون بند ہوا ہے تو جس نماز کے وقت میں بند ہوا ہے اس کے وقتِ مستحب تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ یعنی وقتِ مستحب کے ختم ہونے سے پہلے غسل کرکے نماز ادا کرے)

(واذا انقطع لدون عادتها) ای وقد تجاوز ثلثة ایام او یقربها وان اغتسلت حتی تمضی عادتها ولکن تصلی وتصوم احتیاطًا ویجب علیها تأخیر الغسل الی قبیل اٰخر الوقت المستحب ویستحب تأخیره الیه اذا انقطع لتمام العادة قاله فی الشرح۔ اھ (طحطاوی، ص۷۹) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷؍۲؍۱۴۱۱ھ

اپریشن کے ذریعہ ولادت کی صورت میں نفاس کا حکم

بعض اوقات ولادت میں پیچیدگیوں کی وجہ سے بڑے اپریشن کے ذریعہ بچہ پیٹ سے نکالا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں نفاس کے احکام کیا ہوں گے۔؟

الجواب اگر اپریشن کے بعد خون رحم سے جاری ہو جائے تو وہ نفاس کے حکم میں ہے۔ اس پر نفاس والے احکام جاری ہوں گے۔ اور اگر صرف اپریشن کی جگہ ہی سے نکلے اور رحم سے نہ آئے تو وہ زخم کے حکم میں ہے اس صورت میں نماز وغیرہ ساقط نہیں ہوں گے۔

فلو ولدته من سرتها ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت له احکام الولد اھ (درمختار) (قوله من سرتها) عبارة البحر من قبل سرتها بان کان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها۔ اھ (شامیة، ج۱، ص۲۱۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲؍۵؍۱۴۱۰ھ

مایتعلق

بتطهير الأنجاس

راستہ کا کیچڑ وغیرہ کپڑوں پر لگ جائے تو کپڑے کا حکم

کوٹ یا چادر پر، سڑک پر بارش کا کھڑا ہوا پانی وغیرہ کار کے گزرنے سے لگ جاتا ہے اگر قمیص اور شلوار وغیرہ پاک ہوں تو ان کو پہن کر نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ نہ ہونے کی وجہ بھی تحریر کریں۔؟

الجواب راستہ کی کیچڑ اور نجس پانی اگر کپڑے کو لگ جائے اور وہ آدمی اس طرح کا ہو کہ اسے عام طور سے بازار میں آنا جانا پڑتا ہو تو وہ اگر ایسے کپڑے میں بغیر دھوئے نماز پڑھ لے گا تو نماز ہو جائے گی بلا ضرورت جائز نہیں۔ شامی میں ہے۔

والحاصل ان الذی ینبغی انه حیث کان العفو للضرورة و عدم امکان الاحتراز ان یقال بالعفو وان غلبت النجاسة مالم یر عینها لو اصابه بلا قصد وکان ممن یذهب ویجیئ والا فلا ضرورة۔ (شامیه، ج۱، ص۲۹۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	۲۱۔۱۲۔۱۳۹۳ھ

گوبر کے اپلے بنانا اور انہیں جلانا جائز ہے

گوبر سے اپلے بنانا، اور انہیں جلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (گوبر وغیرہ سے اپلے بنانا، انہیں جلانا اور بیچنا جائز ہے۔ کما فی الشامیة، ج۴، ص۱۱۰ (قوله کسرقین وبعر) والمراد

انه يجوز بيعهما ولو خالصين اھ وفي البحر عن السراج ويجوز بيع السرقين والبعر و الانتفاع به والوقود به۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۷/۲/۱۳۸۷ھ	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

مردار کی چربی سے صابن بنایا گیا تو وہ پاک ہے

یہاں کچھ لوگ ہیں جو مردار کی چربی سے صابن تیار کرتے ہیں۔ یہ درست ہے یانہیں ؟ اور اس صابن کا استعمال کرنا کیسا ہے ؟

الجواب مردار کی چربی کا بنا ہوا صابون پاک ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	بندہ محمد صدیق غفرلہٗ نائب مفتی
	خیر المدارس ملتان ۲/۱۲/۱۳۷۱ھ

پلید دہی سے نکالے ہوئے مکھن کا حکم

اگر پلید دہی سے مکھن نکالا جائے تو وہ مکھن پلید ہوگا یانہیں ؟ اگر ردالمحتار کی عبارت ذیل سے حل نکالا جائے تو یہ حکم صحیح ہوگا یانہیں ؟

(ج ۱ : ص ۳۰۲) قال في رد المحتار تحت قول الماتن لا يكون نجسا رماد قذر الخ قوله لانقلاب العين علة للكل وهذا قول محمد وذكر معه في الذخيرة والمحيط ابا حنيفة حلية قال في الفتح وكثير من المشائخ اختاروه وهو المختار لان الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة وتنتفي الحقيقة بانتفاء بعض اجزاء مفهومها فكيف بالكل فان الملح غير العظم و اللحم فاذا صار ملحًا ترتب حكم الملح ونظيره في الشرع النطفة نجسة

وتصير علقة وهي نجسة وتصير مضغة فتطهر والعصير طاهر الخ۔

دوسرا یہ کہ انقلاب عین کا کیا معنی ہے ؟

الجواب یہ انقلاب عین نہیں بلکہ بقاءِ عین کے باوجود تفصیل اجزاء ہے۔ یعنی مسکہ کی حقیقت یہ ہے کہ بعض اجزاءِ دہنیہ کو جو پہلے سے موجود ہیں ان کو الگ کر لیا گیا ہے۔ جیسا کہ گوبر کو نچوڑ کر اس کے اجزاءِ مائیہ کو الگ کر لیا جائے۔ یا ناپاک گندم کا نشاستہ نکال لیا جائے۔ حمار کے ملح بن جانے میں اور دہی سے مکھن نکالنے میں دونوں تغیروں میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ صورتِ مسئولہ میں تو درحقیقت تغیر ہی نہیں۔

تبدیلِ ماہیت سے شئ کے خواص و آثار یکسر بدل جاتے ہیں۔ جیسے حمار، ملح، قذر، رماد، اور خمر و خل میں ہے لیکن تفصیلِ اجزاء سے ایسا نہیں ہوتا بلکہ بنیادی خواص بھی قائم و بدستور رہتے ہیں جیسے نفس دہنیت دہی و مکھن دونوں چیزوں میں بدستور قائم ہے فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۳/۱۲/۱۳۸۵ھ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

فرش پاک کرنے کا طریقہ

۱۔ اگر مسجد کے برآمدہ میں زخم یا آبلے کی پیپ کا پانی بہہ کر ایک ایڑی کے برابر جگہ پر پھیل جائے تو فقط ایک بار کپڑا بھگو کر رگڑنے سے وہ جگہ پاک ہو جائے گی یانہیں ؟

۲ : اگر اس جگہ میں اشتباہ ہو جائے تو دو تین فٹ اِدھر اُدھر جگہ، ایک کپڑا بھگو کر رگڑنے سے وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے یانہیں ؟ اگر تین چار فٹ جگہ پر کپڑا رگڑنے کے بعد بھی معلوم نہ ہو کہ وہ اصل جگہ رہ گئی ہے یا صاف ہو گئی ہے تو وہ آدمی جس سے یہ جگہ پلید ہوئی ہے گنہگار تو نہ ہوگا ؟

۳ : اگر اس جگہ ایک عدد پانی کی بالٹی سیمنٹ والے فرش پر ڈال دی جائے اور جھاڑو

پھیر دیا جائے، پانی مسجد کے صحن میں پھیل جائے اور جھاڑ د سے نکال دیا جائے تو صحن نجس ہوگا یا پاک سمجھا جائے گا ؟

۴ : پانی ڈالنے والا آدمی اس بھیگی جگہ پہ پاؤں دھونے بغیر پھرے اور معلوم نہ ہو کہ اسکے پاؤں جو اب اس نے جوتے سے نکالے ہیں پاک ہیں یا نجس، تو وہ جگہ اس صورت میں پاک سمجھی جائے گی یا نجس ؟

المستفتی محمد یونس از کوئٹہ

الجواب تین دفعہ ایسا کرنے سے فرش پاک ہو جائے گا۔ ایک دفعہ سے پاک نہ ہوگا

قال فی الشامیة ولو ارید تطهیرها عاجلا یصب علیها الماء ثلاث مرات وتجفف فی کل مرة بخرقة طاهرة۔ (ج ۱۔ ص ۲۸۶)

خشک کرنے کے لئے ہر دفعہ پاک کپڑا ہونا چاہئے۔

۲ : جس جگہ کے ناپاک ہونے کا ظن ہوا ہے اسے طریقِ بالا سے پاک کیا جائے۔

۳ : اس طرح جھاڑ د کے ساتھ پانی نکال دینے سے مسجد کی جگہ پاک ہو جائے گی۔ احتیاطاً تین دفعہ ایسا کر لیا جائے۔

۴ : جب مسجد کی اس جگہ کو پاک قرار دے دیا جائے گا تو اس کے بعد اگر کوئی شخص اس جگہ پر پاؤں رکھے تو وہ جگہ ناپاک نہ ہوگی۔ پاؤں کے بارے میں جب تک یقیناً نجاست لگنے کا علم نہ ہو اسے ناپاک نہیں قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳۸۸/۸/۷ھ

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ

وضوء کا پانی لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا

ایسا کپڑا جو وضوء کے بعد منہ ہاتھ پونچھنے میں متعدد بار استعمال ہو چکا ہو نماز میں سر پہ باندھنا یا نماز کی جگہ بچھانا درست ہے یا نہیں ؟ حافظ محمد عرفان ہاشمی، گڑھا ٹھل سنگھ : دہاڑی۔

الجواب اس کپڑے سے نماز پڑھنا درست ہے۔ پاک ہونے میں شبہ نہ کیا جائے۔

مایصیب مندیل المتوضی وثیابه عفو اتفاقا وان کثر اھ۔ (درمختار علی الشامیة، ج ۱، ص ۱۸۵)۔

(ماءِ مستعمل علی الراجح پاک ہے۔ لہذا یہ کپڑا بھی پاک رہے گا۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۲۲ / ۱۱ / ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

چھپکلی گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا

عام چھپکلی پانی میں گر گئی اور پھر نکال دی گئی۔ وہ پانی پاک ہے یا ناپاک۔ اس پانی سے وضوء اور غسل کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب یہ پانی پاک ہے۔ اس سے وضوء اور غسل جائز ہے۔

وموت مالیس له نفس سائلة فی الماء لا ینجسه اھ (هدایه : ج ۱، ص ۲۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳۹۹/۱۱/۸ھ

شراب کے لئے استعمال کی گئی بوتل پاک کرنے کے بعد استعمال کر سکتے ہیں

مجھے دوا رکھنے کے لئے ایک سیاہ رنگ کی بوتل چاہئے۔ لیکن بازار سے جو سیاہ رنگ کی بوتل دستیاب ہوتی ہے وہ وسکی شراب کی بوتل ہے۔ آیا اسے صاف کر کے اس میں دوا رکھ سکتا ہوں اور بعد میں استعمال کر سکتا ہوں۔؟

الجواب خوب صاف کرنے کے بعد وہ بوتل استعمال کر سکتے ہیں۔ روی انه علیه السلام قال نهیتکم عن النبیذ الا فی سقاء فاشربوا فی الاسقیة کلها ولا تشربوا مسکرا۔ اھ (حاشیه مشکوٰة، ج ۱، ص ۱۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴۰۱/۱۰/۲۷ھ

آٹا ناپاک ہوجائے تو پاک کرنے کا طریقہ

زید مشین پر گندم پسانے کے لئے گیا۔ مشین میں دانے ڈالے تو آٹے میں تازہ چوہا پس کر نکلا، وہ آٹا نجس ہے یا طاہر؟ یہ نجس آٹا جو کہ تقریباً پانچ سیر تھا ایک من آٹے میں مل گیا ہے۔ کیا یہ سارا آٹا پلید ہوگیا ہے؟ اگر پلید ہے تو پاکی کی کوئی صورت بیان فرمائیں۔

الجواب اگر ناپاک آٹا علیحدہ ہوسکتا ہے یعنی جو خون سے سرخ ہوگیا ہے۔ تو اس کو علیحدہ کرکے دفن کردیں جانوروں کو نہ کھلائیں۔ باقی آٹا پاک ہوگا۔ اور اگر بالکل مل جل گیا ہے تو کچھ آٹا صدقہ کردیں یا جانوروں کو کھلادیں باقی پاک ہوجائے گا۔

کما لو بال حمر خصہا لتغلیظ بولہا اتفاقا علی نحو حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذھب بھبۃ او اکل او بیع کما مر حیث یطہر الباقی وکذا الذاھب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اھ (درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۳۲۳) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافتاء
بندہ اصغر علی غفرلہ معین مفتی
۱۶/۶/۱۳۸۷ھ جامعہ خیر المدارس ملتان

کتا گوشت کو منہ لگا جائے تو تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجائیگا

ایک بھینس کو حلال کیا گیا اور اس کے چار ٹکڑے کئے گئے۔ تو ان چاروں میں سے ایک ٹکڑے کو کتے نے منہ لگا دیا۔ آیا وہ ناپاک ہے یا نہیں۔ اگر ناپاک ہے تو پاک کرنے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب جو تین ٹکڑے الگ پڑے تھے ان کے پاک و حلال ہونے میں تو کسی قسم کا شک و شبہ نہیں یہ بالکل پاک و حلال ہیں۔ بلکہ جس ٹکڑے کو کتے نے منہ لگایا ہے وہ بھی سارا ناپاک و حرام نہیں ہوا۔ اتنی ہی جگہ ناپاک ہے جہاں کتے نے منہ لگایا ہے اس کو کاٹ کر پھینک دیا جائے اور باقی کو رکھ لیا جائے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۹/۵/۱۳۷۳ھ

یا اگر کاٹا نہ جائے تو اس جگہ کو تین مرتبہ دھولیا جائے۔ بلکہ کاٹنے کی بجائے دھو کر استعمال کرنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم والجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان ۱۲/۵/۱۳۷۳ھ

عضو کا حصہ پلید یاد نہ ہو تو کہاں سے دھوئے

الف: یہ یاد ہے کہ فلاں عضو پلید ہوا ہے مگر یہ یاد نہیں کہ کون سی جگہ ناپاک ہوئی تھی تو اب وہ کیسے دھوئے۔

ب: بدن بھر میں تذبذب ہے کہ کون سے حصہ میں نجاست لگی ہے تو کیسے کرے؟

الجواب ایسی صورت میں حصۂ بدن دھونے کا بھی وہی حکم ہے جو کپڑے کی ایک جانب دھونے کا ہے۔ چنانچہ صورت نمبر ا میں اس عضو کے کسی حصہ کو دھولے۔ اور صورت (ب) میں ایک عضو کو دھولے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

کتے کا لعاب نجاست رقیقہ ہے

کتے کا لعاب اگر بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو پھیلاؤ میں روپیہ بھر مفسد نماز ہے یا وزن میں ۴½ ماشہ کا اعتبار ہے۔ اسی طرح منی گاڑھی اور پتلی کا کیا حکم ہے۔ الگ الگ مقدار کے اعتبار سے؟

الجواب وفی الشامیۃ: ج ۱: ص ۲۹۳۔ فالمراد بذی الجرم ماتشاھد بالبصر ذاتہ لا اثرہ۔

نجاستِ کثیفہ کی مندرجہ بالا تعریف کے تحت کتے کا لعاب نجاستِ رقیقہ ہے اس لئے اس میں پھیلاؤ کا اعتبار ہے وزن اور مقدار کا نہیں۔

قولہ لہ جرم تفسیر للکثیف وعد منہ فی الھدایۃ الدم

وعده قاضی خان رح مما لیس له جرم و وفق فی الحلیة بحمل الاوّل علی ما اذا کان غلیظا والثانی علی ما اذا کان رقیقا قال وینبغی ان یکون المنی کذلک۔ (شامی ج ۱ ص ۲۹۳)۔

روایتِ بالا سے معلوم ہوا کہ منی اگر گاڑھی ہو تو اس میں وزن و مقدار کا اعتبار ہے۔ اور اگر پتلی ہو تو پھیلاؤ کا اعتبار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا — ۲/۵/۱۳۸۸ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

گلقند پلید ہو جائے تو پاک کرنے کا طریقہ

تازہ پھولوں کا گلقند بارہ سیر مرتبان کا منہ بند کر کے رکھا تھا کہ اچانک منہ پر سے کتے نے کپڑا پھاڑ دیا اور کھانے لگا۔ تقریباً ایک چھٹانک کھا گیا۔ بعد ازاں اوپر کا شیرہ نکال دیا گیا۔ تو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

حکیم عتیق الرحمٰن ۱۱/۵/۷۱ ساہیوال

الجواب اگر اوپر والا شیرہ تمام نکال دیا اور اس کے نیچے سے گلقند بھی چند انگل نکال دیا تو نیچے والا گلقند جہاں لعاب کا اثر نہیں پہنچ سکتا وہ حلال ہے استعمال میں لا سکتے ہیں۔

قال فی رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۰۔ فی باب الانجاس وتقور نحو سمن جامد بان لا یستوی من ساعته۔ اھ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۹/۲/۱۳۷۲ھ

(دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا نہیں)

دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر وہ پانی پاک ہے جس سے دھوبی کپڑے دھوتا ہے اور پھر کپڑوں کو خوب نچوڑتا ہے تو یہ کپڑے پاک ہیں۔ سابقہ نجاست کا اعتبار نہیں۔ اور اگر وہ نجس ہے تو کپڑے نجس ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۱/۱۳۹۶ھ

خنزیر کے بالوں والے برش سے رنگی ہوئی دیواروں کو پاک کرنے کا طریقہ

آج کل دیواروں اور لوہے پر جو رنگ کیا جاتا ہے اس میں برش ولائتی استعمال ہوتا ہے مدارس و مساجد میں بھی ننانوے فی صد استعمال ہوتا ہے۔ تحقیق کی گئی ہے کہ یہ خنزیر کے بال ہیں۔ اس برش کا کیا حکم ہے۔ پلید ہو تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب اگر برش ولائتی ہو اور خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ ہو تو اس کو استعمال نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے بجائے دیسی برش جس میں گھوڑے یا خچر یا گدھے کے بال ہوں استعمال کیا جائے۔ اور اگر خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ برش استعمال کیا گیا[1] ہو تو رنگ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور پاک کرنے کے لئے اس کو تین مرتبہ اچھی طرح دھونا کافی ہوگا۔

کما فی الشامیة ج ۱ ص ۳۰۴۔ وفی الخانیة اذا وقعت النجاسة فی صبغ فانه یصبغ به الثوب ثم یغسل ثلثا فیطهر الخ

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۴/۳/۱۳۸۲ھ

[1] وشعر المیتة غیر الخنزیر علی المذهب۔ اھ (در مختار)۔ ای علی قول ابی یوسف رح الذی هو ظاهر الروایة ان شعره نجس و صححه فی البدائع و رجحه فی الاختیار فلو صلی ومعه منه اکثر من قدر الدرهم لا تجوز ولو وقع فی ماء قلیل

نجسه وعند محمد لا ينجسه أفاده فى البحر وذكر فى الدرر أنه عند محمد طاهر لضرورة استعماله اى للخرازين قال العلامة المقدسى وفى زماننا استغنوا عنه اى فلا يجوز استعماله لزوال الضرورة الباعثة للحكم بالطهارة - اھ (شامی ج ۱، ص ۱۹۰)- فقط واللہ اعلم -

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

چوہا گھی سے زندہ نکل آئے تو گھی ناپاک نہیں ہوا

ایک ٹین گھی کا رکھا تھا جس میں تقریبًا دس سیر گھی ہوگا۔ اس میں سے ایک چوہا زندہ پھر کر نکل جائے یا خود نکالا جائے تو اس گھی کے جواز کی شرع شریف میں کیا صورت ہے۔ گھی جما ہوا نہیں تھا۔

الجواب چوہا زندہ گھی سے نکل آئے تو گھی پاک ہے اسے پاک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ فتاویٰ قاضی خان، ص ۵ ؛ ج ۱ - میں ہے۔

وكذلك سكان البيت كالفارة - اھ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

احقر عبد اللہ رائپوری ۲۶/۱۱/۱۳۷۲ھ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ھذا
مدرس جامعہ ھذا - ۲۶/۱۱/۱۳۷۲ء

پلید پانی جانوروں کو پلانے کا حکم

ناپاک پانی یا ناپاک دودھ کسی جانور کو پلانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

محمد شفیع کالی موری حیدرآباد، سندھ

الجواب اگر نجاست کی وجہ سے دودھ کا مزہ یا رنگ یا بو تبدیل نہیں ہوئی تو یہ دودھ یا پانی جانوروں کو پلایا جاسکتا ہے۔

الماء اذا وقعت فيه نجاسة فان تغير وصفه لم يجز الانتفاع

به بحال والاجاز كبل الطين وسقى الدواب - اھ (شامی ج ۱، ص ۱۸۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۹/۱۲/۱۳۸۴ھ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ھذا
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

شہد پاک کرنے کا طریقہ

ہماری دوکان میں شہد کے بھرے ہوئے ٹین میں چوہا گر کر مر گیا چوہے میں بدبو پیدا ہونے پر معلوم ہوا۔ چوہے کو فورًا نکال کر اوپر سے تقریبًا آٹھ سیر شہد نکال دیا گیا۔ باقی ماندہ شہد استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اس آٹھ سیر شہد کو کیسے پاک کیا جائے ؟

الجواب شہد پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شہد کے برابر یا کچھ زائد پانی ڈال کر پکایا جائے یہاں تک کہ صرف شہد رہ جائے۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا جائے۔ جو شہد نچلے حصہ میں تھا اس کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ جامد ہو۔ ورنہ سارا شہد ناپاک ہوگا۔ اور مذکورہ طریقہ سے پاک کیا جائے۔

ولو تنجس العسل فتطهيره ان يصب فيه ماء بقدره فيغلى حتى يعود الى مكانه (الى قوله) هكذا ثلاث مرات اھ (شامی ج ۱، ص ۲۲۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد صدیق غفرلہ ۳۰/ربیع الاول/۱۳۸۰ھ
خیر محمد عفی عنہ مہتمم جامعہ ھذا
مدرس خیر المدارس ملتان

انسان کا جوٹھا پاک ہے

کافر کا جوٹھا پاک ہے یا حرام ؟ مثلًا عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ اور مرزائی وغیرہ ان سب کے جوٹھے کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب وسور الآدمى وما يوكل لحمه طاهر ويدخل فى هذا الجواب الجنب والحائض والكافر (هدايه ج ۱، ص ۲۰)

قال فی فتح القدیر قولہ والکافر مالم یشرب خمرا ثم یشرب من ساعۃ اما لو مکث قدر مایغسل فمہ بلعابہ ثم شرب لا ینجس۔ (ج ۱، ص ۹۴)۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کا جوٹھا پاک ہے بشرطیکہ شراب پی کر فوراً نہ پئے لیکن کفار کے جوٹھے سے حتی الامکان بچا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۳/۵/۱۴۰۳ھ نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

مُردار کی چربی سے بنا ہوا صابن پاک ہے

مگر ایسی چربی کی خرید و فروخت حرام ہے

جو چربی غیر ممالک سے منگوائی جاتی ہے وہ مردار کی چربی ہوتی ہے اور وہ صابن بنانے میں استعمال ہوتی ہے۔ اور دوسرے اجزاء ملا کر صابن تیار کیا جاتا ہے۔ صابن تیار ہونے کے بعد پاک رہ جاتی ہے یا نہیں؟ اور ایسی چیز سے تیار کردہ صابن استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سردار محمد مالک کوثر سوپ فیکٹری ملتان

الجواب وعبارۃ المجتبیٰ جعل الدھن النجس فی صابون یفتی بطہارتہ لانہ تغیر والتغیر یطہر عند محمدؒ ویفتی بہ للبلوی۔ اھ۔ وظاھرہ ان دھن المیتۃ کذلک لتعبیرہ بالنجس دون المتنجس الا ان یقال ھو خاص بالنجس لان العادۃ فی الصابون وضع الزیت دون بقیۃ الادھان تامل ثم رأیت فی شرح المنیۃ مایؤید الاول حیث قال وعلیہ یتفرع مالو وقع انسان او کلب فی قدر الصابون فصار صابونا یکون طاھرا لتبدل الحقیقۃ اھ۔ ثم اعلم ان العلۃ عند

محمد ھی التغیر وانقلاب الحقیقۃ۔ (شامی، ج ۱، ص ۲۹۱)

قلت فعلی ھذا لافرق بین ودک نجس العین وغیرہ۔

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ ناپاک تیل یا مردار کی چربی سے صابن تیار کیا جاتے تو بوجہ انقلاب حقیقت یہ صابن پاک سمجھا جائے گا اور یہ چربی وغیرہ بھی پاک ہو جائے گی۔ اور اس صابن کا استعمال بھی جائز ہو گا۔

لیکن واضح رہے کہ طہارتِ صابن الگ مسئلہ ہے اور ایسی چربی کو خرید کرنا اور اسے صابن میں استعمال کرنا الگ مسئلہ ہے۔ ایسی چربی خرید کرنا اور اسے استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ یہ مُردہ کا جزء ہے۔ اور میتہ کی بیع وشراء باطل ہے۔ اور اس سے انتفاع بھی درست نہیں۔

قال فی الشامیۃ، ج ۴، ص ۱۲۰۔ (بخلاف الودک) ای دھن المیتۃ لانہ جزؤھا فلا یکون مالا۔ ابن ملک ای فلا یجوز بیعہ اتفاقا وکذا الانتفاع بہ لحدیث البخاری ان اللہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام قیل یا رسول اللہ ارأیت شحوم المیتۃ فانہ یطلی بہا السفن ویدھن بہا الجلود ویستصبح بہا الناس قال لا ھو حرام الحدیث۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مردار کی کھال دباغت کے بعد استعمال کر سکتے ہیں

ایک بیل حرام ہو گیا ہے کیا اس کی کھال اتار کر مسجد یا مدرسہ میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب مذکورہ کھال کو سکھانے یا کسی اور طریقہ سے رنگنے کے بعد استعمال کرنا جائز ہے لقولہ علیہ السلام ایما اھاب دبغ فقد طہر (رواہ الترمذی

وصحح) وفی الهدایة ثم ما یمنع النتن والفساد فهو دباغ وان کان تشمیسا او تتریبا۔ اھ (ج ۱، ص ۲۴)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۔ ۱۲/۲/۱۳۹۵ھ ۔ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نمک لگانے سے کھال بدبو سے محفوظ ہو جائے تو یہ بھی دباغت ہے

زید کی گائے رات کو مر گئی۔ زید نے اس کی کھال نکال کر نمک لگا کر رکھ دی اور صبح کو اس کی کھال مبلغ تین صد ۳۰۰ روپے میں فروخت کر دی۔ تو کیا طریقۂ مذکورہ پر کھال فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی قیمت اپنے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کی نہ رطوبت دور ہوئی ہو اور نہ ہی خشک ہوئی ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب جائز ہے۔ اگر اس طرح نمک لگانے سے کھال بدبو دار ہونے سے محفوظ ہو گئی ہے تو یہی دباغت ہے۔ اس کا بیچنا جائز ہے

والدباغ علی ضربین حقیقی وحکمی فالحقیقی هو ان یدبغ بشئ له قیمة کالشب والقرظ والعفص وقشور الرمان ولحی الشجر والملح الخ۔ (بحر، ج ۱، ص ۱۰۵)۔

والحکمی ان یدبغ بالتشمیس والتتریب والالقاء فی الریح لا بمجرد التجفیف۔ (بحر، ج ۱، ص ۱۰۵)۔

خانیہ میں ہے۔

اذا دبغ بالرماد او بالملح او السبخة او ما یمنعه من الفساد ویخرجه عن حد الاکل فهو دباغ۔ (ص ۳)۔

الدباغ ما یمنع النتن والفساد۔ (شامی ج ۱ ص ۱۸۷)۔ ومن الدابغ الحقیقی الملح وشبهه من کل ما یزیل النتن والرطوبة (مراقی ص ۹۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۹/۱۰/۱۴۰۷ھ

بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی کا حکم

اگر بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو اس کے بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب اگر علم ہو کہ بچے کا ہاتھ یقیناً پاک تھا تو بلا شبہ وضوء درست ہے۔ اور اگر پلید ہونے کا یقین ہو تو پھر کسی صورت درست نہیں۔ اور اگر شک ہو تو بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس پانی سے وضوء نہ کریں۔ بعہذا اگر وضوء کر لیں گے تو درست ہو جائے گا۔

وکذا الصبی اذا ادخل یده فی البئر او فی الاناء لا یتوضؤ منه استحسانا ما لم یعلم ... وان لم یعلم وتوضأ جاز۔ (خانیة ج ۱، ص ۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۵/۱۱/۱۴۰۱ھ

کتا کپڑے کو منہ لگا دے تو کپڑا پاک ہے یا ناپاک؟

ہمارے ہاں ایک کتا رکھا ہوا ہے کبھی کبھی وہ کھیلتے ہوئے چادر یا قمیص کا پلو پکڑ لیتا ہے۔ اور منہ میں ڈال لیتا ہے۔ اس سے کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب اگر کپڑے میں لعاب کی تری ظاہر ہو جائے تو کپڑا پلید ہو جائے گا۔ ورنہ نہیں۔

الکلب اذا اخذ عضو انسان او ثوبه لا یتنجس ما لم یظهر فیه اثر البلل راضیا کان او غضبان۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۴)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ هذا

زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے

مسجد کے سامنے ایک بڑی سڑک ہے جو کہ شارع عام ہے اور ہر چیز وہاں پر

پھرتی رہتی ہے۔ اور نالیوں اور گلیوں کا پانی بھی وہاں سے کبھی کبھی گزرتا رہتا ہے۔ بغیر صف بچھائے ننگی زمین پر نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر زمین خشک ہو اور نجاست کا رنگ اور بو بھی محسوس نہ ہوتی ہو۔ تو نماز جنازہ درست ہے۔ کیونکہ زمین نجس خشک ہونے پر اور نجاست کا رنگ اور بو ختم ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ ویسے جو شرطیں صحتِ صلوٰۃ کے لئے ہیں وہ سب نماز جنازہ کے لئے بھی ضروری ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

کما فی الهداية وان اصابت الارض نجاسة فجفت بالشمس وذهب اثرها جازت الصلوة على مكانها (ج ا ص ۷)۔

والجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

جنبی کے غسل سے چھینٹیں پانی میں پڑجائیں تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا

ایک شخص جنبی ہے جب وہ استنجاء وغیرہ کرکے غسل کرنے لگا تو غسل کرتے وقت پانی کی کچھ چھینٹیں صاف پانی والے برتن میں جا پڑیں۔ وہ پانی پاک رہا یا ناپاک ہو گیا ؟

الجواب وہ پانی ناپاک نہیں ہوا۔ اس سے غسل کرنا درست ہے۔

جنب اغتسل فانتضح من غسله شئ فی انائه لم يفسد عليه الماء۔ اھ (عالمگیری، ج ا، ص ۱۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳/۷/۱۴۱۰ھ

جس ٹوتھ پیسٹ میں خنزیر کا کوئی جزء شامل ہو

اس ماہ اگست نوائے وقت لاہور میں خبر شائع ہوئی تھی کہ آج کل جو ٹوتھ پیسٹ بن رہا ہے

ان میں ایک مائع جلاٹین شامل ہے جو سور کی ہڈی کے گودہ سے بنتا ہے۔ بندہ نے اس اخبار کا کٹنگ بمع استفتاء جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں بھیجا تھا ابھی تک اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ آج پاکستان کا ہر تیسرا آدمی ٹوتھ پیسٹ استعمال کرتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں ؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب خنزیر بجمیع اجزائہ نجس ہے۔ اگر سوال میں ذکر کردہ بات صحیح ہے تو ایسے ٹوتھ پیسٹ استعمال نہ کئے جائیں۔

خلاجلد خنزير فلا يطهر اھ (درمختار)۔ (قوله فلا يطهر) اى لانه نجس العين بمعنى ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حيا وميتا فليست نجاسته لما فيه من الدم كنجاسة غيره من الحيوانات فلذا لم يقبل التطهير فى ظاهر الرواية عن اصحابنا اھ (شامية، ج ا، ص ۱۵۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۱۲/۱۴۰۷ھ

نجس جگہ پر بہت سا پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جائیگی

۱:۔ اگر کسی جگہ پیشاب کا ایک چھینٹا لگ جائے اور اس پر ایک مرتبہ پانی بہایا جائے تو کیا وہ پاک ہو جائے گی ؟ جیسے کہ پنڈلی پر یا پاؤں وغیرہ پر۔

۲:۔ ہاتھ اگرچہ ناپاک ہوں مگر خشک ہوں اور وہ کسی کپڑے کو لگ جائیں ایسا کپڑا جو کہ کچھ گیلا ہو مگر ہاتھ پر تری محسوس نہ ہو اگرچہ ٹھنڈک محسوس ہو تو اس سے کپڑا ناپاک تو نہیں ہوتا۔

۳:۔ غسل خانہ جس کا فرش بنا ہوا ہے۔ یا نلکا جس کا کھاڈا دونوں اس طرح کے ہیں کہ پانی کی ایک بوند بھی نہیں ٹھہرتی، وضوء کرتے وقت جو کہ فرش سے چھینٹے اٹھتے ہیں، کپڑوں کو لگتے ہیں۔ اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے ؟

مولوی محمد سلیمان ڈیرہ غازیخان

الجواب ۱: اگر اتنا پانی بہایا جائے کہ ظن غالب یہ ہو کہ پانی نجاست کو بہا لے گیا ہو گا تو وہ جگہ پاک ہو گئی۔

لان الجریان بمنزلۃ التکرار والعصر ھو الصحیح اھ (شامیہ ص۳۴۴ ج۱)

۲: ناپاک نہیں ہو گا۔

۳: ماء مستعمل مفتیٰ بہ قول کے مطابق نجس نہیں۔ لہٰذا کپڑے نجس نہیں ہوئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ہڈی پاک ہوتی ہے اس کو لگنے سے کپڑا یا ہاتھ پلید نہیں ہو گا

دورانِ تعلیم ہم انسانی ہڈیوں کو مطالعہ کی غرض سے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ تو کیا ان ہڈیوں کے لگانے سے ہاتھ یا کپڑے پلید تو نہیں ہوں گے۔

حسن محمود تبسم: قائدِ اعظم میڈیکل کالج بہاولپور

الجواب انسانی ہڈیوں کو اس غرض کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔ اس لئے کہ انسان زندہ و مردہ ہر حالت میں قابلِ احترام ہے۔ نیز یہ مقصد مصنوعی اعضاء سے بخوبی پورا ہو سکتا ہے۔ ہڈی پر اس کی کوئی چکناہٹ وغیرہ نہ ہو تو ہڈی پاک ہے اس کے لگنے سے ہاتھ یا کپڑا پلید نہیں ہو گا۔

وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذھب وعظمھا وعصبھا علی المشھور وحافرھا وقرنھا الخالیۃ عن الدسومۃ الی قولہ وشعر الانسان وعظمہ ودم سمک طاھر اھ (درمختار علی الشامیۃ: ج۱: ص۱۹۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان: ۱۷/۳/۱۴۱۰ھ

نجاست سے اٹھنے والا دھواں نجس نہیں

سردیوں میں بیت الخلاء جائیں تو فضلہ سے بھاپ سی اٹھتی ہے جو جسم اور کپڑوں کو بھی لگتی ہے۔ کیا اس سے جسم اور کپڑا ناپاک تو نہیں ہوتے؟

الجواب اس بھاپ سے کپڑا اور بدن ناپاک نہیں ہوتے۔

دخان النجاسۃ اذا اصاب الثوب او البدن الصحیح انہ لا ینجسہ ھکذا فی السراج الوھاج اھ (عالمگیری: ج۱، ص۴۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان: ۲۷/۷/۱۴۱۰ھ

دمِ غیر مسفوح نجس نہیں

بندہ قصاب کا کاروبار کرتا ہے اور الحمد للہ نماز بھی باقاعدہ ادا کرتا ہے۔ ہم جب جانور ذبح کرتے ہیں تو ذبح کی جگہ اسی وقت پانی سے دھو لیتے ہیں۔ تو جو خون گوشت کے اندر رہ جاتا ہے۔ تو گوشت بناتے وقت اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو اس سے کپڑا ناپاک ہو گا یا نہیں؟

الجواب عین ذبح کے وقت جو خون نکلتا ہے وہ نجس ہوتا ہے۔ اور ذبح کے بعد جو خون گوشت وغیرہ میں رہ جاتا ہے وہ پلید نہیں ہوتا۔ اس کے لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہو گا۔ وما یبقی من الدم فی عروق المذکاۃ بعد الذبح لا یفسد الثوب وان فحش کذا فی فتاویٰ قاضی خان وکذا الدم الذی یبقی فی اللحم لانہ لیس بمسفوح ھکذا فی محیط السرخسی۔ اھ (عالمگیری: ج۱، ص۴۶)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان: ۱۴/۳/۱۴۰۳ھ

جس پانی میں نجاست کی وجہ سے تغیر آجائے وہ بالاجماع ناپاک ہے

پانی کی طہارت ونجاست کے بارے میں عام طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا، حضرت حسن بصری رح اور داوٗد ظاہری رح کا مذہب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ

" پانی خواہ قلیل ہو یا کثیر اگر اس میں کوئی نجاست گر جائے تو وہ اس وقت تک نجس نہ ہوگا اور مطہر رہے گا جب تک کہ اس کی طبیعت یعنی رقت وسلانیت ختم ہو خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ متغیر ہو گئے ہوں "

کیا واقعتہً ان حضرات کا یہی مسلک تھا ؟ مکمل تحقیق سے آگاہ فرمائیں ؛ بینوا توجروا ؛

الجواب ظاہریہ کے مذہب کے بارے میں شاید بعض حضرات کو محلی ابنِ حزم کی مندرجہ ذیل عبارت سے شبہ ہوگیا کہ ان کے نزدیک تغیرِ اوصاف بالنجاست کے باوجود بھی اس پانی سے وضو وغسل وغیرہ جائز ہے ۔ وہ عبارت یہ ہے ۔

ان الطاھر لایتنجس بملاقاۃ النجس .... والحرام حرام کماکان والطاھر طاھر کماکان والنجس نجس کماکان الخ

حالانکہ ابنِ حزم رح اپنے اس خیال کے باوجود اس اجماعی مسئلے کے قائل ہیں کہ ماء متغیر الاوصاف کا وضو، غسل وغیرہ میں استعمال کرنا حرام ہے ۔ چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں ۔

اما ان تغیر لون الحلال الطاھر بما مازجہ من نجس او حرام او تغیر طعمہ بذلک او تغیر ریحہ بذلک فاننا حینئذ لانقدر علی استعمال الحلال الا باستعمال الحرام و استعمال الحرام فی الاکل والشرب وفی الصلوۃ حرام کما قلنا ولذلک وجب الامتناع منہ لا لان الحلال الطاھر حرم ولاتنجست عینہ ولو قدرنا علی تخلیص الحلال

الطاھر من الحرام والنجس لکان حلالا بحسبہ ۔(محلی ج ۱ ص ۱۳۵)۔

جب ابن حزم رح کے نزدیک بھی ایسے متغیر الاوصاف پانی کا استعمال حرام ہے اور اس سے وضو وغسل وغیرہ جائز نہ ہوا، تو ان کا اس مسئلے میں باقی ائمہ کے ساتھ اتفاق ہوا نہ کہ اختلاف۔ ابنِ حزم رح اور ظاہریہ کے نزدیک بھی ایسا پانی طاہر وطہور نہیں (اسی لئے وضو اور کھانے پینے میں اس کا استعمال حرام ہے) اور باقی امت بھی اسی کی قائل ہے اور یہی مطلوب ہے ۔ باقی رہی ابنِ حزم رح کی یہ خیالی بحث کہ بحالتِ اختلاط بالنجاست پانی اپنی حالتِ اصلیہ پر رہتا ہے ۔ اور اگر اسے اجزائے نجاست سے صاف کر لیا جائے تو یہ طاہر ہوگا ۔ یہ علامہ موصوف کی ایک فرضی و خیالی بحث ہے جس کا عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔

زیرِ بحث مسئلہ سے یہ ایک الگ مستقل مسئلہ ہے جو اس وقت زیرِ بحث نہیں ۔ اس وقت بحث اس میں ہے کہ ماء متغیر الاوصاف بالنجاست کے ساتھ بحالتِ موجودہ وضو، غسل جائز نہیں اور ایسا پانی محرم الاستعمال اور واجب الاجتناب ہے۔

اس کا مختصر عنوان یہ ہے کہ ایسا پانی نجس ہے جس پر بشمول ابنِ حزم رح اور داوٗد ظاہری ائمہ کرام کا اجماع ہے ۔ مزید اطمینان کے لئے چند حوالہ جات لکھے جاتے ہیں ۔

بذل المجہود میں ہے ۔

قام الاجماع علی ان الماء اذا تغیر احد اوصافہ بالنجاسۃ یتنجس فلا یتنجس الماء بما لاقاہ ولو کان قلیلا الا اذا تغیر وقد ذھب الی ذلک ابن عباس رض و ابوھریرۃ رض والحسن البصریؒ وابن المسیبؒ و داوٗد الظاھری رح ۔ (ج ۱ ۔ ص ۴۳)۔

علامہ شوکانی رح نے نیل الاوطار میں اسی طرح نقل کیا ہے ۔

قام الاجماع علی ان الماء اذا تغیر احد اوصافہ بالنجاسۃ خرج عن الطھوریۃ فلا یتنجس بما لاقاہ ولو کان قلیلا الا اذا تغیر وقد ذھب الی ذلک ابن عباس رض والحسن البصریؒ والثوری و داوٗد الظاھری رح ۔ (ج ۱ ۔ ص ۲۴)۔

اوجز المسالک میں ہے ۔

اختلف العلماء فى نجاسة الماء فقالت الظاهرية والامام مالك لايتنجس بملاقاة النجاسة مالم يتغير احد اوصافه۔ (ج-١-ص ٥٣)

وقال ابن حزم فى المحلی۔ وكل شئ مائع من ماء او زيت..... اذا وقعت فيه نجاسة .... فان غيّر ذلك لون ماوقع فيه اوطعمه او ريحه فقد فسد كله ولم يجز استعماله..... وقال ايضا فلو احدث فى الماء او بال خارجا منه ثم جرى البول فيه فهو طاهر يجوز الوضوء منه و الغسل۔ له ولغيره الا ان يغير ذلك البول او الحدث شيئا من اوصاف الماء فلا يجزی حينئذ استعماله اصلا لا له ولا لغيره۔ (مسئلہ ١٣١ محلی ابن حزم ج١ ص ١٣٥)۔

علاوہ ازیں ابن حزمؒ کی اوّل الذکر یہ فرضی بحث اس صورت میں بھی جاری ہوگی جبکہ پانی کا رقت وسیلان باقی نہ رہا ہو۔ جیسا کہ ان کے ضابطہ (ان الطاهر لا يتنجس بملاقاة النجس) سے ظاہر ہے اس تخلیص وتنقیہ کے بعد صاف پانی بھی ابن حزمؒ کے نزدیک پاک ہوگا۔ پس ظاہریہ کے مذہب کے بارے میں سوال کے اندر ذکر کردہ رقت وسیلان باقی رہنے نہ رہنے کی تفریق غیر معقول ہے۔

الحاصل ماء متغیر الاوصاف بالاتفاق نجس ہے اور ظاہریہ کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے اسی نوعیت کا جو قول ذکر کیا جاتا ہے وہ بطریق صحیح ان سے ثابت نہیں "کوکب الدری" میں ہے۔ لم يثبت (قولها) باسناد صحيح يعول اليه۔ (ص ۴۰)۔
اور اسی طرح دیگر بعض سلف سے اس نوعیت کے جو اقوال منقول ہیں وہ غیر ثابت ہیں یا مؤول ہیں اور حضرت حسن بصریؒ کا مذہب بھی مالکیہ کے قول کے مطابق ہے۔ جیسا کہ "بذل" اور "نیل الاوطار" کے حوالے سے بھی گزرا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح ۱۷/۱۰/۱۴۰۷ھ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔

کپڑے کا ناپاک حصہ معلوم نہ ہو تو کیسے پاک کریں؟

سڑک سے گزرتے ہوئے نال کی کچھ چھینٹیں کپڑوں پر پڑگئی تھیں مگر گھر پہنچ کر یاد نہ رہا کہ کس جگہ پڑی تھیں تو کیا پورے کپڑے کو دھونا ضروری تھا یا کچھ حصہ کو؟

الجواب: بہتر تو یہ ہے کہ سارے کپڑے کو دھولیں۔ اگر سارے کو نہ دھو سکیں تو سوچ کر کسی ایک حصہ کو دھولیں کپڑا پاک ہوجائے گا۔

واذا نسی محل النجاسة فغسل طرفا من الثوب بدون تحر حكم بطهارته على المختار۔ (مراقی الفلاح)۔ وفى الظهيرية يغسله كله قال الكمال وهو الاحتياط وبه جزم المصنف فى حاشية الدرر قال فى النهر وينبغى ان يكون البدن كالثوب۔ (طحطاوی ص ۸۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۲۲/۱/۱۴۱۱ھ

آٹے میں چوہے کی مینگنیاں ہوں تو کھانے کا حکم

سرکاری گوداموں میں رکھی ہوئی گندم میں اکثر چوہے مینگنیاں وغیرہ کر جاتے ہیں۔ پھر اسی طرح وہ گندم پسوالی جاتی ہے تو کیا اس آٹے کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر مینگنیاں اتنی زیادہ ہوں کہ انہیں دیکھ کر طبیعت کو نفرت آتی ہو تو وہ آٹا ناپاک ہے استعمال نہ کریں۔

بعرة الفارة وقعت فى حنطة فطحنت قال ابن مقاتل لا يؤكل قال الخصاف لا حفظ فيه قول اصحابنا وعندى لا يفسد الا ان يكون كثيرا فاحشا ينفر عند الطبع۔ اه

(قاضی خان ج ۴، ص ۲۹۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مَأکُولُ اللَّحم جانوروں کا جوٹھا پاک ہے

گھر میں پانی کی بالٹی بھری رکھی تھی بکری ادھر سے گزری تو اس نے اس میں سے کچھ پانی پی لیا۔ کیا اس پانی سے وضو، یا غسل کر سکتے ہیں وہ پانی رکھا ہی نہانے کے لئے تھا؟

الجواب مذکورہ پانی پاک ہے اس سے وضو، اور غسل کر سکتے ہیں۔

من الاسآر سور طاهر لا كراهة فيه وهو سور ما يؤكل لحمه من الانعام والطيور وسور الأدمى على اى صفة كان (الى قوله) ثم السور الطاهر بمنزلة الماء المطلق ۔اھ (فتاوى قاضيخان ،ج ۱ : ص ۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ناپاک مٹی کے برتنوں کا حکم

اگر مٹی کے پختہ برتن پلید مٹی سے بنے ہوئے ہوں تو ان کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ المستفتی عبدالمنان، بوہڑ گیٹ ملتان۔

الجواب آگ میں پکانا بھی منجملہ اقسامِ تطہیر ہے لہذا وہ برتن پکنے کے بعد پاک ہو گئے

ما يطهر به النجس عشرة ...... الى قوله ومنها الاحراق ..... الطين النجس اذا جعل منه الكوز او القدر فطبخ يكون طاهرا هكذا فى المحيط اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۴۴ وكذا فى البحر الرائق ج ۱ ص ۲۳۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔

بلی کا جوٹھا مکروہ ہے

گھر میں بہت عرصہ پہلے سے ایک بلی ہے وہ ہر فردِ خانہ سے پیار کرتی ہے اور کبھی کبھی اگر پاؤں چاٹنے لگ جاتی ہے اور کھیلتی رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی کسی کھانے کی چیز میں منہ ڈال دیتی ہو تو اس کے جوٹھے کا کیا حکم ہے؟

الجواب بلی کا جوٹھا مکروہ ہے استعمال نہ کیا کریں۔ طبی طور پر بھی مضر ہے اس کا جوٹھا استعمال کرنے سے برص کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی جسم یا کپڑے کا کوئی بھی حصہ نہ چاٹنے دیں۔ کیونکہ اس کا لعاب مکروہ ہے۔

واذا لحست الهرة كف رجل او موضعا أخر من بدنه يكره له ان يدعها تفعل ذلك الفعل وهو الحسن لان ريقها مكروه وكذا يكره ان يأكل او يشرب ما بقى منها مما اصابه لعابها من الاكل والماء وسائر الاشربة لانه سؤرها وسؤرها مكروه عند الاختيار ۔ اھ (كبيرى، ص ۱۸۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۵، رجب المرجب : ۱۴۱۰ھ

فصل فی الاستنجاء

نجاست غلیظہ کثیفہ کس قدر معاف ہے

نجاستِ غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن پر لگ جائے۔ تو اگر روپے سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے۔ اور روپیہ کے برابر ہو تو دھونا واجب ہے۔ اور روپیہ سے زیادہ ہو تو دھونا فرض ہے۔ اور اگر نجاستِ غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے جیسے پاخانہ، مرغی وغیرہ کی بیٹ۔ تو اگر وزن میں ساڑھے تین ماشہ سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے۔ اور ساڑھے تین ماشہ کے برابر ہو تو دھونا واجب اور زائد کا دھونا فرض ہے۔ پس اگر کسی نے استنجاء کئے بغیر نماز شروع کر دی تو پتلی اور گاڑھی ہر دو قسم کی نجاستوں میں پہلی صورت میں نماز مکروہ تنزیہی ہوگی (معاف ہے اعادہ نہ کرے)۔

دوسری صورت میں ناقص اور مکروہ تحریمی ہوگی (گو نماز و فرض اس کے ہو جائیں گے) اور قضا اس کے ذمہ فرض نہ ہوگی۔ مگر چونکہ ہر ترکِ واجب سے اعادہ لازم ہوتا ہے اس لئے پوری کر کے استنجاء کرے پھر کمی کی تلافی کے لئے اس کا اعادہ کرے۔

اور تیسری صورت میں نماز بالکل نہ ہوگی اس لئے نماز توڑ دے اور استنجاء کر کے پھر پڑھے دوبارہ کافی ہے۔ (ماخوذ از امداد الفتاویٰ: ج ۱ ص ۹۴)۔

مندرجہ بالا مسئلہ میں یہ اختلاف ہے کہ "بہشتی زیور حصہ دوم" میں نجاست غلیظہ (گاڑھی ذات) کے لئے ساڑھے تین ماشہ وزن درہم کے بجائے ساڑھے چار ماشہ (مثقال کا) وزن لکھا ہے۔ ان میں کونسا قابلِ ترجیح ہے؟

الجواب: تنویر و شامی میں ہے۔

(وعفا) الشارع (عن قدر درهم وهو مثقال) عشرون قيراطا (فى نجس) كثيف الخ هذا هو الصحيح۔ وقيل يعتبر فى كل زمان درهمه بحر۔ وأفاد ان الدرهم هنا غيره فى باب الزكوة فانه هناك ماكان كل عشرة منه وزن سبعة مثاقيل (شامی ج ۱ ص ۲۹۳)

البحر میں صاحب بحر فرماتے ہیں۔

واراد بالدرهم المثقال الذى وزنه عشرون قيراطا الخ (ج ۱ ص ۲۳۰) وقال فى الكبيرى ثم الدرهم المقدر به هو الدرهم الكبير المثقالى الخ بل الصحيح ما قال الفقيه ابو جعفر الهندوانى يقدر بالوزن اى بالدرهم الوزنى وهو ما يبلغ وزنه مثقالا الخ (ص ۱۷۰) وهكذا فى الهندية۔

عباراتِ بالا سے معلوم ہوا کہ نجاستِ غلیظہ کے بارے میں وہ درہم معتبر ہے جو مثقال کا ہم وزن ہے پس ساڑھے چار ماشہ کا وزن جو بہشتی زیور میں مذکور ہے درست ہے۔ کیونکہ مثقال کا مشہور وزن یہی بتلایا جاتا ہے۔ امداد الفتاویٰ کی عبارت میں تسامح ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفراللہ لہ رئیس الافتاء	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

استبراء معروف کی شرعی حیثیت

پانی کی موجودگی میں بلا عذر تیمم جائز نہیں مگر پھر کیا وجہ ہے کہ پانی کی موجودگی میں

پیشاب کرنے کے بعد پہلے مٹی کے ڈھیلے سے استنجاء خشک کرتے ہیں اس کے بعد پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ مٹی کے ڈھیلے سے استنجاء کرنے والے بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ پاجامہ میں ہاتھ ڈال کر مسجد کے صحن میں، سڑکوں، گلیوں، عورتوں اور غیر مسلموں کے سامنے ٹہلتے پھرتے ہیں۔ عضو کو ہاتھ میں پکڑ کر بار بار ہلاتے ہیں۔ پاؤں کی قینچی بنا کر کبھی اس ران سے دباتے ہیں اور کبھی اس ران سے دباتے ہیں۔ مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی رحمہ نے بڑے بڑے پوسٹروں کے ذریعہ اس بیہودہ رسم کو

بند کرنے پر زور دیا ہے ۔ کیونکہ یہ طریقہ زمانہ رسالت میں تو نہیں تھا ۔ اور نہ ہی خلفاء راشدین کے زمانہ میں تھا تو اب اس کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

الجواب شریعت میں اصل حکم استبراء کا ہے یعنی جسم کی قطرات سے مکمل حفاظت اور اس سے احتیاط نہ کرنے کی صورت میں عذاب قبر کی شدید وعید سنائی گئی ہے ۔ آج کل کمزوریٔ مثانہ کی وجہ سے قطرہ وغیرہ ضرور آتا ہے ۔ لہذا اس سے بچنے کے لئے ڈھیلا استعمال کیا جاتا ہے ۔ تو یہ بھی حکم شرع کی تعمیل ہے خلافِ شرع نہیں ۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے لئے ایسی جگہ منتخب کی جائے جیسے استنجاء بالماء کے لئے ہوتی ہے ۔ یعنی ذرا اوٹ میں کرے ۔

یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقه الایسر ویختلف بطباع الناس اھ (درمختار) ۔

(قوله یجب الاستبراء) هو طلب البراءة من الخارج بشیٔ مما ذکره الشارح حتی یستیقن بزوال الاثر الخ (قوله و یختلف هذا هو الصحیح فمن وقع فی قلبه انه صار طاهرا جاز له ان یستنجی لان کل احد اعلم بحاله ۔ (شامیه : ج ۱ : ص ۳۱۹) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۲/۱۲/۱۴۰۰ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

قضاءِ حاجت کے وقت استقبال و استدبارِ قبلہ سے حتی الوسع بچا جائے

مسجد کے طہارت خانے شرقاً غرباً بنانے پڑے ہیں جگہ تنگ تھی اگر کسی طرح رُخ صحیح کرنے کی کوشش کی جائے تو کم از کم ڈیڑھ ہزار روپیہ صرف ہوگا ۔ جس کی گنجائش نہیں ۔ کیا شرعاً بحالت مجبوری اس کی اجازت ہے یا قطعی حرام اور ممنوع ہے ۔ جب کہ ایک روایت میں جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھلے میدان میں اونٹ کو آڑ بنا کر قبلہ رُخ پیشاب کیا ۔ تفصیل سے وضاحت فرمائیں ؟

مسعود احمد بہاولنگر

الجواب استقبال و استدبار قبلہ سے ممانعت کے سلسلہ میں احادیث صحیحہ مرفوعہ صریحہ موجود ہیں ۔

عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولا ببول ولا تستدبروها الحدیث اھ (ترمذی : ج ۱ ص ۳) ۔

حضرت ابو ایوب رضؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں ملک شام جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں قبلہ رُخ بیت الخلاء بنے ہوئے تھے ۔ فننحرف عنها و نستغفر اللہ ۔ یعنی ہم قبلہ سے پھر کر اور منحرف ہو کر انہیں استعمال کرتے تھے اور ساتھ ساتھ استغفار کرتے تھے کہ شاید کسی وقت استقبال قبلہ ہو گیا ہو ۔

ایک حدیث پاک میں قبلہ کی طرف تھوکنے کے بارے میں یہ وعید وارد ہوئی ہے کہ قیامت کے دن یہ تھوک اس کے چہرے پر نمایاں نظر آئے گا ۔

تھوک شرعاً پاک ہے جب اس کی اجازت نہیں تو پیشاب و پاخانہ کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے ۔ اس لئے احتراز کرنا لازم ہے ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ عمل ثابت نہیں البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے ۔ ابو داؤد شریف میں جس کی علماء نے بہت سی توجیہات نقل کی ہیں ۔ علاوہ ازیں ایک صحابی کے عمل سے فرمانِ نبوی صؐ عمل کے زیادہ لائق ہے ۔

مسجد کی انجمن کے لئے ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ معمولی چیز ہے ۔ اگر فنڈ موجود نہ ہو تو قرض لے کر خرچ کرلیں ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

اوراقِ منطق سے استنجاء کرنے کا حکم

مقولہ مشہور ہے یجوز الاستنجاء باوراق المنطق ۔ بظاہر یہ فقہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مطلق کاغذ سے استنجاء کرنے کی ممانعت مذکور ہے ۔ نیز اوراق منطق سے استنجاء کرنے میں سوءِ ادب بھی ہے ۔ دوسرا مقولہ یہ بھی سنا گیا ہے کہ من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلاً

ان دونوں میں کیا تطبیق ہے ؟

۲ : آج کل بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ کاغذ سے استنجاء کرتے ہیں جو کہ مخصوص ہوتا ہے استنجاء کے لئے یہ از روئے فقہ کیسا ہے ؟

الجواب ونقل القهستانی الجواز بکتب الحکمیات عن الاسنوی من الشافعیة واقرّه قلت لکن نقلوا عندنا ان للحروف حرمة ولو مقطعة اھ ومفاده الحرمة بالمکتوب مطلقا۔ اھ (شامی : ج۱، ص۳۱۵)۔

عبارتِ ہذا سے معلوم ہوا کہ لکھے ہوئے کاغذ سے استنجاء کرنا منع ہے اگرچہ اس میں فلسفہ وحکمت ہی تحریر ہو۔ تو اوراقِ منطق کا بھی یہی حکم ہے۔ ان سے استنجاء نہ کرے۔

مقولہ ۲ بالتعیین معلوم نہیں کس کا ہے۔ ہاں درست نہیں لہذا ترجیح وتطبیق کی ضرورت نہیں۔

۲ : یہ کاغذ اگر لکھنے کے قابل نہیں صرف استنجاء کے لئے بنائے جاتے ہیں تو ان سے استنجاء جائز ہونا چاہئے۔ کیونکہ کاغذ کا احترام آلۂ علم ہونے کی وجہ سے ہے۔

وله احترام ایضا لکونه آلة لکتابة العلم۔ اھ (شامی ج۱، ص۲۳۷)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳۹۵/۱۲/۳۰ھ

صرف ڈھیلے سے استنجاء کرنے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی

بہشتی زیور میں ہے۔ ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرنا سنت ہے۔ لیکن اگر نجاست ہتھیلی کے گہراؤ یعنی روپے سے زیادہ پھیل جائے تو ایسے وقت میں پانی سے دھونا واجب ہے بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔ اور اگر نجاست پھیل نہ ہو تو فقط ڈھیلے سے پاک کرکے بھی نماز درست ہے لیکن سنت کے خلاف ہے۔ (ج۲، ص۸)۔

کیا یہ درست ہے کہ صرف ڈھیلے سے استنجاء سنت کے خلاف ہے ؟

الجواب یعنی کمالِ سنت اور افضل کے خلاف ہے۔ اور نفسِ سنت ڈھیلوں کے استعمال سے بھی ادا ہو جائے گی۔

قال فی الشامیة ثم اعلم ان الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیه فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیه الاقتصار علی الحجر وتحصل السنة بالکل وان تفاوت الفضل کما أفاده فی الامداد وغیره۔

(ج۱، ص۳۳۸، مطبوعہ کوئٹہ)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

صرف ڈھیلے سے استنجاء کیا ہو تو نماز کا حکم

زید نے پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجاء سکھایا لیکن پانی سے استنجاء کرنا یاد نہ رہا اور نماز پڑھ لی تو نماز ہوگئی یا نہیں ؟ یا اعادہ واجب ہے ؟

۲ : ناپاک زمین پر لکڑی کا تخت بچھا کر نماز پڑھنا جب کہ تخت کے چاروں پائے ناپاک جگہ پر ہوں۔ تو اس تخت پر نماز صحیح ہوگی یا نہیں ؟

الجواب اگر مخرج پر پیشاب مقدارِ درہم یا اس سے کم لگا ہے تو نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں اور اگر نجاست مقدارِ درہم سے زیادہ لگی ہوئی ہے تو نماز صحیح نہیں ہوئی، اعادہ کیا جائے۔ وان تجاوز المخرج وکان المتجاوز قدر الدرهم لا یسمی استنجاء وجب ازالته بالماء فلا یکفی الحجر بمسحه۔ اھ (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی، ص۲۵)۔

۲ : تخت پر نماز صحیح ہو جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قیمتی چیز سے استنجاء کرنا مکروہ ہے

مجھے پیشاب کے قطرات تقریباً کوئی دس منٹ تک آتے رہتے ہیں۔ گھر میں تو خیر بڑی سہولت ہے لیکن سفر میں بڑی دقت رہتی ہے۔ نماز کے لئے کپڑوں کا پاک رکھنا بڑا مشکل ہے۔ الحمدللہ نماز بڑی مدت سے قضا نہیں ہوئی۔ گھر میں ایک لنگی پہن کر پیشاب کرتا ہوں اس کے بعد باقاعدگی سے مسواک کرتا ہوں بعد ازاں لنگی اتار کر طہارت حاصل کرتا ہوں۔ پھر وضوء کرکے باقاعدگی سے باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جاتا ہوں۔ قطرات آنے کے وقت کو میں مسواک کے لئے استعمال کرتا ہوں تاکہ وقت بچ جائے کیا میرا یہ فعل درست ہے یا نہیں ؟

الجواب ڈھیلا استعمال کرنا چاہئے قیمتی چیز سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ یہ بھی استنجاء کے حکم میں معلوم ہوتا ہے۔[1] مسواک بھی وضوء کے ساتھ ہونی چاہئے کیونکہ یہ وضوء کی سنتوں میں سے ہے۔ مراقی میں ہے۔

ویکرہ الاستنجاء بعظم (الی ان قال) وشیئ محترم لتقومہ کخرقۃ دیباج وقطن لاتلاف المالیۃ و الاستنجاء بہا یورث الفقر۔ (ص ۲۸)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۵ + ۸ + ۶ ۱۴۰ ھ

[1] اگر یہ لنگی دھوکر بار بار استعمال کرتے رہتے ہوں، یعنی ضائع نہ کرتے ہوں تو ذیل کے جزئیہ سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

ینبغی تقیید الکراہۃ فیمالہ قیمۃ بما اذا ادّی الی اتلافہ اما لو استنجی بہ من بول اومنی مثلا وکان یغسل بعدہ فلا کراہۃ الا اذا کان شیئا ثمینا تنقص قیمتہ بغسلہ کما یفعل فی زماننا بخرقۃ المنی لیلۃ الدخول تامل۔ (شامی ج ۱، ص ۳۱۵)۔ فقط واللہ تعالی اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

استنجاء کے بعد ہاتھ دھونے کا حکم

استنجاء کرلینے کے بعد ہاتھوں کو دوبارہ دھونا چاہئے یا نہ۔ اگر نہ دھویا جائے تو کیا حرج ہے ؟

۲ : زیر ناف بالوں کی صفائی کس طرح کرے۔ یعنی اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر یا دائیں سے بائیں وغیرہ اور کتنے دنوں کے بعد کرلینی چاہئے ؟

۳ : بیت الخلاء میں جانے کے لئے مجھے سگریٹ ساتھ لے جانا پڑتا ہے۔ کیونکہ مجھے اکثر قبض رہتی ہے کیا یہ گناہ تو نہیں ہے ؟

الجواب ۱ ۔ اگر غلبۂ ظن ہو کہ ہاتھ بھی صاف ہوگئے ہیں اور بدبو وغیرہ بھی ختم ہوگئی ہے تو دھونا مزید نظافت کے لئے مسنون ہے ورنہ ضروری نہیں۔

ومع طہارۃ المغسول تطہر الید و یشترط ازالۃ الرائحۃ عنہا و عن المخرج اھ (درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۲۳۰)۔

ویغسل یدہ بعد الاستنجاء کما یکون یغسلہا قبلہ لیکون انقی وانظف وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم غسل یدہ بعد الاستنجاء و ذلک یدہ علی الحائط کذا فی التجنیس۔ اھ (عالمگیری ج ۱، ص ۲۵)۔

۲ : اوپر سے نیچے کی طرف صفائی کرے۔ اور افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک دفعہ صفائی کرے۔ اسی طرح ناخن کاٹنے اور دوسری صفائی کا حکم ہے۔ اگر کسی وجہ سے نہ ہوسکے تو پندرہ دن میں ایک دفعہ کرے۔ اگر ایسا بھی نہ ہوسکے تو چالیس دنوں میں کرلے اس کے بعد وہ گناہ گار ہوگا۔

الافضل ان یقلم اظفارہ ویحفی شاربہ ویحلق عانتہ وینظف بدنہ بالاغتسال فی کل اسبوع مرۃ فان لم یفعل ففی کل خمسۃ عشر یوما ولا یعذر فی ترکہ وراء الاربعین فالاسبوع ہو الافضل والخمسۃ عشر الاوسط والاربعون الابعد ولا عذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید کذا فی القنیۃ ویبتدأ فی حلق العانۃ من تحت السرۃ اھ (عالمگیری ج ۵، ص ۱۱۳)۔

۳ : گنجائش ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

گھاس یا درخت کے پتوں سے استنجاء کرنا

اگر کسی کھیت میں قضاءِ حاجت کے لئے بیٹھیں تو گھاس یا گیاس وغیرہ کے پتے ڈھیلے کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔ صوفی محمد اکبر فوجی شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب درختوں کے پتوں اور گھاس سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ والورق قیل انه ورق الکتابة وقیل انه ورق الشجر وای ذلك كان فانه مکروه اھ (بحر الرائق ج۱ ص۲۵۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بالکل چھوٹے بچوں کیلئے استقبال و استدبار کا حکم

کیا قضاءِ حاجت کے وقت چھوٹے بچوں کے لئے بھی استقبال و استدبارِ قبلہ کا کوئی حکم ہے ؟

الجواب والدہ یا جو انہیں قضاءِ حاجت کرائے اسے حکم ہے کہ وہ اسے قبلہ رو یا مستدبر قبلہ کر کے نہ بیٹھے۔ وکذا یکرہ للمرأۃ امساك صغیر لبول او غائط نحو القبلة اھ (درمختار) (قوله امساك صغیر) هذه الکراهة تحریمیة لانه قد وجد الفعل من المرأۃ۔ اھ (شامی ج۱ ص۳۵۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

کتاب الصلوٰۃ

ما یتعلق بمواقیت الصلوٰۃ

جہاں چھ ماہ کا دن ہو وہاں نماز کیسے پڑھی جائے

عرض ہے کہ ہمارے ہاں چند روز سے اس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے کہ آیا ایسے مقامات جہاں چھ ماہ دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے وہاں روزے فرض ہیں یا نہیں ؟ میرا خیال ہے کہ وہاں روزے فرض نہیں۔ اس کی درج ذیل وجوہ ہیں ۔

۱ ؛ قرآن مجید کا حکم ہے کہ از صبح صادق تا غروبِ آفتاب روزہ رکھا جائے۔ لیکن وہاں تو آدمی چھ ماہ کا روزہ رکھ ہی نہیں سکتا۔ جب آدمی روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو قضاء یا فدیہ کی اجازت ہوتی ہے لیکن وہاں قضاء بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ وہاں دن کبھی بھی چھ ماہ سے کم نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہاں فدیہ ہی لازم ہو سکتا ہے ۔

۲ ؛ اسلامی سال قمری سال ہوتا ہے جس میں تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اور وہاں شمسی سال ہوتا ہے۔ لہٰذا جب وہاں اسلامی سال موجود ہی نہیں تو روزے بھی فرض نہیں ہوتے ۔

۳ ؛ اغلب گمان یہ ہے کہ وہاں چاند نظر نہیں آتا۔ حکم یہ ہے کہ جو چاند دیکھے وہ روزہ رکھے۔ وہاں چاند کا وجود ہی نہیں لہٰذا دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس روزہ بھی فرض نہیں ہوا۔ نیز ایسے

مقامات پر چھ ماہ میں صرف پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ براہ کرم اس بارے میں شرعی حکم سے مستفیض فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ایسے مقامات پر جہاں چھ چھ مہینوں کے دن اور رات ہوتے ہیں اندازہ کر کے چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں پڑھی جائیں گی۔ اسی طرح روزوں کے بارے میں بھی اندازہ کر کے روزے رکھے جائیں گے۔ قریبی علاقہ جہاں طلوع و غروب ہوتا ہے اس علاقے کے دنوں اور راتوں کو معیار بنایا جائے اور جب اس علاقہ میں رمضان المبارک شروع ہو جائے تو اس مقام پر بھی رمضان المبارک کو شروع تصور کیا جائے گا۔

قال الرملی فی شرح المنہاج ویجری ذلک فیما لو مکثت الشمس عند قوم مدۃ اھ قال فی امداد الفتاح قلت وکذلک یقدّر لجمیع الآجال کالصوم والزکوۃ والحج اھ (شامی ج۱، ص ۳۳۸)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — خیر محمد عفا اللہ عنہ رئیس الجامعہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان — ۲۵/۹/۱۳۸۶ھ

سایۂ اصلی معلوم کرنے کا طریقہ

مثل اول و دوم نکالنے کے لئے جو سایۂ اصلی شمار کیا جاتا ہے "بہشتی زیور" حصۂ دوم، ص ۹ کے مطابق اگر ایک ہاتھ لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کو چار انگل تھا تو جب تک دو ہاتھ اور چار انگل نہ ہو تب تک ظہر کا وقت ہے اور جب دو ہاتھ چار انگل ہو گیا تو عصر کا وقت آ گیا۔ اس حساب سے ہمارے بزرگ میاں منظور محمد صاحب سابق ہیڈ ماسٹر ایم بی ہائی سکول گوجرہ نے عرصہ سے گوجرہ کے لئے ایک نقشہ بنایا ہوا ہے۔ لیکن جامع مسجد مرکزیہ کے خطیب قدوری شریف کا حوالہ دیتے ہوئے مثل اول و دوم نکالنے کا یہ طریقہ غلط ثابت کرتے ہیں اور حساب ہذا کے مطابق بنے ہوئے وقت سے پہلے ہی اذان عصر دے دیتے ہیں۔ آپ سایۂ اصلی کی تعریف فرمائیں؟

الجواب زمین بالکل ہموار کر لی جائے کہ قطعاً اونچ نیچ نہ رہے پھر اس پر ایک دائرہ کھینچ لیا جائے اور اس کے مرکز میں لوہے کی لمبی کیل مخروطی شکل کی کھڑی کر دی جائے

یہ کیل قطرِ دائرہ کی ایک چوتھائی کے برابر ہونی چاہئے۔ صبح کے وقت سایہ دائرہ سے باہر ہو گا۔ اور آہستہ آہستہ کم ہوتے ہوتے دائرہ کے اندر داخل ہو جائے گا۔ جس نقطہ سے سایہ داخل ہو گا دائرہ کے اس نقطہ پر نشان لگا دیا جائے۔ سایہ کم ہو چکنے کے بعد اب بڑھنا شروع ہو گا اور بڑھتے بڑھتے دائرہ سے باہر نکل جائے گا۔ محیطِ دائرہ کے اس نقطہ پر بھی نشان لگا دیا جائے اب اس نقطہ اور پہلے نقطہ کو جہاں سے سایہ دائرہ میں داخل ہوا تھا ایک خطِ مستقیم کے ذریعہ ملا دیا جائے تو ایک قوس بن جائے گی۔ اس کے عین نصف سے ایک خط کھینچ کر مرکزِ دائرہ سے ملا دیا جائے۔ یہ خط نصف النہار ہے۔ کیل کا سایہ جب اس خط پر پہنچے گا اس وقت کیل کا جتنا سایہ ہو گا اس کو سایۂ اصلی کہتے ہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — خیر محمد عفا اللہ عنہ رئیس الجامعہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ضحوۂ کبریٰ سے لیکر زوال تک نماز نہ پڑھی جائے

مؤرخہ ۱۸ اکتوبر کو دائمی جنتری پر گیارہ بج کر ۱۸ منٹ پر ضحوۂ کبریٰ اور گیارہ بج کر ۵۰ منٹ پر زوال تھا۔ تحقیق کے لئے لکھا ہے کہ اس میں مکروہ وقت کہاں سے کہاں تک ہے۔ مثلاً اگر کوئی جنازہ پڑھے یا کوئی نفل وغیرہ مذکورہ وقت میں پڑھے تو احتیاطاً کس وقت سے مکروہ وقت شروع ہو گا۔ اور ضحوۂ کبریٰ سے کیا مراد ہے۔ اگر کوئی جنازہ گیارہ بج کر ۱۸ منٹ کے بعد بیس یا پچیس منٹ پر پڑھا گیا تو کیا یہ مکروہ وقت میں ہے یا بلا کراہت جائز ہے؟

الجواب اس کے بارے میں احتیاط یہ ہے کہ ضحوۂ کبریٰ سے لے کر زوال تک نماز نہ پڑھے للاختلاف[1]۔ چاشت کی نماز ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۷/۱۰/۱۴۰۶ھ

[1] واختلف فی وقت الکراہۃ عند الزوال فقیل من نصف النہار الی الزو

لرواية ابی سعيد عن النبی صلی الله عليه وسلم انه نهی عن الصلوٰة نصف النهار حتی تزول الشمس قال رکن الدين الصباغی وما احسن هذا لان النهی عن الصلوٰة فيه يعتمد تصور ها فيه۔اھ وعزا فی القهستانی القول بان المراد انتصاف النهار العرفی الی أئمة ما وراء النهر وبان المراد انتصاف النهار الشرعی وهو الضحوة الكبری الی الزوال الی أئمة خوارزم ۔اھ (شامية ج۱ ص۲۴۳)

فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ؛ مرتب خیر الفتاویٰ

ساڑھے بارہ بجے ظہر پڑھنے کا حکم

کیا آج کل ساڑھے بارہ بجے ظہر پڑھی جاسکتی ہے کیوں کہ ہم کو چھٹی دو بجے کر پچیس منٹ پر ملتی ہے اور اس وقت جماعت نہیں ملتی ؟ بینوا توجروا۔

رانا محمد عارف لاہور ہائیکورٹ لاہور

الجواب ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور آج کل راولپنڈی میں زوال بارہ بجکر ۱۴ منٹ پر ہوتا ہے اور آئندہ گھٹ جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ آپ ہر موسم میں ساڑھے بارہ بجے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن ایک خیال ضرور رہے کہ اذان وقت کے اندر دیں۔ یعنی زوال کے بعد اذان ہو پہلے نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نصف النہار سے کیا مراد ہے

اوقات مکروہہ ثلاثہ غروب، طلوع اور استواء، اکثر کتب متون اور شروح میں مذکور ہیں۔ غروب وطلوع تو معلوم ہیں لیکن استواء کے متعلق مختلف الفاظ ہیں۔ مسلم شریف میں ہے۔
حين يقوم قائم الظهيرة۔
ابوداؤد شریف میں ہے۔ نصف النهار حتی تزول الشمس ۔

منیۃ المصلی میں ہے۔ وقت الزوال ۔ نور الایضاح میں ہے استوائها۔ بہشتی زیور میں ہے۔ ٹھیک دوپہر۔ اور اکثر کتب میں ضحوۂ کبریٰ ہے۔ یہ سب ایک چیز ہیں یا علیحدہ علیحدہ ؟ صحیح وقت نصف النہار کب شروع ہوتا ہے اور اس کی شناخت کیا ہے ؟ کراہت نماز کے لئے نصف النہار شرعی مراد ہے یا حقیقی ؟

مولوی شاہ محمد میلسوی

الجواب طحطاوی ص ۱۰۰۔ میں ہے۔ (قوله والثانی عند استوائها) وعلامته ان يمتنع الظل عن القصر ولا يأخذ فی الطول فاذا صادف انه شرع فی ذلك الوقت بفرض قضاء او قبله وقارن هذا الجزء اللطيف شيئا من الصلوٰة قبل القعود قدر التشهد فسدت ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ نصف النہار سے مراد نصف النہار حقیقی ہے اور یہی اصل ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ سایہ کم ہو جانا بند ہو جائے اور ابھی تک بڑھنا شروع نہ ہوا ہو۔ البتہ ائمہ ماوراء النہر کے ہاں اس سے مراد نصف النہار عرفی ہے۔

وعزا فی القهستانی القول بان المراد انتصاف النهار العرفی الی أئمة ما وراء النهر اھ (شامی ج۱، ص۳۴۵)۔ فقط والله اعلم۔

از دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ رئیس الجامعہ۔

سورج کے صرف پہاڑ کی اوٹ میں چلے جانے سے غروب متحقق نہیں ہوگا

اس علاقہ میں آبادی سے سات آٹھ میل دور مغرب میں ایک پہاڑ ہے۔ سورج جب اس پہاڑ کے پیچھے چھپ جاتا ہے تو پندرہ بیس منٹ بعد مشرق میں رات ظاہر ہوتی ہے۔ آیا جب رات ہوتی ہے تو اس وقت صحیح وقت ہوتا ہے یا مغرب کا وقت پہاڑ کے پیچھے سورج چھپ جانے سے شروع ہو جاتا ہے ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں صرف سورج کے پہاڑ کی اوٹ میں آجانے سے نمازِ مغرب یا افطار کا وقت شروع نہیں ہوگا بلکہ اس کے بعد جب مشرق کی طرف سے سیاہی اور اندھیرا پھیلنا شروع ہو جائے اس وقت غروبِ شمس کا تحقق ہوگا اور اس وقت سے نمازِ مغرب کے وقت کی ابتداء سمجھی جائے گی۔ لہٰذا اگر مذکورہ وقت سے قبل مغرب کی نماز پڑھ لی گئی تو وہ ادا نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنی چاہئے۔

کما یظہر من الشامی ج ۲ ص ۱۱۰۔ والمراد بالغروب زمان غیبوبة جرم الشمس بحیث تظہر الظلمة فی جہة المشرق قال علیہ السلام اذا اقبل اللیل من ھٰہنا الخ ای اذا وجدت الظلمة حسّاً فی جہة المشرق۔ اھ

وایضا ھکذا یظہر من کلام الحافظ فی شرح قولہ علیہ الصلوٰة والسلام اذا اقبل اللیل من ھٰہنا و ادبر النہار من ھٰہنا و غابت الشمس فقد افطر الصائم۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۳/۲/۱۳۹۹ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تغیرِ موسم سے کم و بیش ہوتا رہتا ہے

نمازِ مغرب کا کتنا وقت ہوتا ہے اور کس وقت تک نماز کا صحیح وقت رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۱½ گھنٹہ ہے، کوئی کہتا ہے کہ جب اندھیرا چھا جائے اس وقت تک نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب مغرب کی نماز کا وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سورج کے غروب ہونے سے لے کر شفق ابیض کے غائب ہونے تک رہتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک کا درمیانی فاصلہ موسم کے تغیر سے کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ جو کہ طلوع و غروب بتانے والی جنتریوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ فاصلہ کسی بھی موسم میں سوا گھنٹہ سے کم نہیں ہوتا۔ اور بعض موسموں میں ڈیڑھ گھنٹہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

وقت المغرب منہ الی غروب الشفق وھو الحمرة عندھما وبہ قالت الثلاثة والیہ رجع الامام کما فی شروح المجمع و غیرھا فکان ھو المذھب اھ (درمختار)۔ (قولہ والیہ رجع الامام) ای الی قولہما الذی ھو روایة عنہ ایضا وصرح فی المجمع بان علیہا الفتوی و ردہ المحقق فی الفتح بانہ لا یساعدہ روایة ولا درایة الخ وقال تلمیذہ العلامة قاسمؒ فی تصحیح القدوری ان رجوعہ لم یثبت لما نقلہ الکافة من لدن الائمة الثلاثة الی الیوم من حکایة القولین و دعوی عمل عامة الصحابة بخلافہ خلاف المنقول قال فی الاختیار الشفق البیاض وھو مذھب الصدیق و معاذ بن جبل و عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہم قلت ورواہ عبدالرزاق عن ابی ھریرةؓ وعن عمرؒ بن عبد العزیز ولم یرو البیہقی الشفق الاحمر الا عن ابن عمر رضی اللہ عنہما و تمامہ فیہ واذا تعارضت الاخبار والآثار فلا یخرج وقت المغرب بالشک کما فی الہدایة وغیرھا قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام ھو الاصح (شامی، ج ۱، ص ۲۶۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۹/۹/۱۳۹۸ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

جہاں سورج کے طلوع و غروب کا پتہ نہ چلے وہاں نماز کیسے ادا کریں

میں برمنگھم انگلینڈ میں مقیم ہوں۔ اوقاتِ نماز اور سورج کا ہمیں یہاں کوئی علم نہیں کہ کب طلوع اور کب غروب ہوتا ہے۔ کیونکہ موسم ایسا رہتا ہے کہ ہر وقت ابر رہتا ہے۔ گرمیوں میں یہاں کے دن پاکستان کے دنوں سے ڈیڑھ گنا زیادہ لمبے ہوتے ہیں اور ایسے ہی سردیوں کی راتیں۔ اس لئے ہم اوقاتِ نماز صحیح معلوم نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کریں؟

۲ : ہمیں صبح ساڑھے چھ بجے گھر سے روانہ ہونا پڑتا ہے اور شام ساڑھے پانچ بجے واپسی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ظہر کی نماز قضاء ہو جاتی ہے۔ اگر شام کو عصر کے ساتھ ادا کی جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

الجواب

اوقاتِ نماز معلوم کرنے کے لئے اگر سورج دکھائی نہیں دیتا تو ایسی دائمی جنتری لینا چاہیئے جس میں انگلینڈ کے طلوع و غروب اور زوالِ شمس کے اوقات بتلائے گئے ہوں۔ اگر زوالِ شمس کا وقت معلوم نہ ہو سکے تو طلوع و غروب کے درمیانی وقت کے بعد نمازِ ظہر ادا کر لیا کریں اور صبح صادق سے لے کر طلوعِ شمس سے قبل نمازِ فجر ادا کر لیا کریں۔ اور زوال کے بعد ظہر اور غروبِ شمس سے تقریباً پون گھنٹہ قبل نماز عصر اور غروب کے بعد مغرب۔ جب کہ عشاء کا وقت تو بہت دیر سے البتہ تہائی رات سے قبل ادا کر لیا کریں۔

۲ : نمازِ ظہر کو قضاء کرنا درست نہیں۔ جس فرم میں آپ کام کرتے ہیں اس کے منتظمین سے نماز ظہر کے لئے باقاعدہ اجازت حاصل کر لیں۔ صبح چھ بجے سے شام پانچ بجے تک مسلسل کام تو نہیں ہوتا ہوگا درمیان میں کچھ وقفہ کھانے یا آرام کرنے کے لئے بھی ملتا ہوگا۔ اگر اس وقت زوال ہو چکا ہو تو نمازِ ظہر ادا کر لیا کریں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۵/۸ ۱۳۸۱ھ

آخرِ وقتِ مغرب کے بارے میں مفتیٰ بہ قول

ہمارے علاقہ میں عشاء کے وقت میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء غروبِ آفتاب سے ایک گھنٹہ کے بعد نمازِ عشاء پڑھتے ہیں اور دلیل " احسن الفتاوی ؛ ج ۲ ؛ ص ۱۲۹ " کی عبارت سے پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ " قولِ مفتیٰ بہ کے مطابق غروبِ شفقِ احمر کا وقت ختم ہو کر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے "

اور بعض علماء غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد نمازِ عشاء پڑھتے ہیں۔ جو کہ دلیل میں " امداد الفتاوی جلد ۱ ص ۹۵ " کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ " غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد عشاء کا وقت"

المستفتی : عبدالشہید ، ضلع لورالائی ، بلوچستان

الجواب حامداً

مغرب کا وقت غروبِ شفق تک رہتا ہے۔ شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں صاحبین رح کا مذہب اور امام صاحب رح کی ایک روایت شفق احمر کی ہے امام صاحب کا مذہب شفق ابیض کا ہے۔ اگرچہ بعض فقہاء نے امام صاحبؒ کا رجوع صاحبین رح کے قول کی طرف نقل کیا ہے۔ اور صاحبین رح والے قول کو راجح اور مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ کے طرزِ بیان سے امام صاحب رح کے قول کا راجح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ امام صاحبؒ کی دلیل کو مؤخر کر کے صاحبین رح کی دلیل کا جواب دیا ہے۔ (ہدایہ ؛ ج ۱ ؛ ص ۶۹)۔

علامہ ابن ہمام رح نے ان حضرات کی تردید کی ہے جنہوں نے صاحبین رح کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا تھا " وردہ المحقق فی الفتح بانہ لایساعدہ روایۃ ولا درایۃ " (شامی ج ۱ ص ۲۴۱)۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا رح نے رجوع کے دعویٰ کو غلط اور غیر ثابت قرار دیا ہے

ان رجوعہ لم یثبت لما نقلہ الکافۃ من لدن الائمۃ الثلاثۃ الی الیوم من حکایۃ القولین الخ قال العلامۃ قاسم فثبت ان قول الامام ہو الاصح ومشی علیہ فی البحر۔ (شامیۃ ج ۱ ص ۲۴۱)

الحاصل شفقِ ابیض کے غروب ہونے سے قبل عشاء کی نماز نہ پڑھی جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبدالشہید عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سفر کی وجہ سے عصر کو مثلِ ثانی میں پڑھنا

۱ : ایک آدمی سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور ظہر کی نماز کے بعد تیاری وغیرہ میں اسے اتنی دیر ہو گئی کہ مثل ثانی شروع ہو گئی اور اس نے عصر کی نماز اس خیال سے ادا کر لی کہ راستہ میں شاید نہ پڑھ سکوں اور قضاء ہو جائے گی۔ تو کیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟

۲ : سفر پر جانے والا عصر کی نماز سفر میں اس وقت ادا کرتا ہے جب کہ سورج غروب ہونے والا

ہے یا کچھ غروب ہو گیا ہے اور کچھ نظر آرہا ہے۔ یعنی آدھا سورج نظر سے اوجھل ہے۔ کیا ایسی صورت میں اس کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟

محمد لطف اللہ خالد لاہوری

الجواب ۱، ۲ :- دونوں صورتوں میں نماز ادا ہو جائے گی۔

وفی العالمگیریۃ ، ج ۱، ص ۵۲ ، وفتاوی رحیمیہ ج ۲ ص ۱۲ ۔

وعند احمرارها الی ان تغیب الا عصر یومه ذلك فانه یجوز اداءه عند الغروب هکذا فی فتاوی قاضی خان ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
جامعہ خیر المدارس ملتان

عشاء کا وقت سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے

بہشتی زیور میں ہے کہ جب سورج ڈوب گیا تو مغرب کا وقت آگیا۔ پھر جب تک پچھم کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی باقی رہے تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے لیکن مغرب کی نماز میں اتنی دیر نہ کرے کہ تارے خوب چمک جائیں کہ اتنی دیر کرنا مکروہ ہے۔ پھر جب وہ سرخی جاتی رہے تو عشاء کا وقت شروع ہو گیا اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے۔ لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔ اور ثواب کم ملتا ہے اس لئے اتنی دیر کر کے نماز نہ پڑھے۔ اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات جانے سے پہلے ہی پڑھ لیوے۔ تو کیا یہ درست ہے ؟

الجواب احتیاط یہ ہے کہ جب سرخی کے بعد والی سفیدی سی بھی جاتی رہے تب عشاء کی نماز ادا کی جائے۔ اور مساجد میں مؤذن بھی اس سفیدی کے غروب پر ہی اذان کہیں۔ حاصل یہ ہے کہ احتیاط امام ابو حنیفہ رح کے قول میں ہے۔

قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو الاصح اھ وقوله احوط اھ کذا فی الشامیة[1] مختصراً۔ ۱۲۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

[1] ووقت المغرب منه الی غروب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه

قالت الثلاثة واليه رجع الامام کما فی شروح المجمع وغیرها فکان هو المذهب ۔ اھ (در مختار)۔

(قوله واليه رجع الامام) ای قولهما الذی هو روایة عنه ایضاً و صرح فی المجمع بان علیها الفتوی ورده المحقق فی الفتح بانه لا یساعده روایة ولا درایة الخ وقال تلمیذه علامة قاسم فی تصحیح القدوری ان رجوعه لم یثبت لما نقله الکافة من لدن الائمة الثلاثة الی الیوم من حکایة القولین ودعوی عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول قال فی الاختیار الشفق البیاض وهو مذهب الصدیق ومعاذ بن جبل وعائشة رضی اللہ عنهم قلت ورواه عبد الرزاق عن ابی هریرة رض وعن عمر بن عبد العزیز ولم یرو البیهقی الشفق الاحمر الا عن ابن عمر رضی اللہ عنهما وتمامه فیه واذا تعارضت الاخبار والآثار فلا یخرج وقت المغرب بالشك کما فی الهدایة وغیرها. قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو الاصح ومشی علیه فی البحر مؤیدا له بما قدمناه عنه من انه لا یعدل عن قول الامام الا لضرورة من ضعف دلیل او تعامل بخلافه کالمزارعة لکن تعامل الناس الیوم فی عامة البلاد علی قولهما وقد ایده فی النهر تبعا للنقایة والوقایة والدرر والاصلاح ودرر البحار والامداد والمواهب وشرحه البرهان وغیرهم مصرحین بان علیه الفتوی وفی السراج قولهما اوسع وقوله احوط واللہ اعلم ۔ (شامیة ، ج ۱، ص ۲۶۵)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مرتب خیر الفتاوی ، خیر المدارس ملتان



جمع بین الصلوتین کی تمام روایتیں جمعِ صوری پر محمول ہیں

یہاں سعودی عرب میں اکثر بارش کے وقت مغرب کی نماز کے ساتھ عشاء کی نماز بھی اکٹھی پڑھا دیتے ہیں۔ کیا ہم پاکستانی حنفی المذہب لوگوں کی نمازِ عشاء مغرب کے وقت جائز ہے یا نہیں یعنی جمع بین الصلوتین جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب جمع بین الصلوتین کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع حقیقی کہ مغرب کے وقت میں عشاء پڑھ لی جائے۔ (۲) جمع صوری کہ مغرب آخری وقت اور عشاء اول وقت میں پڑھی جائے۔ حنفیہ کے نزدیک بوقتِ عذر جمع صوری کی اجازت ہے۔ جمع حقیقی درست نہیں ہے۔ جنکا استدلال قرآن پاک سے بھی ہے اور احادیث سے بھی۔ چنانچہ اوجز میں بذل سے نقل کیا ہے۔

" واستدل الحنفية على عدم جواز الجمع فى غير عرفاتٌ والمزدلفة بقوله تعالى حافظوا على الصلوات اى ادوها فى اوقاتها۔ "

محافظت على الصلوة یہ ہے کہ ہر نماز کو اس کے وقتِ مقررہ میں ادا کیا جائے۔

" وبقوله تعالى ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا اى لها وقت معين له ابتداء لا يجوز التقدم عليه وانتهاء لا يجوز التأخر عنه " (اوجز ج ۲، ص ۶۲)

پس ہر نماز کے لئے وقتِ معین ہے۔ لہذا اس پر تقدیم یا اس سے تاخیر درست نہ ہوگی۔ اس باب میں بہت سی احادیث موجود ہیں جن سے جمع بین الصلوتین حقیقتاً کی نفی معلوم ہوتی ہے۔

۱ : عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه قال والذى لا اله غيره ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة قط الا فى وقتها الا صلوتين جمع بين الظهر والعصر بعرفة وبين المغرب والعشاء بجمع الحديث (اوجز، ج ۲، ص ۶۱)۔

۲ : عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه انه كتب فى الآفاق ينهاهم ان يجمعوا بين الصلوتين ويخبرهم ان الجمع بين الصلوتين فى وقت واحد كبيرة من الكبائر - اخرجه محمد رح فى المؤطا

والبيهقى فى سننه -

۳ : عن ابى موسىٰ انه قال الجمع بين الصلوتين من غير عذر من الكبائر۔ اخرجه ابن ابى شيبه -

۱ : مطلب حدیث :- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں پڑھی مگر اس کے وقتِ مقررہ پر، سوائے دو نمازوں کے۔ ظہر اور عصر کو عرفہ میں جمع کیا مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں۔

۲ : مطلب حدیث :- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اطراف والوں کی طرف یہ لکھ بھیجا کہ انہیں اس بات سے منع کیا کہ دو نمازیں ایک وقت میں پڑھیں۔ اور انہیں خبر دی کہ دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں جمع کرنا کبیرہ گناہوں سے ہے۔

۳ : مطلب حدیث :- حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ دو نمازوں کو بلا عذر جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

۴ : عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من جمع بين الصلوتين فى وقت واحد فقد اتى باباً من الكبائر۔ (بدائع)۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا اس نے کبیرہ گناہ کیا۔

مذکورہ آیات و احادیث سے جمع بین الصلوتین کی نفی اور عدمِ جواز معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ بعض روایات میں آپ علیہ السلام اور بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جمع بین الصلوتین کرنا بھی منقول ہے۔ پھر جمع والی روایات دو طرح کی ہیں۔ بعض وہ ہیں جن میں صرف جمع کا تذکرہ ہے اور کیفیتِ جمع سے ساکت ہیں اور بعض میں کیفیتِ جمع بھی بیان کی گئی ہے۔ چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فى السفر يؤخر الظهر ويقدم العصر ويؤخر المغرب ويقدم العشاء۔ اخرجه الطحاوى واحمد والحاكم واسناده حسن قاله النيموى۔

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible]
نمازِ ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم ۔ اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم فرماتے تھے ۔

"ان علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان اذا سافر سار بعدما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم ثم ینزل فیصلی المغرب ثم یدعو بعشائہ فیتعشی ثم یصلی العشاء ثم یرتحل ویقول ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع" رواہ ابو داؤد و اسنادہ صحیح [1]

ترجمہ :۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سفر فرماتے تو غروبِ شمس کے بعد بھی چلتے رہتے ۔ جب کچھ اندھیرا ہو جاتا تو مغرب پڑھتے ۔ پھر کھانا طلب فرماتے ۔ کھانے سے فارغ ہو کر عشاء پڑھتے ۔ پھر سفر شروع کر دیتے اور فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا ۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمع بین الصلوٰتین کرنا جمع صوری تھا جمع حقیقی نہ تھا ۔ احناف ؒ نے ان روایات کو جن میں کیفیتِ جمع مذکور نہیں مفصل روایات پر محمول کیا کہ جمع صوری تھی جمع حقیقی نہ تھی ۔ ورنہ کتاب اللہ اور احادیث میں تعارض و اختلاف لازم آئے گا ۔ قیاس اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمعِ حقیقی درست نہ ہو ۔ شافعیہ ؒ اور حنابلہ ؒ عذرِ سفر و مطر کی بنیاد پر جمعِ حقیقی کے قائل ہیں ۔

اگر موجودہ اغراض موجود بھی ہوں تو فجر اور ظہر کے درمیان جمع کے یہ بھی قائل نہیں ہیں ۔ جب یہ عذر فجر و ظہر میں مؤثر نہیں تو باقی نمازوں میں بھی مؤثر نہیں ہونا چاہئے ۔ الحاصل جمع حقیقی درست نہیں ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲/۹/۱۴۰۶ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عصر کا مکروہ وقت کب شروع ہوتا ہے

نمازِ عصر کا مکروہ وقت آج کل غروبِ آفتاب سے تقریباً کتنے منٹ پہلے شروع ہوتا ہے ۔ دھوپ کی زردی اور تغیرِ آفتاب کے مسئلے کا تو پتہ ہے لیکن ایک صاحب کہتے ہیں کہ غروبِ آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے دھوپ کا رنگ بدل جاتا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ اس وقت تک مکروہ وقت

شروع نہیں ہوتا جب تک اس کی ٹکیہ پر دیکھنے سے آنکھ نہ تھکے ۔ ان میں صحیح کون سا قول ہے ؟

الجواب :۔ صحیح یہ ہے کہ عصر کا مکروہ وقت آفتاب کے متغیر ہونے سے شروع ہو جاتا ہے اور آفتاب کا تغیر تقریباً آدھ یا پون گھنٹہ غروب سے قبل ہوتا ہے اور آفتاب کا تغیر یہ ہے کہ آنکھ اس پر ٹک سکے [1] ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۴/۳/۱۳۸۷ھ جامعہ خیر المدارس ملتان

---

[1] والمستحب الخ تاخیر عصر صیفا و شتاء توسعة للنوافل مالم یتغیر ذکاء بان لا تحار العین فیھا فی الاصح ۔ (درمختار) ۔ (قولہ فی الاصح) صححہ فی الھدایة و غیرھا وفی الظھیریة ان امکنہ اطالة النظر فقد تغیرت و علیہ الفتوی وفی النصاب وغیرہ وبہ نأخذ و ھو قول ائمتنا الثلاثة ومشائخ بلخ وغیرھم کذا فی الفتاوی الصوفیة وفیھا وینبغی ان لا یؤخر تأخیرا لا یمکن المسبوق قضاء ما فاتہ اھ وقیل حد التغیر ان یبقی للغروب اقل من رمح وقیل ان یتغیر الشعاع علی الحیطان (شامی ج ۱ ص ۲۴۰)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

عشاء کو نصف رات کے بعد پڑھنا مکروہ ہے

میں ایک کارخانہ میں رہتا ہوں ۔ وہاں کوئی جماعت کا انتظام نہیں ہے ۔ اور نہ ہی قریب کوئی مسجد ہے ۔ اس لئے میں عشاء کی نماز تہجد کے ساتھ پڑھتا ہوں ۔ قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ کیا یہ جائز ہے ؟

الجواب :۔ عشاء کو نصف لیل تک مؤخر کرنا مکروہ ہے ۔ تہائی رات گزرنے سے پہلے پہلے عشاء کا وقت مستحب ہے اسی میں ادا کر لیا کریں ۔ تہائی رات کے بعد نصف لیل ہونے سے پہلے پہلے وقتِ جواز ہے اس کے بعد کراہت آجاتی ہے ۔ کارخانہ میں کچھ ساتھی ایسے بنا لیں کہ جن

کے ساتھ مل کر جماعت کرالیا کریں۔ جماعت کا اہتمام ضرور کریں۔

و یستحب تأخیر صلوۃ العشاء الی ثلث اللیل فی روایۃ الکنز وفی القدوری الی ما قبل الثلث قال صلی اللہ علیہ وسلم لولا ان اشق علی امتی لاخرت العشاء الی ثلث اللیل او نصفہ وفی مجمع الروایات التأخیر الی النصف مباح فی الشتاء لمعارضۃ دلیل الندب وھو قطع السمر المنھی عنہ دلیل الکراھۃ وھو تقلیل الجماعۃ لانہ قلما یقوم الناس الی نصف اللیل فتعارضا فثبتت الاباحۃ والتأخیر الی ما بعد النصف مکروہ لسلامۃ دلیل الکراھۃ عن المعارض والکراھۃ تحریمیۃ (رق ص) ویکرہ اداء العشاء ما بعد نصف اللیل ھکذا فی البحرالرائق۔ (عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۲۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہونے پر احادیث سے دلائل

اہل حدیث حضرات کی نماز عصر اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کہ تمام دائمی جنتریوں ملتان ، سرگودھا لاہور وغیرہ میں کسی پر بھی عصر کا وقت نہیں ہوتا۔ کم از کم پندرہ منٹ کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ آیا ان اوقات میں حنفیوں کی نماز بھی ہو جائے گی۔ جب ان کی مساجد میں اذان ہو جاتی ہے تو ہمیں بھی اپنے مسلک والے کہتے ہیں کہ نماز پڑھاؤ۔ تو پڑھا دی جائے یا امامت چھوڑ دی جائے۔ مفصل طور پر تحریر فرمائیں؟

الجواب باسمہٖ تعالیٰ عصر کا وقت مفتی بہ قول کے مطابق دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پر تقدیم درست نہیں۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی جنتری تقریباً صحیح ہے۔ یہ تفاوت غالباً اس وجہ سے ہوگا کہ آپ سایۂ اصلی کو خارج نہ کرتے ہوں۔ بہر حال حنفیہ کا یہ مسلک احادیث صحیحہ کے بالکل مطابق ہے چند ایک احادیث لکھی جاتی ہیں۔

۱ ۔ حدیث جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۔ صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

العصر حین صار کل شیئ مثلیہ قدر ما یسیر الراکب الی ذی الحلیفۃ العنق ۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)۔

۲ ، عن ام سلمۃؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد تعجیلا للظھر منکم وانتم اشد تعجیلا للعصر منہ (اخرجہ الترمذی ج ۱ ص ۲۴)۔

۳ ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اوقات صلوۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ انا اخبرک صل الظھر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک الخ (اخرجہ مالک فی المؤطا ص ۶)۔

۴ ، قال علی بن شیبان قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فکان یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیۃ ۔ (اخرجہ ابوداؤد ج ۱ ، ص ۵۹)۔

۵ ، عن ابراھیم النخعی قال ادرکت اصحاب عبداللہ ابن مسعودؓ وھم یصلون العصر فی آخر وقتھا ۔ (رواہ محمدؒ فی کتاب الحجج)۔

تطویل کے اندیشہ سے ترجمہ نہیں لکھا گیا بہر حال بعض احادیث سے صراحۃً دو مثلوں کے بعد آپ علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ اور تابعین رحؒ کا نماز عصر پڑھنا ثابت ہے۔ اور بعض سے دلالۃً ثابت ہوتا ہے۔ لیکن دو مثل کے بعد تغیر شمس سے پہلے پہلے وقت عصر کی نفی کسی حدیث سے معلوم نہیں ہوتی۔ اور دو مثل سے قبل وقت عصر کی نفی بعض احادیث سے دلالۃً ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا دو مثل سے پہلے عصر کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	۴/۴/۱۴۰۳ھ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء		نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عصر میں دوران نماز سورج غروب ہو جائے تو نماز کا حکم

اگر کوئی شخص غروب آفتاب سے پہلے عصر کی نماز پڑھنا شروع کر دے اور ایک رکعت کے بعد آفتاب غروب ہو جائے اور باقی نماز بعد میں پوری کرے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ اگر نہیں ہوئی تو ٹھیک ہے اگر

اگر ہوگئی تو سوال یہ ہے کہ وقت نماز کے لئے ظرف بنتا ہے۔ وقت گزرنے کے بعد نماز کیسے ادا ہوگئی؟ کیا ظہر کی نماز بھی عصر کے وقت میں داخل ہونے سے صحیح ہو جائے گی؟ اگر کہا جائے کہ حدیث میں آتا ہے کہ من ادرك ركعة من العصر الخ تو پھر سوال یہ ہے کہ طلوع کے بعد فجر کیوں نہیں ہوتی۔ حدیث میں تو فجر کا ذکر بھی ہے اور اگر کہا جائے کہ فجر کا وقت کامل ہونے کی وجہ سے کامل واجب ہوئی ناقص ادا نہیں ہوگی اور عصر کا وقت ناقص ہونے کی وجہ سے ناقص واجب ہوئی ناقص ادا ہوگی۔ کیونکہ سبب وجوب ادا سے متصل جز ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ ناقص وقت تو غروب تک ہوتا ہے۔ اس میں تو نماز ختم نہ ہوئی اور غروب کے بعد عصر کا وقت ہی ختم ہو گیا۔ نہ ناقص رہا نہ کامل۔ اب ناقص ادا ہونے کا کیا معنی؟

الجواب عصر کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اس پر ادا کی تعریف صادق ہے۔ صاحب بحر نے ادا کی تعریف یوں فرمائی ہے۔ فالاداء ابتداء فعل الواجب فی وقته الخ

اس سے معلوم ہوا کہ ادا بننے کے لئے ابتداء فی الوقت کافی ہے۔ چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

لانه لا يشترط فعله كله فی وقته ليكون اداء لان وجود التحريمة فی الوقت كاف لكون الفعل اداءً۔ (بحر، ج ۱، ص ۲۷۰، مطبوعہ کوئٹہ)

اور حاشیہ میں ہے۔ معلوم انه لا يشترط لكونه اداء وجود جميعه فيه الخ۔

ان تصریحات کی روشنی میں عصر کی نماز ہو جائے گی۔ اگر کہا جائے کہ پھر تو فجر بھی صحیح ہو جانی چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ طلوع شمس سے نماز فجر باطل ہے۔ کیونکہ یہ وقت نماز کے لئے ظرف نہیں بن سکتا۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہاں ادائیگی کا وجوب بھی نہیں ہو رہی۔ اگر یہ نماز صحیح ہو جاتی تو ادا کا حکم یہاں بھی لاگو ہو جاتا۔ وقت صحت صلوۃ کے لئے ظرف ہے صحت کے لئے شرط نہیں۔ اسی وجہ سے ظہر اگر ظہر کے وقت میں شروع کی جائے اور وقت میں ختم کر دی جائے یا وقت کے بعد ختم کی جائے۔ یا ابتداء اور اختتام دونوں وقت کے بعد ہوں۔ سب صورتوں میں نماز درست ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلی اور دوسری صورت میں ادا کہلائے گی اور تیسری صورت میں قضاء۔ وقت سے تقدیم اس لئے جائز نہیں کہ تقدم علی السبب لازم آتا ہے جو بدیہی البطلان ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۶/۳/۱۴۰۳ھ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

مایتعلق

بالاذان والاقامة

اذان سے پہلے یا بعد میں گھنٹی بجانے کا حکم

اگر محلہ کی مسجد کی اذان اہل محلہ نہیں سن سکتے جس کی وجہ سے نمازیوں کو بہت دقت ہوتی ہے تو اگر اذان سے قبل یا بعد کوئی گھنٹی وغیرہ بجا دی جائے تو یہ گھنٹی بجانا از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب اعلام بعد الاذان کو جسے تثویب بھی کہتے ہیں علماء متقدمین نے مکروہ اور بدعت کہا ہے اور علماء متأخرین نے بوجہ تساہل اسے جائز رکھا ہے۔ پس بربناء مذہب متأخرین اگر کوئی صورت جماعت کے انتظام کی نہ ہو تو گھنٹی یا نقارہ کے ساتھ اعلام جائز ہے۔

كمافی الدر المختار و الشامية ويثوب بين الاذان و الاقامة فی الكل للكل بما تعارفوه كتنحنح او قامت قامت او الصلوة الصلوة ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذالك جاز نهر عن المجتبى۔

(ج ۱ - ص ۲۶۱)۔

لیکن اگر اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے تو بلا ضرورت نقارہ بجانے سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۲۸/۴/۱۳۸۷ھ

ہیضہ کی حالت میں اذانیں دینا بدعت ہے

آج کل یہ اذانیں جو موجودہ وبائی امراض ہیضہ وغیرہ کے پھیلنے پر دی جاتی ہیں کیا فقہ حنفی کی رو سے یہ جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب یہ بدعت ہے کیوں کہ عموم امراض کے وقت اذان دینا شارع علیہ السلام سے اور اقوال و افعال سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ کما فی فتاویٰ دارالعلوم ج ۲، ص ۳۲، وفتاویٰ امدادیہ ج ۱، ص ۱۰۸ ۔ لہٰذا ان حالات میں اذان نہیں کہنی چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ — بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ ۱۵ / ۱ / ۱۳۸۸ھ

ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے

ہماری مسجد کا امام صاحب دوسری مسجد میں جا کر اذان دیتا ہے۔ بعض اوقات سنتیں بھی وہیں پڑھ لیتا ہے۔ پھر اپنی مسجد میں آکر اذان دیتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

۲ : دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اذان کے بعد جا کر لوگوں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے۔ یا آواز دے کر لوگوں کو بلاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب ۱- فی الدر المختار یکرہ لہ ان یؤذن فی مسجدین اھ (شامی)

اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شخص مذکور کا ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے پرہیز چاہیے۔

۲ : مؤذن کا کسی اہل علم یا قاضی یا ایسے شخص کو جو دینی مصروفیت میں مشغول ہو، جا کر الصلوٰۃ یرحمك اللہ کہنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی پختہ نمازی کو جو نماز کی باقاعدہ پابندی کرتا ہے اور کسی وجہ سے سوگیا ہے یا غافل ہوگیا ہے، یاد دہانی کرانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ عام طور پر لوگوں کے دروازوں پر جا کر کنڈا کھٹکھٹانا ثابت نہیں اس سے احتراز اولیٰ ہے۔ کذا فی الدر المختار وشرحہ۔ (ج ۱ - ص ۳۹۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۷ / ۴ / ۱۳۷۶ھ

ننگے سر اذان دینے کا حکم

اگر کسی نے ننگے سر اذان دی تو یہ اذان صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ایسے آدمی کو شریعت میں کیا کہا جائے گا؟

الجواب اذان تو ہو جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ سر پر پگڑی یا ٹوپی پہن کر اذان دی جائے آئندہ فعل مذکور سے احتراز کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ ۲۵ / ۲ / ۱۳۷۷ھ — الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان۔

فاسق کی اذان کا اعادہ کیا جائے

ایک شخص ہر وقت بزرگانِ کرام بالخصوص ائمہ مجتہدین رح کو برا کہتا رہتا ہے اور ان کو کافر کہتا ہے۔ ایسے ہی تنخواہ لے کر قرآن پاک پڑھانے والوں کو بھی برا کہتا ہے۔ مگر نماز روزہ کا پابند ہے اور اذان دیتا ہے۔ اگر اس کو اذان سے منع بھی کرتے ہیں مگر زبردستی اذان پڑھ کر اپنی اکیلے نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے اگر وہ اذان کہہ کر چلا جائے تو وہ اذان دوبارہ کہی جائے یا نہیں؟

الجواب شخص مذکور فاسق و فاجر ہے۔ اس کا اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔ اس اذان کا اعادہ کیا جائے۔ لما فی الدر المختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۳۶۴۔

" ویکرہ اذان جنب و اقامتہ و اقامۃ محدث لا أذانہ علی المذہب واذان امرأۃ وخنثی وفاسق اھ وفی الشامیۃ علی قول الدر ویعاد اذان جنب زاد القہستانی والفاجر والراکب والقاعد والماشی والمنحرف عن القبلۃ وعلل الوجوب فی الکل بانہ غیر معتد بہ اھ (ج ۱ - ص ۳۶۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ معین مفتی ۲ / ۱۲ / ۱۳۷۸ھ — الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

اذان کیلئے مخصوص جگہ کا ثبوت

مسجد کے دائیں یا بائیں اذان کے لئے جگہ بنانے کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ہو تو باحوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب اذان کے لئے مخصوص جگہ بنانا جائز ہے۔ " والمئذنۃ بکسر المیم وسکون الہمزۃ وہی محل التأذین ویقال لہا منارۃ والجمع منایر واول من احدثہا بالمساجد سلمۃ بن خلف الصحابی رضی اللہ عنہ وکان امیرا علی مصر فی زمن معاویۃ رض وکان بلال رض یأتی بسحر لاطول بیت حول المسجد لامرأۃ من بنی نجار ویؤذن علیہ (طحطاوی)

اور اہل مسجد کو اختیار ہے کہ دائیں بائیں جس طرف چاہیں بنائیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ — بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ ۲/۵/۱۳۹۲ھ

راستہ میں نماز کی دعوت دیتے ہوئے آنے کا حکم

کچھ عرصہ سے مجھے شوق پیدا ہوا ہے کہ جس وقت میں اپنے مکان سے نماز کے لئے روانہ ہوتا ہوں تو اپنے ہمسایہ والوں اور ملنے والوں کو نماز کی دعوت دیتا ہوا مسجد پہنچتا ہوں راستہ میں اکثر "نماز ، نماز" کی آواز بھی لگاتا ہوں ۔ میرے اس فعل کو کچھ لوگ بدعت کہتے ہیں اور حدیث یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں ایک شخص نے تثویب شروع کر دی ۔ ابن ابی شیبہ مجاہد کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مؤذن نے اذان کے بعد "الصلوۃ الصلوۃ" کے لفظ سے تثویب کی اور لوگوں کو نماز کی دعوت دی ۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے مجاہدؒ سے فرمایا کہ یہ بدعت ہے مجھے یہاں سے لے چل ۔

(کتاب کا نام ہے "راہِ سنت" ص ۱۳۲ ۔ مصنفہ مولوی محمد سرفراز خان صفدر ۔ فاضل دیوبند ۔ خطیب جامع مسجد گکھڑ منڈی ۔ صدر مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ۔)

مولوی عبدالحنان صاحب گجر کھڈہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث مؤذن کے لئے ہے کہ مسجد کی طرف سے مؤذن دوبارہ نماز کا اعلان نہیں کر سکتا ۔ اگر کوئی شخص مسجد کے باہر لوگوں کو "نماز ، نماز" پکار کر بلاتا ہے تو یہ بدعت نہیں ، اس لئے جائز ہے ۔

میرے مکان سے مسجد تک کچھ فاصلہ ہے ۔ راستہ میں کئی مکان پڑتے ہیں جن کے قریب سے گزرتے ہوئے میں "نماز ، نماز" کی آواز لگاتا ہوا مسجد کو پہنچتا ہوں ۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ میرا یہ فعل جائز ہے یا بدعت ؟ عبدالحنان صاحب نے یہ بھی کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ صبح کے وقت لوگوں کو نماز کے لئے جگایا کرتے تھے ۔

بہرحال آپ کا جواب آنے پر میں قطعی فیصلہ کروں گا کہ مجھے یہ کام بند کرنا چاہئے یا جاری رکھنا چاہئے ۔ ؟

الجواب ایک تو تثویب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ نماز کے عادی ہیں لیکن اپنے مشاغل میں مشغول ہیں اور احتمال ہے کہ غفلت و مشغولی کے سبب نماز سے نہ رہ جائیں ایسے لوگوں کو دوبارہ نماز کی اطلاع دینا ۔

ان معنی التثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۸۶)

متقدمین نے اسے ناجائز کہا ہے اور متاخرین کے نزدیک اس کی گنجائش ہے (گو عملاً آج کل متروک ہے) اور اس کا محل مسجد ہے ۔

اور دوسرے دعوت و تبلیغ ہے ۔ کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو بذریعہ ترغیب و ترہیب نماز کا عادی بنایا جائے ۔ یہ بھی جائز ہے ۔ خواہ اذان کے بعد ہو یا اذان سے پہلے ۔ لیکن اذان کے بعد مسجد کو جاتے ہوئے "نماز ، نماز" کا نعرہ لگاتے ہوئے جانا نہ تثویب ہے نہ تبلیغ اس لئے اس کا کوئی خاص فائدہ سمجھ میں نہیں آتا ۔ اور نہ سلف سے کہیں منقول لکھا ہے ۔

جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور وہ سوئے ہوئے ہیں ان کو "الصلوۃ" کہہ کر جگانا امر آخر ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کرنا بظاہر صحیح نہیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

اذانِ تہجد کا حکم

اذانِ تہجد جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب اذان تہجد کی رمضان المبارک میں فی الجملہ گنجائش ہے ۔ لیکن سال بھر تک وارد نہیں ۔ لہٰذا صرف اذان فجر پر اکتفا کیا جائے ۔ اور اذان تہجد موقوف کر دیں ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۷/۱۲/۱۳۹۸ھ

لاؤڈ سپیکر پر اذان کی تحقیق

۱ : کیا ایک مسجد میں لاؤڈ سپیکر کے ساتھ اذان کا ہونا دوسری مساجد کے لئے بھی کافی ہے ؟ جب کہ مقصد اذان اعلام عام پورا ہو جاتا ہے ۔ بالخصوص وہ مساجد جو قریب قریب دوسرے محلہ میں واقع ہوں درمیان

میں صرف بازار ہو اور چند مکانوں کا فاصلہ ہو۔

۲ : مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۹۵ پر ہے کہ ایک نابینا صحابی جبکہ اس نے نماز میں حاضر نہ ہو سکنے کی وجہ بیان کر کے رخصت طلب کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا:

ھل تسمع النداء بالصلوٰۃ قال نعم قال فاجب۔ الحدیث

———— ایک واقعی معذور شرعی جو اپنے محلہ کی مسجد کی اذان نہ سننے پر گھر پر رخصت پر عمل کر لیتا ہے اور نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن لاؤڈ سپیکر کی زور دار آواز لازمی اس کے کانوں میں پڑ جاتی ہے تو کیا وہ پھر بھی (اس محلہ کا ہو یا دوسرے کا) اس رخصت پر عمل کر سکتا ہے یا مسجد میں حاضری واجب ہے۔ اور پھر حاضری اپنے محلہ والی مسجد میں یا جہاں سے آواز سنی ہے۔ اور عدم حاضری سے گنہگار ہوگا یا نہیں ؟

۳ : لاؤڈ سپیکر پر اذان کہنا ضروری ہے، مستحب ہے، مستحسن ہے، کیا ہے ؟

۴ : عین وقتِ اذان پر بجلی نہ تھی تو اذان بدون اس کے کہہ دی گئی۔ پھر دس منٹ کے بعد بجلی سپیکر کی آ گئی تو دوبارہ سپیکر پر کہنے کی تاکید کی جائے تو کس اذان کا اعتبار ہوگا۔ جس کا نہیں ہوتا اس میں شرعاً کیا سقم ہے۔ عمداً تکرارِ اذان کیا حکم رکھتا ہے اور جب کہ امام ہی اس بات پر مصر ہو اور مفتی ہو۔

۵ : نمازوں میں کثرتِ مقتدیوں کے باعث سپیکر کو اس طرح نصب کیا جاتا ہے کہ میکروفون بالکل امام کے منہ کے محاذی ہوتا ہے جس سے تمام مقتدی امام کی قرأت اور تکبیراتِ انتقال بخوبی سن سکتے ہیں مزید مکبروں کی ضرورت نہیں۔ یہ شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ ؟ بینوا توجروا۔

الجواب —— و اذا اقسم اھل المحلۃ المسجدا وضربوا فیہ حائطا ولکل منھم امام علی حدۃ و مؤذنھم واحد لا بأس بہ والاولی ان یکون لکل طائفۃ مؤذن الخ

(بحر ، ج ۱ ، ص ۳۶۸)

عبارتِ بالا کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسجد کے لئے الگ مؤذن ہونا چاہئے اگرچہ ایک کی اذان ہی کافی ہو جاتی ہے۔ پس صورتِ مسئولہ میں اگرچہ آلہ مکبر الصوت کی آواز

دور دور تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن ہر مسجد میں اذان الگ ہونی چاہئے۔ تعامل بھی اسی پر ہے۔ ہر مسجد میں نماز کے اوقات کا متحد ہونا بھی ضروری نہیں۔ پس متعدد مساجد کے لئے اذان واحد کافی نہیں ہو سکتی۔

۲ : فَاَجِبْ ای ائت الجماعۃ قال الطیبی فیہ دلیل علی وجوب الجماعۃ وقیل حث مبالغۃ فی الافضل الالیق الخ کذا فی المرقاۃ کذا فی الحواشی۔

حدیثِ مذکور بروایت ابو داؤد وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں۔

قال تسمع النداء قال نعم قال ما اجد لک رخصۃ۔

تو آخری الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے شیخ ابراہیم حلبیؒ فرماتے ہیں۔

" معناہ لا اجد لک رخصۃ تحصل لک فضیلۃ الجماعۃ من غیر حضورھا لا الایجاب علی الاعمیٰ فانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رخص لعتبان بن مالک علی ما فی الصحیحین"

(کبیری ص ۴۴۲)

تو اس حدیث کی تشریحِ بالا سے معلوم ہوا کہ فَاَجِبْ کا امر ایجاب کے لئے نہیں تھا بلکہ فضیلت کا تھا اعمیٰ پر اذان سننے کے باوجود بھی مسجد میں آنا واجب نہیں ہے۔ اعمیٰ کے لئے مطلقاً رخصت ثابت ہے کما فی الصحیحین اور بلاشبہ فضیلت حاضری میں ہی ہے جب کہ بلا تکلیف ہو سکے۔

۳ : زیادہ سے زیادہ مستحسن ہے۔

۴ : تکرارِ اذان مذکورہ درست نہیں۔ پس پہلی اذان جو کہ بجلی نہ ہونے کی حالت میں کہی گئی تھی کافی ہے دوبارہ اذان نہ دی جائے۔

۵ : جائز ہے خلافِ احتیاط ہے مکبروں کے ذریعہ تکبیرات معلوم کرانے کا انتظام ہونا چاہئے آلہ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں شرعاً پسندیدہ نہیں بلکہ قریب بہ کراہت ہے۔ تکبیراتِ انتقال کی اطلاع کرنے کا انتظام مکبروں کے ذریعہ ہونا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح ، محمد عبد اللہ عفا اللہ مفتی جامع ہذا ○ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی

تہجد کیلئے اذان خلافِ سنت ہے

نمازِ تہجد کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ اذان دیتے تھے یا نہیں ؟

الجواب
حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ صبح صادق سے کچھ پہلے اذان دیا کرتے تھے تاکہ تہجد میں مشغول حضرات ذرا آرام کرلیں اور سوئے ہوئے لوگ اٹھ کر فجر کی نماز کی تیاری کرلیں مگر بعد میں یہ اذان منسوخ ہوگئی تھی حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین نے اسے معمول نہیں بنایا ۔

قال العلام ابوجعفر الطحاوی ان التأذين قبل طلوع الفجر خلاف لسنة اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ
(شرح معانی الآثار، ۱۳۱:۱ ص ۹۹) فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بالغ کا اذان دینا افضل ہے

نابالغ لڑکا اذان دے سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب
عاقل بچہ اذان دے سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ بالغ اذان دے ۔

" اذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراهة فی ظاهر الروایة ولکن اذان البالغ افضل اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۳۹)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۳ / ۲ / ۱۳۹۶ھ

داڑھی منڈے کا اذان کہنا مکروہ ہے

ایک شخص داڑھی منڈاتا ہے۔ کیا وہ اذان اور اقامت کہہ سکتا ہے ؟ بعض کا خیال ہے کہ داڑھی والے کی موجودگی میں بغیر داڑھی والا اذان و اقامت نہ کہے ۔ ؟

الجواب
داڑھی منڈانے والا فاسق ہے اور فاسق کا اذان کہنا مکروہ ہے مؤذن و مکبر ایسا شخص ہونا چاہئے جو پابند شریعت ہو ۔

ویستحب ان یکون المؤذن عالما بالسنة تقیا فیکره اذان الجاهل والفاسق اھ (غنیة المستملی، ص ۳۵۹) ۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۲/۱۲/۱۳۹۹ھ

کثرتِ بارش کے وقت اذان دینا

جب بارش بہت زیادہ ہوجائے تو لوگ اذانیں دیتے ہیں ۔ کیا یہ درست ہے ؟

الجواب
کثرتِ بارش کے وقت اذان دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں "درمختار" میں ہے ۔

وهو سنة للرجال مؤكدة للفرائض لا يسن لغيرها اھ (شامی ج ۱ ص ۳۵۸) ۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۴/۹/۱۳۹۶ھ

اذان دے کر مسجد سے نکلنے کا حکم

ایک آدمی امام مسجد بھی ہے اور دوکان پر ملازم بھی ہے امامت کا وظیفہ کافی نہیں ۔ وہ اذان دے کر سنتیں پڑھ کر دوکان پر چلا جاتا ہے اور دس پندرہ منٹ بعد آکر امامت کراتا ہے ۔ کیا یہ جائز ہے ؟

الجواب
بہتر تو یہ ہے کہ اتنے مختصر سے وقت کے لئے نہ نکلا جائے ۔ لیکن اگر چلا بھی جائے تو چنداں کراہت نہ ہوگی ۔ کیونکہ اسے واپس آنا ہے ۔

لحدیث ابن ماجة من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجة وهو لا یرید الرجوع فهو منافق اھ (شامی ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ کوئٹہ) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ○ محمد انور عفا اللہ عنہ ۵/۱۱/۱۴۰۰ھ

جنبی کا اذان دینا مکروہ ہے

ایک شخص نے جنبی ہونے کی حالت میں مسجد میں اذان دی ۔اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب جنبی کا اذان دینا مکروہ تحریمی ہے اور ایسے ہی اس حالت میں مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ۔اب توبہ واستغفار کیا جائے ۔اگر وقت کے اندر پتہ چل جائے تو اعادہ کیا جائے ۔

ویعاد اذان جنب ندبا وقیل وجوبا اھ (درمختار علی الشامیہ : ج ا ص ۳۶۵)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ولد الزنا اذان دے سکتا ہے

کیا ولد الزنا مسلم اذان دے سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب دے سکتا ہے ” ویجوز اذان العبد والقروی واھل المفازۃ وولد الزنا اھ (عالمگیری : ج ا ص ۵۳)

ویجوز بلاکراھۃ اذان صبی مراھق وعبد ولایحل الا باذن کاجیر خاص واعمی وولد الزنا واعرابی اھ (درمختار علی الشامیۃ ۔ج ا ۔ص ۳۶۳) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۴ / ۱۱ / ۱۴۰۰ھ

تکبیر کے ہر کلمہ کے آخر میں جزم پڑھا جائے

تکبیر میں وصل ہے یا فصل ؟ یعنی کلمہ اشہدان لا الہ الا اللہ کے آخری حرف پر ضمہ پڑھیں گے یا نہیں ؟ جبکہ بغیر سانس توڑے دوسرا کلمہ ساتھ ملایا جائے ؟

الجواب دوسرا کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ بغیر سانس توڑے پڑھا جائے تو بھی پہلے کے آخر میں کوئی حرکت نہ پڑھی جائے ۔

علا تکبیر واذان کے تمام کلمات کے آخر میں اعراب نہ پڑھا جائے ۔

روی ذالک عن النخعی موقوفا علیہ ومرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الاذان جزم والاقامۃ جزم والتکبیر جزم اھ (شامی ج ا ص ۲۵۸) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد انور عفا اللہ عنہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنے کا حکم

ایک مسجد میں مؤذن نے اذان دی ۔اس کی اجازت کے بغیر تکبیر کہنا درست ہے یا نہیں ؟ نیز مؤذن مستقل ہو یا غیر مستقل ہو ایک ہی حکم ہے یا علیحدہ علیحدہ ؟

الجواب اگر مؤذن موجود ہے اور دوسرے کے تکبیر کہنے سے اسے وحشت ہوتی ہے تو اس کی اجازت کے بغیر تکبیر نہ کہی جائے ۔

اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لایکرہ مطلقا وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ اھ ۔ (درمختار علی الشامیۃ : ج ا ص ۳۶۷) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۸ / ۱۱ / ۱۳۹۸ھ

چودہ سالہ لڑکے کی اذان کا حکم

ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً چودہ سال سے زیادہ ہے ۔ اذان دیتا ہے اور نماز بھی پابندی سے پڑھتا ہے کیا اس کی اذان درست ہے ؟

الجواب مذکورہ لڑکا اگر اذان صحیح دیتا ہے تو بلاکراہت درست ہے ۔ اسے منع نہ کیا جائے ۔ ویجوز بلاکراھۃ اذان صبی مراھق (درمختار) وفی الشامیۃ قولہ صبی مراھق المراد بہ العاقل وان لم یراھق کما ھو ظاھر البحر ۔ (ج ا ۔ص ۳۶۳) ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۹ - ۱۱ - ۱۳۹۸ھ

فاسق کی اذان مکروہ تحریمی ہے

فاسق کی اذان میں کونسی کراہت ہے ؟ تحریمیہ یا تنزیہیہ ؟

الجواب درمختار میں لکھا ہے کہ جنبی ، عورت اور فاسق کی اذان مکروہ ہے۔ شامی میں اس کے تحت تحریر ہے کہ بظاہر اس سے کراہتِ تحریمیہ مراد ہے

وظاهره ان الكراهة تحريمية اھ (ج ۱ ص ۲۶۴) -

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۵/۱/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

قبل از وقت کہی گئی اذان دوبارہ کہی جائے

پنجاب کی اکثر مساجد میں یہ عادت بن گئی ہے کہ اذان نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہی دی جاتی ہے یعنی ابھی نماز کا وقت نہیں ہوا ہوتا کہ اذان ہو جاتی ہے۔ تو کیا حکم ہے کہ وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے یا اسی پر اکتفاء کیا جائے ؟

الجواب اذان کی غرض نماز کا وقت شروع ہونے کی اطلاع دینا ہے۔ اور یہ غرض جب ہی پوری ہو سکتی ہے کہ اذان وقت شروع ہونے پر دی جائے۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اذان وقت سے پہلے دی جائے تو وقت شروع ہونے کے بعد اس کا اعادہ کیا جائے۔ چاہے کوئی اذان ہو۔

فيعاد اذان وقع بعضه قبله كالاقامة اھ (درمختار)-
(قوله وقع بعضه) وكذا كله بالاولى اھ (شامی ج ۱ ص ۲۵۸ باب الاذان)-

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۷/۱۲/۱۳۹۹ھ

اللہ اکبر کی راء کو لام کے ساتھ ملانا

اذان و اقامت میں اللہ اکبر کی راء کو لام کے ساتھ ملا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب اذان و اقامت میں راء پر جزم پڑھی جاتے لام کے ساتھ نہ ملائی جائے
فقط واللہ اعلم۔
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۳/۹/۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے اندر بھی اذان دینا درست ہے

اذان مسجد کے اندر یا باہر دینا چاہئے ؟ بعض حضرات کا اصرار ہے کہ مسجد کے باہر اذان دینا چاہئے۔

الجواب مسجد کے اندر بھی بلا کراہت جائز ہے۔ (اعلاء السنن ج ۸ ص ۹۴)۔
فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۶/۱/۱۴۰۸ھ

جمعہ کی دوسری اذان معمول و متوارث ہے

اذانِ خطبہ یعنی دوسری اذانِ جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟ مہربانی فرما کر ہماری تسلی فرمائیں کہ جائز ہے یا ناجائز ؟ زید نے اذان بند کر دا رکھی ہے۔

الجواب دوسری اذانِ جمعہ بالکل جائز ہے۔ عہدِ خلافتِ راشدہ سے لے کر آج چودہ سو (۱۴۰۰) سال تک شریعت اور امت میں یہ اذان معمول و متوارث چلی آرہی ہے۔ بس اسے ناجائز کہنا غلط اور ابتداع ہے۔
فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

محمد اقبال عفا اللہ عنہ
۱۲/۱/۱۴۰۷ھ

اقامت میں بھی ”حیعلتین“ کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرا جائے

اقامت میں ”حیعلتین“ کے وقت دائیں بائیں

طرف منہ پھیرنا سنت ہے یا نہ ، اگر سنت ہے تو نہ کرنے والے کی تکبیر ہوجائے گی یا نہ ؟

الجواب وفی الدر علی الشامیة ج ١ ص ٣٦٠ - ویلتفت فیه وکذا فیها مطلقا - روایت بالاسے معلوم ہوا کہ اقامت میں بھی حیعلتین کہتے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا مسنون و درست ہے لیکن اگر کسی مکبر نے منہ نہیں پھیرا تو تب بھی اقامت ہوجائے گی - فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ١٢ / ٦ / ١٣٩١ ھ

دوران وعظ اذان شروع ہوجائے تو وعظ بند کرکے اذان کا جواب دینا چاہئے

ایک شخص دین کی باتیں کر رہا ہے - اذان شروع ہوگئی تو کیا اس کو وہ دین کا وعظ اور تکرار بند کرکے اذان کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں ؟ اور مسجد کے اندر یا باہر کا بھی کوئی فرق ہے کہ مسجد میں جواب واجب نہیں اور باہر واجب ہے ؟

الجواب اگر وعظ و تکرار کو بند کرکے جواب دے تو اچھا ہے - اور اگر وعظ و تکرار کو جاری رکھے اور جواب نہ دے تو کچھ گناہ نہیں - اس لئے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے - درمختار میں ہے -

ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابة بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا لا حائضا ونفساء و سامع خطبة الخ - (درمختار مع الشامیة ، ج ١ ، ص ٣٦٧) -

اور رد المحتار میں ہے -

لانه لا یفوت ولعله لان تکرار القرأة انما هو للاجر فلا یفوت بالاجابة بخلاف التعلم فعلی هذا لو یقرأ تعلیما او تعلما لا یقطع سائحانی - (ج ١ ص ٣٦٨) -

(قوله وقال الحلوانی ندبا) ای قال الحلوانی ان الاجابة باللسان مندوبة والواجبة هی الاجابة بالقدم -

(شامی ج ١ ص ٣٦٧) - فقط واللہ اعلم -

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد و خارج کی تفریق حلوانی رح کے قول پر مبنی ہے - واما عندنا فیقطع و یجیب بلسانه مطلقا - (کذا فی الدر المختار ج ١ ص ٣٧٠) -

والجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

تکبیر کس وقت کہی جائے

امام صاحب کے مصلے پر پہنچنے پر تکبیر کہنا بہتر ہے یا امام کے آنے سے پہلے ہی کہہ دینا - تکبیر کے لئے امام کی اجازت لی جاوے یا نہیں ؟

الجواب بہتر یہی ہے کہ امام کے مصلے پر آنے کے بعد تکبیر کہی جاوے - لیکن اگر ایک گھڑی پہلے بھی کہدی جاوے تو جائز ہے -

حضر الامام بعد اقامة المؤذن بساعة او صلی سنة الفجر بعدها لا یجب اعادتها کذا فی القنیة - (عالمگیری ج ١ ص ٥٧) -

اور قرین قیاس یہی ہے کہ امام سے اجازت لینا مستحسن ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ زبان سے تصریح کرائی جائے - بلکہ امام کا مصلے پر کھڑا ہونا ہی اجازت ہوگی - فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ اصغر علی غفرلہٗ معین مفتی
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	٤ / رمضان المبارک ١٣٧٤ ھ

ترک واجب کی وجہ سے اعادہ کی جانے والی نماز کیلئے تکبیر کی حاجت نہیں

اگر امام کسی واجب کے ترک سے سجدۂ سہو بھول جائے اور سلام پھیر دے تو جب اس نماز کا اعادہ کیا جائے تو کیا اس نماز کے لئے تکبیر کہنی پڑے گی یا نہیں ؟ اگر کہنی پڑتی ہو اور نہ کہی گئی ہو تو کیا دوسری نماز ہوجائے گی یا نہیں ؟ اگر نہیں ہوئی تو تیسری دفعہ نماز مع تکبیر ادا

کی جائے ؟

۲ : اگر کسی کو سجدۂ سہو بھول گیا تو سلام کے بعد کتنی دیر تک سجدۂ سہو کر سکتا ہے ؟

الجواب ترک واجب کی وجہ سے اگر نماز دوبارہ پڑھی جائے تو اعادۂ تکبیر کی حاجت نہیں ۔ وہیں کھڑے ہو کر بدون اعادۂ تکبیر نماز لوٹا لی جائے ۔ اعادہ اگر کے اندر طویل فصل کے بغیر ہو تو اقامت نہ کہی جائے ورنہ کہی جائے ۔

قوم ذکروا فساد صلوۃ صلاھا فی المسجد فی الوقت قضوھا بجماعۃ فیہ ولا یعیدون الاذان والاقامۃ ۔ (شامی ج ۱ ص ۲۷۴)

۲ ، جب تک دنیوی بات نہیں کی ، سینہ قبلہ سے منحرف نہیں ہوا ، وضو نہیں ٹوٹا تو سلام پھیر لینے کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے سجدۂ سہو کر سکتا ہے ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

معذور بیٹھ کر اذان دے سکتا ہے

زید ٹانگوں سے معذور ہے کھڑا نہیں ہو سکتا ۔ آیا زید کے لئے بیٹھ کر اذان دینا اور تکبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب غیر معذور کے لئے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے ۔ ویکرہ الاذان قاعدًا ۔ (ہندیہ ۔ ج ۱ ۔ ص ۲۸) ۔ عذر کے وقت گنجائش ہے ۔ کالاذان للمسافر راکبا وان کرہ فی الحضر ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۷ / ۱۰ / ۱۴۰۷ ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

اذان کے بعد رفع ایدی کیساتھ دعا کرنیکا حکم

۱ : ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا سنت ہے ؟ حدیث و قرآن کی روشنی میں وضاحت کیجائے

۲ : اذان کے بعد دعاء مانگنا کیسا ہے ؟ مثلاً وقتِ غروبِ آفتاب اذان کے بعد کسی

نمازی اور امام مسجد کو ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے نہیں دیکھا ۔

۳ : ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے جو خود ہاتھ اٹھا کر دعاء نہ مانگتا ہو اذان کے بعد ؟

الجواب رفع الیدین عند الدعاء فی الجملہ ثابت ہے ۔ لیکن ہر دعاء میں رفع یدین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ۔ جیسے مسجد میں دخول و خروج کے وقت ، بیت الخلاء میں دخول و خروج کے وقت ، جماع و انزال وغیر ذالک بلکہ ان مواقع میں کوئی بھی رفع یدین کا قائل نہیں ۔ لہٰذا جن مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین نہیں کیا امت کو بھی چاہئے کہ وہ بھی نہ کرے ۔ اذان کے بعد دعاء میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں کذا فی احسن الفتاوی ج ۲ ص ۲۹۷ ۔ لہٰذا جس امام کا عمل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مشابہ ہو اس کی امامت یقیناً صحیح ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

داڑھی منڈانے والا مستقل مؤذن نہ رکھا جائے

داڑھی منڈانے والے کو مستقل طور پر مسجد کا مؤذن بنایا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب مؤذن متقی پرہیزگار عالم ہونا چاہئے ۔ ہندیہ میں ہے ۔ وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنۃ کذا فی النہایۃ (ج ۱ ۔ ص ۲۷) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ، ۹/۹/۱۴۰۸ھ

مکبر کا امام کے پیچھے ہونا ضروری نہیں

مکبر کے لئے امام کے پیچھے کھڑا ہونا ضروری ہے یا نہ ؟ نیز مکبر کا صف اول ہی میں ہونا ضروری ہے یا دوسری تیسری صف میں بھی تکبیر کہہ سکتا ہے ؟ وضاحت فرمائیں ۔

الجواب بالکل پیچھے کھڑا ہونا ضروری نہیں جہاں جگہ ہو کھڑے ہو سکتے ہیں ۔ ایسے ہی پہلی صف میں ہونا بھی ضروری نہیں ۔ فقط واللہ اعلم ۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
۷ / ۶ / ۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

صبح صادق کے بعد پانچ سات منٹ کی تاخیر

سحری کے اختتام کے کتنی دیر بعد اذان فجر ہونی چاہیئے۔ اگر کچھ دیر بعد اذان ہونی چاہیئے تو اس کی دلیل یا ثبوت پیش فرمائیے ؟

الجواب اذان کا وقت صبح صادق کے ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے پانچ سات منٹ کی تاخیر اس لئے کی جاتی ہے تاکہ فجر خوب واضح ہو جائے۔ کما قال علیہ السلام لا تؤذن حتی یتبین لک الفجر۔ الحدیث - فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۳ / ۱۰ / ۱۴۰۸ھ

تثویب کے بارے میں ایک روایت کی تصحیح

ہم بمقام باقر شاہ از مضافات علی پور، آپ (جناب مہتمم صاحب) کے ارشاداتِ عالیہ میں موجود تھے۔ وہاں دورانِ بیان ایک روایت آپ سے یوں سنی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دورانِ سفر اپنے ساتھی کو فرمایا کہ ہم اپنے فلاں صاحب کے پاس رہائش پذیر ہوں گے۔ جب وہاں پہنچے تو مسجد میں ان کو جا کر السلام علیکم کہا۔ تو انہوں نے جواباً کہا وعلیکم السلام وعلی رسولہ۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ تم بدعتی ہو۔ پھر واپس چلے آئے الخ

اب عرض ہے کہ اس کا حوالہ باسند تحریر فرما دیں اور محدثین کی سند کو بھی تحریر فرمائیں۔ ؟

الجواب سوال میں جیسے ذکر ہے ایسے تو کوئی واقعہ نہیں ملا۔ البتہ یوں آتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے داخل ہوئے اذان ہو چکی تھی ایک شخص نے تثویب شروع کر دی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔

اخرج بنا فان ھذہ بدعۃ اھ (ابو داؤد شریف ۔ج ۱ ص۷۹)

یا ایک حدیث یوں آتی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں چھینک لی۔ تو یوں کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کا میں بھی قائل ہوں مگر اس موقع پر

ہمیں سلام کی تعلیم نہیں دی گئی۔ (ترمذی شریف : ج ۲ ، ص ۹۸)۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۳ / ۴ / ۱۴۰۶ھ

دعاء بعد الاذان میں " وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیعَۃَ " کے الفاظ احادیث میں منقول نہیں

اذان کے بعد جو دعاء معروف ہے اس کے بارے میں تحقیق مطلوب ہے کہ اس کے صحیح الفاظ کیا ہیں ؟ بالخصوص " والدرجۃ الرفیعۃ " وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد ۔ کے بارے میں وضاحت فرمائیں کہ یہ لفظ درست ہیں یا نہیں اور انہیں پڑھنے سے ثواب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب تمام معتبر و مستند کتب حدیث میں یہ دعاء بایں الفاظ منقول ہے۔ اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ و الصلوۃ القائمۃ آت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ ؎ بیہقیؒ نے اس کے آخر میں انک لا تخلف المیعاد کی زیادتی بھی کی ہے۔

علامہ شامی رہ نے حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس دعاء میں والدرجۃ الرفیعۃ کا لفظ اور ایسے ہی اس کے اختتام پر یا ارحم الراحمین کہنا بے اصل ہے۔ ولفظہ " وروی البخاری وغیرہ من قال حین یسمع النداء اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمداً الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ حلت لہ شفاعتی یوم القیامۃ وزاد البیھقی انک لا تخلف المیعاد وتمامہ فی الامداد والفتح وقال ابن حجر فی شرح المنہاج وزیادۃ والدرجۃ الرفیعۃ وختمہ بیا ارحم

الراحمين لا اصل لهما اھ (شامی ج ۱ ص ۳۷۰)۔

علامہ سخاوی رحؒ سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔

واما زيادة والدرجة الرفيعة المشتهرة على الالسنة فقال السخاوى لم اره فى شىء من الروايات وزاد البيهقى فى رواية انك لا تخلف الميعاد واما زيادة يا ارحم الراحمين فلا وجود لها فى كتب الحديث۔ (بذل المجہود - ج ۱ ص ۳۰۲)۔

مسنون الفاظ پر اضافہ کرکے پڑھنے سے دعاءِ مسنون کی برکت حاصل نہ ہوگی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۸/۴/۱۴۰۶ھ

اذان میں "شہادتین" اور "حیعلتین" کو کھینچ کر پڑھنے کا حکم

آج کل ہمارے علاقہ میں مؤذن اذان بڑی لمبی کرتے ہیں۔ گو یہ جائز ہے۔ مگر جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو ہا ہا ہا زیاتی کرتے ہیں ہا ہا کبھی اونچی طرز پر اور کبھی مدہم کرکے۔ اسی طرح حی علی الفلاح پر ہا ہا ہا کرتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: چونکہ ہا ہا وغیرہ "شہادتین" کے آخر میں لحن ہے لہذا یہ ناجائز ہے۔

لما فى الدر المختار ولا لحن فيه اى تغنى بغير كلماته فانه لا يحل فعله وسماعه كالتغنى بالقرآن اھ وفى الرد تحت قوله بغير كلماته اى بزيادة حركة او حرف او مد او غيرها فى الاوائل والاواخر۔ (شامی ج ۱ ص ۳۵۹)۔

معلوم ہوا کہ زیادۃ حرکت وحرف یا مد آخر یا اول میں لحن ہے وہو لا یجوز۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

رشید احمد صدیقی

دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک ضلع پشاور مغربی پاکستان

اللہ کے لام کو ایک الف کی مقدار سے زیادہ کھینچنا غلط ہے۔ علامہ شامی رحؒ لکھتے ہیں

اعلم ان المد ان كان فى الله فاما فى اوله او اوسطه او آخره ..... (الى قوله) وان كان فى وسطه فان بالغ حتى حدث الف ثانية بين اللام والهاء كره اھ (شامیہ ج ۱ ص ۳۵۹)

حاصل یہ ہے کہ اللہ کے لام کو ایک الف سے زیادہ کھینچنا مکروہ ہے۔ ایسے ہی "حیعلتین" کو بھی زیادہ نہ کھینچا جائے۔ قال الحلوانى لا بأس بادخال المد فى الحيعلتين لانهما غير ذكر وتعبيره بلا بأس يدل على ان الاولى عدمه۔ (شامی ج ۱ ص ۳۵۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۷/۹/۱۴۰۱ھ

اذان کے بعد جماعت سے پہلے سپیکر پر بلند آواز سے سبحان اللہ کہنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے بعد جماعت سے کچھ منٹ پہلے ایک صاحب یہ کلمات لاؤڈ سپیکر میں کہتا ہے۔ مثلاً سُبْحَانَ اللہ سُبْحَانَ اللہ اٹھو نماز کا وقت ہوگیا ہے، جلدی مسجد میں آؤ نماز کا وقت قریب ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ نیز کیا ان کلمات سے اذان کی اہمیت میں تو کوئی فرق نہیں آتا؟

الجواب: اذان واقامت کے درمیان مذکورہ کلمات کہنا اصطلاحِ شرع میں تثویب کہلاتا ہے۔ فتاویٰ امداد الاحکام میں اسے مکروہ لکھا ہے (ج ۱ - ص ۴۴۱)۔

فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۱۳/۱۱/۱۴۰۷ھ

بوقتِ اذان کانوں میں انگلیاں دینا

اذان دیتے وقت انگلیاں کانوں پر رکھ لینا کافی ہے یا کانوں کے سوراخ میں دینی چاہئیں ؟ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ انگلیاں صرف کانوں پر رکھ لیتے ہیں اور بعض سوراخوں میں دے لیتے ہیں۔ صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں ؟

المستفتی : محمد صفدر الحق

مرکزی جامع مسجد محلہ اندر کوٹ ، ڈیوہوا ، تحصیل تونسہ شریف

الجواب زیادہ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں سوراخوں میں ڈالی جائیں۔ کیونکہ رفع صوت اسی سے زیادہ ہوتا ہے۔ وھوالمطلوب من ھذا العمل

ویجعل ندبا اصبعیه فی صماخ اذنیه فاذانه بدونه حسن وبه احسن اھ (درمختار) (قوله ویجعل اصبعیه لقوله صلی اللہ علیه وسلم لبلال رضی اللہ تعالی عنه اجعل اصبعیك فی اذنیك فانه ارفع لصوتك۔ اھ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۸۵)۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

بلالیؓ اذان یا بدعتی اذان

حضرت مفتی عبد الستار صاحب مدظلہ

ا :۔ فرشتے نے آسمان سے نازل ہو کر جو اذان سکھلائی۔

ب :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اذان کی امت کو تعلیم دی۔

ج :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدة العمر حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو اذان دیتے رہے۔

د :۔ حضرات خلفاء راشدینؓ ، تابعینؒ ، تبع تابعینؒ اور ائمہ کرامؒ کے مبارک زمانوں میں سات صدیوں تک پورے عالمِ اسلام میں جو اذان دی جاتی رہی ——— وہ یہی اذان تھی جو " اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر " سے شروع ہو کر " لا الہ الا اللہ " پر ختم ہو جاتی ہے۔ نہ اس سے پہلے کوئی ذکر و درود شریف ہے نہ بعد میں۔

آٹھویں صدی کے آخر میں اذان سے پہلے اضافہ درود کی بدعت ایجاد کر کے فرقہ بندی کی بنیاد ایک عیش پرست بادشاہ نے رکھی ——— سپیکروں کی کثرت نے اسے شہرت دی ——— فرقہ واریت کو ہوا دینے والوں نے اس کے ذریعہ امت میں خوب خوب افتراق و انتشار پیدا کیا ——— وحدتِ ملی کا تقاضا ہے کہ آسمانی ، اسلامی اور بلالیؓ مسنون اذان کے مقابلہ میں بدعتی شاہی اذان کو ترک کر دیا جائے ——— ذکر و درود شریف کے لئے سارا دن ہے جتنا کوئی پڑھے کون روکتا ہے ، لیکن سنتِ سنیہ کی اصل صورت کو تبدیل کر دینا اور انوارِ سنت کو ایسے اضافوں میں چھپا دینا کسی طرح روا نہیں ——— ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس بدعت کو اتنا رواج دیا گیا کہ سنت عیب و جرم بن کر رہ گئی ——— کوئی مسلمان اہلِ بدعات کی مسجد میں اصلی اذان بلالیؓ نہیں دے سکتا ورنہ اس کی جان کا خطرہ ہے۔ ——— اس سے بڑھ کر حرج و ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان جرم بن جائے ——— بہر حال رابطہ عالم اسلامی یا حکومت پاکستان نے سنت اذان کی حمایت میں جو مہر کو لرجاری کیا ہے وہ شریعت مطہرہ کے عین

مطابق ہے ـــــ اللہ تعالیٰ سب اہل اسلام کو بلالی رضی اللہ عنہ اذان پر عمل کی توفیق دے آمین

رسم اذان رہ گئی رُوح بلالی رضی اللہ عنہ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی رحمۃ اللہ علیہ نہ رہی

علامہ اقبال مرحوم

اذان پر اجرت لے سکتے ہیں یا نہیں

مؤذن کے لئے اذان پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

سائل : مولانا محمد غوث بلال مسجد گل گشت کالونی ملتان

الجواب اگر ضرورت نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ مؤذن اذان کی اجرت نہ لے اور اگر اپنے اور اہل وعیال کے لئے نان نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو تو اجرت لے سکتا ہے اس اجرت لینے کے باوجود اسے اذان دینے کا ثواب بھی ملے گا۔ بشرطیکہ اذان ثواب کی نیت سے دیتا ہو۔

وانما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب اھ (درمختار)

(قولہ غیر محتسب) ان کان قصدہ وجہ اللہ تعالیٰ لکنہ بمراعاتہ للاوقات والاشتغال بہ یقل اکتسابہ عما یکفیہ لنفسہ وعیالہ فیاخذ الاجرۃ لئلا یمنعہ الاکتساب عن اقامۃ ہذہ الوظیفۃ الشریفۃ ولولا ذلک لم یأخذ اجرًا فلہ الثواب المذکور بل یکون جمع بین عبادتین وہما الاذان والسعی علی العیال وانما الاعمال بالنیات ۔ (شامیۃ ج ۱ ص ۲۸۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۲ / ۱۱ / ۱۴۱۰ھ

اذان کا جواب مؤذن کے ساتھ ساتھ دے یا بعد میں

اذان کا جواب مؤذن کے ساتھ ساتھ دے یا اس کے بعد دے۔ مثلاً جب مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ شروع کرے تو جواب دینے والا بھی ساتھ ہی شروع کر دے یا یہ مؤذن کے الا اللہ پر پہنچنے کے بعد جواب دینا شروع کرے ؟

صوفی بشیر احمد رب بھر دے عطر فروش میانچنوں۔

الجواب مؤذن کے ختم کرنے کے بعد مجیب شروع کرے۔ ہر جملہ میں ایسے ہی کرے۔

واستفید من ہذا ان المجیب لا یسبق المؤذن بل یعقب کل جملۃ منہ بجملۃ منہ قال فی الفتح وفی حدیث عمر بن ابی امامۃ التنصیص علی ذلک اھ قلت وظاہرہ انہ لا تکفی المقارنۃ لان الجواب یعقب الکلام بخلاف متابعۃ المقتدی للامام اھ (شامیۃ ج ۱ ص ۲۹۳) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۴ / ۷ / ۱۴۰۴ھ

نو مولود کے کان میں اذان دینے کا طریقہ اور اس کا فائدہ

عام طور پر رواج ہے کہ نو مولود کے کان میں اذان دیتے ہیں۔ اس کا طریقہ کیا ہے اور اس کا فائدہ کیا ہے ؟

الجواب نو مولود کو ہاتھوں پر اٹھا کر قبلہ رو کھڑے ہوں دائیں کان میں اذان دیں اور بائیں میں اقامت اور حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے وقت حسب معمول دائیں بائیں منہ بھی پھیریں۔ اس اذان میں اتباع سنت کے ساتھ ساتھ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ بچوں کی مشہور مرض " ام الصبیان " کے لئے فائدہ مند ہے۔

قال السندی فیرفع المولود عند الولادۃ علی یدیہ مستقبل

القبلة و یؤذن فیه اذنه الیمنی و یقیم فی الیسری و یلتفت فیهما بالصلوۃ لجهة الیمین و بالفلاح لجهة الیسار وفائدۃ الاذان فی اذنه انه یرفع ام الصبیان عنه ۔ اھ (تقریرات الرافعی علی حاشیة ابن عابدین ج ۱ ص ۴۰) ۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح ‏ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۔ ۱۰/۱۰/۱۴۰۱ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

"قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" کے وقت "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" کہنے کا ثبوت

تکبیر کا جواب دیتے وقت " قد قامت الصلوۃ " کا جواب " اقامها اللہ وادامها" سے دینے کا شرعاً کوئی ثبوت ہے یا نہیں ؟

سائل مولوی محمد اقبال گوجرانوالہ

الجواب طحطاوی میں حلبی وغیرہ سے منقول ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام قد قامت الصلوۃ کے وقت اقامها اللہ وادامها کہتے تھے۔

قال بعض الفضلاء و یقول عند قد قامت الصلوۃ اقامها اللہ وادامها وهکذا روی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم ذکرہ الحلبی وغیرہ ومعنی اقامها اللہ اثبتها وابقاها ۔ اھ (طحطاوی ص ۱۱۰) ۔

ویقول عند قد قامت الصلوۃ اقامها اللہ وادامها ۔ اھ (درمختار) (قوله ویقول) ای کما رواہ ابو داؤد بزیادۃ مادامت السموت والارض وجعلنی من صالحی اهلها ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۲۹۴) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۹ / ۷ / ۱۴۰۳ھ

مسجد سے باہر اکیلا نماز پڑھنے والا اذان کہے یا نہ ؟

اگر کسی نے اکیلے ہی نماز پڑھنی ہو مسجد سے باہر تو کیا اذان دے یا نہ ؟ بینوا توجروا۔

عتیق الرحمن ساہیوال

الجواب آبادی میں اذان کا ترک جائز ہے بشرطیکہ محلہ میں اذان ہو چکی ہو۔

ولا یکرہ ترکهما لمن یصلی فی المصر اذا وجد فی المحلة ۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۳۸) ۔

فقط واللہ اعلم ۔ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا ۔

ٹیپ سے نشر کی ہوئی اذان معتبر نہیں ہے

اگر اذان کے وقت بجائے تازہ اذان دینے کے حرمِ مکہ کی ریکارڈ کی ہوئی اذان لگا دی جائے تو کیا وہ اذان کے قائم مقام ہو جائے گی یا نہیں ؟

محمد انور ۴۴۲ نقشبند کالونی خانیوال روڈ ملتان

الجواب ٹیپ سے نشر ہونے والی اذان شرعاً اذان مشروع کے حکم میں نہیں اس لئے سنتِ اذان ادا نہ ہوگی۔ حسب معمول مؤذن سے اذان کہلوائی جائے۔

وذکر فی البدائع ایضا ان اذان الصبی الذی لا یعقل لا یجزی ویعاد لان ما یصدر لا عن عقل لا یعتد به کصوت الطیور اھ (شامی ج ۱ ص ۲۹۰) ۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح ‏ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۰/۱۱/۲۷ھ مفتی خیر المدارس ملتان

چلتے ہوئے اذان سنائی دے تو کیسے جواب دے

بسا اوقات راستے میں چل رہے ہوتے ہیں کہ اذان کی آواز سنائی دیتی ہے ایسی صورت میں چلتے چلتے جواب دیتے رہیں یا رک کر جواب دیں۔

الجواب بہتر یہ ہے کہ رک جائیں اور اذان کا جواب دیتے رہیں فارغ ہونے پر چلنا شروع کر دیں۔ سمع الاذان وھو یمشی فالاولی ان یقف ساعۃ ویجیب کذا فی القنیۃ اھ (عالمگیری ج ۱: ص ۲۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۷/۱۴۱۰ھ

تثویب کی عادت ڈال لینا مکروہ ہے

اذان دینے کے بعد جماعت کی نماز کے لئے "اللہ اکبر" کے الفاظ کے ساتھ یا "صلوۃ وسلام" کے ساتھ نمازیوں کو یا امام صاحب مثلاً مسجد میں نہیں ہیں حجرے میں ہیں ان کو بلانا صرف "اللہ اکبر" کے ساتھ کیسا ہے۔ جائز ہے یا نہیں۔ اور کس طرح بلانا چاہئے۔ حوالہ کے ساتھ بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں نماز کی اطلاع کے لئے اذان واقامت ہی کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ ان کے درمیان مزید کوئی عام اطلاع نہیں دی جاتی تھی۔ غائبین کے لئے اذان کافی ہے اور حاضرین کے لئے جماعت کی اطلاع دینے کو اقامت کافی ہے۔ اذان اور اقامت کے درمیان اطلاع دینے کی عادت ڈال لینے کو علماء نے مکروہ کہا ہے۔ (امداد المفتیین ، ج ۱ ، ص ۲۳۲)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۸/۵/۱۴۰۲ھ

عورت بچے کے کان میں اذان دے سکتی ہے یا نہیں

۱: نومولود بچے کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے یا نہیں۔ جب کہ عام اذان عورت کی مکروہ ہے۔

۲: بچے کی ولادت کے بعد کتنی دیر تک اذان دے سکتے ہیں۔

محمد انور نقشبند کالونی ملتان

الجواب ۱: اصل یہ ہے کہ نومولود کے کان میں کوئی مرد صالح اذان دے تاکہ صورتاً بھی کراہت نہ ہو۔ مراقی میں ہے۔

وکرھا ای الاذان والاقامۃ للنساء لما روی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما من کراھتہما لھن۔ (ص ۱۰۵)۔ اسکی تعلیل علامہ طحطاوی رح بیان کرتے ہیں۔ لان مبنی حالھن علی الستر ورفع صوتھن حرام الخ۔

اس تعلیل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نومولود کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں نہ رفع صوت ہے اور نہ ہی یہ خلاف ستر ہے۔

۲: جب ولادت کے بعد غسل سے فراغت ہو جائے اسی وقت کانوں میں اذان وتکبیر کہی جائے۔ اگر کسی عذر سے یا بدون عذر تاخیر ہو جائے تو جب بھی یاد آجائے کان میں اذان دے دی جائے۔ الحاصل کسی وقت کے فوت ہو جانے سے اذان ساقط نہیں ہوتی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۶/۱۲/۱۴۱۰ھ

عورت کے لئے تکبیر کہنا مکروہ ہے

عورت تکبیر کہہ سکتی ہے یا نہیں؟
سائل محمد ادریس ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب عورت کے لئے تکبیر کہنا مکروہ ہے۔ اما النساء فیکرہ لھن الاذان وکذا الاقامۃ لما روی عن انس وابن عمر

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم) من کراھتھما لھن اھ (شامی ج ۱، ص ۲۵۷)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۷/۲/۱۳۹۹ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

اہلِ تشیع کی اذان کا جواب نہ دیا جائے

شیعہ کی اذان کا جواب دیا جائے یا نہ؟ سائل عبد اللہ میانوالی۔

الجواب: نہ دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

اذانِ فجر میں "الصلوٰۃ خیرٌ من النوم" کا اضافہ ارشادِ نبوی ﷺ سے ہوا ہے

"الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ فجر کی اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ شیعہ کہتے ہیں یہ اضافہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

سائل میاں فیض بخش بستی شاہ ستار آف سیلسی

الجواب: اذانِ فجر میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے ہوا ہے۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا حسبِ معمول اہلِ تشیع کا افتراء ہے۔

ویزید فی اذان الفجر بعد الفلاح الصلوۃ خیر من النوم مرتین لما روی ابن ماجۃ عن سعید بن المسیب عن بلال رضی اللہ تعالی عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤذنہ بصلوۃ

الفجر فقیل ھو نائم فقال الصلوۃ خیر من النوم مرتین فاقرت فی اذان الفجر وروی الطبرانی فی الکبیر ثنا محمد بن علی الصائغ المکی ثنا یعقوب بن حمید ثنا عبد اللہ بن وھب عن یونس بن یزید عن الزھری عن حفص بن عمر عن بلال انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤذنہ بالصبح فوجدہ راقدا فقال الصلوۃ خیر من النوم مرتین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال اجعلہ فی اذانک ۔ (کبیری، ص ۳۵۸)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان
۲۵ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ

اذان کے ساتھ "صلوٰۃ وسلام" پڑھنے کا رواج کب سے ہے

آج کل بعض لوگ اپنے آپ کو اہل السنت والجماعت حنفی بھی کہتے ہیں اور اذان سے پہلے "صلوٰۃ وسلام" بھی پڑھتے ہیں۔ کیا حنفی مذہب میں اس کی گنجائش ہے؟ نیز یہ بھی واضح کریں کہ یہ رسم کسی اہل سنت عالم نے جاری کی یا شیعہ شنیعہ نے؟

سائل ممتاز احمد قاسمی
متعلم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب: آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رضی اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دور میں مروجہ صلوٰۃ وسلام نہ اذان سے پہلے ہوتا تھا اور نہ بعد میں۔ بلکہ اذان "اللہ اکبر" سے شروع ہو کر "لا الٰہ الا اللہ" پر ختم ہوتی تھی۔ ۷۸۱ھ میں کچھ سرکاری لوگوں نے اسے اذان کے بعد پڑھنا شروع کیا۔ پھر مختلف ادوار میں کسی نہ کسی شکل میں اسے اذان کے ساتھ پڑھتے رہے۔ اب اذان سے پہلے پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے۔ اس کے بدعت ہونے میں

کوئی شبہ نہیں ہے۔ والزیادة فی الاذان مکروهة (البحرالرائق ج۱، ص۲۶۹) التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنة سبعمائة واحدی وثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیهما مرتین اھ (درمختار)۔ (قوله سنة ۷۸۱ھ) کذافی النهر عن حسن المحاضرة للسیوطی ثم نقل عن القول البدیع للسخاوی أنه فی سنة ۷۹۱ھ وان ابتداءه کان فی ایام سلطان الناصر صلاح الدین بامره۔ اھ (شامیة، ج۱، ص۳۸۷)۔

نقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۴/۱۴۱۰ھ

قرآن کا درس پڑھنے کے دوران اذان ہو جائے تو جواب کا حکم

تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے اگر اذان شروع ہو جائے تو جواب دینا ضروری ہے۔ یا تلاوت جاری رکھے۔

سائل مولوی عبید اللہ کبیر والا۔

الجواب: اگر تعلیم و تعلم کے لئے پڑھ رہے ہوں تو قرأت جاری رکھیں اور اگر صرف تلاوت کر رہے ہیں تو تلاوت روک کر پہلے اذان کا جواب دیں۔ فارغ ہونے کے بعد پھر تلاوت شروع کر دیں۔

ویجیب وجوبًا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابة بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا لاحائضا ونفساء وسامع خطبة وفی صلوة جنازة وجماع ومستراح وأکل وتعلیم علم وتعلمه بخلاف قرآن اھ۔ (درمختار)۔

(قوله بخلاف قرآن) لانه لایفوت جوهرة ولعله لان

تکرار القرأة انما هو للاجر فلا یفوت بالاجابة بخلاف التعلم فعلی هذا لو یقرأ تعلیما او تعلما لا یقطع سائحانی اھ (شامی۔ ج۱۔ ص۲۹۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷/۱/۱۴۱۰ھ

اذان کے بعد کی دعاء مانگنے کا فائدہ

اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں ہے وابعثه مقاما محمودن الذی وعدته۔ جب یہ بات یقینی ہے کہ مقام محمود آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام ہی کو ملنا ہے تو پھر دعاء کی کیا ضرورت ہے۔

سائل مولوی عبد القیوم شجاع آبادی

متعلم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب: ہمارے دعاء مانگنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس دعاء پر جس ثواب کا وعدہ ہے وہ ہمیں حاصل ہو جائے گا۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم من قال حین یسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة اٰت محمدن الوسیلة والفضیلة وابعثه مقاما محمودن الذی وعدته حلت له شفاعتی یوم القیمة (مراقی)۔ وفائدة هذا الدعاء مع تحقق مدلوله له علیه الصلوة والسلام الامتثال او ترتب الثواب الموعود لقائله۔ اھ (طحطاوی ص ۱۱۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۹/۱۴۰۳ھ

اذان سے پہلے "اعوذ باللہ" اور "بسم اللہ" پڑھنا

اذان سے پہلے "اعوذ باللہ الخ" اور اسی طرح "بسم اللہ الخ" بآواز بلند پڑھنا کیسا ہے؟

سائل آصف شاہ ملتان

الجواب فقہاء کرام رح نے جہاں اذان کے آداب ذکر کئے ہیں وہاں "تعوذ و تسمیہ" کا کوئی ذکر نہیں۔ نہ سراً نہ جہراً۔ بلکہ اذان کو "اللہ اکبر" سے شروع کرکے "لا الہ الا اللہ" پر ختم کیا ہے۔ اگر اس وقت تعوذ و تسمیہ بھی مسنون ہوتے تو فقہاء ضرور ذکر فرماتے۔ نیز بعض اہل بدعت اس کا التزام کرتے ہیں اس لئے بھی درست نہیں کیونکہ رفتہ رفتہ یہ بدعت بن جائے گی۔ والزيادة فى الاذان مكروهة (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۱)

الاذان خمس عشرة كلمة واخره عندنا لا اله الا الله كذا فى فتاوى قاضى خان وهى الله اكبر الله اكبر۔ الخ (عالمگیری ج ۱ ص ۵۵)

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴/۵/۱۴۰۵ ھ

مغرب کی "اذان" اور "اقامت" میں کتنا وقفہ کرنا چاہیئے

مغرب کی اذان اور اقامت میں کتنا فاصلہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل مولوی عبد المطیع بستی بلوچستان

الجواب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت پڑھ سکنے کی مقدار یا تین قدم چلنے کے وقت کی مقدار وقفہ کرنا چاہیئے۔

واما فى المغرب فعند ابى حنيفة بسكتة قدر ثلث ايات قصار او اية طويلة وقيل قدر ما يخطو ثلث خطوات وقالا بجلسة خفيفة والاصل ان الوصل بين الاذان والاقامة يكره فى كل صلوة لما روى الترمذى عن جابر رض ان رسول الله

صلى الله عليه وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل و اذا اقمت فاحدر واجعل بين اذانك واقامتك قدر ما يفرغ الأكل من أكله فى غير المغرب والشارب من شربه والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو ان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به فى مثل هذا الحكم قالوا قوله قدر ما يفرغ الأكل من اكله فى غير المغرب ومن شربه فى المغرب وذلك يحصل فى سائر الصلوة بالسنة او مايشبهها لعدم كراهة التطوع قبلها بخلاف المغرب لكراهة التطوع قبلها ثم قالا الجلسة تحقق الفصل لانها شرعت له كما بين الخطبتين ولا يقع الفصل بالسكتة المذكورة لانها قد توجد بين كلمات الاذان وابوحنيفة يقول قد امرنا بتعجيل المغرب والفصل بالسكتة اقرب الى التعجيل والمكان هنا مختلف لانه ينتقل عن مكان الاذان فى الغالب لانه انما يكون فى المدينة اوخارج المسجد والاقامة فى داخله وكذا النغمة فيهما مختلفة والهيئة فانه يشفع الاذان ويوتر الاقامة صوتا بخلاف الخطبتين لاتحاد المكان والهيئة فلا يقع الفصل هناك الا بالجلسة وفى الخلاصة ولو فعل كما قالا لايكره عنده ولو فعل كما قال لايكره عندهما نعلم ان الخلاف فى الافضلية وفى الجامع الصغير قال يعقوب يعنى ابا يوسف يؤذن ويقيم ولا يجلس انتهى۔ (كبيرى، ص ۳۶۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱۲/۹/۱۴۰۸ ھ

بے وضو اذان کہنے کا حکم

بغیر وضو کے اذان پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بعض دفعہ مجبوری ہوتی ہے کہ جماعت کا ٹائم قریب ہوتا ہے اور اذان نہیں ہوئی ہوتی ۔ بینوا توجروا۔

سائل مولوی عبدالغفار نعمانی بستی ملوک ملتان

الجواب ایسے وقت میں بے وضو بھی کہہ سکتے ہیں مگر معمول نہ بنائیں۔ ولا یکرہ اذان المحدث فی ظاھر الروایۃ ھکذا فی الکافی ۔ اھ

(عالمگیری : ج ۱، ص ۵۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴۔۳۔۴۔۱۴۰۴ھ

جمعہ کی اذان ثانی کا جواب

جمعہ میں جو دوسری اذان ہوتی ہے اس کا جواب دینا جائز ہے یا خاموشی بہتر ہے ؟

سائل : محمد فہیم : شادمان کالونی لاہور

الجواب (جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دل میں دے لے زبان سے نہ دے)۔ وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب اھ (درمختار علی الشامیۃ : ج ۱، ص ۲۹۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴/۳/ ۱۴۰۹ھ

مغموم کے لئے کان میں اذان کہلوانے کا حکم

ایک آدمی بہت بیمار رہتا ہے تو اس کو ایک عامل نے کہا کہ جب آپ کی طبیعت زیادہ مغموم ہو تو اپنے کان میں کسی سے اذان کہلایا کرو انشاء اللہ پریشانی جو بیماری کی وجہ سے ہے وہ سب دور ہو جائے گی۔ آیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (مغموم مہموم کیلئے کان میں اذان کہلوانا مسنون لکھا ہے اہل تجربہ سے منقول ہے کہ یہ عمل رفع غم کیلئے مؤثر ہے)۔ وقال الملا علی القاری فی شرح المشکوۃ قالوا یسن للمھموم ان یأمر غیرہ ان یؤذن فی اذنہ فانہ یزیل الھم کذا عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونقل الاحادیث الواردۃ فی ذلک فراجعہ۔ اھ

(شامی : ج ۱، ص ۲۸۳)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۹/۴/ ۱۴۰۲ھ

"لا الٰہ الا اللہ" کے جواب میں "محمد رسول اللہ" ملانے کا حکم

اختتام اذان پر مؤذن کے آخری جملہ کے جواب میں " لا الٰہ الا اللہ " کے ساتھ " محمد رسول اللہ " کہنا احداث فی الدین ہے یا نہیں ؟

سائل عبدالرحیم لیہ

الجواب حدیث میں ہے کہ جواب دینے والا وہی کلمہ کہے جو مؤذن کہتا ہے " لا الٰہ الا اللہ " کے جواب میں ساتھ " محمد رسول اللہ " کا اضافہ کر کے جواب دینا خلاف سنت ہے، بلکہ احداث فی الدین ہے۔ ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا الخ بان یقول بلسانہ کمقالتہ اھ (درمختار) (قولہ کمقالتہ) ای مثلہا فی القول لا فی الصفۃ من رفع صوت ونحوہ اھ

(شامی : ج ۱، ص ۲۹۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۶/ ۱۴۱۰ھ

جنبی کو اذان کا جواب دینا چاہئے

جنبی اور محتلم آدمی اذان کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں ۔ علماء سے سنا ہے کہ اذان نہیں پڑھ

سکتا ہے۔ کیا جواب اذان بھی نہیں دے سکتا ؟

محمد ادریس ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب جنبی کو اذان کا جواب دینا چاہئے۔ ومن سمع الاذان فعلیہ ان یجیب وان کان جنبا لان اجابۃ الاذان لیس باذان۔ اھ (خلاصۃ الفتاوی : ج ١ ص ٥ - وکذا فی الشامیۃ ج ١ ص ٢٩٢)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ١٩/ ٢/ ١٤٠٢ھ

تکبیر میں "قد قامت الصلوٰۃ" کے دونوں کلمے ایک سانس سے کہے

ا : تکبیر کس طرح پڑھنی چاہئے۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہر دو کلمے اکٹھے پڑھے سوائے "قدقامت الصلوۃ" کے۔ کہ ان کے درمیان سانس توڑے۔ بحوالہ مشکوۃ شریف۔

ب : اور بندہ تکبیر میں " اللہ اکبرُ اللہ اکبر " پڑھتا ہے یعنی پہلے اکبر پر پیش اور دوسرے پر جزم۔ اس طرح دوسرے کلمے بھی ملا کر پڑھے جاتے ہیں ان کلمات کے پہلے کلمہ کے آخری حرف پر پیش دوسرے پر جزم پڑھتا ہوں۔ تو وہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں۔

ج : اور تکبیر میں دائیں بائیں منہ پھیرنا امداد الفتاوی جلد اول میں لکھا ہے وہ کہیں بھی شائع نہیں کیا وجہ ہے کوئی اختلاف ہے۔

رب بھروسے عطر فروش

مین بازار میاں چنوں ضلع ملتان

الجواب ا : قدقامت الصلوۃ دو مرتبہ ایک ہی سانس میں ہے۔ کیونکہ پوری اقامت میں حَدَرَ مطلوب ہے۔ درمختار میں ہے۔

ھی ای الاقامۃ افضل منہ فتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفضُ ویحدر بضم الدال ای یسرع فیہا فلو

ترسّل لم یعدھا فی الاصح۔ (شامی ج ١ ص ٢٨٦)۔

حدر اور ترسل متقابل ہیں۔ اذان میں ترسل مطلوب ہے اور اقامت میں حدر۔ چونکہ قد قامت الصلوۃ کا استثناء نہیں کیا اس لئے پوری اقامت میں حدر ہوگا اور مشکوۃ شریف والی حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے۔

ب : پہلے اللہ اکبر کی راء کو ساکن پڑھے باقی کلمات میں بھی پہلے کلمہ کے اخیر کو ساکن پڑھے۔

وفی الامداد یجزم الراء ای یسکنہا فی التکبیر (وفی موضع آخر) وحاصلہا ان السنۃ ان یسکن الرّاء من اللہ اکبر الاول او یصلہا باللہ اکبر الثانیۃ فان سکنہا کفی وان وصلہا نوی السکون فحرک الرّاء بالفتحۃ۔ اھ (شامی ج ١ ص ٢٨٤)۔

ج : بہتر ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ٢٧/١٠/١٣٩٥ھ

اذان میں "حیّ علیٰ خیر العمل" کا اضافہ اہلِ تشیع کی بدعت ہے

ہمارے گاؤں میں مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ نے تقریر کی اور دوران تقریر کہا کہ شیعوں کی اذان کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں۔ تو اس پر اگلے دن شیعہ نے جواب دیا کہ دیکھو تمہاری کتاب "موطاً امام محمد" میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اذان میں " حی علیٰ خیر العمل " کہتے تھے۔ اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ درست ہے ؟

امیر الدین : باقر شاہ : تحصیل علی پور

الجواب شیعہ مذکور کی بات درست نہیں۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے جو اذان منقول ہے اس میں کسی صحیح روایت میں " حی علیٰ خیر العمل " کا اضافہ مذکور نہیں۔

قال البیہقیؒ لم یثبت ھذا اللفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فی ما علّم بلالاً و ابا محذورة ونحن نکره الزیادة فیه۔ اھ

امام بیہقی رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو اذان سکھلائی اس میں کہیں یہ لفظ ثابت نہیں اور ہم بھی اسے ناپسند سمجھتے ہیں۔

قال النووی رح فی شرح المهذب یکره ان یقال فی الاذان حی علی خیر العمل لانه لم یثبت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم والزیادة فی الاذان مکروهة عندنا۔

علامہ نووی رح شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ اذان میں "حی علی خیر العمل" کا لفظ مکروہ ہے اس لئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں۔ اور اذان میں کوئی کلمہ زیادہ کرنا مکروہ ہے۔

وفی منهاج السنة لاحمد بن عبد الحلیم الشهیر بابن تیمیه رح هم ای الروافض زادوا فی الاذان شعارا لم یکن یعرف علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم وهو حی علی خیر العمل۔

علامہ ابن تیمیہ رح منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں کہ اہل التشیع نے "حی علی خیر العمل" کے کلمہ کو اپنی طرف سے اذان میں اپنا شعار بنالیا ہے یہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کہیں نہ تھا۔

اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں یہ روایت ثابت بھی ہو جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رض یہ کلمہ بطور تثویب کہتے تھے۔ تثویب کا معنی ہے اذان واقامت کے درمیانی وقفہ میں کسی لفظ یا عمل سے جماعت کی دوبارہ اطلاع دینا۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ بھی جائز ہے یا نہیں۔ لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کلمہ کو اذان کے جزء کے طور پر ہرگز نہ کہتے تھے۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مؤذن جنہوں نے براہ راست آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اذان سیکھی اور آپ کی خدمت اقدس میں ایک عرصہ تک اذان دیتے رہے ان کی اذان میں کہیں یہ لفظ منقول نہیں۔ اگر یہ اضافہ ہوتا تو ضرور کہیں نہ کہیں منقول ہوتا۔

ونحن نعلم بالاضطرار ان الاذان الذی کان یؤذنه بلال وابن ام مکتوم فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة وابو محذورة بمکة وسعد القرظی فی قباء لم یکن فی اذانهم هذا الشعار الرافضی ولو کان فیه لنقله المسلمون ولم یهملوه کما نقلوا ما هو ایسر منه فلما لم یکن فی الذین نقلوا الاذان من ذکر هذه الزیادة علم انها بدعة باطله وهؤلاء الاربعة کانوا یؤذنون بامر النبی صلی الله علیه وسلم ومنه تعلموا الاذان وکانوا یؤذنون فی افضل المساجد مسجد مکة والمدینة ومسجد قباء واذانهم متواتر عند العامة والخاصة۔ اھ (کلها من التعلیق الممجد علی مؤطا محمد ص ۸۴)۔

بحر الرائق میں ہے۔

یکره ان یقال فی الاذان حی علی خیر العمل لانه لم یثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم والزیادة فی الاذان مکروهة وقد سمعناه الآن عن الزیدیة ببعض البلاد۔ اھ (ج ۱ - ص ۲۷۵)۔

فقط والله تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا الله عنه

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۲ ــــ ۳ ــــ ۱۴۱۱ ھ



مایتعلق بصفۃ الصلوٰۃ

پہلے ہاتھ اٹھائیں پھر تکبیر کہیں

تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت ہاتھ کب اٹھانے چاہئیں۔ پہلے یا بعد میں یا ساتھ ساتھ؟

الجواب: تینوں قول منقول ہیں۔ پہلے کا بھی، بعد کا بھی، ساتھ ساتھ کا بھی۔ لیکن راجح یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھائے پھر تکبیر کہے۔ ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ۔ اھ (درمختار)۔

(قولہ قبل التکبیر وقیل معہ) الاول نسبہ فی المجمع الی ابی حنیفۃ ؒ ومحمد ؒ وفی غایۃ البیان الی عامۃ علمائنا وفی المبسوط الی اکثر مشائخنا وصححہ فی الہدایۃ والثانی اختارہ فی الخانیۃ والخلاصۃ والتحفۃ والبدائع والمحیط بان یبدأ بالرفع عند بداءتہ التکبیر ویختم بہ عند ختمہ وعزاہ البقالی الی اصحابنا جمیعا ورجحہ فی الحلیۃ وثمۃ قول ثالث وھو انہ بعد التکبیر والکل مروی عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وما فی الہدایۃ اولیٰ کما فی البحر والنہر ولذا اعتمدہ الشارح فافہم۔ اھ (شامیۃ ج ۱ ص ۴۵۰)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

صلوات خمسہ کا ثبوت قرآن مجید سے

پانچ وقت کی نمازیں قرآن شریف سے ثابت ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کس کس جگہ سے ثابت ہیں۔

سائل: عتیق الرحمٰن ۵/۱۱ آر ساہیوال۔

الجواب: پانچ نمازیں تواترِ معنوی اور احادیثِ مشہورہ سے بطورِ قطعی ثابت ہیں، حتیٰ کہ ان کا منکر کافر ہے اور قرآن مجید سے بھی اشارۃً ثابت ہوتی ہیں۔

۱: فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا ومن اٰناءِ اللیل فسبح واطراف النہار لعلک ترضیٰ۔ (آخری رکوع سورۃ طٰہٰ)۔

قبل طلوع الشمس سے فجر قبل الغروب سے عصر ومن اناء اللیل سے مغرب وعشاء اور اطراف النہار سے ظہر کی نماز ثابت ہے۔ کیونکہ اس وقت دن کے نصفِ اوّل اور نصفِ آخر کی حدیں ملتی ہیں۔

۲: فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود۔ (سورۃ قٓ)

"قبل طلوع" سے مراد فجر "قبل الغروب" سے ظہر اور عصر "من اللیل" سے مغرب اور عشاء مراد ہیں۔

۳: اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقراٰن الفجر ان قراٰن الفجر کان مشہوداً۔ (سورۃ بنی اسرائیل)۔

لدلوک الشمس الی غسق اللیل میں چار نمازیں آگئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور قراٰن الفجر میں صبح کی نماز آگئی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں بطور اشارہ صلوٰتِ خمسہ کا ثبوت ملتا ہے۔ احادیثِ نبویہ جو قرآن کریم کی شرح ہیں وہ بصراحت دال ہیں اسی طرح تواترِ معنوی اور امت کا اجماع پانچ نمازوں کی فرضیت پر منعقد ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

۲۰ صفر ۱۳۶۹ھ

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

مروجہ طریق پر نیت کرنے کا حکم

تکبیر تحریمہ سے قبل نماز کی نیت باندھنا۔ بایں الفاظ کہ دو رکعت یا چار رکعت فرض وقت ظہر یا عصر وغیرہ پیچھے اس امام کے اللہ اکبر۔ کیا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح نیت باندھنے کا صحابہؓ کو حکم دیا ہے۔ اور کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے اس طرح نیت باندھا کرتے تھے؟

الجواب دل سے نیت کرنا فرض ہے۔ زبان سے مروجہ طریق کے مطابق نیت کرنا نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب۔ البتہ متأخرین نے دونوں کو حاضر کرنے اور جمع کرنے کی بناء پر مستحب قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں بحث و مناز عت غیر مناسب ہے جو زبان سے نیت کرے اس پر بھی نکیر نہ کی جائے اور جو دل سے نیت کرے وہ بھی سنت کا عامل ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۸ / ۴ / ۱۳۸۴ھ

درمختار میں شروط صلوٰۃ میں ہے۔

والخامس النية (الى قوله) والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لا نية الا اذا عجز عن احضاره لهموم اصابته فيكفيه اللسان (مجتبى)۔ (وهو) اى عمل القلب ان يعلم عند الارادة بداهة بلا تأمل (اى صلوة يصلى) فلو لم يعلم الا بتأمل لم يجز والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار وتكون بلفظ الماضى ولو فارسيا لانه الاغلب فى الانشاآت وتصح بالحال قهستانى وقيل سنة يعنى احبه السلف او سنة علمائنا اذ لم ينقل عن المصطفىؐ ولا الصحابةؓ ولا التابعينؒ بل قيل بدعة۔ (درمختار على الشامى، ج ۱، ص ۳۰۵)۔

(قوله بل قيل بدعة) نقله فى الفتح وقال فى الحلية و

لعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة لان الانسان قد يغلب عليه تفرق خاطره وقد استفاض ظهور العمل به فى كثير من الاعصار فى عامة الامصار فلا جرم انه ذهب فى المبسوط والهداية والكافى الى انه ان فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن فيندفع ما قيل انه يكره۔

(شامی ج ۱، ص ۳۰۶)

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

ریل گاڑی میں بھی قیام فرض ہے

ریل گاڑی میں بوجہ کثرت ہجوم کے فرض نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ریل گاڑی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے اگر باوجود کوشش کے جگہ نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے لیکن اس کا اعادہ لازم ہوگا۔

كما يفهم من فتاوى قاضى خان والخلاصة الاسير فى يد العدو اذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة يتيمم ويصلى بالايماء ثم يعيد اذا خرج الى قوله كالمحبوس لان الطهارة لم تظهر فى منع وجوب الاعادة ثم قال فعلم منه ان العذر ان كان من قبل الله تعالى لا تجب الاعادة وان كان من قبل العبد وجب الاعادة۔ (بحر الرائق، ص ۱۴۹/۱)۔

حاصل یہ ہے کہ پہلے ان لوگوں سے جگہ کی درخواست کی جائے۔ اگر وہ جگہ نہ دیں تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے بعد میں اس کا اعادہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
معین مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۹ / ۱ / ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

فرمان نبوی "لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع" کا حوالہ

گزارش ہے کہ اس مضمون کی حدیث میری یاد میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک گروہ آیا انہوں نے کہا کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھیں گے تو آپ نے ان کو مسترد کر دیا۔ پھر ایک گروہ آیا انہوں نے کہا کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے تو آپ نے ان کا اسلام قبول کر لیا جب لوگ واپس چلے گئے تو آپ نے ان کے پیچھے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو زکوٰۃ بھی دیں گے۔

اس مضمون کی حدیث یاد آتی ہے مگر چند کتب احادیث میں تلاش کرنے پر نہیں ملی۔ آپ اس کا حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب: عن وهب قال سألت جابرا عن شان ثقيف اذ بايعت قال اشترطت على النبي صلى الله عليه وسلم ان لا صدقة عليها ولا جهاد وانه سمع النبي صلى الله عليه وسلم بعد ذلك يقول يتصدقون ويجاهدون اذا اسلموا وفي رواية فاشترطوا عليه ان لا يحشروا ولا يعشروا ولا يجبوا (اى لا يصلوا) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكم ان لا تحشروا ولا تعشروا ولا خير في دين ليس فيه ركوع۔ (ابوداؤد شریف باب ما جاء في خبر الطائف ج۲، ص۷۲)۔

قال الخطابي يشبه ان يكون النبي صلى الله عليه وسلم سمح لهم بالجهاد والصدقة لانهما لم يكونا واجبين في العاجل له اه (حاشیہ ۵ ص ۷۲، ج۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵/۳/۱۴۰۱ھ

ل ترجمہ حدیث :- وہب فرماتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثقیف کی بیعت کا واقعہ

پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ثقیف نے یہ شرط لگائی تھی کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیں گے اور جہاد نہیں کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ جب یہ مسلمان ہو گئے تو خود بخود زکوٰۃ بھی دینے لگ جائیں گے اور جہاد بھی کرنے لگیں گے۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ انہوں نے شرط لگائی کہ وہ جہاد میں نہیں جائیں گے اور صدقہ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے۔ تو آپ نے فرمایا چلو جہاد میں نہ جانا، صدقہ نہ دینا لیکن جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی خیر نہیں۔

علامہ خطابی رح فرماتے ہیں کہ آپ نے جہاد اور صدقہ کے بارے میں اس لئے نرمی فرمائی کیونکہ یہ فوری واجب نہیں ہوتے بخلاف نماز کے۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۱/۱۴۱۱ھ

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع کے لئے کتنا جھکے

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا سر کو کس قدر جھکائے تاکہ رکوع ادا ہو جائے۔

الجواب: استحباب تو یہ ہے کہ سر اتنا جھکائے کہ گھٹنوں کے برابر ہو جائے ویسے اس سے کم ہو تو بھی رکوع ادا ہو جائے گا۔

ولو كان يصلي قاعدا ينبغي ان يحاذي جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع اه قلت ولعله محمول على تمام الركوع والا فقد علمت حصوله باصل طأطأة الرأس اى مع انحناء الظهر. اه (شامی ج۱، ص ۴۱۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲/۱۲/۱۳۹۸ھ

منقش جا نماز پر نماز ادا کرنا

خدام الدین رسالہ میں پڑھا ہے کہ آج کل جو جا نماز مساجد میں بچھائے جاتے ہیں ان میں سے ایک پر بیت اللہ شریف اور دوسرے پر جرمنی کے ایک گرجے کی تصویر ہوتی ہے۔ کیا ایسی جا نمازوں پر نماز پڑھنا

درست ہے ؟ ——— سائل محمد صدیق چک ،، کروڑلیہ۔

الجواب اصل تو یہ ہے کہ جانماز بالکل سادہ ہو اس پر کسی طرح کے بھی نقش و نگار نہ ہوں تاکہ دل ان کی طرف مائل نہ ہو۔ (امداد المفتیین ص ۲۴۳ ج ۱)۔ اگر ان جانمازوں پر دوسری تصویر گرجے کی ہوتی ہے تو انہیں ہرگز استعمال نہ کریں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۱/۱۱/۱۴۱۱ھ

کوزہ پشت رکوع کیسے کرے

ایک آدمی کبڑا ہے۔ اور کبڑے پن کی وجہ سے ہر وقت ایسے رہتا ہے جیسے رکوع میں ہو۔ تو جب یہ نماز پڑھے تو رکوع کیسے کرے ؟

الجواب اگر پہلے ہی اتنا جھکا ہوا ہو جتنا رکوع میں جھکتے ہیں تو ایسا شخص سر کے اشارے سے رکوع کرے یعنی رکوع کے لئے سر کو نیچے جھکا لے۔ والاحدب اذا بلغت حدوبتہ الرکوع یشیر برأسہ للرکوع ۔اھ کذا فی الخلاصۃ (عالمگیری ج ۱ ص ۳۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ ۳/۶/۱۴۰۸ھ

امام مالکؒ کا مذہب ارسال ہی کا ہے

آج سے کئی سال قبل آپ نے فرمایا تھا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ہاتھ چھوڑ کر نماز نہیں پڑھی بلکہ ان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے تھے تو باندھنے سے معذور تھے۔ لیکن بیت اللہ شریف میں بعضوں کو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ مالکی ہیں۔ تو پیشوا اور پیروؤں میں یہ تضاد کیوں ہے ؟

الحاج صوفی عطاء اللہ میانچنوں

الجواب امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ارسال ہی کا ہے۔ اگر ہم نے کبھی پہلے ایسا لکھا ہے تو اس تحریر کی نقل بھیج دیں تاکہ اس پر غور کیا جا سکے۔ وقال مالکؒ السنۃ ھی الارسال ۔اھ (بدائع ج ۱ ص ۲۰۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ ۲۰/۷/۱۴۱۰ھ

امام بھی آہستہ آمین کہے

امام الحمد للہ کے بعد آمین پڑھے یا نہ۔ یہ ثابت ہے یا کہ نہیں ؟ اس میں کوئی اختلاف ہو تو وہ بھی لکھیں۔

الجواب امام بھی آہستہ آمین کہے۔ وأمن الامام سرًا کمأموم ومنفرد ۔اھ (در مختار)

(قولہ الامام سرًا) اشار بالاول الی خلاف مالکؒ فی تخصیص المؤتم بالتأمین دون الامام وھو روایۃ الحسن عن الامام وبالثانی الی خلاف الشافعیؒ انہ یأتی بہا کل منہما جہرًا وقولہ کمأموم ومنفرد محل اتفاق ۔اھ (شامی ج ۱ ص ۴۲۰)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	۱۲/۶/۱۴۱۰ھ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی		مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بیمار کو نماز کیلئے کس طرح لٹایا جائے

ایک شخص بیمار ہے وہ بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس کو نماز پڑھنے کے لئے کس کیفیت پر لٹایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب اس کو چت لٹا دیا جائے پاؤں قبلہ کی طرف کر دیئے جائیں۔ سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ دیا جائے۔

وان تعذر القعود اومأ بالرکوع والسجود مستلقیا علی ظھرہ

وجعل رجليه الى القبلة الى ان قال وان اضطجع على جنبه ووجهه الى القبلة واومأ جاز والاول اولى اھ (عالمگیری ج ۱: ص ۷۰)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۳۹۶ھ

جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم

کیا جوتوں کے اوپر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں جب کہ کھڑے بھی ایسی جگہ ہوں جس کے پاک ہونے کا کوئی یقین نہ ہو۔ با حوالہ جواب سے مستفید فرمائیں۔

سائل بلال احمد بلاک چیچہ وطنی

الجواب جوتے کا قدم کو لگنے والا حصہ پاک ہو تو اس کے اوپر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں خواہ نجاست پر ہی کھڑے ہوں۔

ولو قام على النجاسة وفى رجليه نعلان اوجورب لم يجز صلوته كذا فى محيط السرخسى ولو خلع نعليه وقام عليهما جاز سواء كان مايلى الارض منه نجسا او طاهرا اذا كان مايلى القدم طاهرا۔ اھ (عالمگیری: ج ۱، ص ۶۲)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۳/۳/۱۴۰۳ھ

درودِ پاک میں "سیّدنا" کے اضافے کا حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک **مُحَمَّدٌ** سے پہلے سیدنا پڑھنے کی مجھے عادت ہو چکی ہے چنانچہ میں نماز میں بھی ایسے ہی پڑھتا ہوں ایک دو نمازی اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ نماز کی کتاب میں نہیں ہے لہذا تم نہ پڑھو۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ میں پڑھا کروں یا

چھوڑ دوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب لفظ سیدنا کے اضافہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن تشہد میں جیسے وارد ہے (یعنی بلا لفظ سیدنا) ویسے ہی پڑھنا بہتر ہے[1]۔ (فتاوی دار العلوم ج ۲ ص ۹۹)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی

[1] وندب السيادة لان زيادة الاخبار بالواقع عين سلوك الادب فهو افضل من تركه ذكره الرملى الشافعى وغيره۔ (درمختار)۔

(قوله ذكره الرملى الشافعى) اى فى شرحه على منهاج النووى ونصه والافضل الاتيان بلفظ السيادة كما قاله ابن ظهيرة وصرح به جمع وبه افتى الشارح لان فيه الاتيان بما امرنا به وزيادة الاخبار بالواقع الذى هو ادب فهو افضل من تركه وان تردد فى افضليته الاسنوى واما حديث لا تسيدونى فى الصلوة فباطل لا اصل له كما قاله بعض متأخرى الحفاظ وقول الطوسى انها مبطلة غلط اھ واعترض بان هذا مخالف لمذهبنا لما مر من قول الامام من انه لو زاد فى تشهده او نقص فيه كان مكروها قلت فيه نظر فان الصلوة زائدة على التشهد ليست منه نعم ينبغى على هذا عدم ذكرها فى " واشهد ان محمدا عبده ورسوله " وانه يأتى بها مع ابراهيم عليه السلام۔ (شامى: ج ۱، ص ۳۷۹)۔

فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۲/۱/۱۴۱۱ھ

جو کھڑا ہو سکتا ہو مگر رکوع وسجود نہ کر سکتا ہو تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے

ایک عورت کمزور و ناتواں ہے وہ کھڑی ہو جائے تو بیٹھ نہیں سکتی۔ اگر بیٹھے تو کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اگر بیٹھے تو سجدہ نہیں کر سکتی۔ سجدہ کرے تو اٹھ نہیں سکتی۔ وہ کس طرح نماز ادا کرے؟

گلزار احمد ایم اے جناح ہائی سکول ملتان

الجواب مذکورہ عورت بیٹھ کر نماز پڑھے رکوع وسجود اشارہ سے ادا کرے۔ سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ پست ہو۔

وان قدر على القيام ولم يقدر على الركوع والسجود لم يلزمه القيام ويصلي قاعدا يومئ ايماء الى ان قال والافضل هو الايماء قاعدا لانه اشبه بالسجود اه (شامی ج ا ص ۱۴۲)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۲ شوال ۱۳۹۹ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ایام علالت میں آنحضرت علیہ السلام نے آخری نماز ٹوپی سے ادا کی یا عمامے سے

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایام بیماری میں جب ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو اس وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سر پر عمامہ تھا یا ٹوپی؟

الجواب سیرت محمدیہ میں ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وروى الطبراني والبيهقي عن الفضل ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شدوا راسي لعلى اخرج الى المسجد فشدوا راسه بعصابة ثم خرج اه (ص ۵۲۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

امام سے پہلے نماز شروع کر دی پھر امام کی تکبیر کے بعد دوبارہ تحریمہ کہی تو نماز کا حکم

ایک آدمی نے امام سے پہلے نماز کی نیت باندھ لی۔ یہ شخص قیام میں کھڑا ہو گیا۔ مگر امام نے اللہ اکبر کہا تو اس نے فوراً سوچا کہ میں نے امام سے پہلے نیت کر لی ہے اب اس نے ہاتھ باندھے ہوئے صرف ایک بار اللہ اکبر کہہ دیا اور نماز امام کے ساتھ پوری کر لی تو کیا اس شخص کی شرعاً نماز درست ہو گئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب بہ نیت اقتدار تکبیر تحریمہ کہنے سے اقتداء صحیح ہو گئی اور پہلی نماز ختم ہو گئی پس شخص مذکور کی نماز درست ہے۔

نفی اندر و یفسدها انتقاله من صلوة الى مغايرتها ولو من وجه حتى لو كان منفردا فكبر ينوى الاقتداء او عكسه صار مستانفا۔ اه (شامی ج ۱ ص ۴۱۹)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۲۷ محرم ۱۴۰۲ھ

جعلت قرة عيني في الصلوة کا حوالہ

نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ ترجمہ حدیث کا کس طرح ہے۔ اس کا ماخذ مطلوب ہے۔

الجواب یہ بھی صحیح ہے اصل الفاظ جعلت قرة عيني في الصلوة ہیں۔ كما في المنبهات لابن حجر عسقلانی، ص ۱۹۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نماز کا مؤمن کے لئے معراج ہونا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں

۱ : ہم نے اکثر سنا ہے کہ نماز مؤمن کی معراج ہے لیکن ہمارے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے۔

۲ : پل صراط بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز اور مکھن سے زیادہ ملائم ہے۔ یہ بھی وہ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ بھی ٹھیک نہیں۔

الجواب ۱ : نماز کا مؤمن کے لئے معراج ہونا بالفاظ صریحہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن یہ مضمون بعض صحیح روایات سے مفہوم ہوتا ہے۔ اس طرح کہ معراج قرب خداوندی کا نام ہے۔ اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بندہ کو سب سے زیادہ قرب خداوندی سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔

۲ : پل صراط کا بال سے زیادہ باریک ہونا اور تلوار سے زیادہ تیز ہونا حضرت انس و حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں موجود ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مسلم شریف میں ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیہقی میں ہے۔ البتہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی سند میں کچھ ضعف ہے۔

قال ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بلغنی ان الجسر ادق من الشعر واحد من السیف۔ (مسلم)۔

علامہ عثمانی رحمہ اللہ اس پر "فتح الملہم" میں لکھتے ہیں۔

و وصلہ البیہقی عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجزوما بہ وفی سنادہ لین۔ (ج ۱، ص ۳۳۵)۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اور دیگر سلف سے بھی پل صراط کی یہی کیفیت منقول ہے۔ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں اسے صحیح تسلیم کیا ہے: والمتکلمون من اصحابنا والسلف یقولون انہ ادق من الشعر واحد من السیف وھکذا جاء فی روایۃ ابی سعید (مرقات ج ۱ صلیٰ)

فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۲/۹ ۱۴۰ھ

نماز میں بار بار شک ہو تو کیا کرے

جس کو عادۃً شک ہوتا ہو اسے اقل رکعات پر عمل کرنے کا حکم ہے یہ شک و شبہات سے کیسے بچ سکتا ہے ظاہر ہے کہ یہ تو اسی اقل رکعت ہی کو اختیار کرے گا اور اس طریقے سے اس کو وہم ہوتا ہی رہے گا اب ایسی کیا صورت ہو کہ وہم بھی ختم ہو جائے اور نماز کا حکم بھی پورا ہو جائے۔

سائل غلام مصطفیٰ

مدرسہ عربی رائے ونڈ ضلع لاہور

الجواب اگر نماز میں ایک دو بار شک ہو اور غلبہ ظن نہ ہو سکے تو اقل رکعات پر بناء کرے اور اس پر بھی زائد ہو تو اسے توہم محض پر محمول کرے اور اس کی طرف التفات نہ کرے کہ یہ وسوسہ شیطانی ہوتا ہے۔

عن القاسم بن محمد ان رجلا سألہ فقال انی اھم فی صلوتی فیکثر ذلک علی فقال لہ امض فی صلوتک فانہ لن یذھب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلوتی اھ رواہ مالک (مشکوۃ، ج ۱، ص ۱۹)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی مجاہدا	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

اگر مقتدیوں نے عمامہ باندھا ہو اور امام نے صرف ٹوپی پہنی ہو تو نماز کا حکم

کیا امام کو صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا اور پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز کے ثواب میں کمی تو نہیں آتی؟ اور نماز مکروہ تو نہیں ہوتی۔ بعض مقتدی امام صاحب سے جھگڑا کرتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑے ہوتے ہیں تو ٹوپی پر صافہ یا رومال باندھنا افضل ہے تو اسکے بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے اس میں کچھ کراہت نہیں۔

قال فی شرح التنویر فی مکروھات الصلوۃ وصلوتہ

حاسرًا ای کاشفًا رأسه للتکاسل ولا بأس به للتذلل واما لاهانة بها فکفر ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل (درمختار)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تذللاً برہنہ سر نماز پڑھنے میں بھی کراہت نہیں تو ٹوپی سے پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ نہیں ہوگا۔ نیز ولو سقطت قلنسوته الخ پر شارح کا ٹوپی سے نماز پڑھنے پر کراہت کا حکم نہ لگانا بھی عدم کراہت کی دلیل ہے۔ ہاں جو شخص مجلس میں آتے ہوئے عمامہ باندھتا ہو ایسے شخص کے لئے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔

مختلف روایات سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اسلاف امت کا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ۔

وضع ابواسحاق قلنسوته فی الصلوٰة ورفعها (ج ۱ ص ۱۵۹)۔

اگرچہ یہاں امام بخاری رح کا مقصود کچھ اور ہے لیکن ضمناً یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف کے دوسرے مقام پر ہے۔

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة۔ (بخاری، ج ۱، ص ۵۲)۔

"عمدة الرعایہ علی شرح الوقایہ" میں ہے۔

وکذا ذکروا ان المستحب ان یصلی فی قمیص وازار وعمامة ولا یکره الاکتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بین العوام من کراهة ذلك وکذا ما اشتهر ان المؤتم لوکان معتمًا بعمامة والامام مکتفیا علی قلنسوة یکره۔ اھ (ص ۱۹۸)۔

اگرچہ مسنون و مستحب ہونے کی وجہ سے افضل یہی ہے کہ پگڑی باندھنی چاہیئے خواہ امام ہو یا مقتدی اور نماز ہو یا غیر نماز دونوں حالتوں میں۔ تاہم پگڑی کے بغیر صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا بلاکراہت صحیح ہے۔

اگر مقتدیوں نے پگڑی باندھی ہو اور امام نے صرف ٹوپی پہنی ہو تو کچھ کراہت نہیں۔ جیسا کہ عمدة الرعایہ کے جزئیہ سے معلوم ہوا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

اپریشن کی وجہ سے اشارے سے نماز پڑھنے کا حکم

میں نے آنکھ کا اپریشن کروانا ہے۔ سنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپریشن کے بعد حرکت کرنے سے اور نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں تو اس دوران میں نماز نہ پڑھوں یا پڑھتا رہوں جیسے ارشاد ہو عمل کیا جائے گا۔

سائل محمد احسن ریلبازار جھنگ

الجواب اگر رکوع و سجود کی وجہ سے اپریشن والی آنکھ کو نقصان کا خطرہ یقینی ہو۔ تو اشارے سے نماز پڑھ لیں۔

امره الطبیب بالاستلقاء لبزغ الماء من عینه صلی بالایماء لان حرمة الاعضاء کحرمة النفس اھ (درمختار)۔ (قوله امره الطبیب) ای المسلم الحاذق کما ذکروه فی الصوم۔ اھ (شامیة۔ ج ۱، ص ۵۱۷)۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۱/۱۱۴۱ھ

سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے آیت کو دہرانے کا حکم

بعض اوقات دورانِ قرأت امام صاحب کا سانس ٹوٹ جاتا ہے اور وہ پہلے پڑھی ہوئی آیت کو دوبارہ دہراتے ہیں۔ کیا اس سے نماز میں کراہت تو نہیں آتی؟ بینوا توجروا۔

نفیس الرحمٰن، ۵۔آر ساہیوال

الجواب درمیان میں سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے دہرانے کی صورت میں نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہ دہرانا عذر کی وجہ سے ہے۔

واذا کرر آیة واحدة مرارا فان کان فی التطوع الذی یصلی وحده فذلك غیر مکروه وان کان فی الصلوٰة المفروضة فهو

مکروہ فی حالۃ الاختیار واما فی حالۃ العذر و النسیان فلا بأس۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۵۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۸/۱۰/۱۴۱ھ

تکبیراتِ انتقال کی ابتداء وانتہاء کا مسنون وقت

ایک امام مسجد جماعت کراتا ہے اور رکوع میں کافی جھک کر رکوع کی تکبیر کہتا ہے۔ اور رکوع سے آدھا اٹھ کر سمع اللہ کہتا ہے سجدہ میں جانے کے لئے کافی جھک کر تکبیر کہتا ہے۔ اور تکبیر سجدہ میں سر رکھنے کے بعد ختم کرتا ہے۔ اسی طرح دوسرا سجدہ کرتا ہے اور تکبیر سجدہ میں سر رکھنے کے بعد ختم کرتا ہے۔ کیا یہ نماز درست ہے؟ اگر نہیں تو کیا نمازیوں کی نماز درست سمجھی جائے گی یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: سنت یہ ہے کہ رکوع کو جاتے ہوئے جھکتے ہی تکبیر شروع کر دیں اور رکوع میں پہنچ کر ختم کریں۔ اور ایسے ہی باقی مقامات میں۔

یکبر مع الانحطاط للرکوع اھ افاد ان السنۃ کون ابتداء التکبیر عند الخرور وانتہائہ عند استواء الظہر۔ (شامی ج ۱ ص ۴۶۰)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱/۴/۱۴۰۷ھ

کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تبلیغی نصاب پڑھنا

محترم مفتی صاحب! میں عرصہ دراز سے جامعہ مسجد صدیقیہ شاہ جمال سے منسلک ہوں۔ عرصہ دراز سے عشاء کی نماز کے بعد تبلیغی نصاب سے ایک واقعہ اور ایک حدیث شریف پڑھ کر سناتا ہوں

ابھی دو دن پہلے کی بات ہے کہ۔ ایک بزرگ نے اعتراض کیا کہ آپ کتاب کچھ دیر کر کے پڑھا کریں کیونکہ کچھ نمازی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ میں نے بزرگ کو جواب دیا کہ جہاں اجتماعی کام شروع ہو جائے وہاں انفرادی کام کو چھوڑ کر اجتماعی کام میں شامل ہو جانا چاہئے لیکن اس بزرگ نے میری بات نہ مانی۔ اب آپ مہربانی فرما کر یہ مسئلہ بتائیں کہ میں ایک دو نمازی کا انتظار کر کے کتاب پڑھوں یا پھر جو نمازی نماز پڑھ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں ان کو کتاب پڑھ کر سناؤں۔

الجواب: بعد میں آنے والے نمازیوں سے گزارش کریں کہ آپ نماز ذرا فاصلے پر پڑھیں تاکہ یہ کام بھی ہوتا رہے اور ان کی نماز میں بھی خلل نہ آئے۔ نمازیوں کا خیال بھی بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۱۰/۱۴۰۷ھ

اشارہ بالسبابہ مشہور احادیث سے ثابت ہے اور یہی احناف کا مفتی بہ قول ہے

۱: اشہد ان لا الہ الا اللہ پر اشارہ کرنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

۲: فقہ حنفی میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

۳: فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب عالمگیری قدیم ج ۱ ص ۳۹۔ پر لکھا ہے:

والمختار انہ لا یشیر کذا فی الخلاصۃ وعلیہ الفتوی کذا فی المضمرات ناقلاً عن الکبری وکثیر من المشائخ لا یرون الاشارۃ وکرہہا فی منیۃ المفتی کذا فی التبیین۔

۴: اگر فقہ حنفی میں اس کا جواز یا استحباب لکھا ہے تو عالمگیری جس کو پانچ سو علماء نے مرتب کیا ہے اس میں مختار قول نہ کرنے کو کیوں کہا گیا ہے

۵: نقشبندی حضرات بھی اس کا انکار کرتے ہیں کیونکہ مجدد صاحب نے بدعت کہا ہے۔ اس مسئلہ کو وضاحت سے لکھیں۔

سائل ممتاز احمد قاسمی متعلم الافتاء خیر المدارس ملتان

الجواب

تشہد میں اشارہ بالسبابہ بہت سی احادیث میں منقول ہے اور یہ احادیث حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں جن میں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

۱ : عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی التشہد وضع یدہ الیسری علی رکبتہ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی رکبۃ الیمنی وعقد ثلثۃ وخمسین واشار بالسبابۃ وفی روایۃ کان اذا جلس فی الصلوۃ وضع یدیہ علی رکبتیہ ورفع اصبعہ الیمنی التی تلی الابہام یدعو بہا و یدہ الیسری علی رکبتہ باسطہا علیہا۔ (رواہ مسلم)

۲ : عن عبد اللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد یدعو ووضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی ویدہ الیسری علی فخذہ الیسری واشار باصبعہ السبابۃ ووضع ابہامہ علی اصبعہ الوسطی ویلقم کفہ الیسری رکبتہ رواہ مسلم مشکوۃ۔

۳ : عن وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثم جلس فافترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری وحد مرفقہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض ثنتین وحلق حلقۃ ثم رفع اصبعہ فرأیتہ یحرکہا یدعو بہا۔ (رواہ ابو داؤد و الدارمی)۔

۴ : عن عبد اللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا ولا یحرکہا۔ (رواہ ابو داؤد والنسائی)۔

۵ : عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رجلا کان یدعو باصبعیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد احد۔ (رواہ الترمذی والنسائی والبیہقی)۔

۶ : عن نافع قال کان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا جلس فی الصلوۃ وضع یدیہ علی رکبتیہ واشار باصبعہ و اتبعہا بصرہ ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہی اشد علی الشیطان من الحدید یعنی السبابۃ۔ (رواہ احمد کلہا من المشکوۃ ج ۱ ص ۸۴ و ۸۵)۔

ان کے علاوہ "اشارہ بالسبابہ" کی روایات حضرت سعد، حضرت نمیر خزاعی اور حضرت اسامہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے بھی منقول ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ مؤطا میں اشارہ بالسبابہ کی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "وبصنیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نأخذ وهو قول ابی حنیفۃ رح۔"

(ص ۱۰۸)

علامہ شامی رح ردالمحتار میں محیط سے نقل فرماتے ہیں۔

وفی المحیط انہا سنۃ یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات وهو قول ابی حنیفۃ رح ومحمد رح وکثرت بہ الآثار و الاخبار فالعمل بہ اولی اھ فہو صریح فی ان المفتی بہ هو الاشارۃ بالمسبحۃ الخ (ج ۱ ص ۳۷۶)۔

آگے چل کر شرح کبیر کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ مانعینِ اشارہ کا قول روایت و درایت کے خلاف ہے۔

وقال فی الشرح الکبیر قبض الاصابع عند الاشارۃ هو المروی عن محمد فی کیفیۃ الاشارۃ وکذا عن ابی یوسف رح فی الامالی وهذا فرع تصحیح الاشارۃ وعن کثیر من المشائخ لا یشیر اصلاً وهو خلاف الدرایۃ والروایۃ اھ (ج ۱ ص ۳۷۶)۔

اور اس بحث کے خاتمہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وهذا ما اعتمدہ المتأخرون لثبوتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالاحادیث الصحیحۃ ولصحۃ نقلہ عن ائمتنا الثلاثۃ (ج ۱ ص ۳۷۶)

صاحبِ درمختار مانعینِ اشارہ کا قول نقل کرنے کے بعد اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتأخرون کالکمال والحلبی والبھنسی والباقانی وشیخ الاسلام امجد وغیرھم انہ یشیر لفعلہ علیہ السلام ونسبوہ لمحمد رح والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الافکار المفتی بہ عندنا انہ یشیر اھ (شامی: ج ۱، ص ۳۷۵)۔

خلاصہ یہ ہے کہ بہت سی مشہور احادیث سے اشارہ بالسبابہ ثابت ہے اور امام ابوحنیفہ رح امام ابویوسف رح اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی سے بھی اس کا مسنون ہونا منقول ہے۔ فقہاء احناف کی کتب و شروح میں اسی کو مفتیٰ بہ قرار دیا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں اشارہ نہ کرنے کو مختار یا مفتیٰ بہ کہنا مرجوح ہے بلکہ غیر صحیح ہے۔ جیسے کہ اوپر کی تصریحات میں وضاحت سے نقل کیا گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۲/۱۴۱۱ھ

کسی وجہ سے انگشتِ شہادت سے اشارہ ممکن نہ ہو تو کسی اور انگلی سے نہ کریں

میری شہادت کی انگلی میں کافی دنوں سے پھوڑا نکلا ہوا ہے انگلی کو حرکت دینے سے ٹیسیں اٹھتی ہیں تو بوقتِ تشہد اس انگلی کی بجائے دوسری انگلی سے اشارہ کر سکتا ہوں یا نہیں؟

قمر الدین مکتبہ ربانیہ نزد خیر المدارس ملتان

الجواب اگر تکلیف کی وجہ سے انگشتِ شہادت سے اشارہ مشکل ہو تو اشارہ ترک کر دیں کسی اور انگلی سے نہ کریں کیونکہ اشارہ اسی انگلی سے مستحب ہے۔

لا یشیر بغیر المسبحۃ حتی لو کانت مقطوعۃ او علیلۃ لم یشر بغیرھا من اصابع الیمنی والیسری کما فی النووی علی مسلم۔

(طحطاوی، ص ۱۴۷)

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۷/۷/۱۴۱۰ھ

تشہد میں انگلی کب اٹھائے اور کب رکھے

نماز میں التحیات کے تشہد میں کس حرف پر انگلی اٹھانی ہے اور کس پر پست کرنی ہے بعض کہتے ہیں کہ "اشھد" پر اٹھانی ہے اور "اللہ" پر نیچے کرنی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ "اشھد" پر اٹھانی ہے اور سلام تک اٹھائے رکھنی ہے۔ کون سا عمل صحیح ہے۔ اور دوسرے بعض فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

الجواب "لا الٰہ" پر انگشت اٹھائے اور "الا اللہ" پر پست کرے لیکن بالکل ران پر نہ رکھے بلکہ پست کرنے کے بعد بھی انگشت ران سے قدرے اٹھی ہوئی رہنی چاہئے فتاویٰ رشیدیہ میں جو کہا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ تفصیل تذکرۃ الرشید میں ملاحظہ ہو۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالٰی کی یہی تحقیق ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء، جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۷/۱۴۱۰ھ

اشارہ کرنے کے لئے حلقہ کب بنائے

تشہد میں بیٹھتے ہی انگلیوں کا حلقہ بنا لینا چاہئے یا جب اشھد ان لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تب شہادت کی انگلی اٹھائیں اور باقی انگلیوں کا حلقہ بنائیں۔ فقہ حنفی کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

سائل ممتاز احمد قاسمی

الجواب جب تشہد پر پہنچے تب حلقہ بنائے۔

والعقد وقت التشھد فقط فلا یعقد قبل ولا بعد وعلیہ الفتوی والظاھر یجعل المعقودۃ الی جھۃ الرکبۃ الخ (طحطاوی، ص ۱۴۷)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۴/۱۴۰۹ھ

نمازی کے آگے بیٹھا ہوا اٹھ کر جا سکتا ہے

ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور ایک شخص نماز ختم کر کے اس نمازی کے آگے بیٹھا ہے جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اب اگر یہ شخص جو آگے بیٹھا ہے اٹھ کر چلا جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ ایک صاحب کہتے ہیں یہ گزرنے میں داخل نہیں۔ لہٰذا اس پر کوئی گناہ نہیں ؟

محمد لطف اللہ خالد شاہجمال ٹاؤن لاہور

الجواب فقہی روایات سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الوسع اس عمل کو اختیار نہ کیا جائے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا۔ البتہ عمل کرنے والے پر ملامت نہ کی جائے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی ۲۴ / ۱ / ۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ مفتی جامعہ ہذا

بائیسکل سکوٹر موٹر کار پر نماز کا حکم

کتب فقہ میں صلوٰۃ علی الدابہ کا جواز لکھا ہے کہ یتوجہ المصلی الی ما توجہت الیہ راحلتہ اور چلتے چلتے پیدل نماز درست نہیں ہے تو آیا سائیکل سوار کا حکم گھوڑ سوار وغیرہ کا حکم ہے یا پیدل کا حکم ہے ؟ نیز سکوٹر اور موٹر کار کا کیا حکم ہے۔ ڈرائیور گاڑی چلاتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب بائیسکل کو دابہ پر قیاس کرتے ہوئے نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور اس پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔ اسی طرح سکوٹر سوار اور موٹر گاڑی کے ڈرائیور کے لئے بھی نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ ہی متوجہاً الی القبلہ اور نہ ہی حیث ما توجہت الیہ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۶ / ۱۲ / ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
جامعہ خیر المدارس ملتان

نماز میں نیت کے ضروری ہونے پر حدیث "انما الاعمال بالنیات" سے استدلال

غیر مقلد لوگوں نے ہمیں تنگ کیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ نماز کی نیت کرنا کہاں فرض ہے۔ یہ فرائض، واجبات اور سنن وغیرہ بدعت ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

عتیق الرحمٰن ۷/۵ آر ساہیوال

الجواب حدیث " انما الاعمال بالنیات " کی بناء پر تمام عبادات میں نیت ضروری ہے اور نیت دل کا فعل ہے۔ جب دل میں یہ استحضار ہو جائے کہ فلاں نماز اتنی رکعات اللہ کے لئے اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں تو یہ کافی ہے۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں اگر غیر مقلد نیتِ قلبی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے تو یہ حدیثِ صریح کے خلاف ہے۔ اور اگر زبانی نیت کا انکار کرتے ہیں تو یہ ہمارے نزدیک بھی ضروری نہیں۔ غیر مقلدین نے سادہ لوح لوگوں کو واقعی تنگ کر رکھا ہے۔ ہمیں مسلسل ایسی شکایات موصول ہوتی رہتی ہیں۔ جو شبہ ہو لکھ کر صاف کر لیا کریں۔ فرائض و واجبات و سنن والا سوال واضح نہیں کہ وہ کس چیز کا انکار کرتے ہیں۔ تفصیلاً لکھیں یا بہتر یہ ہے کہ کسی وقت دارالافتاء میں تشریف لا کر حل کر لیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۷/۱۳۹۶ھ

حرکت پر مجبور معذور سمجھا جائے گا

ایک شخص نے کسی غرض کے لئے چلہ کشی کی لیکن وہ الٹا ہو گیا۔ عرصہ سے اس کا علاج جاری ہے۔ وہ شخص نماز بھی پڑھتا ہے۔ چلہ کے اثرات کی وجہ سے رکوع میں انگلی کی حرکت مسلسل جاری رہتی ہے۔ بقول سائل گلے کی رکاوٹ کی وجہ سے کچھ پڑھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ جسم کے پورے حصے پر اثرات ہیں سجدہ میں بھی حرکت رہتی ہے اثرات کی وجہ سے۔ کیا ایسی حالت میں نماز ہو جائے گی۔ یا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نماز ہو جائے۔ یہ حالتِ مجبوری ہے کوشش کی گئی ہے لیکن رک نہیں سکتا۔

نوٹ ! سائل اس بات کی کوشش اس حد تک کرتا ہے کہ نماز میں خلل نہ ہو لیکن بیماری

کی وجہ سے حرکت ضرور ہوتی ہے۔ اس بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔ یہ حرکت عمل کثیر میں داخل تو نہیں ہو جاتی۔ کیا کیا جائے۔ نماز فرض ہے سائل مریض ہے۔

سائل خالد عثمان حسین آگاہی ملتان

الجواب صورت مسئولہ میں بوجہ عذر نماز جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۶/۳/۱۳۹۷ھ

کسی نماز کے بعد ختم خواجگان کو معمول بنا لینا

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کی "ضیاء القلوب" میں ختم خواجگان چشت اور ختم خواجگان قادریہ کے طریقے موجود ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اور ان کے بعض خلفا کا یہاں رمضان المبارک کے اعتکاف میں بعد نماز ظہر ختم خواجگان چشت کا معمول ہے۔ خیر المدارس ملتان میں روزانہ بعد نماز عصر اس کا معمول ہے۔ عرصہ دراز سے ایک مسجد میں ختم خواجگان کا معمول تھا۔ بعض لوگ جو اپنے کو علمائے دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں انہوں نے اس ختم شریف کو یہ کہہ کر بند کرا دیا کہ یہ بدعت ہے۔ کیا ختم خواجگان بدعت ہے؟

۲: متذکرہ بالا مسجد کی طرح جہاں اس کا معمول ہو گیا اسے ختم کرا دینا چاہیے اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ختم خواجگان سب بزرگوں کا معمول ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز کے یہاں بھی معمول تھا۔ اس لئے اس کو بدعت کہنا بدعت ہے۔

المفتی ولی حسن بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب ختم خواجگان بدعت نہیں اسے بدعت قرار دینا بدعت کی حقیقت سے بےخبری کی دلیل ہے۔ اس کا پڑھنا نہ ہر شخص پر لازم سمجھا جاتا ہے اور نہ اس کے تارک پر نکیر کی جاتی ہے لیکن ایک بابرکت وظیفے کی حیثیت سے پڑھا جاتا ہے پس اسے بدعت کہنا صحیح نہیں۔ یہ وظیفہ بند کرانا غیر ضروری و نامناسب فعل ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۱۴۱۰ھ

شلوار ٹخنوں سے نیچے ہونے کی حالت میں پڑھی جانے والی نماز واجب الاعادہ ہے

ایک شخص نے نماز اس حالت میں پڑھی کہ اس کی شلوار یا چادر ٹخنوں سے نیچے تھی۔ کیا نماز ہو گئی، یا اس کا اعادہ واجب ہے۔ جواب بحوالہ درکار ہے۔

الجواب اگر تکبر کی وجہ سے چادر وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے کر کے نماز پڑھی تو اس کا اعادہ کیا جائے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینما رجل یصلی مسبلاً ازارہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب فتوضأ ثم جاء فقال اذھب فتوضأ فقال لہ رجل یا رسول اللہ امرتہ ان یتوضأ ثم سکت عنہ قال انہ کان یصلی وھو مسبل ازارہ وان اللہ تعالیٰ لا یقبل صلوۃ رجل مسبل۔ اھ (ابوداؤد والبذل المجہود ج ۵، ص ۵۲)۔ وفی البذل تحت قولہ رجل مسبل ازارہ من الکبر والخیلاء۔ اھ (المشکوۃ ج ۱ ص ۷۲)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۲/۱۴۱۱ھ

فوجی وردی اور بوٹوں میں نماز کا حکم

فوج میں وردی ایسی دی جاتی ہے جس میں قمیص اور پتلون ایک کپڑا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کئی کئی دن اتارنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ خصوصاً ہنگامی حالات میں۔ پھر اس وردی کو پیشاب کی

چھینٹوں سے پاک رکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے تو اس وردی کے اندر نماز پڑھ سکتے ہیں جب کہ پاک کپڑا پہننے کا موقعہ نہ ملے۔ اسی طرح فوج میں بوٹ بھی ایسے ملتے ہیں۔ جن کو اتارنے کا کئی کئی دن موقعہ نہیں ملتا۔ اور نہ اتنی فرصت ملتی ہے اور بوٹ نجس بھی ضرور ہوتے ہیں تو جب نماز کا وقت آ جائے تو کیا ان بوٹوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ بعض دفعہ عین نماز کا وقت ہوتا ہے اور فوج کو فوراً تیاری کا حکم ہو جاتا ہے۔ یا عین نماز کے وقت چل رہے ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں نماز کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ چلتے چلتے گاڑی میں پڑھیں تو قبلہ معلوم نہیں ہوتا۔ تو اس صورت میں کیا کیا جائے۔

۴: بعض اوقات ہنگامی حالات میں ٹینک یا گاڑی کے اندر بیٹھنا پڑتا ہے۔ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہوتی تو کیا قعوداً نماز پڑھ سکتے ہیں۔

۵: فوجیوں کے پاس پانی وضوء کی مقدار موجود ہو اور فوراً کوئی ایسا حکم افسر کی طرف سے آ جاتا ہے کہ وضوء کرنے کا وقت نہیں ملتا۔ اتنا وقت نہ ہو تو کیا فوراً تیمم کر سکتا ہے؟

الجواب: وردی کو پاک رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ اہتمام اور فکر کی ضرورت ہے اور اگر بالفرض وردی کا کچھ حصہ ناپاک ہو گیا ہے اور وردی اتارنے یا پاک کرنے میں دشمن کا خوف ہے تو ایسی صورت میں اسی وردی کے ساتھ نماز پڑھ لے نماز ہو جائے گی۔

کما فی الدر واذا لم یجد ما یزیل به نجاسته او یقللها صلی معها ولا اعادة علیه وفی الشامیة ومثله خوف العدو و عدم وجود ثمنه ونحو ذلك اھ۔ (شامی ج۱، ص ۳۸۴)۔

۲: تفصیل بالا کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسے بوٹوں میں نماز جائز ہو گی۔ احتیاط کرے تو جنگلات میں ایسے بوٹ کے ناپاک ہونے کا احتمال کم ہوتا ہے۔

۳: کوشش ہونی چاہئے کہ نماز کو اوّل وقت میں پڑھ لیا جائے جب کہ ایسا ممکن ہو۔ ورنہ نماز کے آخری وقت تک انتظار کیا جائے ان شاء اللہ وقت مل جائے گا۔ انتہائی خطرے کے وقت میں ظہر کی نماز عصر کے وقت میں پڑھ لی جائے۔ اور مغرب کی تاخیر کر کے پڑھ لی جائے۔ عشاء کا وقت طلوع فجر تک رہتا ہے۔

موٹر میں قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے۔ ساتھیوں کو ذرا ادھر ادھر کر دیا جائے۔ نماز کے لئے سہولت سے تیار ہو جاتے ہیں۔ البتہ اگر دشمن کے خوف کی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ کرنا

متعذر ہو جائے تو غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

استقبال القبلة حقیقة او حکما کعاجز ای کاستقبال عاجز عنها لمرض او خوف عدو او اشتباه فجهة قدرته او تحریه قبلة له حکما۔ (درمختار مع الشامیة ج۱، ص ۳۱۴)۔

۴: بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

۵: وضوء کر کے نماز پڑھیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	۲۵/۱۰/۱۳۹۱ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء		نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اسلحہ سمیت نماز پڑھنے کا حکم

بعض اوقات جب ہم محاذ پر ہوتے ہیں تو اسلحہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی دوران جب نماز ادا کرنی ہو تو اسلحہ اتار کر نماز پڑھیں یا اسلحہ سمیت ہی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہاں کچھ ساتھیوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اس لئے مدلل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد سکندر، جمعیة المجاہدین ملتان پاکستان

الجواب: اگر اسلحہ ایسا ہو کہ اس کی وجہ سے توجہ نماز سے نہ ہٹتی ہو تو پہنے ہوئے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

ولا بأس ان یصلی متقلدا للقوس والجعبة الا ان یتحرکا علیه حرکة تشغله فح مکروه ویجزیه کذا فی السراج الوهاج۔ اھ (عالمگیری ج۱، ص ۵۷)۔

ولا یکره تقلد المصلی بسیف ونحوه اذا لم یشغل بحرکته وان شغله کره فی غیر حالة قتال۔ (مراقی الفلاح علی الطحطاوی، ص ۲۰۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۳ ، صفر المظفر ، سنہ ۱۴۱۱ھ

نماز کی نیت میں استقبال قبلہ کی نیت کرنا ضروری نہیں

کیا نماز کی نیت کرتے ہوئے "منہ طرف کعبہ شریف کے" کہنا ضروری ہے ؟

الجواب: استقبال قبلہ ضروری ہے ۔ استقبال قبلہ کی نیت ضروری نہیں ۔ اور زبان سے نیت کا تلفظ بھی ضروری نہیں ۔

ونیۃ القبلۃ لیست بشرط والتوجہ الیہا یغنیہ عن النیۃ ھو الاصح اھ (مراقی الفلاح) (وقولہ ونیۃ القبلۃ لیست بشرط) لانہا من الوسائل وھی لا تحتاج الی نیۃ کالوضوء فالشرط حصولہا لا تحصیلہا ۔ اھ (طحطاوی ، ص ۱۱۵) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

(نماز میں) درود شریف کے بعد کئی دعائیں پڑھنے کا حکم

امامت کراتے ہوئے یا اکیلا نماز پڑھتے ہوئے درود پاک کے بعد رب اجعلنی الخ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ الخ یہ دونوں دعائیں پڑھ سکتا ہے یا ایک پڑھے ۔

الجواب: پڑھ سکتا ہے ۔ بہتر ہے کہ بصورت امامت ایک دعاء [1] پڑھے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۷/۱۴۰۳ھ

[1] ویکرہ للامام تطویل الصلوۃ لما فیہ من تنفیر الجماعۃ لقولہ علیہ السلام من ام فلیخفف اھ (مراقی الفلاح) قولہ تطویل الصلوۃ بقراءۃ او تسبیح او غیرھما رضی القوم ام لا لاطلاق الامر بالتخفیف اھ (طحطاوی ص ۱۶۶) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

بوقتِ قیام دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ

نماز پڑھتے ہوئے قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے ۔

الجواب: دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا چاہیئے ۔

ویسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع ۔ (مراقی) وفی الطحطاوی نص علیہ فی کتاب الاثر ولم یحک فیہ خلافا ۔ اھ (ص ۱۴۳) فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۳/۱۴۰۹ھ

نماز میں وساوس کی وجہ سے لاحول پڑھنا

جب آدمی کو نماز میں وساوس آئیں تو اگر وساوسِ دنیا سے لاحول پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی عند الطرفین ۔ اور اگر وساوسِ آخرت سے لاحول پڑھے تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی ۔ کیا زید کا یہ قول صحیح ہے ؟

الجواب: زید کا یہ قول درست ہے ۔ المصلی اذا وسوسہ الشیطان فقال لاحول ولا قوۃ الا باللہ ان کان ذلک الذی وسوسہ فی امر من امور الآخرۃ لا تفسد صلوتہ وان کان فی امر من امور الدنیا تفسد کذا ذکرہ فی الذخیرۃ لان الوسوسۃ الم

فکانه حوقتل بسبب الم اخروی فی الاول وبسبب الم دنیوی فی الثانی ۔ اھ (کبیری، ص ۲۴۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — ۱۳/۳/۱۴۰۷ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا کیسے بیٹھے

جو معذور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو اس کے لئے بیٹھنے کا کوئی خاص طریقہ منقول ہے یا جیسے چاہے بیٹھ جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مشقت نہ ہو تو بحالتِ التحیات بیٹھنا بہتر ہے اور اگر اس طرح بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہو تو پھر جیسے آسانی ہو بیٹھ جائے۔

ثم المریض یقعد فی الصلوۃ من اولها الی اخرها کما یقعد فی التشهد ان استطاع ذکر السروجی ان هذا قول زفر وفی الذخیرۃ نقل عن ابی اللیث رح انه علیه الفتوی لانه القعود المعهود فی الصلوۃ وقال قاضی خان رح یقعد کیف شاء فی روایة محمد رح عن ابی حنیفة رح الی قوله والظاهر ما افتی به ابو اللیث رح کما ذکره المصنف عند عدم حصول المشقة به والتخییر عند حصولها به اھ (کبیری، ص ۲۶۴)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۳/۴/۱۴۰۷ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم

گرمیوں میں کیڑے مکوڑے کے ڈر سے اگر نماز تہجد چارپائی کے اوپر پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ عبدالمجید بلاک نمبر ۶ چیچہ وطنی، ساہیوال۔

الجواب: اگر چارپائی خوب کسی ہوئی ہو اور پاک ہو تو اس پر نماز جائز ہے۔ (کذا فی امداد الاحکام، ص ۲۷۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جو اشارے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو اسے نماز معاف ہے

اگر کوئی شخص بیمار ہو اور وہ نماز کے عوض میں فدیہ دے دے تو اس کی نماز معاف ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جواب وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

الجواب: اگر ہوش قائم ہے اور اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ تو پڑھ لیا کرے ورنہ نماز معاف ہے۔ واذا عجز المریض عن الایماء بالرأس فی ظاهر الروایة یسقط عنه فرض الصلوۃ ولا یعتبر الایماء بالعینین۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۳۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

جامعہ خیر المدارس ملتان

دو پیسے کے بدلہ میں سات سو نماز کے ثواب کا وضع ہونا

تبلیغی جماعت والے عام طور پر بیان کیا کرتے ہیں کہ قیامت کے دن دو پیسے ناحق لئے ہوئے کے بدلہ میں سات سو مقبول نمازوں کا ثواب لے لیا جائے گا۔ کیا ان کی یہ بات درست ہے اور دو پیسے سے مراد کون سے دو پیسے ہیں؟

الجواب: کتب فقہ میں دانق کا ذکر ہے کہ ایک دانق کے بدلے سات سو جماعت سے پڑھی ہوئی نمازوں کا ثواب وضع کر لیا جائے گا۔ اور علامہ قشیری رح نے سات سو مقبول نماز کا لکھا ہے۔ دانق تقریباً ساڑھے رتی کا ہوتا ہے۔ تو گویا ساڑھے رتی چاندی کے برابر

ناحق لی ہوئی مالیت کے بدلے میں سات سو مقبول نماز کا ثواب وضع کر لیا جائے گا۔ کسی زمانے میں چونکہ چاندی سستی ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ اتنی چاندی اس وقت کے دو پیسے کے بدلے میں آجاتی ہو اس لئے دو پیسے مشہور ہو گئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضرور ہی اتنا ثواب وضع کیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالٰی چاہیں تو اپنی رحمت سے مظلوم کو اپنے پاس سے دے کر ظالم کو معاف کر دیں۔

جاء انه یؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوة بالجماعة اھ (درمختار) (قوله جاء) ای فی بعض الکتب اشباه عن البزازیة ولعل المراد بها الکتب السماویة او یکون ذلک حدیثا نقله العلماء فی کتبهم والدانق بفتح النون وکسرها سدس الدرهم وهو قیراطان والقیراط خمس شعیرات اھ (قوله ثواب سبع مائة صلاة بالجماعة) ای من الفرائض لان الجماعة فیها والذی فی المواهب عن القشیری سبع مائة صلوة مقبولة ولم یقید بالجماعة قال شارح المواهب ما حاصله هذا لا ینافی ان الله تعالی یعفو عن الظالم ویدخله الجنة برحمته۔ اھ (شامی، ج ۱، ص ۲۲۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

خنثیٰ رکوع و سجود کیسے کرے

خنثیٰ نماز پڑھتے ہوئے جب رکوع و سجود کرے تو کیا وہ رکوع اور سجدہ مردوں کی طرح کرے یا عورتوں کی طرح؟

الجواب خنثیٰ عورتوں کی طرح رکوع و سجود کرے۔ یعنی زیادہ نہ جھکے، انگلیوں کو پھیلائے نہ۔ ایسے ہی کلائیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے رکھے الگ نہ کرے۔

اما المرأة فتنحنی فی الرکوع یسیرا ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیها علی رکبتیها وضعا وتحنی رکبتیها ولا تجافی عضدیها لان ذلک استر لها وفی شرح الوجیز الخنثی کالمرأة۔ (شامیة ج ۱ ص ۳۶۵)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ساتھ والے کو دیکھ کر نماز پوری کرنا

زید نماز میں شامل ہوا جب کہ ایک رکعت ہو چکی تھی جب بقیہ رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو یاد نہ رہا کہ میری کتنی رکعت باقی ہیں۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی نماز میں شامل ہوا تھا زید نے سوچا کہ اس کو دیکھ کر نماز پوری کر لوں گا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ساتھ نماز پوری کر لی۔ کیا اس کی نماز درست ہو گئی؟

الجواب اگر اس دوران زید تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہنے کی مقدار کہیں خاموش منتظر نہیں رہا تو زید کی نماز ہو گئی۔ ولو نسی احد المسبوقین المتساویین کمیة علیه فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء به صح هکذا فی الخلاصة۔ اھ (عالمگیری ج ۱، ص ۹۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

تکبیرِ تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانے کے بعد نیچے نہ لے جائیں

بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو نیچے لے جاتے ہیں یعنی رانوں کے برابر کر لیتے ہیں اور پھر باندھتے ہیں۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ہاتھ اٹھانے کے بعد نیچے نہ لے جائیں۔ بلکہ ہاتھ باندھ لیں۔ ویسن وضع الرجل یده الیمنی کما فرغ من التکبیر للاحرام بلا ارسال اھ (طحطاوی، ص ۱۴۰)۔ فقط واللہ تعالٰی اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷، ۱۱، ۱۴۰۹ھ

نابینا آدمی قبلہ سے ہٹ کر نماز پڑھ رہا ہو تو اسے قبلہ رو کر دیا جائے

ایک آدمی نابینا ہے اور وہ نماز پڑھنی شروع کرتا ہے اور کوئی آدمی موجود نہیں ہوتا جو اس کو سیدھے کعبہ کی طرف کر دے محض اپنی رائے پر نماز پڑھتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا۔ تو اب اس کو سیدھا کیا جائے تو استمداد خارجی پائی جاتی ہے جس سے نماز ٹوٹنے کا خطرہ ہے۔ ایسے ہی اس کو کہہ بھی نہیں سکتے تاکہ وہ محض کہنے والے کے کہنے پر بغیر سوچنے کے مڑ کر نماز ختم نہ کر دے۔ تو اب اس کو سیدھا کیسے کیا جائے۔ نیز یہ عام رواج ہے کہ جب بھی کوئی آدمی ٹیڑھا کھڑا ہو خواہ نابینا ہو اس کو ہاتھ سے قبلہ رخ کر دیتے ہیں حالانکہ اس نے نہ کہا ہوتا ہے اور نہ ہی وہ خود سوچ کر قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے بلکہ اقتداء محض ہوتی ہے تو کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا نہیں! اور اگر دوسرا آدمی بغیر کہے ٹھیک کر دے تو کیا نماز باقی رہے گی یا نہیں۔ اگر سیدھے کرنے سے نماز باقی رہتی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے اور اگر نماز درست نہیں تو اس کا ثبوت کیا ہے۔
اور اگر دوسرا آدمی نمازی کو سیدھا نہ کرے تو کیا وہ آدمی گنہگار ہو گا یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں ایسے نابینا کو جو غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہے قبلہ رو کر دینا درست ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ شامی، ج ۱ ص ۴۲۴ میں ہے۔

قال فی شرح المنیۃ ولو صلی الاعمی رکعۃ الی غیر القبلۃ فجاء رجل فسواہ الی القبلۃ واقتدی بہ ان وجد الاعمی وقت الشروع من یسألہ فلم یسئلہ لم تجز صلاتہما والاجازت صلاۃ الاعمی۔ الخ۔

نابینا آدمی شہر یا بستی میں جہاں جہت قبلہ مشتبہ ہے اس قدر منحرف ہو کر نماز پڑھ رہا ہو جو انحراف مفسد صلوۃ ہے تو اسے سیدھا رو بقبلہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی نماز درست نہیں۔ اور انحراف مذکور نہیں تو تسویہ کی حاجت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۹/۲/۱۳۹۱ھ

ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد اقتدار درست نہیں

امام صاحب ایک طرف سلام پھیر چکے ہوں تو مقتدی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟
سائل نفیس الرحمٰن، ۵ آر ساہیوال

الجواب ثم الخروج من الصلوۃ بسلام واحد عند العامۃ وقیل بہما کما فی مجمع الانہر فلو اقتدی بہ بعد لفظ السلام الاول قبل علیکم لا یصح عند العامۃ۔ اھ۔ (مراقی الفلاح ص ۱۴۵)
معلوم ہوا کہ اکثر علماء کے نزدیک پہلے لفظ سلام کے بعد اقتدار کرنا ٹھیک نہیں۔
فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۸/۱۱/۱۳۹۵ھ

فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے

ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ نماز میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا منقول نہیں اس لئے جہراً بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ اگر ایسا ہے تو بھی آہستہ پڑھنے کے لئے اس قدر وقفہ تو ہونا چاہئے۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ پیش امام نیت کے ذرا بعد اور سورۃ الحمد کے ختم ہونے کے فوراً بعد بلا کسی وقفہ کے دوسری سورت شروع کر دیتے ہیں۔ آہستہ پڑھنے کی صورت میں بھی آخر کچھ وقفہ تو ہونا چاہیے جس سے اندازہ ہو سکے کہ بسم اللہ آہستہ پڑھی گئی ہے۔

علاوہ ازیں ایک مرتبہ مولانا مودودی نے دریافت کرنے پر بتایا تھا کہ آپ بسم اللہ پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے متعلق وضاحت فرمائیں۔

الجواب فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ کا پڑھنا مستحسن ہے۔ شامیہ ج ۱ ص ۴۵۸۔ فرض واجب بلکہ مسنون بھی نہیں ہے اس لئے بسم اللہ پڑھنے سے نماز میں کوئی فرق نہیں آتا [1] فقط واللہ اعلم، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ ہذا۔

([1] حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(له حاشیۂ صفحۂ گزشتہ) سمی غیر المؤتم بلفظ البسملة لا مطلق الذکر کما فی ذبیحة و وضوء سرًّا فی اول کل رکعة ولو جهریة لا تسن بین الفاتحة والسورة مطلقا ولو سرية ولا تكره اتفاقا اھ (در مختار) (قوله ولا تكره اتفاقا) ولهذا صرح فی الذخیرة والمجتبی بانه ان سمی بین الفاتحة والسورة المقروءة سرًّا او جهرًا کان حسنا عند ابی حنیفةؒ ورجحه المحقق ابن الهمام وتلمیذه الحلبی لشبهة الاختلاف فی کونها اٰیة من کل سورة بحر اھ (شامیة ج ۱ ص ۴۵۷)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۲/ ۱۴۱۱ھ

فرائض کی موجودہ رکعت کا منکر گمراہ ہے

ایک آدمی نے لوگوں کے اندر یہ پھیلا دیا ہے کہ ہر نماز کی دو رکعت فرض ہیں باقی نماز نہیں ہے اس کے ساتھ چند آدمی بھی شریک ہو گئے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن وحدیث میں دو رکعت فرض کے سوا ثبوت نہیں ملتا۔ کیا یہ لوگ مسلمان رہے یا نہ ان سے تعلقات رکھنا کیسے ہے ؟

الجواب حامداً ومصلياً شروع اسلام میں نماز دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں اس کے بعد حضر واقامت کی نمازوں میں سوائے فجر اور مغرب اور جمعہ کے اضافہ کر دیا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انها قالت فرضت الصلوٰة رکعتین۔ رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوٰة السفر وزید فی صلوٰة الحضر۔ (ج ۱ ص ۲۴۱)۔

شامی میں ہے۔

ما کان من ضروریات الدین وهو ما یعرف الخواص والعوام انه من الدین کوجوب اعتقاد التوحید والرسالة و

الصلوات الخمس واخواتها یکفر منکره ومالا فلا اھ (ج ۱ ص ۴۹۱)

رکعتین پر زیادتی احادیث سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کا انکار ضلالت ہے اہلِ اسلام کو ایسے لوگوں سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تعوذ و تسمیہ صرف امام و منفرد پڑھے

سورت فاتحہ سے قبل تعوذ اور تسمیہ کن کن رکعتوں میں پڑھنا چاہیئے اور ان کی شرعی حیثیت کیا ہے قرأت شروع سورت سے پڑھنا شروع کریں یا کسی سورت کے درمیان سے کوئی آیات پڑھ سکتے ہیں فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ پڑھنا مسنون ہے یا نہ ؟

محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب حامداً ومصلياً ثناء سے فارغ ہونے کے بعد تعوذ و تسمیہ کا پڑھنا امام و منفرد کے لئے سنت ہے۔ مراقی میں ہے۔

ویسن التعوذ للقراءة فیأتی به المسبوق کالامام والمنفرد لا المقتدی۔ (۱۴۱)۔

(اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ شروع کرنے سے قبل بسم اللہ کا پڑھنا بھی مسنون ہے۔)

وتسن التسمية اول کل رکعة قبل الفاتحة لانه صلی اللہ علیہ وسلم کان یفتتح صلوته ببسم اللہ الرحمن الرحیم الخ (ص۱۴۱)

(دونوں صورتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے قبل تسمیہ نہ سنت ہے اور نہ ہی پڑھنا مکروہ ہے۔) لا تسن (التسمية) بین الفاتحة والسورة مطلقا ولو سرية ولا تكره اتفاقا۔ (در مختار ج ۱ ص ۳۲۹)۔ فقط واللہ أعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی۔ ۲۹/۷/ ۱۴۰۶ھ

نمازیوں کو فسادِ نماز کی اِطلاع بالکل ممکن نہ ہو تو "تلافی" کی ایک صورت

امام صاحب نے مؤذن کو عشاء کی نماز کے بعد کہا کہ فجر کی نماز کا خیال کریں اگر میں نہ پہنچ سکا تو آپ نمازِ فجر پڑھا دیں جب کہ امام صاحب اور مؤذن ایک ہی جگہ پر قیام پذیر تھے۔ صبح کو اتفاقاً مؤذن دیر سے اٹھا اور دوسرے نمازی نے آکر اذان دے دی۔ مؤذن نے جلدی سے امام صاحب کو جگایا اور بتایا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ مؤذن نے جلدی سے استنجاء اور وضوء کر کے سنتیں پڑھ کر جماعت کرا دی۔

ایک گھنٹہ بعد مؤذن نے شبہ کی وجہ سے اپنے کپڑے دیکھے تو معلوم ہوا کہ محتلم حالت میں ہی اس نے نمازِ فجر پڑھا دی ہے۔ اس نے انتہائی پریشانی کے عالم میں خطیب و امام صاحب کو صورتِ حال سے مطلع کر کے کہا کہ میں نمازیوں کو مطلع کر دوں کہ جنہوں نے فجر کی نماز با جماعت ادا کی ہے وہ اپنی اپنی نماز لوٹا لیں۔ تو امام صاحب نے اسے منع کر دیا کہ اب جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے وہ معاف کر دے گا۔ اگر اب نمازیوں کو اس طرح مطلع کیا گیا تو نمازی بدگمان ہو جائیں گے اور چہ میگوئیاں کریں گے اس لئے رہنے دو۔

چنانچہ مؤذن بے چارہ دل پر بوجھ لئے خاموش ہو گیا اور تا حال اس کا دل پریشان ہے۔ اور جب بھی اسے اس بات کا خیال آتا ہے تو وہ مغموم اور رنجیدہ ہو جاتا ہے اور وہ جگہ بھی تقریباً دو اڑھائی سو میل دور ہے۔ اور اس واقعہ کو تقریباً بائیس تیئس سال ہو گئے ہیں۔ اب تو اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ کون زندہ ہے کون نہیں۔ جو واقف تھے ان کو بھی بھول گیا ہے۔ جہاں تک ان کو مطلع کرنے کی صورت ہے تو اب یہ ناممکن سی بات ہو گئی ہے۔ اس کے کفارہ و تلافی کی شرعاً کوئی دوسری صورت ہو تو ارشاد فرمائیں۔

المستفتی قاری سیف اللہ خالد قادری شاہجمال ٹاؤن لاہور

الجواب امام اور مؤذن پر لازم تھا کہ فوری طور پر ان کو اطلاع دیتے کہ اپنی نمازوں کا اعادہ کر لیں اب بھی اگر کسی بھی آدمی کا پتہ چل سکے تو اسے ضرور اطلاع دیں بالکل اطلاع ناممکن ہو تو ان کی طرف سے اس نماز کا فدیہ ادا کر دیں شاید اس طرح کچھ تلافی ہو جائے۔

ویلزم الامام الذی تبین فساد صلوتہ اعلام القوم باعادۃ صلوتہم بالقدر الممکن ولو بکتاب او رسول فی المختار۔ الی قولہ و علی رضی اللہ تعالی عنہ صلی بالناس ثم تبین لہ انہ کان محدثا فاعاد وامرھم ان یعیدوا۔ (مراقی الفلاح، ص۱۶۳)۔
والصحیح انہ لکل صلوۃ فدیۃ ھی نصف صاع من بر او دقیقہ او سویقہ او صاع تمر او زبیب او شعیر او قیمتہ وھی افضل لتنوع حاجات الفقیر وان لم یوص و تبرع عنہ ولیہ او اجنبی جاز ان شاء اللہ۔ (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی ص۲۳۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان، ۲/۲/۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

قومہ و جلسہ کی صحیح مقدار

(۱) قومہ اور جلسہ کی صحیح مقدار کیا ہے؟
(۲) عند الاحناف قومہ اور جلسہ میں ذکرِ مسنون ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتی حکیم محمد عبد الحق، حقانی دواخانہ، ڈی، آئی، خان

الجواب (۱) قومہ اور جلسہ میں اتنی دیر ٹھہرنا کہ ہر عضو اپنی جگہ میں قرار پکڑ لے محققینِ احناف کے نزدیک واجب ہے اور اس کا اندازہ ایک تسبیح کے ساتھ کیا گیا ہے یعنی قومہ میں سیدھا کھڑے ہونے اور جلسہ میں بیٹھنے کے بعد ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا۔ صاحبِ درمختار فرماتے ہیں۔

وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع والسجود وکذا فی الرفع منہما۔ (شامی ج۱۔ ص۳۳۲)۔

(۲) قومہ میں منفرد کے لئے ربنا لک الحمد کہنا مسنون ہے۔ نیز منفرد جلسہ میں بھی ادعیہ ماثورہ پڑھ سکتا ہے۔ البتہ امام کے لئے قومہ و جلسہ میں کوئی ذکر عند الاحناف مسنون نہیں ہے

كذافى الشامية ج۱ ص۳۴۲ فقط واللّٰہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفر اللہ لہٗ رئیس الافتاء جامعہ ہٰذا — ۲۸/۱۲/۱۳۰۸ھ — معین مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تشہد عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وجوہ ترجیح

مسند ابو عوانہ اور بیہقی وغیرہ میں تشہد ابن مسعودؓ میں " السلام علی النبی ورحمۃ اللہ " کے الفاظ ہیں بعض دوسری روایتوں سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بعد خطاب کے صیغہ کو ترک کر دیا ہے۔ ہم اہلسنت والجماعت احناف پہلے الفاظ پر کیوں اڑے ہوئے ہیں ؟

الجواب عن القاسم قال اخذ علقمة بيدى قال علقمة اخذ ابن مسعود بيدى قال عبد الله اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدى فقال اذا جلست فى الصلوة فقل التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبى و رحمة الله وبركاته السلام علينا و على عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله. الحديث . اخرجه محمد فى كتاب الحجه ، ص ۱۳۴ - وجماعة من المحدثين منهم ابوداؤد والطحاوى والدارمى ودارقطنى والبيهقى وبخارى و مسلم وغيرهم.

وجوہ ترجیح

۱ : امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا فیصلہ۔ وليس فى التشهد شئ اوثق من حديث عبد الله ابن مسعود رضى الله عنه۔ اس سے زیادہ پختہ حدیث تشہد کے باب میں موجود نہیں۔ (کتاب الحجہ ص ۱۳۰)

۲ : وفى المؤطا كان عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه يكره ان يزاد فيه حرف او ينقص منه حرف . (ج ۱ : ص ۱۵۷)-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشہد میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی کو جائز نہیں رکھتے تھے۔

۳ : ایسے ہی طحاوی شریف میں مروی ہے کہ ایک شخص نے تشہد سے قبل بسم اللہ کا اضافہ کیا۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے فرمایا " اتأكل " کیا تو کھانا کھاتا ہے کہ بسم اللہ کہہ ڈالا ہے۔ بسم اللہ کے اضافہ پر بھی تنبیہ فرمائی۔

۴ : ایسے ہی کسی شخص نے " وحده لا شريك " کا اضافہ کرنا چاہا تو عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد حضرت علقمہ رحؒ نے اس کی اصلاح فرمائی۔

۵ : جتنے محدثین نے مذکورہ بالا حدیث کی تخریج کی ہے مسئولہ حدیث کی تخریج اتنے محدثین نے نہیں کی۔

۶ : یہ تشہد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمودہ ہے۔ مسئولہ تشہد تعلیم فرمودہ ہی نہیں۔

۷ : حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں یہ تفصیل بیان نہیں فرمائی کہ یہ تشہد میری زندگی تک ہے۔ میرے رخصت ہو جانے کے بعد اس میں یوں تبدیلی کر لینا۔

۸ : جب حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ کمی و زیادتی کو مکروہ جانتے تھے تو پھر انہوں نے یہ تبدیلی کیسے کر لی تبدیلی اور مکروہ کیسے جمع ہو گئے۔ نیز یہ تبدیل شدہ الفاظ آپؐ کے ارشاد فرمودہ الفاظ کے مقابلہ میں حجت نہ ہونگے۔ کیونکہ آپؐ کی حیات میں بھی جو صحابہ رضؓ حاضر خدمت نہ ہوتے تھے وہ بغیر تبدیلی کے تشہد پڑھتے تھے۔

۹ : حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وهو اصح حديث عن النبى صلى الله عليه وسلم فى التشهد والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ومن بعدهم من التابعين - ترمذى ، ج ۱ ، ص ۶۱)-

یہ حدیث تشہد کے باب میں سب سے اصح ہے۔ اکثر حضرات صحابہ رضؓ اور تابعین رحؒ کا اسی پر عمل ہے۔

فقط واللّٰہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہٰذا — ۲۹/۱۱/۱۴۰۳ھ — نائب مفتی ۲۶/۱۱/۱۴۰۳ھ

ہاتھ باندھنے کا حدیث سے ثبوت

بارہ ائمہ عظام میں سے کسی ایک یا زیادہ نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی ہو تو اس کا ثبوت کتب

اہل السنۃ والجماعۃ اور کتب شیعہ سے کیا ہے۔

الجواب حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بہت سی روایات آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے جو روایت ہے وہ درج کی جاتی ہے۔

ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ رواہ ابن ابی شیبہ۔

واضح رہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے۔ نیز ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ رب العالمین کی بارگاہ میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالصمد عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۱۲/۱۳۷۱ھ

تشہد میں "محمد رسول اللہ" کے بعد "صلی اللہ علیہ وسلم" کا اضافہ صحیح روایات میں منقول نہیں

احادیث تشہد میں امام ابوداؤد رحمہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس کے متن کے الفاظ یہ ہیں واشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج۱: ص ۱۴۰۔ ایسے ہی ترمذی شریف کی جامع الدعاء میں بھی درود شریف ذکر کیا گیا ہے۔

اللھم انا نسئلک من خیر ما سئلک منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم؛ ج ۲، ص ۱۹۲)۔

ان کی تحقیق مطلوب ہے کہ آیا مذکورہ درود شریف حدیث مرفوع سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب ابوداؤد اور ترمذی شریف کے متعدد نسخے دیکھے گئے موجودہ نسخوں میں صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ موجود ہیں۔ ابوداؤد کے بعض نسخوں میں مذکورہ الفاظ پر (ن) کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ جامع ترمذی کی شرح عارضۃ الاحوذی جو مصر کی مطبوعہ ہے اس کے جزء ثالث عشر کی روایت میں "صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ موجود نہیں۔ (ج ۱۳، ص ۱۸)

ایسے ہی ابوداود کی شرح "عون المعبود" صفحہ ۳۶۹ پر حدیث ابوداؤد میں بھی "صلی اللہ علیہ وسلم"

کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان سے بظاہر معلوم ہوا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شاید یہ الفاظ نہیں ہیں۔ کسی راوی یا نسخہ کا قصہ ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ادعیۂ ماثورہ میں معمول صلوۃ کے تذکرہ کا نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اونی کمبل پر نماز پڑھنا

اون کے کپڑے مثلاً کمبل وغیرہ پر سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں ہمارے ہاں ایک مولانا نے کہا ہے کہ اون پر سجدہ کرنا جائز نہیں کیونکہ حکم زمین پر سجدہ کرنے کا ہے۔

الجواب اونی کمبل پر نماز پڑھنا درست ہے پیشانی کو بوقت سجدہ خوب جما کر رکھے کہ کمبل کی تہہ مزید نہ دب سکے۔ سجدہ کی جگہ کا از جنس تراب ہونا شرط نہیں۔ البتہ افضل یہ ہے کہ سجدہ زمین پر کیا جائے یا ایسی چیز پر جو زمین سے پیدا ہوتی ہے۔

لکن الافضل عندنا السجود علی الارض او علی ما تنبتہ۔ اھ

(شامی، ج۱، ص ۴۰۷)۔

نیز شامی میں ہے۔ فصح علی طنفسۃ وحصیر۔ (شامی قدیم ج۱ ص۳۶۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۷/۷/۱۳۸۵ھ

جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں امام مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں امام قوم کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگے اور اس انصراف کو واجب یا فرض و مستحب کا درجہ نہ دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں امام کو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہئے جیسا کہ منیۃ المصلی اور شامی ؒ میں اس کی تصریح ہے لیکن

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں اصل تو یہی ہے کہ پہلی حالت پر دعا مانگ لے۔ اور اگر مقتدیوں کی طرف چہرہ پھیر لیا تو بھی کوئی حرج نہیں جیساکہ مراقی الفلاح میں مصرح ہے۔ (طحطاوی ص۱۷۱)[1]

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۴/۷/۱۳۸۵ھ

[1] وكذا يكره مكثه قاعدا فى مكانه مستقبل القبلة فى صلوة لا تطوع بعدها كما فى شرح المنية عن الخلاصة و الكراهة تنزيهية كما دلت عليه عبارة الخانية۔
(شامی ج۱ ص۳۹۲)۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب فتاویٰ ہذا۔

جسے رکعت مل جائے اسے تکبیرِ افتتاح کا ثواب ملجائیگا

تکبیرِ تحریمہ کو کب تک حاصل کیا جاسکتا ہے۔

الجواب تکبیرِ اولیٰ کی فضیلت کب تک حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ عالمگیریہ میں صحیح اس کو کہا ہے کہ رکعتِ اولیٰ جب تک مل جاتی ہے اس وقت تک تکبیرِ اولیٰ کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ قال فی الھندیۃ۔

اما فضيلة تكبيرة الافتتاح فتكلموا فى وقت ادراكها والصحيح ان من ادرك الركعة الاولى فقد ادرك فضيلة تكبيرة الافتتاح كذا فى الحصر فى باب ابى يوسف رح (عالمگیریہ ج۱ ص۶۹)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۱/۴/۱۴۰۳ھ

موٹر میں وضو سے نماز ممکن نہ ہو تو جیسے ہو اشارہ سے پڑھ لے بعد میں اعادہ کرے

سواری کے چلتے ہوئے اگر نماز کا وقت ہو جائے اور ڈرائیور موٹر نہ روکے اور نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو تو نماز قضاء کر دے اور بعد اترنے کے قضاء پڑھے موٹر میں بیٹھ کر نہ پڑھے نماز نہ ہوگی۔ یہ عذر نہیں چلتا یہ زید نامی کہتا ہے۔ اور دلیل اس پر یہ کہ ایک شخص موٹر سے اس وقت اترا ہے کہ سورج ڈوبنے کو ہوتا ہے اور اس نے نماز پڑھنی ہوتی ہے اور پانی قریب بھی ہوتا ہے اور اسے معلوم بھی ہوتا ہے تو اگر پانی کی طرف جاتا ہے تو نماز قضاء ہوتی ہے تو جیسا اب پانی کے قریب ہونے کی وجہ سے تیمم نہ کرے۔ نماز قضاء کرے۔ پانی تک پہنچ کر وضو کر کے نماز قضاء پڑھے۔ اب یہی نماز موٹر کا مسئلہ ہے۔

مثلاً ایک عورت ہے نماز اس نے پڑھنی ہے ڈرائیور موٹر نہیں روکتا۔ اب وہ عورت مردوں میں کس طرح نماز پڑھے۔ قیام بھی نماز میں فرض ہے موٹر میں قیام ہو نہیں سکتا۔ تو زید کی اس دلیل کا کیا جواب ہے۔

الجواب بحر میں ہے کہ

وفى الخلاصة و قاضى خان وغيرهما الاسير فى يد العدو اذا منعه الكافر عن الوضوء و الصلوة يتيمم ويصلى بالايماء ثم يعيد الى قوله فعلم منه ان العذر ان كان من قبل الله تعالى لا تجب الاعادة وان كان من قبل العبد وجبت الاعادة ۔ (بحر الرائق ج۱ ص۱۴۹)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نماز کو قضاء نہ کرنا چاہئے البتہ ایسی صورت میں نماز اشارہ کے ساتھ ادا کر لینی چاہئے۔ دوبارہ بوقتِ فرصت اعادہ واجب ہوگا۔ کیوں کہ اشارہ کیا تھا ادا کردہ نماز پر اکتفاء صحیح نہیں۔ اور یہی حکم ہے جب کہ مذکورہ وجہ کی بناء پر بیٹھ کر گاڑی یا موٹر میں نماز ادا کی گئی ہو۔ پس سائل کے کلام سے یہ جو مترشح ہوتا ہے کہ موٹر میں اشارے یا بیٹھ کر نماز نہ پڑھے بعد میں قضاء ضروری ہے (یہ غلط ہے) بلکہ بعد از اترنے موٹر کے اس نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۴ / ۱۱ / ۹۰ھ

نماز میں وساوس سے بچنے کی ایک ترکیب

نماز میں گمراہ کن وساوس آتے ہیں
اور ان کا دفعیہ کیا ہے۔ نماز میں
خرابی تو نہیں آتی۔ وضاحت سے ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نماز میں تلاوت وتسبیحات وغیرہ کی طرف دھیان رکھے ہر لفظ کو منہ سے نکالنے سے پہلے یہ خیال کرے کہ اب میں یہ لفظ منہ سے نکال رہا ہوں سوچ کر ہر لفظ زبان سے نکالے جب دھیان ہٹ جائے تو یاد آنے پر پھر الفاظ ومعانی کی طرف دھیان کو لے آئے۔ پھر خیال ہٹے تو پھر الفاظ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ چند دنوں تک کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا اور وساوس میں تخفیف ہونا شروع ہو جائے گی۔ اس طرح نماز پڑھنے میں انشاء اللہ پورا ثواب ملے گا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان ۲۹/۱۲/۱۳۸۶ھ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

یجب الاتیان بالتحریمة قائما

هل تجوز صلوة من ادرك الامام فى الركوع فشمل فيه ولم يقم ساعة واحدة ؟

شیر محمد فاروقی قصبہ لاڑکانہ سندھ

الجواب لا تجوز صلوة من دخل فى الصلوة منحنيا بل يجب الاتيان بالتحريمة قائماً من شروط صحة التحريمة الاتيان بالتحريمة قائماً (مراقى الفلاح : ص ۱۱۹)۔

فقط واللہ اعلم : بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۹/۱/۱۳۷۴ھ

رکوع وسجود سے ہوا خارج ہو جاتی ہو تو اشارے سے نماز پڑھ لے

زید کو ناسور کی تکلیف تھی اپریشن کرنے سے اس کو آرام آگیا۔ اب زید نماز میں رکوع وسجدہ کرتا ہے تو اس کی ہوا خارج ہوتی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اس سے اس کو نجات مشکل ہے اور رکوع وسجدہ کے بغیر وضو صحیح رہتا ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ زید نماز کو رکوع وسجود کے ساتھ ادا کرے یا اشارہ کر کے نماز پڑھے ؟

سائل عبد الرحمٰن ملتانی

الجواب وفى الشامية ج ۱ ص ۲۸۳ - (قوله ولو بصلاته مومئا) اى كما اذا سال عند السجود ولم يسل بدونه فيومى قائما او قاعدا الخ -

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور رکوع وسجدہ کو اشارہ کے ساتھ ادا کرے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۱/۶/۱۳۹۲ھ

جن چٹائیوں پر رقص کیا گیا ہو ان پر "نماز" پڑھنے کا حکم

ایک شخص نے مسجد کی چٹائیاں بلا اجازت اٹھا کر قوالی کے لئے فرش بنایا اور ان پر حقہ و سگریٹ نوشی کی گئی اور کھینچا تانی سے ان کو خراب کیا گیا۔ اب ان چٹائیوں کا مسجد میں استعمال کرنا کیسا ہے۔

قاری غلام قادر
شاہ جمال ٹاؤن ، والٹن روڈ لاہور

الجواب: مسجد کی چیز کو مسجد کے علاوہ دوسرے کاموں میں استعمال کرنا خصوصاً ایسے منکرات میں جہاں حقہ اور سگریٹ نوشی بھی ہوتی ہو جرم اور گناہ ہے شریعت میں اس پر ضمانِ مانقص واجب ہے۔ اگر چٹائیاں نجس ہو چکی ہوں دھونا بھی ضروری ہے۔ اگر نجس نہ ہوں تو اسی طرح استعمال کر سکتے ہیں مگر احتیاط دھو لینے میں ہے۔ علامہ ابن الحاج مدخل، ج ۲، ص ۱۵۴۔ میں فرماتے ہیں۔

قالت الحنفية الحصر التي يرقص عليها لا يصلى عليها۔ اه

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا۔ یکم محرم ۱۳۶۹ھ	بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ خادم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

جس کا کچھ ذریعہ آمد ناجائز ہو اسے نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں

زید نے بکر سے کہا کہ بھائی نماز پڑھا کرو۔ تو بکر نے جواب دیا کہ مجھ کو نماز کا ثواب تو ملے گا ہی نہیں لہذا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ؟ بکر چونکہ اپنی تنخواہ کے علاوہ کچھ رقم ناجائز ذرائع سے حاصل کرتا ہے۔ بکر نے یہ جواب مندرجہ ذیل احادیث کی وجہ سے دیا۔

۱: حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کا گوشت پوست مال حرام سے پلا ہوگا اس پر بہشت حرام ہے اور دوزخ حلال۔

۲: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے جسم پر ایک کپڑا ہے اور اس میں دسواں حصہ حرام مال کا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

لہذا بکر نے مندرجہ بالا احادیث کا حوالہ دے کر نماز پڑھنے سے مجبوری ظاہر کی۔ لہذا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ۔ لیکن زید نے اس کو ایک اور حدیث مقدس کا حوالہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے لہذا نماز پڑھا کرو انشاء اللہ تم حرام روزی کو ترک کر دو گے۔ اور دوسرا یہ کہ فرضیت نماز قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ زید و بکر میں سے کس کی بات صحیح ہے

سائل دلاور خان کرمانی، عام خاص باغ ملتان

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے شخص مذکور کا یہ رویہ اختیار کرنا کہ ناجائز وحرام امور سے بچنے کی بجائے نماز ہی کو بے فائدہ سمجھ کر ترک کر دینا یہ نہایت ہی نادانی کی بات ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصد تو یہ ہے کہ حرام کام چھوڑ دو اور نماز ادا کرو۔ اور یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حرام چھوڑنے کی بجائے نماز ہی چھوڑ دو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو رحمۃ للعلمین اور ہادی کی ہے۔ اور جو رویہ بکر نے اختیار کیا ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور ہادی امت نہیں بلکہ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے گمراہ کنندہ ہیں۔ کیونکہ اس کے نماز چھوڑنے کا سبب فرمان نبوی ہے۔ یعنی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہ فرماتے تو یہ نماز نہ چھوڑتا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور ہادی امت اور خیر خواہ ہیں یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے وہ چیزیں جو اللہ کی عبادت کو نقصان پہنچانے والی ہیں ان کو بیان فرما دیا تاکہ اللہ کے بندے اپنے فریضہ عبادت کو اچھی طرح ادا کر سکیں۔

اس کی مثال تو یوں سمجھئے کہ ایک طبیب یا ڈاکٹر بیمار کو یوں کہہ دے کہ میری دوائی تجھے تب فائدہ کرے گی جب تو فلاں فلاں چیز سے پرہیز کرے گا۔ تو کیا اگر بیمار یہ کہہ کر چھوڑ دے کہ پرہیز تو مجھ سے ہوتی نہیں تو چلو دوائی ہی چھوڑ دوں۔ کیونکہ فائدہ تو ہوگا نہیں تو اس کو عقل مند کہا جائیگا؟ اور کیا بیماری سے نجات پا جائے گا۔ اور کیا طبیب یا ڈاکٹر نے اس کو خیر خواہی اور فائدے کی بات نہیں بتلائی کہ بیچارہ دوائی پر پیسے بھی خرچ کرے گا اور بدپرہیزی کی وجہ سے اس کو فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ تو کیا یہ ڈاکٹر یا طبیب کا اس پر احسان نہیں ہے۔ اس طرح بھائی انسان کے لئے جیسے ایک یہ ظاہری زندگی ہے اسی طرح ایک روحانی زندگی بھی ہے جس کی غذا و دوا، اطاعت اللہ ہے اور اس میں بدپرہیزی ارتکاب معاصی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طبیب ہیں تو آپ نے اپنی امت پر احسان کرتے ہوئے بتادیا کہ اللہ تعالٰی کے بندے اپنی قیمتی عمر کا ذخیرہ خرچ کر کے اللہ کی عبادت کریں گے لیکن بدپرہیزی کی وجہ سے اس کا فائدہ نہ ہوگا۔ ان کی عمر رائیگاں جائے گی، یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالٰی کی عبادت کے ساتھ فلاں فلاں چیز سے پرہیز بھی کرتے رہو۔ اب اگر کوئی الٹی سمجھ والا یوں کہے کہ حرام تو مجھ سے چھوٹتا نہیں چلو نماز ہی چھوڑ دو۔ تو ایسی عقل پر سوائے ماتم کرنے کے اور کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے ذرا یہ تو پوچھو کہ حرام کا مال جمع کر کے کہاں جاؤ گے۔ اور یہاں تو ہمیں

یہ جواب دیتے ہو اور اللہ تعالےٰ کے لئے کیا جواب سوچا ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ اصغر علی عفرلہٗ
بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۷/۷/۱۳۹۳ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حیّ علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں ایک تحقیق

یہ تحریر لاہور کے رسالہ " انوار العلوم " میں شائع ہوئی تھی۔ حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے اسے پسند فرمایا۔ اور فرمایا کہ اسے رجسٹر نقل فتاویٰ میں نقل کرلیا جائے۔ غالباً منشاء یہ ہوگا کہ جب فتاویٰ چھپے تو یہ بھی ساتھ چھپ جائے۔ اس لئے اسے شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔

محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

ابتداء تکبیر یا حی علی الصلوٰۃ پر اٹھنا تمام فقہائے احناف میں سے کسی کے نزدیک بھی نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنتِ مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اس لئے اس پر کسی ایک صورت پر اتنا جمنا کہ ایک دوسرے پر اعتراض کرے اسکو خطاکار بتائے اور گناہ گار قرار دے محض غلو اور شریعت کے اصول میں ناپسند اور قابلِ انکار ہے۔ تمام فقہائے احناف نے ان باتوں کو مستحبات یا آداب میں شمار کیا ہے۔

"بدائع الصنائع" میں ویستحب ہے۔ "بحر الرائق" اور "تبیین الحقائق" میں فیستحب المسارعۃ ہے۔ نور الایضاح میں فصل من آدابہا ہے۔ کنز الدقائق میں اور ملتقی الابحر میں وآدابہا ہے۔ درمختار میں ولہا آداب ہے۔ اور اسی طرح تمام فقہائے احناف نے حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو بیان کیا ہے۔ کسی نے فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ وغیر مؤکدہ نہیں کہا۔ کہ ایسا نہ کرنے والے کو کوئی شخص کسی درجہ کا مجرم کہہ سکے۔

علامہ عینی حنفی رح نے عمدۃ القاری شرح بخاری رح میں لکھا ہے کہ سلف میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لئے کب کھڑے ہوں۔ امام مالک اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ ان کے کھڑے ہونے کی کوئی حد نہیں۔

لیکن علمائے امت نے اس وقت کے کھڑے ہونے کو مستحب قرار دیا ہے جب مؤذن اقامت شروع کردے۔ (ج ۲، ص ۶۷۶)۔ لفظ یہ ہیں۔

اختلف السلف متی یقوم الناس الی الصلوٰۃ فذھب مالک وجمہور العلماء الی انہ لیس لقیامہم حد ولکن استحب عامتہم القیام اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ۔ (عمدۃ القاری)۔

درمختار اور شامی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی پانچ صورتیں لکھی ہیں۔ جن میں سے صرف ایک صورت میں اختلاف ہے اور چار میں سب حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ایک ہی بات مستحب ہے۔

۱: امام خود تکبیر نہ کہہ رہا ہو، دوسرا شخص کہہ رہا ہو۔ اور امام محراب سے دور مسجد سے باہر ہو اور نمازیوں کے پیچھے کی طرف سے آرہا ہو تو جس صف کے پاس پہنچے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

۲: تکبیر دوسرا شخص کہہ رہا ہو امام محراب یا مسجد سے باہر ہو۔ اور نمازیوں کے سامنے کی جانب سے آئے۔ تو جب امام پر نمازیوں کی نظر پڑ جائے تو سب کھڑے ہو جائیں۔

۳: امام محراب یا مسجد سے باہر ہو اور خود تکبیر کہتا ہوا آئے تو جس صف کے پاس پہنچے وہ کھڑی ہو جائے۔

۴: امام محراب میں ہو اور خود تکبیر کہہ رہا ہو۔ تو جب تکبیر ختم ہو جائے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں۔

ان چاروں صورتوں میں ان احکامِ بالا کے مستحب ہونے میں ائمہ احناف کا اختلاف نہیں۔

۵: تکبیر دوسرا شخص کہہ رہا ہو اور امام اور مقتدی سب مسجد میں اور محراب کے قریب ہوں تو امام اور مقتدیوں کو کس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ بحوالہ بالا لکھتے ہیں۔

۱: امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا قول تو یہ ہے۔ کہ یہ سب لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں کہ تکبیر کہنے والا حی علی الصلوٰۃ کہے۔

۲: امام زفر رح کہتے ہیں کہ جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ پہلی بار کہے تو سب لوگ کھڑے ہوں اور جب دوسری بار کہے تو نماز شروع کردیں۔

۳: امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن تکبیر سے فارغ نہ ہولے نہ کھڑے

ہوں اور یہی امام شافعی رح کا مذہب ہے۔ علامہ طحطاوی رح نے درمختار کی شرح (ج ۱، ص ۴۴۴) میں اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔

قولہ والقیام لامام و مؤتم الخ الظاہر انہ احتراز عن التاخیر لا التقدیم حتی لو قام اول الاقامۃ لا بأس۔

صورت نمبر ۵ کا فیصل شدہ مفہوم یہ ہوا کہ جب امام اور مقتدی سب مسجد میں اور محراب کے قریب ہوں تو مستحب یہ ہے کہ ابتداء تکبیر پر یا کچھ بعد مگر حی علی الصلوۃ سے پہلے کھڑے ہو جائیں۔ اور درمختار میں مستحبات نماز کے ذکر میں، جن میں حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے کا بھی بیان ہے

ولہا اداب ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک السنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل۔ (ص ۴۴۷)

علامہ ابن عابدین شامی رح لکھتے ہیں۔

قولہ کترک سنۃ الزوائد ھی السنن الغیر المؤکدۃ کسیرہ علیہ الصلوۃ والسلام الخ ویقابلہا سنن الھدی کالاذان والجماعۃ ویقابل النوعین النفل ومنہ المندوب والمستحب والادب۔ (ج ۱، ص ۴۹۸)

اس سے پہلے ایک اور مقام پر مندوب و مستحب کا حکم بتاتے ہوئے صاف کہا ہے کہ

وصرح القہستانی بانہ دون سنن الزوائد۔ (ج ۱: ص ۱۲۸)۔

طحطاوی نے اس کو اور صاف کر دیا ہے۔ شرح درمختار میں ہے۔ قولہ ترکہ لا یوجب اساءۃ ای کراھۃ تنزیھیۃ۔ (ج ۱، ۳۳۰)۔

ممکن ہے بعض لوگوں کو فقہائے متقدمین کے بعض لفظوں سے غلط فہمی ہو جاتی ہو کہ انہوں نے منع یا مکروہ کے لفظ لکھ دیئے ہیں۔ تو اصل یہ ہے کہ خلافِ مستحب یا خلاف ادب یعنی خلافِ افضل کو ہی بدائع میں منع اور طحطاوی شرح مراقی الفلاح وغیرہ میں مکروہ سے تعبیر کیا ہے۔ ان بزرگوں کا انتہائی تقویٰ خلافِ ادب کو مکروہ سمجھتا ہے مگر یہ بات راجح نہیں۔ تقویٰ کے درجہ میں منع یا مکروہ کہہ لیا جائے تو اور بات ہے۔ فتوے کے درجہ میں ترکِ مستحب و ادب کو مکروہ تنزیہی بھی نہیں کہا جاتا۔

علامہ شامی رح نے اس پر بڑی اچھی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ترکِ مستحب مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہو سکتا۔ آخری جملے یہ ہیں۔

وقال فی البحر ھناک ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لہا من دلیل خاص اھ۔ اقول وھذا ھو الظاھر اذ لا شبہۃ ان النوافل من الطاعات کالصلوۃ والصوم ونحوھما فعلہا اولیٰ من ترکہا بلا عارض ولا یقال ان ترکہا مکروہ تنزیہا۔ (شامی ج ۱ ص [illegible])

کراہت سمجھنے میں ایک اور غلطی بھی ہو رہی ہے۔ کہ لوگوں نے اس اختلافی پانچویں صورت میں کہ امام و مقتدی سب مسجد میں ہوں اور دوسرا شخص تکبیر کہہ رہا ہو۔ اس میں پہلے سے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھ لیا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ کراہت بمعنی خلاف افضل ہونا ضروری ہے۔ اس صورت سے تعلق ہی نہیں رکھتی بلکہ یہ تو صرف پہلی اتفاقی صورت کے متعلق ہے۔

طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں اس کراہت کو اس صورت کے تحت لکھا ہے۔ وان لم یکن حاضرا یقوم کل صف حین ینتھی الخ (ص ۱۵۱)

اب صورت نمبر ۱ سے تعلق رکھنے والی عبارت کو صورت نمبر ۵ سے متعلق کرنا اچھی بات نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے علاوہ خود حضرات کے اس لفظِ کراہت کے ضعیف ہونے کی طرف بھی فقہاء نے اشارہ کیا ہے کہ اس کو ضعیف کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔

طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے۔ وربما یؤخذ منہ کراھۃ تقدیم الوقوف فی البحث السابق۔

درمختار میں آداب نماز میں جہاں مذکورہ بالا صورت کو لکھا ہے وہیں آگے لکھا ہے۔ کہ جب تکبیر کہنے والا قد قامت الصلوۃ کہے امام نماز شروع کر دے۔ یعنی اس کو بھی اسی طرح ادب اور مستحب بیان کیا ہے جس طرح مذکورہ بالا صورتوں کو مستحب بیان کیا ہے۔ پھر آگے لکھا ہے کہ امام اگر تکبیر کے ختم ہونے پر شروع کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اور خلاصۃ الفتاویٰ سے اس کو صحیح ہونا نقل کیا ہے۔

شامی رح نے اس کی علت یہ بیان کی ہے۔ لان فیہ محافظۃ علی فضیلۃ متابعۃ المؤذن واعانۃ لہ علی الشروع مع الامام۔ (ج ۱، ص ۴۹۹)۔

اور علامہ طحطاوی رح نے اس کی علت یہ قرار دی ہے۔ لانہ لا یقع الاشتباہ علی المصلین (ج ۱)

فقہاءِ سلف نے خود بھی دو مقام پر اس کی تصریح کی ہے کہ مسجد و محراب کے قریب ہونے کے وقت زیادہ تر یہ دو وقت جن میں لوگ مسجد ہی میں ہوتے ہیں۔ مغرب اور جمعہ کے وقت ہیں۔ مغرب کی اذان

اور تکبیر کے درمیان امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کھڑا ہی رہنا چاہئے۔ درمختار میں ہے ویجلس بینہما الا فی المغرب فیسکت قائما۔ نیز درمختار میں جمعہ کی بحث میں ہے۔ فاذا اتم اقیمت۔ شامی میں ہے۔ بحیث یتصل اول الاقامۃ باخر الخطبۃ وتنتہی الاقامۃ بقیام الخطیب مقام الصلوۃ۔ (ج۱، ص۶۰۸ مطبوعہ کوئٹہ)۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اس قدر سختی کرتا ہے وہ ضرور گمراہ اور گناہگار ہوتا ہے اور خود وہ فعل اس کے لئے بجائے مستحب ہونے کے ناجائز ہوجاتا ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ قال الطیبی ان اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال۔ (مرقات، ج۲، ص۳۱)

عالمگیری میں بعض افعال کے مکروہ ہونے کی علت یہ قرار دی ہے۔ مکروہ لان الجہال یعتقدونہ سنۃ واجبۃ۔

اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے نماز کے لئے ایک سورت معین کرلینے کے مکروہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے لان الشارع اذا لم یعین علیہ شیئا تیسیرا علیہ کرہ لہ ان یعین۔ (شامی [illegible])

ماخوذ از رسالہ "انوار العلوم" لاہور، بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ

استقبال کس حد تک ضروری ہے

ایک مسجد کا رخ صحیح قبلہ کی طرف نہیں تھا کچھ فرق تھا اب قبلہ کا رخ صحیح معلوم ہوگیا ہے۔ آیا سابقہ نمازیں ہوگئیں۔ نیز اب اگر صحیح سمت یعنی عین قبلہ کی طرف منہ نہ کریں بلکہ غلط سمت کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیں جس طرف مسجد بنی ہوئی ہے۔ تو نماز درست ہوگی یا نہیں۔ نیز صفوں کا رخ عین قبلہ کی طرف بہتر ہے یا مسجد کے مطابق۔ پیمانے کے لحاظ سے جہت قبلہ سے تیرہ ڈگری کا فرق ہے؟

الجواب سمت قبلہ اور استقبال کی جو حد ضروری ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے چہرے کا ذرا سا کوئی حصہ خواہ وسط چہرہ کا ہو یا داہنی جانب کا ہو، یا بائیں کا بیت اللہ کے کسی حصہ کے ساتھ مقابل ہوجائے اور فن ریاضی کی اصطلاح میں عین قبلہ سے پینتالیس درجہ تک بھی انحراف ہوجائے تو استقبال فوت نہیں ہوتا اور نماز صحیح ہوجاتی ہے لہذا

سابقہ نمازیں صحیح ہیں۔ (امداد المفتیین ج۱، ص۲۶)۔

جب معمولی انحراف سے استقبال فوت نہیں ہوتا تو تکلف کرکے صفوں کا رخ بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۲/۱۲/۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

عورت اور مرد کی نماز میں فرق کا حدیث سے ثبوت

یہاں پر کچھ غیر مقلد رہتے ہیں جو ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم حنفیوں نے عورت اور مرد کی نماز کا فرق از خود کیا ہے۔ حدیث سے اس کا کوئی ثبوت براہ کرم ہو تو باحوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا طریقہ نماز مرد سے مختلف ہے۔ عن یزید بن حبیب انہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل۔ اھ (رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ والبیہقی)۔

عن ابن عمر رض مرفوعا اذا جلست المرأۃ فی الصلوۃ وضعت فخذہا علی فخذہا الاخری فاذا سجدت الصقت بطنہا علی فخذہا کاستر ما یکون فان اللہ تعالی ینظر الیہا یقول یا ملئکتی اشہدکم انی قد غفرت لہا۔ (اعلاء السنن ج۳، ص۳۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۹/۱۳۹۹ھ

بار بار کپڑا نجس ہوجاتا ہو تو تبدیل نہ کریں

بواسیر خونی کا ایک مریض ایسا ہے کہ ہر وقت اس کا خون رستا رہتا ہے اور وہ معذور ہے نماز کے لئے تو اس کو ایک بار وضو کرنا پڑے گا لیکن جو پاک کپڑا پہن کر وہ نماز پڑھتا ہے وہ تھوڑی دیر میں پھر خون آلود ہو کر ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں ارشاد فرمائیں کہ وہ مریض اسی آلودہ کپڑے سے ہی نماز پڑھے یا وہ نماز توڑ کر کپڑا تبدیل کرے؟

الجواب اسی کپڑے سے نماز پڑھ لے نماز توڑ کر نیا کپڑا بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وان سال علی ثوبه فوق الدرهم جاز له ان لا یغسله ان کان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها ای الصلوة والا یتنجس قبل فراغه فلا یجوز ترک غسله هو المختار للفتوی - اھ (درمختار علی الشامیة : ج ۱ ص ۲۲۴)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نماز کے بعد پتہ چلا کہ رُخ صحیح نہ تھا

احقر نے دوران سفر ایک مسجد میں نماز پڑھی بعد میں نمازی آئے تو پتہ چلا کہ رُخ صحیح نہ تھا بندہ کو ضعف بصر ہے اور جگہ بھی نئی تھی اس لئے غلطی لگی۔ تو کیا نماز ہو گئی؟

الجواب اگر سمت قبلہ کے بارے میں سوچ کر اس جانب کو قبلہ سمجھ کر اس طرف نماز پڑھی ہے تو نماز ہو گئی۔ خواہ رُخ قبلہ کی طرف تھا یا نہ تھا۔ اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ معمولی انحراف مفسد ہی نہیں۔ اذا دخل المسجد رجل وهو مظلم وصلی للمغرب فلما فرغ من صلاته جیئ بالسراج فاذا هو صلی الی غیر القبلة ان صلاها بالتحری جاز ولا اعادة علیه افاده فی الشرح (طحطاوی ، ص ۱۳۳)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۵ / ۲ / ۱۴۱۱ھ

مایتعلق

بالقراءۃ وزلۃ القاری

سانس ٹوٹ جائے تو جملہ کا تکرار درست ہے

نماز میں قرأت کرتے ہوئے انقطاع نفس کی وجہ سے لفظ و جملہ مکمل نہ ہونے کی صورت میں اگر اسی لفظ یا جملہ کا تکرار کیا جائے تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟ جیسے کہ قراء حضرات عام طور پر کرتے ہیں۔

(مولانا) ابو سعید خدا بخش دہلی گیٹ ملتان

الجواب یہ تکرار تو عین اصولِ قرأت کے موافق ہے لہذا مفسدِ صلوۃ نہیں کما لا یخفی علی من مارس الکتب الفقهیة - فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۸ / ۱۲ / ۱۳۶۸ھ

الجواب صحیح : ابراہیم عفی عنہ میانچنوں

بڑی آیت کو تقسیم کرکے تین رکعت میں پڑھا جائے تو نماز کا حکم

اگر بڑی آیت سے [illegible] کرکے تین رکعت پوری کردی جائیں تو نماز کو صحیح کرنے والی قرأت جو کہ رکن صلوٰۃ ہے متحقق ہو کر نماز کو صحیح مانیں گے یا باطل؟ مثلاً لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض الآیۃ کو تین رکعتوں میں پڑھا۔ عبدالعلیم جالندھری

الجواب: لمبی آیت مثلاً آیتِ مداینت یا آیت الکرسی کو اگر دو رکعتوں میں تقسیم کرکے پڑھا جائے تو اصح یہی ہے کہ نماز ہو جائے گی۔

کما فی الدر ولو قرأ آیۃ طویلۃ فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلاث آیات قصار قالہ الحلبی۔ (درمختار علی الشامیۃ ج [illegible] ص [illegible])

اور اگر تین رکعات میں پڑھے تو اس کے متعلق صریح جزئیہ تو نہیں ملا البتہ احتیاط اس میں ہے کہ اس نماز کا اعادہ کیا جاوے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ، ۲۹، ۹، ۱۳۸۴ھ

"مجرمین" کی جگہ "محسنین" پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی

اگر تراویح میں فسادِ معنوی ہو مثلاً پ [illegible] رکوع [illegible] میں قوم عاد کی کفریہ حالت کا تذکرہ کرکے آخر میں کذلک نجزی القوم المجرمین ہے اس کی جگہ بجائے "مجرمین" کے "محسنین" پڑھا گیا بعد میں صحیح بھی نہیں کیا گیا۔ کیا نماز درست ہوگی؟ عبدالعلیم جالندھری

الجواب: صورتِ مسئولہ میں نماز فاسد ہوگئی اس لئے جس دوگانہ میں یہ آیت پڑھی گئی ہے وہ ادا نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ، ۲۹، ۹، ۱۳۸۴ھ

نماز میں "سورۂ توبہ" کے شروع میں "اعوذ باللہ من النار" پڑھنے کا حکم

سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ شریف کی جگہ

"اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار ومن غضب الجبار العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین" پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اگر تراویح یا نماز میں پڑھی جاوے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار نہ آیت ہے اور نہ قرآن میں داخل ہے لہذا اس کا نماز میں بسم اللہ کی جگہ پڑھنا ٹھیک نہیں۔ معہذا اگر کسی شخص نے تراویح میں پڑھ بھی دیا تو نماز میں فساد نہیں آئے گا۔ البتہ کراہت کے تحت آجائے گا۔

ولا بأس للمتطوع المنفرد ان یتعوذ من النار ویسئل الرحمۃ عند آیۃ الرحمۃ او استغفر وان کان فی الفرض یکرہ واما الامام والمقتدی فلا یفعل ذلک فی الفرض ولا فی النفل کذا فی المنیۃ۔

(عالمگیری: ج ۱، ص ۵۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، خیر محمد عفی عنہ | بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

"خیرایرہ" کی جگہ "شرایرہ" پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی

امام صاحب نے بجائے خیرایرہ کے شرایرہ پڑھ دیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: اگر خیرایرہ کی جگہ شرایرہ پڑھا ہے تو دوسری جگہ بھی "شرایرہ" پڑھا ہوگا یا "خیرایرہ" پڑھا ہوگا۔ پہلی صورت میں تکرارِ آیت و ترکِ آیت ہوا۔ اور دوسری صورت میں آیت کی تقدیم و تاخیر ہوئی اور یہ دونوں مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔

ومنها الخطاء فی التقدیم والتأخیر ان قدم کلمۃ علی کلمۃ او اخر ان لم یتغیر المعنی لا تفسد۔ اھ (عالمگیری ج ۱: ص ۸۱)۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ، ۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ

"القیا فی جہنم کلَّ" الآیۃ میں "کلّ" کو مرفوع پڑھنے کا حکم

امام صاحب نے نماز میں "القیا فی جہنم کلَّ" نصب کیساتھ پڑھنے کے

بجائے "لام" پر پیش پڑھا گیا نماز ہو جائے گی؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں معنی تبدیل نہ ہونے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

"وفی العالمگیریۃ ومنہا اللحن فی الاعراب الخ لا یغیر المعنی بان قرأ لا ترفعوا اصواتکم برفع التاء لا تفسد صلوتہ بالاجماع۔ اھ (ج ۱ ص ۸۱)"

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد صدیق غفرلہ: ۱۶ صفر ۱۳۷۰ھ | الجواب صحیح: خیر محمد عفی عنہ

"ص" کی جگہ "س" پڑھ دیا تو نماز کا حکم

اگر ایک آدمی نماز میں ص کی جگہ س پڑھ دے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب اگر "س" اور "ص" میں امتیاز کر سکتا ہے اور قصداً جان بوجھ کر ایک کی جگہ دوسرا حرف پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور سبقتِ لسانی سے بلا اختیار پڑھ گیا یا امتیاز نہیں کر سکتا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

قال القاضی ابو عاصم ان تعمد ذلک تفسد وان جری علی لسانہ او لا یعرف التمییز لا تفسد وھو المختار حلیۃ وفی البزازیۃ وھو اعدل الاقاویل وھو المختار۔ اھ (شامی: ج ۱: ص ۴۶۸)۔

فقط واللہ اعلم

احقر خیر محمد مفتی خیر المدارس ملتان ۱۵ محرم ۱۳۶۸ھ | جواب صحیح ہے عبد الشکور غفرلہ: ۱۷ / ۱ / ۱۳۶۸ھ

"مُسْلِمِیْنَ" کی جگہ "مُسْرِفِیْنَ" پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی

ایک جگہ نماز میں "مسلمین" کی جگہ "مسرفین" پڑھا گیا، اس سے نماز تو فاسد نہیں ہوئی؟ ظہور الحق مدرسہ امداد العلوم، ایبٹ آباد، ہزارہ۔

الجواب یہ غلطی فاحش ہے نماز نہیں ہوئی۔ لوٹانا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

لولا کا تکرار مفسدِ صلوٰۃ نہیں

ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی۔ سورۂ منافقون کا آخری رکوع پڑھنا شروع کیا۔ جب فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا پر پہنچے تو سانس ٹوٹ گیا۔ دوبارہ انہوں نے پھر لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ سے آخر سورت تک پڑھا۔ ایک شخص نے کہا کہ نماز بالکل نہیں ہوئی۔ دلیل دریافت کی تو فرمایا کہ نفی کے تکرار سے اثبات لازم آتا ہے لہذا نماز بالکل نہیں ہوئی۔ جناب نمازیوں کی تسلی فرمائیں؟

الجواب نماز ہو گئی ہے اور فساد کے لئے دلیل مذکور فی السؤال کافی نہیں۔ جب تک کہ فساد پر کوئی نقلی ثبوت نہ پیش کیا جائے۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ: ۲۴ / ۸ / ۱۳۷۸ھ

سانس ٹوٹ جانے کے بعد لولا کا تکرار کرنا تو مناسب بلکہ ضروری تھا اس سے نماز ہرگز نہیں ٹوٹی، [...]میں رہی۔ والجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان۔

[...]مکان قریب میں قریباً منصوب پڑھنے کا حکم

ایک شخص نے بحالتِ امامت يوم ينادِ المنادِ من مكانٍ قريبٍ [...] "قریب" کو "قَرِيْبًا" منصوب پڑھا۔ آیا نماز درست ہو گئی یا نہیں؟

الجواب نماز صحیح ہو گئی ہے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کما فی الخانیہ ج ۱ ص ۷۰۔

اما الخطاء فی الاعراب اذا لم یغیر المعنی لا تفسد الصلوۃ عند الکل الی قولہ لان الخطاء فی الاعراب مما لا یمکن الاحتراز عنہ فیعذر۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان | بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ ۸ / ۳ / ۱۳۷۷ھ

[...]کیدا کی جگہ یکید کیدا پڑھنے کا حکم

صبح کی نماز کی جماعت میں إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا کی بجائے إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا [...] یکید کیدا پڑھا گیا۔ نماز ہو گئی یا نہیں۔ یا نماز لوٹانے کی ضرورت ہے؟

الجواب کتب فقہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صورت مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہوئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قال فی فتاوی قاضی خان: ج۱، ص۶۹۔ وفعال لما یرید قرأ بالتاء ترید لا تفسد صلوته۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ
مفتی خیر المدارس، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
۱۸ / ۱۲ / ۱۳۰۶ھ

"خیر البریۃ" کی جگہ "شر البریۃ" پڑھ دینے سے نماز کا حکم

امام صاحب نے نماز میں ان الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک هم خیر البریه کی جگہ "شر البریه" پڑھا۔ یا "رسول من الله" کی جگہ "رسول منهم" پڑھا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگئی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۶ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ۔

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

ثم لم یرتابوا۔ کو بوجہ وقف دوبارہ یرتابوا۔ پڑھا تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں

ایک امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے انہوں نے سورۃ بروج پڑھی ان الذین فتنوا المؤمنین آیت پڑھتے ہوئے ثم لم یتوبوا پر سانس ٹوٹ گیا۔ جب دوبارہ لوٹا کر پڑھا تو پھر یتوبوا سے پڑھا لم نہیں پڑھا۔ پہلی دفعہ پڑھا تھا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہوگئی کیونکہ معنی بدل گئے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب وان تغیر المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ لا الٰه ویقف ثم یبتدأ بقوله الا هو او قرأ وقالت الیهود ویقف ثم یبتدأ عزیر ابن الله ونحو ذلک قال عامة العلماء لا تفسد صلوته لما قلنا

من المعنی وقال بعضهم تفسد۔ (قاضی خان۔ ج۱۔ ص۵۵)۔
اس روایت سے نماز کے صحیح ہونے کی گنجائش نکلتی ہے آئندہ اس سے احتیاط کی جائے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہٗ ۲۱ / ۸ / ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان

فاما من ثقلت موازینہ فامہ ھاویۃ پڑھنے کا حکم

ایک امام صاحب کی قرأت غلط ہے انہوں نے مختلف اوقات میں یہ غلطیاں کی ہیں۔

۱: سورۃ قارعہ میں فاما من ثقلت موازینه کے بعد بھول کر فامه هاویه وما ادرٰک ماهیه پڑھ دیا۔
۲: ایک دفعہ اذا زلزلت الارض میں خَیْرًا یَّرَهٗ کی بجائے شَرًّا یَّرَهٗ پڑھا۔
۳: سورۃ لم یکن۔ میں بھولے سے "خیر البریۃ" کی بجائے "شر البریۃ" پڑھا۔
۴: سورۃ والضحٰی میں ولسوف یعطیک اور سورۃ والتین میں لقد خلقنا الانسان
ان صورتوں میں نماز ہوئی یا نہیں؟

عبدالرشید راولپنڈی

الجواب پہلی اور تیسری صورت میں نماز فاسد ہوگئی دلیله ما فی الهندیة اما اذا غیر المعنی بان قرأ ان الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک هم شر البریة تفسد صلوته عند عامة علمائنا وهو الصحیح اھ (ج۱، ص۴۲)
دوسری صورت میں نماز فاسد نہیں ہوئی۔ چوتھی صورت میں احتیاطاً نماز کو لوٹا لینا ضروری ہے۔
فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷ / ۸ / ۱۳۸۸ھ

مقتا عند اللہ کے بعد علی اللہ کے اضافے سے نماز فاسد نہیں ہوگی

صبح کی نماز میں امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۃ مزمل پڑھی پھر دوسری رکعت میں سورۃ صف پڑھی کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ

کی بجائے کبر مقتاً عند اللہ علی اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون پڑھا یعنی علی اللہ کا لفظ بڑھا دیا۔ کیا یہ نماز درست ہوگئی یا اعادہ کیا جائے۔

الجواب ومنها زیادة کلمة لا علی وجه البدل الکلمة الزائدة ان غیرت المعنی ووجدت فی القرآن نحو ان یقرأ والذین اٰمنوا وکفروا باللہ ورسله اولٰئك هم الصدیقون اولم یوجد نحو ان یقرأ انما نملی لهم لیزدادوا اثما وجمالاً تفسد صلوته بلا خلاف وان لم تغیر المعنی فان کانت فی القرآن نحو ان یقرأ ان اللہ کان بعباده خبیرا بصیرا لا تفسد بالاجماع وان لم تکن فی القرآن نحو ان یقرأ فیها فاکهة ونخل وتفاح ورمان لا تفسد صلوته عند عامة المشائخ اھ (عالمگیری: ج ١: ص ٨١)۔

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ پہلی سورتوں کو دوسری رکعت میں پڑھنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ امام مذکور نے پڑھا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ: ١٤/ ٥/ ١٣٨٤ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔

یوم تشقق الارض عنہم سراً پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائیگی

امام صاحب نے نماز پڑھاتے ہوئے آیتِ کریمہ یوم تشقق الارض عنهم سراعًا میں سراعًا کی جگہ سرًّا پڑھا اس سے مقتدیوں میں اختلاف ہوا کہ نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں؟ آپ شرعاً حکم بیان فرمادیں۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں "سراعًا" کی جگہ "سرًّا" پڑھنے سے نماز فاسد ہوگئی۔ کیونکہ کسی کلمہ کا حرفِ اصلی حذف ہونے سے اگر معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ وان حذف حرفا اصلیا من کلمة فتغیر المعنی تفسد صلوته فی قول ابی حنیفة ومحمد رحمهما اللہ۔ (قاضیخان ج ١ ص ٧٣)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ — بندہ اصغر علی غفرلہٗ ١٠ محرم ١٣٧٦ھ

سورۂ بقرہ کے پہلے رکوع میں اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا والی آیت چھوڑ دی تو نماز کا حکم

امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع شروع کیا المفلحون تک پڑھا دیا پھر ان الذین کفروا والی آیت چھوڑ دی اور ختم اللہ پڑھ کر رکوع پورا کر دیا، کیا نماز صحیح ہوگئی؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر تو مفلحون پر وقف تام کرنے کے بعد ختم اللہ کو شروع کیا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی اور اگر ملا کر پڑھا ہے تو نماز فاسد ہوگئی۔

ولو قرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت ووقف وقرأ بعد الوقف التام اولٰئك اصحاب الجحیم او اولٰئك هم شر البریة وما اشبه ذلك مما فیه تغییر حکم اللہ تعالٰی علی احد الفریقین بضده لا تفسد لصیرورة الکلام الثانی مبتدأ له غیر متصل بالاول فلم یتعین الحکم بالضد ولو لم یقف ووصل قال عامة المشائخ تفسد صلوته لانه اخبر بخلاف ما اخبر به اللہ تعالٰی ولو اعتقده یکون کفرا۔ اھ (کبیری ص ٤٥٣)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد صدیق غفرلہٗ
مدرسہ خیر المدارس، ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
١٨: ٩: ١٣٩٦ھ

لایملکون منه الا خطابا پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی

ایک امام صاحب نے فجر کی نماز کی امامت کرتے ہوئے سورۂ نبا پڑھی۔ پڑھتے ہوئے غلطی و خطا سے لا یملکون منه خطابا کے بجائے لا یملکون منه الا خطابا پڑھ دیا۔ آیا یہ نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ اگر نماز نہیں ہوئی تو پھر تمام مقتدیوں اور خود امام صاحب کو جو کہ وہاں کے مقیم نہیں تھے کیسے اطلاع دی جائے۔ اور جب تک اطلاع نہ پہنچ سکے تو ان کی نماز کا کیا بنے گا۔ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب مذکورہ نماز نہیں ہوئی جہاں تک ممکن ہو انکو اطلاع دیجائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفا اللہ عنہ: ٢٠/ ١/ ١٤٠٨ھ

امام نے پہلی رکعت میں والناس پڑھی تو دوسری میں کون سی پڑھے

ایک اسلامی ... سربراہ صاحب ...

ایک جلسۂ عظیم میں تقریر کر رہے تھے دوران جلسہ نماز کے لئے اذان ہوگئی ۔ جلسہ میں سے ایک آدمی ... اذان ہوگئی چلو نماز پڑھنے چلیں ۔ سربراہ نے کہا آپ پڑھیں میں شام کو پڑھوں گا اور اپنی تقریر جاری رکھی ، کیا یہ نماز شام کو ادا کرنی درست ہے ؟

۲ : ایک شخص نماز پڑھاتا ہے ۔ اور جن آیات کو پہلی رکعت میں پڑھ چکا ہے دوسری میں اس سے پچھلی آیات پڑھتا ہے ۔ مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ والناس اور دوسری میں اس سے پچھلی سورۃ پڑھتا ہے ۔ کیا اسطرح قرأت درست ہے اور نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

الجواب ۱ : قرآن حکیم میں پانچوں نمازوں کے لئے وقت متعین ہے جو نماز متعینہ وقت کے بعد ادا کی جائے وہ قضا ہوتی ہے ادا نہیں اور بلا عذر تاخیر جائز نہیں ۔

۲ : فرائض میں جو پہلے سورت پڑھی گئی ہے اس کے بعد پیچھے والی سورتیں پڑھنی جائز نہیں ۔ بالقصد اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے ۔ بھول کر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں نماز ہر حال میں ہوگئی ۔ اگر پہلی رکعت میں والناس پڑھی ہے تو دوسری میں بھی والناس پڑھے ۔

قرأ فی الاولی بقل اعوذ برب الناس یقرأ فی الثانیة هذه السورة اھ (فتح القدیر ...)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
محمد صدیق عفی عنہ	محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲۰ ر ۴ ر ۱۳۹۸ھ

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی پر وقف کے بعد فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی پڑھا تو نماز کا حکم

امام صاحب نے نماز عشاء میں سورت واللیل اذا یغشیٰ پہلی رکعت میں پڑھی اور غلطی یہ کی کہ فاما من اعطی واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ پڑھ کر فسنیسره للیسریٰ پڑھنا تھا لیکن اس نے یوں پڑھا فاما من اعطی واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ فسنیسره للعسریٰ وما یغنی عنه ماله اذا تردی الخ یعنی درمیان میں دو تین چھوٹی چھوٹی آیتیں بھی چھوڑ گئے اور معنی بھی غلط ہو گئے ۔ اور وہ صحیح نہیں کر سکا ۔

تو کیا نماز ہو گئی یا نہیں ؟

الجواب اگر حسنیٰ پر وقف کرنے کے بعد فسنیسره للعسریٰ پڑھا ہے تو نماز ہوگئی ۔ ورنہ فساد معنی کی وجہ سے نماز نہیں ہوئی ۔

وان ذکر آیة مکان آیة ان وقف علی الاولی وقفا تاما وابتدأ بالثانیة لاتفسد صلوته کما لو قرأ والتین والزیتون فوقف ثم ابتدأ لقد خلقنا الانسان فی کبد لاتفسد صلوته وکذا لو قرأ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت فوقف ثم قرأ اولئك هم شر البریة اھ (شامیہ ج ۱ ص ۳۹۳)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ : مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۴ ؍ ۴ ؍ ۱۴۰۷ھ



اَرَأَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى پر وقف کر کے اگلی رکعت میں عَبْدًا اِذَا صَلّٰى پڑھا

تراویح میں حافظ صاحب نے پہلی دو رکعتوں میں سے دوسری رکعت میں سورت اقرأ میں سے ارایت الذی ینھیٰ تک پڑھ کر رکوع میں چلے گئے اور سلام پھیر کر بعد کی دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں عبدًا اذا صلی سے شروع کیا ۔ آیا اس صورت میں نماز ہوگئی ؟ اور اگر نہیں ہوئی تو چاروں رکعت یا پہلی دو رکعت یا بعد کی دو ؟ وضاحت کر دیں ۔

الجواب صورت مسئولہ میں نماز درست ہے شرط وجزا صفت وموصوف میں اگر شرط پر وقف کیا اور پھر ابتداء جزاء سے کی یا موصوف پر وقف کرنے کے بعد صفت سے ابتداء کی تو اس صورت میں فساد صلوٰۃ نہیں ۔ تو ایسے ہی صورت مسئولہ میں فعل ومفعول میں جدائی کرنے سے بھی فساد صلوٰۃ نہ ہوگا ۔ خصوصاً جب کہ اس جگہ آیت بھی ہے اور مفعول فضلہ ہے صفت وجزا فضلہ بھی نہیں ۔

قال فی البزازیه ۔ الابتداء ان کان لایغیر المعنی تغیرا فاحشا لایفسد نحو الوقف علی الشرط قبل الجزاء والابتداء بالجزاء وکذا بین الصفة والموصوف وان غیر المعنی نحو شهد الله انه لا اله ثم ابتدأ بالا هو یفسد عند عامة المشائخ ۔ (شامیہ ج ۱ ص ۴۶۷) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح : بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ○ بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۸ ر ۱ ر ۱۴۰۸ھ نائب مفتی

قرأۃ خلف الامام کی ممنوعیّت اسّی صحابہ کرامؓ سے منقول ہے

قرأت خلف الامام جائز ہے یا نہیں؟ دلائل قرآن وحدیث سے مطلوب ہیں۔

الجواب: حنفیہ کے نزدیک قرأت خلف الامام ممنوع ہے۔ دلیل اس کی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا الآیۃ ہے۔

دوسری دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے واذا قرأ فانصتوا۔ (الحدیث)۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ شامی میں بحوالہ خزائن منقول ہے۔

ومنع المؤتم من القرأۃ ماثور عن ثمانین نفرا من کبار الصحابۃ منھم المرتضی والعبادلۃ وقد دوّن اھل الحدیث اسامیھم۔ اھ

(شامی ج ۱: ص ۳۰۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۹/۷/۱۴۰۰ھ

ہر رکعت میں مختلف سورتوں سے کچھ کچھ حصہ پڑھنا

احقر نے جمعرات کو عشاء کی نماز آپ کے شاگرد کے پیچھے پڑھی اس نے دونوں رکعتوں میں دو سورتوں کے آخر کے رکوع پڑھے۔ بندہ نے یہ سنا ہے کہ دو رکعت میں دو سورتوں کے آخر کے رکوع پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ پوری سورۃ پڑھے؟

الجواب: افضل تو یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھی جائے۔ گو صورت مسئولہ کو بھی مکروہ نہیں کہہ سکتے۔

وکذا لو قرأ فی الاولی من وسط سورۃ او من سورۃ اولھا ثم قرأ فی الثانیۃ من وسط سورۃ اخری او من اولھا او سورۃ قصیرۃ الاصح انہ لایکرہ لکن الاولی ان لا یفعل من غیر ضرورۃ اھ

(ردالمحتار ج ۱ ص ۵۱۰)

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷/۲/۱۴۰۸ھ

بالغہ عورت جہراً قرأت کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

جو لڑکی بالغہ حافظہ ہو وہ فرض نمازوں میں جہراً تلاوت کر سکتی ہے یا نہیں؟

سائل: عبدالرؤف میانوالوی۔

الجواب: بالغہ کے لئے نماز میں جہر جائز نہیں۔ اس لئے کہ کلام عورت بھی عند البعض عورت ہے۔ وعلی ھذا لو قیل اذا جھرت بالقراءۃ فی الصلوۃ فسدت کان متجھا۔ اھ (شامی: ج ۱: ص ۳۷۷)۔ لیکن بناء علی الراجح نماز فاسد نہیں ہوگی۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۸/۲/۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دار الافتاء

لَایَتَمَنَّوْنَہٗ کی جگہ لَنْ یَّتَمَنَّوْہُ پڑھا تو نماز کا حکم

امام صاحب نے سورۃ جمعہ کی آیت ولا یتمنونہ ابدًا پڑھتے ہوئے یوں پڑھا ولن یتمنوہ ابدًا کیا نماز ہوگئی یا اعادہ کیا جائے؟

الجواب: مذکورہ تبدیلی سے معنی فاسد نہیں ہوتے لہذا نماز ہوگئی اعادہ کی حاجت نہیں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۱۱/۱۳۹۷ھ

گونگا نماز کیسے پڑھے

گونگا نماز کیسے پڑھے جب کہ وہ نہ سن سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے؟

ریٹائرڈ پٹواری عبدالعزیز کوٹ میلارام

الجواب: گونگا قیام وغیرہ کرے زبان کا ہلانا ضروری نہیں۔ اس کی نیت ہی تکبیر تحریمہ کے قائم مقام

ہے۔ ولایلزم الاخرس تحریک لسانہ وکذا الامی بل یکتفیان بمجرد النیۃ علی الصحیح اھ (مراقی الفلاح، ص ۱۱۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دارالافتاء

۲۵/۲/۱۳۹۷ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

موجودہ ترتیب قرآن کے خلاف قصداً پڑھنا مکروہ ہے

ایک شخص نے فرض نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ لم یکن الذین کی آخری تین آیات پڑھیں اور دوسری رکعت میں الم نشرح پڑھی کیا نماز ہوگئی؟ محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب: قصداً خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ بھول کر پڑھنے کی صورت میں کراہت بھی نہ ہوگی۔

افاد ان التنکیس او الفصل بالقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سہوا فلا کما فی شرح المنیۃ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۷۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

پانچوں نمازوں میں مسنون قرأت

پانچوں نمازوں کی مسنون قرأت تفصیلاً تحریر فرمائیں؟
سائل محمد دلدار علی شاہ جمال ٹاؤن لاہور۔

الجواب: فجر اور ظہر میں سورۃ حجرات سے لے کر سورۃ بروج تک۔ عصر اور عشاء میں سورۃ بروج سے لیکر سورۃ بینۃ (لم یکن الذین) تک۔ اور مغرب میں لم یکن الذین سے لے کر آخر تک قرأت کرنا مسنون ہے۔ (مراقی ص ۱۴۳)[له]۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیرالمدارس ملتان ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیرالمدارس ملتان

له (حاشیہ صفحہ گزشتہ) ویسن ان تکون السورۃ المضمومۃ للفاتحۃ من طوال المفصل الطوال والقصار بکسر اولہما جمع طویلۃ وقصیرۃ والطوال بالضم الرجل الطویل و سمی المفصل بہ لکثرۃ فصولہ وقیل لقلۃ المنسوخ فیہ وہذا فی صلوۃ الفجر والظہر (و من اوساطہ) جمع وَسَط بفتح السین مابین القصار والطوال (فی العصر والعشاء ومن قصارہ فی المغرب) وہذا التقسیم لوکان المصلی ہذا (مقیما) والمنفرد والامام سواء اھ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیرالفتاوی

سورۃ فاتحہ میں "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" چھوڑ دیا تو نماز کا حکم

ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور سورۃ فاتحہ میں ایاک نعبد و ایاک نستعین چھوڑ جاتا ہے تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: صورتِ مسؤلہ میں نماز ہوگئی سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں۔ ولہا ...... واجبات ...... وھی ...... قرأۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسہو بترک اکثرہا لا اقلہا اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۴۲۶)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان ۲/۳/۱۴۱۱ھ

آخر البقرۃ میں "وَرُسُلِہٖ" کے بعد "وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ" کے اضافے کا حکم

اگر کوئی نمازی نماز میں سورۃ بقرۃ میں ورسلہ کے بعد والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ بھول کر پڑھ دے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ ایک فتوی میں آیا تھا کہ سجدۂ سہو واجب

نہیں کیونکہ یہ الفاظ قرآنی ہیں۔ آپ تصدیق فرمائیں یا اپنا جواب رقم فرمائیں؟

الجواب جواب درست ہے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ عالمگیری میں ہے۔

ومنہا زیادۃ کلمۃ لا علی وجہ البدل الکلمۃ الزائدۃ ان غیرت المعنی ووجدت فی القرآن نحو ان یقرأ والذین اٰمنوا وکفروا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون اولم یوجد نحو ان یقرأ انما نملی لھم لیزدادوا اثما وجمالا تفسد صلوتہ بلاخلاف وان لم تغیر المعنی فان کانت فی القرآن نحو ان یقرأ ان اللہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا لا تفسد بالاجماع وان لم تکن فی القرآن نحو ان یقرأ فیہا فاکھۃ ونخل وتفاح ورمان لا تفسد صلوتہ عند عامۃ المشائخ۔ اھ (ج ۱، ص ۸۱) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۲۵/۲/۱۴۰۰ھ — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ایک رکعت میں ایک روایت اور دوسری میں دوسری روایت پڑھنے کا حکم

واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک روز معلمین حضرات میں سے بعض نے فرمایا کہ آج عشاء کی نماز روایت حفص کی بجائے دیگر روایات میں پڑھادے۔ تو احقر نے عشاء کی نماز میں پہلی رکعت میں روایت ورش اور دوسری میں روایت خلاد پڑھ دی۔ نماز کے بعد چند معلمین حضرات نے فتویٰ دیا ہے کہ نماز نہیں ہوئی احقر لال مسجد بیرون دہلی گیٹ میں امام تھا تو ایک ایک ہفتہ میں ایک ایک روایت میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ بہرحال روایات عشر میں قرأت عشرہ جب متواتر اور منزل من اللہ ہیں اور ان میں سے روایت حفص بھی ہے اگر روایت حفص میں نماز ہو جاتی ہے تو پھر اور باقی انیس[19] روایات سے نماز کیوں نہیں ہوتی۔ یہ ترجیح کس لئے ہے؟ ایک رکعت میں ایک روایت، دوسری رکعت میں دوسری روایت پڑھنے سے تو جمع الجمع لازم نہیں آتی بلکہ ایک ہی رکعت میں اگر سب روایتیں ایک دو تین جمع کرکے پڑھے پھر تو مکروہ ہے۔ پھر بھی نماز تو لوٹانی نہیں پڑتی۔ تو عرض یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین احناف اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز اس صورت میں

دوبارہ پڑھنی ہوگی یا نہیں؟ نیز جن حضرات نے فتوے دیا ان کے فتوے سے انکار منزل من اللہ لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ جملہ روایات متواترہ کے ساتھ نماز درست ہے۔ لیکن روایات غریبہ غیر معروفہ کو نماز میں پڑھنا اچھا نہیں کیونکہ عوام کو پتہ نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ کچھ کا کچھ کہہ جاتے ہیں۔ بلکہ بعض خواص کو بھی معلوم نہیں ہوتا کما ھو الظاھر من السوال۔

۱۔ ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینھم اھ (درمختار)۔

(قولہ بالغریبۃ) ای بالروایات الغریبۃ والامالات لان بعض السفھاء یقولون مالا یعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء ولا ینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی ما فیہ نقصان دینھم ولا یقرأ عندھم مثل قرأۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون او یضحکون وان کان کل القرآت صحیحۃ نصیحۃ ومشائخنا اختاروا قرأۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم۔ اھ (شامیہ: ج ۱، ص ۵۰۵)۔

۲۔ قرأۃ القرآن بالقرأۃ السبع والروایات کلھا جائزۃ لکن اری الصواب ان لا یقرأ بالقرأۃ العجیبۃ والروایات الغریبۃ لان بعض السفھاء ربما یقعون فی الاثم ویقولون مالا یعلمون ولا ینبغی للامام ان یحمل العوام علی ما فیہ نقصان دینھم ودنیاھم وھو حرمان ثوابھم فی عقباھم ولا یقرأ علی رؤس العوام والجھال واھل القری والجبال مثل قرأۃ ابی جعفر المدنی وابن عامر وعلی وحمزۃ والکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون ویضحکون وان کان کلھا صحیحۃ طیبۃ ومشائخنا اختاروا قرأۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم انتھی ذکر

ذلک کلہ فی التتارخانیۃ ۔اھ (کبیری ، ص ۴۵۹) ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ، ۲/۴/۱۳۹۷ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فرائض میں حفص عن عاصمؒ کے علاوہ کوئی اور روایت پڑھنا

کیا امام فرض نماز میں امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور راوی کی ایسی روایت جو متواتر منقول ہو جہراً جہری نمازوں میں پڑھ سکتا ہے ۔ مثلاً امام شعبہ کی روایت متواترہ عن عاصمؒ پر قرأت پڑھے تو جائز ہے یا نہیں ؟ یا مثلاً قالونؒ کی ایسی متواترہ روایت جو کہ امام نافعؒ سے منقول ہے اسی طرح کسی بھی امام سے روایت منقولہ متواترہ کے مطابق قرأت کا فرض ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں ؟

سائل عبد الحفیظ بھٹہ ، سکھر سندھ ۔

الجواب مشہور روایت یعنی حفص عن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر روایات کے پڑھنے سے عوام وجہلاء میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو تو ان کو نہ پڑھا جائے ۔

ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم ۔اھ قولہ ویجوز بالروایات السبع بل یجوز بالعشر ایضا کما نص علیہ اہل الاصول ۔اھ قولہ بالغریبۃ ای بالروایات الغریبۃ و الامالات لان بعض السفہاء یقولون مالا یعلمون فیقعون فی الاثم و الشقاء ولا ینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی مافیہ نقصان دینہم ولا یقرأ عندہم مثل قرأۃ ابی جعفر و ابن عامر و علی بن حمزۃ و الکسائی صیانۃ لدینہم فلعلہم یستخفون او یضحکون وان کان کل القرآت و الروایات صحیحۃ فصیحۃ و مشائخنا اختاروا قرأۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم ۔ (شامی ، ج ۱ ، ص ۵۰۵) ۔

حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں ۔

" آیت اور حدیث اور فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام وجہلاء میں مفسدہ دلسنہ اعتقادیہ یا عملیہ یا حالیہ پیدا ہو اس کا ترک خواص پر واجب ہے " ۔ (امداد الفتاوی ج ۱ ص ۱۸۳)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ، ۱۲/۳/۱۴۱۰ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ سے لیکر " وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ " تک پڑھنے سے واجب قرأت ادا ہوگی یا نہیں ؟

امام نے صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں الحمد شریف پڑھنے کے بعد سورۃ مزمل کا آخری رکوع جو کہ صرف ایک آیت بنتی ہے ۔ وما تقدموا لانفسکم من خیر تک پڑھا اور رکوع کردیا اور ایک آیت پوری نہ پڑھی گئی ۔ اس نے سجدہ سہو بھی نہیں کیا ۔ تو کیا نماز ہوئی یا نہیں ؟

الجواب جب امام نے وما تقدموا لانفسکم من خیر تک پڑھ لیا ہے تو نماز درست ہوگئی ۔ کیونکہ قرأت کم از کم فرض مقدار تین چھوٹی آیتیں جیسے کہ سورۃ کوثر کی یا ایک آیت بڑی جو چھوٹی تین آیتوں کے مساوی ہو ۔ تو سورۃ مزمل کے دوسرے رکوع کی ایک آیت تو بہت لمبی ہے اس میں سے اگر تین چھوٹی آیتوں کے برابر پڑھ کر رکوع کر دیا جائے تو نماز صحیح ہو جاتی ہے ۔ اور سجدہ سہو نہیں آتا ہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ رئیس الافتاء ، ۴/۵/۱۳۷۹ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ کو لِیَفْجِرَ پڑھنے کی صورت میں نماز کا حکم

زید نے امامت کرائی اور لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ کو بجائے لازم کے متعدی لِیُفْجِرَ اَمَامَہٗ بضم یاء پڑھا ۔ تو کیا اس سے نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب: نماز ہوگئی ، باب افعال بھی لازم استعمال ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۔ ۲۱ / ۱۰ / ۱۴۰۱ ھ

مقیم مسافر کی اقتداء کرے تو بقیہ رکعتوں میں قرأت نہ کرے

اگر امام مسافر ہو اور دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقتدی کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں ؟ اگر پڑھے گا تو اس کی کیا دلیل ہے ؟ اور اگر نہیں پڑھے گا تو اس کی کیا وجہ ہے ؟ دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ جان بوجھ کر پڑھ لیتا ہے تو اس صورت میں گنہگار ہوگا یا نہیں ؟ اگر گنہگار ہوگا تو اس کی کیا وجہ ہے ؟ اگر گنہگار نہیں ہوگا تو اس کی کیا دلیل ہے ؟

الجواب: صورت مسئولہ میں مقتدی کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ اور دیگر سورتیں نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ مقتدی (جس کا امام مسافر ہو) حکم میں لاحق کے ہوتا ہے جو شروع سے جماعت میں شریک ہو۔ تو جیسے لاحق کو سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح اس کو بھی ۔ پس اگر مقتدی کھڑا ہو کر جان بوجھ کر سورۃ فاتحہ پڑھے گا تو بنا بریں کہ یہ مرتکب ایک فعل مکروہ کا ہے گنہگار ہوگا ۔

والدليل عليه ما فى الدر المختار وصح اقتداء المقيم بالمسافر فى الوقت وبعده فاذا قام المقيم الى الاتمام لا يقرأ ولا يسجد للسهو فى الاصح لانه كاللاحق اھ (در مختار على الشامية ج ۱ : ص ۶۴۳) والمؤتم لا يقرأ مطلقاً ولا الفاتحة فى السرية فان قرأ كره تحريماً ۔ (در مختار على الشامية ، ج ۱ ، ص ۵۰۵)۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفرلہٗ رئیس الافتاء ۔ ۱۱ / ۲ / ۱۳۷۲ ھ
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نماز میں سورۃ فاتحہ ایک سانس میں پڑھنے کا حکم

ایک امام سورۃ فاتحہ کو ایک سانس میں ختم کرتا ہے اور آیت نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ پڑھتا ہے ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسے پڑھنا گناہ ہے اور نماز نہیں ہوتی ؟

الجواب: طریقۂ بالا سے پڑھنا جائز ہے اور جو شخص اس طرح پڑھنے کو غلط کہتا ہے اور یہ کہ اس طرح نماز نہیں ہوتی وہ غلطی پر ہے اور اس کا یہ کہنا بلا دلیل ہے ۔

فقط واللہ اعلم ۔ محمد اسحاق نائب مفتی خیر المدارس ملتان

اگرچہ نماز تو جائز ہے بشرطیکہ ایک سانس میں حروف کی ادائیگی صحیح انجام پائے مگر اطمینان کے ساتھ کئی دفعہ وقف کر کے پڑھنا اولیٰ ہے ۔ والجواب صحیح ۔

بندہ محمد عبد اللہ عفرلہٗ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۴ / ۱ / ۱۳۸۳ ھ

پہلی رکعت کی طرح بقیہ رکعات میں تعوذ کیوں نہیں پڑھتے

ایک دن بندہ کو خیال آیا کہ قرآن حکیم شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے۔ تو جیسے پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تعوذ پڑھتے ہیں اسی طرح ہر رکعت کے شروع میں بھی ہونا چاہئے ؟

سرفراز حسین ڈوگر ممتاز آباد ملتان

الجواب: قرأت کے شروع میں وساوس سے بچنے کے لئے اعوذ باللہ پڑھتے ہیں۔ اور جب پہلی رکعت میں فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ پڑھ لی تو اس کے بعد جتنی بھی قرأت ہوگی خواہ دوسری رکعات میں ہو یہ اعوذ باللہ اس کے لئے کافی ہے ۔

(قوله ولا يتعوذ) لانه شرع فى اول القرآن لدفع الوسوسة فلا يتكرر الا بتبدل المجلس كمالو تعوذ وقرأ ثم سكت قليلا وقرأ اھ ۔ (بحر الرائق ج ۲ ، ص ۳۴۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۔ ۱ / ۱۰ / ۱۴۰۶ ھ
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نماز میں سہواً خلاف ترتیب پڑھنے کا حکم

نماز میں قرأت علی الترتیب فرض ہے واجب ہے یا سنت ؟ اگر بغیر ترتیب کے قرأت پڑھی گئی تو کیا نماز ہو گئی ۔ مثلاً سورۃ الناس پہلے اور سورۃ فلق بعد میں پڑھی ۔

الجواب: دانستہ خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے ۔ سہواً ایسا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں پہلی رکعت میں اگر سورۃ ناس پڑھی ہے تو دوسری میں بھی یہی پڑھے ۔

ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوسا الا اذا ختم القرآن ۔ (درمختار)۔ قولہ منکوسا بان یقرأ فی الثانیۃ سورۃ اعلی مما قرأ فی الاولی لان ترتیب السور فی القرأۃ من واجبات التلاوۃ ۔ (شامی ج ۱ ص ۵۱۰)۔ قال فی الفتح قرأ فی الاولی بقل اعوذ برب الناس یقرأ فی الثانیۃ ھذہ ایضا ۔ اھ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۳)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۔
۳/۲/۱۴۰۹ھ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

یٰسین سے مرسلین تک پڑھنے سے واجب قرأت ادا ہو گئی

فرض نماز کی ایک رکعت میں یٰسٓ ؕ والقرآن الحکیم ؕ انک لمن المرسلین تین آیات پڑھ لی جائیں تو کیا نماز بالکل درست ہو جائے گی ۔ یہ اشکال اس وجہ سے ہوا کیوں کہ یٰسین پر اختلافی آیت کا نشان ہے ؟

الجواب: اگر بعد از فاتحہ صرف " مرسلین " تک پڑھا ہے تو عند البعض نماز ہو جائے گی ۔ فمع عدم وجودہ یعمل باطلاق عبارۃ الحلبی من الاکتفاء بالایۃ التی بلغت ثمانیۃ عشر حرفا لاقامۃ واجب القرأۃ (تقریرات رافعی ج ۱ ص ۵۷)۔

لیکن نماز کے معاملہ میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا جائے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
۲/۷/۱۴۰۷ھ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اَحَدُنِ اللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھنا بھی جائز ہے

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد میں اگر اللہ کے لفظ سے پہلے ن ملا کر پڑھا جائے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟ ایسا پڑھنے سے نماز کے اندر کوئی نقص تو واقع نہیں ہوتا ؟ غلام فرید امام مسجد نشتر میڈیکل کالج ملتان ۔

الجواب: سورۂ اخلاص میں وصل کی صورت میں اللہ الصمد کی بجائے نِ اللّٰہُ الصمد پڑھ لینا جائز ہے اور اس سے نماز کے اندر کوئی نقص نہیں آتا مطمئن رہیں ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲/۹/۱۴۰۶ھ

فرائض کی آخری رکعتوں میں سورۃ نہ ملانے کی وجہ

فرائض کے سوا سنن و نوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کچھ حصہ قرآن پاک کا پڑھنا ضروری ہے حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نماز تو ذکر اور تلاوت کا نام ہے ۔ اس لحاظ سے فرائض میں ذکر اور تلاوت کی کثرت ہونی چاہئے تھی اور ماسوا میں تخفیف ۔ لیکن معاملہ برعکس ہے اس کی عقلی وجہ کیا ہے ؟

الجواب: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ نہ ملانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ

دراصل ابتداء میں نماز دو رکعت ہی مقرر ہوئی تھی بعد ازاں خدا تعالےٰ نے ان دو رکعتوں کی تکمیل والکمال کے لئے ظہر و عصر و عشاء کے فرائض کیساتھ دو دو رکعتیں اور مغرب کی نماز میں حکمتِ وتر کو ضائع نہ کرنے کی وجہ سے ایک رکعت ملائی ۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کا جبر کسر مطلوب ہوتا ہے تو اس کے

ساتھ اس کے نوع کی ایسی چیز ملائی جاتی ہے جو حیثیت و درجہ میں اس سے ادنیٰ ہو۔ پس اگر پہلی دو رکعت فرائض کے ساتھ دوسری دو رکعت کامل مع ضم سورت ملائی جائیں جو ہر وجہ و پہلو سے پہلی دو رکعت کے برابر ہوتیں تو جبر کسر و اکمال رکعتین کی حکمت ضائع ہو جاتی اور خود پہلی دو رکعتوں کا جبر کسر اسی مصلحت سے ہوا کہ بسا اوقات حضورِ توجہ یا فہم قرأت یا ارکان میں سے کسی رکن میں نقص و کسر رہ جاتا ہے اس کے عوض میں دوسری رکعتیں ملائی گئیں۔ (المصالح العقلیہ، ص ۴۸)

چونکہ سوال دلیلِ عقلی سے تھا اس لئے دلائل نقلیہ اور مذکورہ حدیث کے جواب سے تعرض نہیں گیا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

۵/۳/ ۱۴۰۸ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا کو لِيَرَوْا پڑھنے کا حکم

اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا کی بجائے اَشْتَاتًا لِّيَرَوْا پڑھ دیا جائے یا لَهَب کی بجائے لَعَب پڑھ دیا جائے یا "اغنیٰ" کی بجائے "اضنی" تو کیا نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب ان صورتوں میں نماز تو صحیح ہو گئی لیکن امام صاحب پر یہ بات ضروری اور لازم ہے کہ وہ پہلے کسی قاری صاحب سے نماز اور چند سورتیں صحیح کرائیں پھر امام بنیں۔ پھر اسی طرح آہستہ آہستہ سارا قرآن مجید صحیح پڑھنے کی کوشش کریں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ عفر اللہ لہٗ رئیس الافتاء

بندہ محمد اسحاق عفر لہٗ

۱۴/۹/ ۱۳۹۰ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنے کا حکم

امام قرأت پڑھے الحمد للہ رب العالمین ۙ ن الرحمن الرحیم تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب نماز تو فاسد نہیں ہوئی لیکن یہ عمل قرأت کے اعتبار سے درست نہیں امام صاحب کو چاہیئے کہ آئندہ کے لئے اس فعل کو چھوڑ دے۔ الحمد للہ رب العالمین پڑھنے کے بعد صرف ن کو الرحمن کے ساتھ نہ ملانا چاہیئے۔ بلکہ ن کے ملائے بغیر الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفر اللہ لہٗ

معین مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ

اگر العالمین پر وقف نہیں کیا اور وصل کیا ہے تو لامحالہ نون پر فتح آئے گا اور اگر وقف کر کے پھر نون کو ملایا تو یہ غلط ہے۔ والجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ عفر اللہ لہٗ مفتی خیر المدارس ملتان ۳/۴/ ۱۳۷۹ھ

قرأت اس طرح کرے کہ خود بھی سنے

میں بہشتی زیور کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اس میں پڑھا ہے کہ قرأت اس طرح کرے کہ آواز کان میں آئے اگر ایسا نہ کیا تو نماز نہ ہو گی یہ فرض پڑھنے کے بیان کے آخر میں ہے (ص ۲۷)۔ میں اب تک اس طرح نماز نہیں پڑھتا رہا کہ کان میں آواز آئے۔ کیا اتنے سالوں کی نمازیں قضاء کروں؟

الجواب یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ بہشتی زیور میں احوط کو اختیار کیا گیا ہے اور پوری تفصیل شامی[1] (ج ۱، ص ۴۹۸) میں موجود ہے۔ لہٰذا گزشتہ سالوں کی نمازوں کی قضاء کی ضرورت نہیں آئندہ بہشتی زیور کے مطابق عمل کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفر لہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۳/۸/ ۱۳۸۷ھ

[1] و ادنی الجهر اسماع غیره و ادنی المخافتة اسماع نفسه اه (درمختار) (قوله و ادنی الجهر اسماع غیره) اعلم انهم اختلفوا فی حد وجود القراءة علی ثلاثة اقوال فشرط الهندوانی و الفضلی لوجودها خروج صوت یصل اذنه وبه قال الشافعی رح و شرط بشر المریسی

و احمد خروج الصوت من الفم وان لم یصل الی اذنه لکن بشرط کونه مسموعا فی الجملة حتی لو ادنی احد صماخه الی فیه یسمع ولم یشترط الکرخی و ابوبکر البلخی السماع و اکتفیا بتصحیح الحروف واختار شیخ الاسلام وقاضی خان و صاحب المحیط و الحلوانی قول الهندوانی کما فی معراج الدرایة و نقل فی المجتبی عن الهندوانی انه لا یجزیه مالم تسمع اذناه ومن بقربه و هذا لا یخالف ما مر عن الهندوانی لان ما کان مسموعاً له یکون مسموعا لمن فی قربه کما فی الحلیة والبحر ثم انه اختار فی الفتح ان قول الهندوانی و بشر متحدان الی قوله وان ماقاله الهندوانی اصح وارجح لاعتماد اکثر علمائنا علیه اھ (شامی ج۱، ص ۲۹۸ و ۲۹۹)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مرتب خیر الفتاویٰ

قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰہِ اور فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ کے بارے میں ایک سوال و جواب

جملہ حضرات فضلاء دارالعلوم ہذا کے تبحر علمی کے سامنے پرخلوص اور نہایت دردمندانہ اپیل ہے کہ صحت تلفظِ قرآن کی پوری پوری اہمیت کو بنظرِ غائر مدنظر رکھتے ہوئے اپنے صحیح علمی فیصلہ سے مطلع فرما کر عند الناس مشکور وعند اللہ ماجور ہوں۔ الفاظ یہ ہیں۔

۱ : سورۃ نمل، رکوع دوسرا۔ واقعہ داؤد اور سلیمان علیہما السلام ۔ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ الخ

۲ : سورۃ اعراف، رکوع دوسرا۔ واقعہ آدم اور حوا علیہما السلام ۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ۔ الخ

قَالَا اور ذَاقَا میں بلحاظ سیاق وسباقِ معنوی دونوں الف علامتِ تثنیہ ہیں۔ صرفی قانون التقاءِ ساکنین علیٰ حدہٖ کا عام تقاضا ہے کہ التقاءِ ساکنین علیٰ حدہٖ میں حروفِ مدہ کا حذف لازمی ہے جیسے اِضْرِبُوا الْقَوْمَ ۔ اِضْرِبَا الْقَوْمَ ۔ اِضْرِبِی الْقَوْمَ ۔ لہٰذا قَالَا اور ذَاقَا دونوں تثنیہ لفظوں میں الف ساکن مدہ کو حذف کر کے قَالَ الْحَمْدُ اور ذَاقَ الشَّجَرَةَ پڑھنا چاہئے۔

دوسرا گروہ تثنیہ کے لفظ میں تثنیہ کے الف کو گرا کر صیغہ واحد مذکر کی شکل میں قَالَا کو قَالَ اور ذَاقَا کو ذَاقَ پڑھنا سیاق وسباقِ معنوی کے زبردست خلاف سمجھتا ہے۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ الف کا حذف یہاں غلط ہے۔ قَالَا کو بغیر الف واحد بنا کر قَالَ پڑھنا اور ذَاقَا کو ذَاقَ پڑھنا بلکہ قرآن میں کھلی معنوی تحریف ہے۔ کیونکہ دونوں فعلوں کا مرجع تثنیہ ہے نہ کہ واحد۔

لہٰذا بمصداق مامن عام الا خصّ منه البعض دونوں تثنیہ صیغوں میں بجائے حذفِ الف الف کو بین بین کر کے پڑھنا چاہئے۔ نہ حذف نہ اثبات قا۔لَلْ۔حَمْدُ۔

صحیح فیصلہ فضلاء دارالعلوم کے سامنے ہے۔ دونوں میں سے صحیح استدلال اور صحیح موقف کی وضاحت فرما کر عند الناس مشکور وعند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب سورۂ نمل اور اعراف کے مذکورہ دونوں کلمات تثنیہ کے صیغے ہیں التقاءِ ساکنین کے ضابطہ کے تحت دونوں الف پڑھنے میں نہ آئیں گے۔ لیکن لکھنے میں برقرار اس لئے رکھے جائیں گے تاکہ صیغہ کے تثنیہ ہونے پر دلالت کریں اور فعل کا صدور دونوں سے ہونا معلوم ہو جائے۔ ان دونوں مقامات پر کوئی متواتر قرأت بین بین کی نہیں ہے۔ قرأتِ متواترہ میں کسی زید وعمرو کو دخل اندازی کی اجازت نہیں۔

قرآن کریم میں اس کی بہت سی نظائر موجود ہیں کہ التقاءِ ساکنین کے وقت مدہ کو صرف تلفظ میں حذف کیا گیا ہے کتابت میں باقی رکھا گیا ہے۔

والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوٰة ۔ الأیة

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح		بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	۱۵/۹/۱۴۰۸ھ	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اکیلے نماز پڑھنے والے کیلئے مسنون قرأت

جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو نماز میں مسنون قرأت کی مقدار کیا ہے؟
المستفتی: حافظ مقبول احمد، قادر آباد فارم، ضلع ساہیوال

الجواب غیر مسافر اکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے بھی مسنون قرأت وہی ہے جو امام کے لئے مسنون ہے۔ یعنی فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل، عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل اور مغرب میں قصارِ مفصل پڑھنا مسنون ہے۔

(ویسن فی الحضر لامام و منفرد) ذکره الحلبی والناس عنه غافلون (طول المفصل) (درمختار)۔

قال ابوحنیفة رح والذی یصلی وحده بمنزلة الامام فی جمیع ما وصفنا من القراءة سوی الجهر قال الزاهدی وهذا نص علی ان القرأة المسنونة یستوی فیها الامام والمنفرد والناس عنه غافلون اھ (شامی، ج ۱، ص ۳۹۹) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفسدِ معنی غلطی مفسدِ صلوۃ ہے

اگر نماز میں قرأت کرتے ہوئے غلطی سے یوں پڑھ دیا مثلاً المنٰفقون والمنٰفقت بعضهم من بعض یأمرون بالمنکر وینهون عن المعروف کی جگہ یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر پڑھ لیا تو نماز کا کیا حکم ہے آیا نماز فاسد ہوگئی یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب چونکہ صورتِ مسئولہ میں معنی میں تغیرِ فاحش ہوگیا ہے۔ لہذا نماز فاسد ہوگئی وہ نماز دوبارہ پڑھی جائے۔ کذا فی فتاوی قاضی خان، ج ۱، ص ۹۷۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱/۴/۱۴۱۱ھ

مایتعلق

بالامامة والجماعة

اقتداءِ فاسق مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی

نحمده الله وحده ونصلی علی من لا نبی بعده۔

سوال اقتداءِ فاسق کی کراہت میں دو شخصوں کا اختلاف ہوا ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ خلاصۃ الفتاوی میں ہے۔

اذا کان امام الحی زانیا او آکل الربا له ان یتحول اھ۔

اور طحاوی میں ہے۔ وفی السراج هل الافضل ان یصلی خلف هؤلاء ام الانفراد قیل اما فی الفاسق فالصلوة خلفه اولی وهذا انما یظهر علی ان امامته مکروهة تنزیها۔ (ص ۱۶۵)۔

اور شرح عقائد میں ہے۔ ویجوز الصلوة خلف کل بر وفاجر لان علماء الامة کانوا یصلون خلف الفسقة واهل الاهواء والبدع من غیر نکیر: ص ۱

اور درمختار میں ہے۔ صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة۔

اور نیز درمختار میں ہے۔ ان الصلوة خلفه اولی من الانفراد ولکن لا ینال کما ینال خلف تقی۔

اور فرماتا ہے کہ آج کل ہر شخص فاسق ہے۔ اور فسق میں عموم بلویٰ ہے۔ لہذا بوجہ لاچاری کے اقتداءِ فاسق مکروہ تنزیہی ہے۔

اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ ہر شخص کو فاسق ماننا خلافِ واقعہ ہے۔ امت میں لاکھوں متقی موجود ہیں اور لاکھوں اگر پرہیزگار ہیں۔ علاوہ ازیں امامت میں فاسق سے مراد ظاہر الفسق ہے۔ علامہ شامی رح فرماتے ہیں۔

واستظهرنا هنالك عدم کراهة الاقتداء مالم یعلم منه مفسدا کما مال الیه الخیر الرملی، ص ۲۶۵ ج ۱۔

اور منیۃ لو غنیلی میں ہے۔ وان لم یعلم حاله ولم یظهر منه ما یمنع الائتمام به

فصلوة الماموم صحيحة نص عليه احمد لان الاصل فى المسلمين السلامة الخ۔

اور ظاہر الفسق شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ علامہ شامی رہ فرماتے ہیں۔

اما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بانه لا یهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا ولا یخفی انه اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلة فانه لا یؤمن ان یصلی بهم بغیر طهارة فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه تحریم لما ذکرنا ۔ص۵۲۳ ج ۱ ۔

اور شرح عقائد میں جو سلف صالح کا اقتدا ائمہ جور سے کرنا نقل ہے مجبوراً ضابطہ الضرورات تبیح المحظورات کے تحت تھا ۔حاصل یہ کہ اقتداء فاسق مکروہ تحریمی ہے۔ دلائل اور بھی تھے مگر سب کو لکھا نہیں۔ فقط۔

تذیرا حمد مسجد قبہ والی احمد پور شرقیہ۔

الجواب وفی درالمختار علی الشامیة ص۵۲۳ ج ۱ ۔ ویکرہ تنزیھا امامة عبد ولو معتقا الی قوله وفاسق واعمیٰ وفی رد المحتار لقوله فی الاصل امامة غیرھم احب الی بحر عن المجتبیٰ والمعراج ثم قال فیکرہ لهم التقدم ویکرہ الاقتداء بهم تنزیها فان امکن الصلوة خلف غیرھم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد۔

وفی البحر ص۳۷۰ ج ۱ ۔ تحت قول ویکرہ امامة الاعرابی والعبد والفاسق والمبتدع والاعمیٰ وولد الزناء فالحاصل انه یکرہ لهؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء بهم کراھة تنزیهیة ۔ وفی منحة الخالق فالحاصل انه یکرہ قال الرملی ذکر الحلبی فی شرح منیة المصلی ان کراھة تقدیم الفاسق والمبتدع کراھة التحریم۔

بحرالرائق کے حاشیہ پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ بکراہت تحریم ہے۔ اور عبد اور اعمیٰ اور ولد الزنا کی امامت مکروہ بکراہت تنزیہیہ ہے۔ لہٰذا ہر دو قائلین میں سے دوسرے کا قول صحیح ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ
خادم الافتاء خیر المدارس، ملتان
۱۳/۶/۷۰ ۱۳ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

امامة الالثغ لغیرہ

سوال امامة الالثغ لغیرہ جائز ہے یا نہیں ؟ قول راجح اور مفتیٰ بہ مع حوالہ تحریر فرماویں۔

حافظ قرآن یا امام الحی کی زبان میں قدرے لکنت ہو اور لام و راء کو اچھی طرح ادا نہ کرسکتا ہو تو ان کی اقتداء کا حکم کیا ہے ؟

الجواب وفی الدر المختار ولا غیر الالثغ به ای بالالثغ علی الاصح وفی رد المحتار ای خلافاً لما فی الخلاصة عن الفضلی من انها جائزة الی قوله وظاھرہ اعتمادھم الصحة ثم قال ولکن الاحوط عدم الصحة وفیه قال فی المغرب ھو الذی یتحول لسانه من السین الی الثاء وقیل من الراء الی الغین او اللام او الیاء زاد فی القاموس او من حرف الی حرف وفیه انه (ای اللثغة) بانه لو کانت یسیرة بان یأتی بالحرف غیر صاف له تؤثر ۔ (ص۵۳۳ ج ۱ شامیة)

ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے

۱ : اگر الثغ سے حرف صاف نہ نکلے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اس کی امامت جائز ہے۔
۲ : اگر ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے تو اس میں اختلاف ہے۔
۳ : لیکن جہاں عموم بلویٰ ہو صحت کا حکم مناسب ہے۔ (کذا فی امداد الفتاوی، ص ۲۴۰ ، ج ۱)

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق عفی عنہ

○

غلط خوان کی اقتداء کا حکم

سوال یہاں کے ننانوے فی صد لوگ مشتبہ الصوت حروف میں امتیاز نہیں کرتے۔ مثلاً ث کو س اور ذال کو زاء اور حاء مہملہ کو خاء معجمہ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح عین مہملہ اور معجمہ میں فرق نہیں کرتے۔ ضاد کو دال مفخم دواد پڑھتے ہیں بعض لوگ فتحہ کو بعد مد الف بڑھا کر مفرد سے تثنیہ اور لام تاکید سے لام نفی بنا دیتے ہیں جیسے جَعَلَ لکم الارض کو جَعَلَا لکم الارض اور مثلاً الی اذا لفی ضلال مبین کو انی اذا لا فی ضلال مبین پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ الف کو نہیں پڑھتے جس سے صیغہ بدل جاتا ہے جیسے اَرْسَلْنَا کو اَرْسَلَنَ اور اِنَّا کو اِنَّ پڑھتے ہیں۔ الحاصل وقف کی کوئی تمیز نہیں۔ جہاں دل نے چاہا وقف کر دیا۔ مثلاً اَلْحَمْدُ پر وقف کرکے لِلّٰهِ سے ابتداء کی۔

یا اَوْ انْقُصْ پر وقف کرکے مِنْهُ قَلِیْلًا سے ابتدا کی۔

جہاں رموز اوقاف لگے ہوئے ہیں وہاں حالتِ وقف میں بھی آخری حرف پر سکون پڑھتے ہیں۔ اسی طرح حرکات کو مجہول پڑھتے ہیں۔ اور طاء کو تاء۔ اور صاد کو سواد پڑھتے ہیں۔

بہشتی زیور حصہ دوم میں حضرت تھانوی رح لکھتے ہیں: " اگر کسی سے کوئی حرف صحیح نہیں نکلتا جیسے ع کی جگہ ۃ پڑھتی ہے یا عین نہیں نکلتا یا ث، س، ص، سب کو سین پڑھتی ہے تو صحیح پڑھنے کی مشق لازم ہے اگر صحیح پڑھنے کی مشق نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی اور اس کی کوئی نماز صحیح نہ ہوگی"۔

اور حصہ یازدہم میں فرماتے ہیں۔ جس شخص سے صاف حروف ادا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً سین کو ث اور حرف ایسا ہی تغیر و تبدل ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں۔

اسی طرح امداد الفتاوی ج ۱ ص ۱۹۳ پر فرماتے ہیں۔ البتہ الیسول کی امامت سے احتراز لازم ہے۔

فی فتاوی قاضی خان فان کان لا ینطق لسانه فی بعض الحروف الی قوله لا یؤم غیره کذا الرجل اذا کان لا یقف فی مواضع الوقف الخ (امداد الفتاوی)

کبیری میں ہے۔

والذی ینبغی ان یکون الحکم علیه کالحکم فی الالثغ انه یجتهد فی اصلاح لفظه ولا یفسد مادام علی الاجتهاد ولکن لا یجوز لغیره الاقتداء به فانهم عموا هذا الحکم فی کل من لا یمکنه النطق بحرف (ص ۹۹)

اسی طرح کبیری کے اگلے صفحہ پر فرماتے ہیں۔

ولهذا اجبت من سألنی انه صلی خلف امام نقرأ واما بنعمة ربك فحدث ، بالسین مکان الثاء بان صلوته فاسدة۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بندہ اکیلے نماز پڑھ لیا کرے یا بعد میں اعادہ کیا کرے۔؟

الجواب

وفی فتاوی قاضیخان ص۲۷ ، اما الخطأ فی الاعراب اذا لم یغیر المعنی لا تفسد الصلوة عند الکل کما لو قرأ الخ وان غیر المعنی تغیرا فاحشا بان قرأ وعصی آدم ربه فغوی بنصب میم آدم ورفع باء ربه او قرأ البارئ المصور بنصب الواو او قرأ انما یخشی الله من عباده العلماء برفع الله ونصب العلماء الی قوله وما اشبه ذلک مما لو تعمد به یکفر اذا قرأ خطأ فسدت صلوته فی قول

المتقدمین واختلف المتأخرون فی ذلک قال محمد بن مقاتل وابو نصر محمد بن سلام وابو بکر بن سعید البلخی والفقیه ابو جعفر الهندوانی والشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل والشیخ الامام اسمعیل الزاهد وشمس الائمة الحلوانی لا تفسد صلوته وما قاله المتقدمون احوط لانه لو تعمد یکون کفرا وما یکون کفرا لا یکون من القرآن وما قاله المتأخرون اوسع لان الناس لا یمیزون بین اعراب واعراب فلا تفسد الصلوة وهذا علی قول ابی یوسف ظاهر۔ وفیه بعد سطور وعامة المشائخ علی ان ترك المد والتشدید بمنزلة الخطاء فی الاعراب لا یفسد صلوته فی قول المتأخرین وایضا فیه ، ص ۷۰ - وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد لم تفسد صلوته وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثرهم لا تفسد صلوته۔

روایاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جو غلطیاں سوال میں ذکر کی گئی ہیں ان غلطیوں سے عند المتأخرین نماز فاسد نہیں ہوتی۔ پس اگر کوئی صحیح پڑھنے والا شخص مذکور فی السوال غلطیوں کے ساتھ پڑھنے والے امام کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اس نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔ اور نہ صحیح پڑھنے والے شخص کو ترک جماعت کرکے علیحدہ نماز پڑھنی چاہئے۔ چونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف بھی ہے۔ اس وجہ سے صاحب بہشتی زیور اور صاحب کبیری نے دوسرے فقہاء کے قول کو راجح سمجھ کر اس کے مطابق اپنی اپنی کتابوں میں جواب لکھا ہے۔ اس لئے جب تک آپ کو دوسری جگہ جماعت نہ ملے اس وقت تک امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھتے رہیں۔ اور یہ بھی کوشش کریں کہ امام صاحب صحیح قرأت کی کوشش کریں۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان	معین مفتی خیر المدارس ملتان

۳۰ ; ۱ ; ۱۳۷۱ھ



افضل مفضول کی اقتداء کرسکتا ہے

سوال ایک شخص جو عقائد بریلویہ سے تعلق رکھتا ہے اپنے وعظوں میں اکثر کہتا ہے کہ جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے لئے عرش بھی یہ آرزو رکھے کہ کاش یہ جوتی میرے اوپر ہوتی اس کے سامنے حضرت ابوبکر رضی جیسا صحابی امام بن کر کھڑا ہوسکتا ہے ؟ پھر کہتا ہے ہرگز نہیں ۔ بلکہ یہ بات نہ کتابوں میں ہے اور نہ حدیثوں میں ہے ۔ بلکہ دیوبندی فرقہ نے آپ ہی گھڑی ہے ۔

اب صورت یہ ہے کہ دیوبندی فرقہ کے ایک سو چالیس (۱۴۰) آدمی ہیں جنہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں خیر المدارس سے اس چیز کا حوالہ لے آؤں کہ حضرت ابوبکر رضی نے امامت کی ہے اور حضور ﷺ آپ کے مقتدی ہوئے ہیں ۔

الجواب شخص مذکور جھوٹا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے[1] اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے[2] صحیح احادیث میں صحیح سند کے ساتھ یہ واقعہ موجود ہے ۔ محدثین اور فقہاء نے لکھا ہے کہ افضل مفضول کے پیچھے نماز ادا کرسکتا ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفرلہ مفتی جامعہ ہذا ۲۵ / ۱ / ۳۹۶ھ

[1] عن عائشة رضی اللہ عنہا انہ علیہ السلام صلی فی مرضہ الذی توفی فیہ خلف ابی بکر قاعدا ۔ رواہ الترمذی وقال حسن صحیح ۔ (کبیری : ص ۲۸۰) ۔

[2] رواہ مسلم عن المغیرة بن شعبة رضی اللہ عنہ ۔ (مشکوٰة ، ج ۱ ، ص ۵۳)

احقر محمد انور مرتب خیر الفتاوی

○

قلعی بھرے ہوئے دانتوں سے امامت کرانا

سوال زید کے دانت اندر سے کھوکھلے اور خوردہ ہیں ۔ اگر وہ دانتوں کو کسی دوا یا قلعی سے بھرالے تو اس صورت میں غسل وغیرہ میں کوئی حرج تو نہیں ؟ اور اس حالت میں امامت کراسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب بھروانا جائز ہے ، غسل ہوجائے گا ، امامت کراسکتا ہے ۔

لو تحرکت سنیة الرجل لا فشدها بذهب او فضة لا بأس به اه

(امداد المفتیین ج ۱ ص ۱۶۱ بحوالہ قاضی خان)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

○

معذور کی اقتداء کا حکم

سوال ایک لڑکا بالغ سترہ سال کا ہے اور چار جماعت سکول و فارسی و صرف ونحو اور ترجمہ قرآن شریف کا چار سپارے بھی پڑھا ہوا ہے اور وہ ایک مرض میں مبتلا ہے وہ یہ ہے کہ اس کی اٹھتے بیٹھتے ، چلتے پھرتے اور نماز ادا کرتے وقت کبھی کبھی پیشاب کی بوندیں گرتی رہتی ہیں ۔ کبھی بند ہوجاتی ہیں ۔ اور کبھی شروع ۔ گرمی ہو یا سردی ۔ اسٹیشن کے اوپر وہ رہتا ہے ۔ اور کوئی جماعت کرانے والا نہیں ہے ۔ جماعت کرنے کے لئے بہت لوگ تنگ ہیں ۔ کیا وہ جماعت کراسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب معذور شرعاً وہ شخص ہے کہ اس کو وقت نماز پڑھنے کا اتنا بھی نہیں مل سکتا کہ وہ وضو کرکے فرض ہی پڑھ سکے ۔ بلکہ اتنی دیر میں بھی اس کو پیشاب کا قطرہ وغیرہ ضرور آتا ہے ۔ جب کسی آدمی کو ایسی حالت پیش آجائے تو وہ معذور سمجھا جاتا ہے اور اس وقت تک معذور سمجھا جائے گا جب تک کہ نماز کے وقت میں کم از کم ایک دفعہ بھی حدث ہوجاتا ہے ۔ پہلی تعریف ابتداء عذر کے لئے ہے اور دوسری بقاء عذر کے لئے ۔ پس جو شخص معذور ہو، اس کے پیچھے تندرست آدمی کی اقتداء جائز نہیں ہے ۔ البتہ اگر یہ معذور وضو کرکے نماز پڑھائے ، نہ وضو کرتے وقت قطرہ نکلا اور نہ نماز میں ، تب جائز ہوجائے گی ۔

فی الدر المختار ص ۳۹۰ ج ۱ ۔ ولا طاهر بمعذور هذا ان قارن الوضوء الحدث اوطرء علیه بعده ۔ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک ۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس ملتان
مورخہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
۱۳ : ۵ : ۱۳۷۱ھ

○

سنن قبلیہ پڑھے بغیر امامت کرانا

سوال امام صاحب ایسے وقت میں پہنچے کہ جماعت تیار تھی انہوں نے بجائے ظہر کی چار سنتیں ادا کرنے کے جماعت کرادی ۔ تو کیا یہ جماعت درست ہوگئی ؟

الجواب صورت مسئولہ میں جماعت درست ہوگئی نماز میں کسی قسم کی کراہت نہیں آئے گی ۔

(فتاوی امدادیہ ص ۲۵۰ ج ۱)

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۱۳۹۵/۱۲/۲۶ھ

○

امام کے لئے ضروری ہے کہ متدین ومتورع ہو

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ڈاڑھی منڈا یا بے نمازی امام ہوسکتا ہے یا دوسرے [illegible] کاموں کا مرتکب امام ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ متولی و امام میں کیا فرق ہے ۔ آیا متولی کا ہر نماز میں شریک ہونا فرض ہے ؟ یا متولی کا تنخواہ وغیرہ وصول نہ کرنا اس کی تولیت پر اثر انداز ہوسکتا ہے ؟ کیا ایک مسجد کے متولی کا مکان اگر دوسرے محلہ میں ہو تو اس سے متولی نہ ہوسکنے کی صورت نکلتی ہے جب کہ انتظام وغیرہ میں کوئی فرق نہ ہوتا ہو۔

المستفتی مولوی غلام محمد متولی وصدر مسجد [illegible]
بستی باغبان بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر

الجواب امام اس شخص کو مقرر کیا جاوے جو عالم ، متدین ، متورع ہو ۔ ڈاڑھی منڈانا اور بے نمازی ہونا گناہ کبیرہ ہے جس کا مرتکب فاسق ہوتا ہے ۔ فاسق کو ہرگز امام نہ بنایا جائے ۔ اور اگر پہلے سے امام چلا رہا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے معزول کردیں۔ متولی مسجد کے انتظامات و مالیات کا نگران ہوتا ہے تنخواہ متولی کے لئے ضروری نہیں ہے تنخواہ وصول نہ کرنے سے تولیت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے ۔ اس کا ہر نماز میں شریک ہونا اسی مسجد میں ضروری نہیں ہے۔

فقط واللہ اعلم
محمود عفی عنہ
مفتی قاسم العلوم ملتان
۲۴ : ۸ : ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۹۵۳ء کی تحریک میں معافی مانگنے والے کی امامت

سوال : ہمارے ہاں ایک امام عالم و فاضل ہیں ان میں امامت کی صلاحیت بھی ہے ، سند یافتہ ہیں ۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں رضا کاروں کے ساتھ جیل میں بھی گئے ۔ پھر معافی مانگ کر باہر آئے اور کہتے ہیں کہ میں بیمار تھا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب امام موصوف کی اقتداء میں نماز درست ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

اس تحریک کے اختتام پر کافی لوگوں نے معافی مانگ کر رہائی حاصل کی لہذا اس وجہ سے ان پر ملامت نہیں کی جاسکتی۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبد اللہ عفا اللہ عنہ ، مفتی خیر المدارس ملتان : ۱۵ ، ۶ ، ۱۳۸۲ھ

(کبھی شیعہ کبھی سنی بن جانے والے کی امامت)

سوال ایک شخص عرصہ تک سنیوں کا امام رہا ۔ پھر ایک شیعہ نے اس کو لالچ دے کر شیعہ بنالیا ۔ اس دوران وہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو برسر عام گالیاں دیتا رہا ۔ پھر اس کو ایک سنی راہ راست پر لے آیا ۔ ایک سال امامت کرانے کے بعد پھر شیعہ ہوگیا ۔ اب پھر سنیوں کی مسجد میں امامت کراتا ہے ۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟

الجواب ایسے شخص کی اقتداء سے احتراز لازم ہے ۔ جس کو اپنے دین کی حفاظت کا ذرہ بھی خیال نہ ہو اور لالچ کی خاطر کبھی شیعہ بن کر صحابۂ کرام علیہم الرضوان پر تبرا کرے ۔ اور سنیوں سے نفع کی توقع ہو تو اپنے آپ کو سنی کہلوانا شروع کردے ، ایسے شخص کو امام نہ بنایا جاوے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

(سنی رہ کر شیعہ کو نماز نہیں پڑھا سکتا ۔ البتہ شیعہ رہ کر تقیہ کے طور پر سنیوں کو نماز پڑھا سکتا ہے ۔ لہذا سنیوں کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوسکتی ۔) الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ

مزامیر کیساتھ قوالی سننے والے کی امامت :

سوال ایک آدمی مزامیر کے ساتھ قوالی بھی سنتا ہے اور باوجود دیوبندی ہونے کے بریلوی مولویوں خصوصاً عمر اچھروی اور عنایت اللہ سانگلی کو بلا کر تقریر بھی کرواتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کا قائل ہے ۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟

المستفتی
محمد یوسف رحمانی
ناظم مدرسہ خیر العلوم لودھراں

الجواب درمختار میں ہے ۔ وکرہ کل لهو لقوله علیه السلام کل لهو المسلم حرام الا ثلثة ملاعبته اهله وتأديبه لفرسه ومناضلته بقوسه (قوله وكره كل لهو) ای کل لعب وعبث فالثلاثة بمعنی واحد كما فی شرح التأويلات والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانها كلها مكروهة لانها زی الكفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام وان سمع بغتة يكون

معذورًا ويجب ان يجتهد ان لا يسمع قهستاني ۔ (شامی ص ۲۲۹ ج ۵) فتاوی دار العلوم ص ۱۷۵ ج ۳

روایت بالاسے معلوم ہوا کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سننا حرام ہے بناءً علیہ سوال میں مذکورہ صفات کے حامل امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

استاد کی ہتک کرنے اور تصویر کھینچوانے والے کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں علماءِ دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے پاس اپنے پیر یعنی مرشد کی تصویر رکھی ہوئی ہے صورت رکھنے کی یہ ہے کہ محض زیارت مقصد ہے یعنی کبھی نہ کبھی چوم لیتا ہے اس کے بارے میں علماءِ دین کیا فرماتے ہیں یعنی اپنے مرشد کی تصویر کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں ؟

دیگر عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنے استاد صاحب کو گالیاں دی ہیں اور اس پر طعن و تشنیع کرتا ہے یعنی برا سمجھتا ہے کیا ایسے شخص کی امامت ہو سکتی ہے یا نہیں بشاگرد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں کیونکہ شاگرد استاد کو گالیاں دیتا ہے ۔ نیز جو شخص اپنے مرشد کی تصویر رکھتا ہے اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے وہ امامت کرا سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی عبد الرؤف

الجواب عن عبد اللہ ابن مسعود رضی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول اشد الناس عذابًا عند اللہ المصورون متفق علیہ ۔

(تصویر بنانا اور کھینچنا اور کھینچوانا شریعت میں حرام ہے لہذا شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے ۔)

۲ : (بلا وجہ اپنے استاد عالم دین کی مخالفت کرنا اور عداوت اور توہین کرنا معصیت ہے ۔ شامی ج۱

قال الزندويستي حق العالم على الجاهل وحق الاستاذ على التلميذ واحد على السواء ۔ گالی بکنا فی نفسہٖ معصیت ہے اور پھر استاد کو گالیاں دینا تو اور برا ہے پس شخص مذکور اگر فعل بد سے توبہ تائب نہ ہو تو اس کو امام بنانا نہیں چاہئے ۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان

محکمہ اوقاف سے تنخواہ پانے والے کی امامت

سوال مساجد اوقاف میں جو امام رہتے ہیں یا مؤذن ہیں ان کو تنخواہ اوقاف سے ملتی ہے اس میں بنک کے پیسے اور خانقاہوں کے نذرانے وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں کیا ایسی مساجد میں جو محکمہ اوقاف نے بنائی ہوں اور محکمہ اوقاف کے ملازم ائمہ کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے ؟

الجواب جو مساجد اوقاف کی تحویل میں ہیں ان کی آمدنی ان کے اخراجات سے زیادہ ہے اور محکمہ اگرچہ اس آمدنی کو حرام مال کے ساتھ خلط کر دیتا ہے لیکن وہ مال حرام مغلوب ہوتا ہے ۔ اور مال مخلوط (جس میں غالب حصہ حلال کا ہو) کا استعمال جائز ہے ۔

كما في العالمكيرية ص ۱۰۵ ج ۲ ۔ آكل الربوا وكاسب الحرام اهدى اليه او اضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل مالم يخبوان ذلك المال اصله حلال ورثه او استقرضه وان كان غالب ماله حلالًا لا بأس بقبول هديته والاكل منها كذا في الملتقط ـ

لہذا ان ائمہ اور مؤذنوں کو محکمہ سے تنخواہ وصول کرنا جائز ہے اور ان ائمہ کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے ۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

۲/۲/۱۳۸۶ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

نسب بدلنے والے کی امامت :

سوال ایک شخص اپنی ذات تبدیل کر لیتا ہے ۔ مثلاً پہلے وہ سید نہیں تھا لیکن اب وہ اپنے آپ کو سید کہلاتا ہے ۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے ؟

الجواب غیر قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا فسق ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ ومن ادعى الى غير ابيه او انتمى الى غير مواليه فعليه لعنة الله المتتابعة الى يوم القيمة ۔ (ابو داؤد ج ۲ ص ۶۹۶) حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے شخص پر لعنت ہے ۔ لہذا ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ، ملتان ۲۷ : ۴ : ۱۳۹۵ھ

داڑھی کے بارے میں مودودی ائمہ کی غلط فہمی کا مدلل و مفصل جواب

آج کل کئی مساجد میں مودودی ائمہ امامت کرا رہے ہیں ان میں سے اکثر داڑھی شرعی مقدار سے کم رکھتے ہیں معہذا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ داڑھی کی شرعی مقدار یہی ہے۔ لہذا براہ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کتنی روایات میں داڑھی رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

۲ ؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کی کوئی حد مقرر فرمائی ہو یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے داڑھی کے بارے میں کوئی حد مقرر ہو تو اس کی جتنی روایات ہوں تحریر کریں۔

۳ ؛ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی داڑھی مبارک کی کس قدر تحدید تھی۔ اس بارے میں صحابہ کرام کے جتنی روایات ثابت ہیں وہ بھی ضرور تحریر کریں۔

۴ ؛ صحابہ کرام رض کے بارے میں کہا جاتا ہے معاذ اللہ کہ ان میں سے دو تین حضرات کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی جیسا کہ مودودی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اگر اس بارے میں روایات ہوں تو ضرور لکھیں تاکہ مودودی صاحب کے شبہات کا منہ توڑ جواب دیا جائے۔

المستفتی محمد شریف پانی پتی سانگھڑ

الجواب

ا ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیۃ۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)۔

ب ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفوا اللحی۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)۔

ج ، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

د ، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

ہ ، قال النووی وفی روایۃ البخاری وفروا اللحی۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

۲ و ۳ ۔ احادیث بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو بڑھانے اور لمبی کرنے کا حکم

اور حدیث نمبر ۴ میں اسے نہ صرف اپنی بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت قرار دیا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ لفظ فطرت کا معنی لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

قالوا و معناہ انہا من سنن الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ " اعفاء اللحیۃ " جسے سنت الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قرار دیا گیا ہے اور اس کے اختیار کرنے کا ہمیں مکلف بنایا گیا ہے اس کی عملی صورت باعتبار مقدار کیا تھی کیونکہ داڑھی کی جو مقدار حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت قرار پائی گئی۔ وہی مقدار امت محمدیہ (علی صاحبہا الوف التحیات والتسلیمات) کے لئے مسنون و مأمور ہوگی بوجہ اشتراک و اتحاد لفظی کیونکہ دونوں جگہ پر لفظ " اعفاء " وارد ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے۔ یا ابن أم لا تأخذ بلحیتی الایۃ وکان اخذھا بشمالہ۔ (تفسیر جلالین شریف)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کی ریش مبارک ایک مٹھی مسلم تھی۔ اور ایک حدیث شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی بھی یہی مقدار بلکہ اس سے بھی زائد معلوم ہوتی ہے۔

عن ابی معمر قلت لخباب ابن الارت اکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الظہر و العصر قال نعم قلت بای شئ کنتم تعلمون قرأتہ قال باضطراب لحیتہ۔ (بخاری شریف ص ۱۰۵ ج ۱)

صف میں کھڑے ہوئے مقتدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سری قرأت کو باضطراب لحیہ شریفہ کے معلوم کرتے تھے۔

جس سے یہ ظاہر ہے کہ لحیہ مبارکہ جہلاء زمانہ کی طرز پہ تراشیدہ خشخشی داڑھی نہ تھی بلکہ اہل حق کی طرح پوری اور مکمل داڑھی تھی۔ اور یہی حقیقت آیت بالا سے ظاہر ہو رہی ہے۔ پس آیت شریفہ اور اس حدیث کو حدیث نمبر ۱۔ ۴ کے ساتھ ملانے سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ سنت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام یہی مکمل داڑھی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مذکور میں جس کا امر فرمایا وہ بھی یہی مکمل داڑھی ہے نہ کہ بریدہ و تراشیدہ خشخشی داڑھی۔ اس کی مقدار مأمور کا مسئلہ حل ہو گیا۔

ثانیاً :- یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے داڑھی بڑھانے کے سلسلہ میں مخالفت مجوس کا حکم بھی دیا ہے۔ (دیکھئے حدیث ۲) اور مخالفت مجوس مکمل داڑھی رکھنے میں ہے نہ کہ خشخشی رکھا کرکتراتے رہنے میں۔ کیوں کہ کتراتے رہنا بھی مجوسیوں کی عادت تھی۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

واما اعفاء اللحية فمعناه توفيرها وهو معنى اوفوا اللحى في الرواية الاخرى وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشرع عن ذلك۔ (شرح مسلم ج۱، ص ۱۲۹)۔

بذل المجہود میں ہے

وكان من عادة الفرس قص اللحية۔ (ج ۵، ص ۷۹)۔

پس معلوم ہوا کہ مخالفت مجوس کرتے ہوئے مکمل داڑھی رکھنا مامور ہے۔ اور خشخشی رکھ کر کتراتے رہنا مجوسیوں کی موافقت ہے اور ممنوع ہے۔ اس سے معلوم وظاہر ہے کہ خشخشی رکھنا امتثال امر نبوی کے لئے کافی نہیں۔ اور یہ مقدار مسنون نہیں بلکہ عادت مجوس ہے۔

ثالثاً :- یہ کہ حدیث نمبر ۲ میں مخالفت مشرکین کا حکم دیا گیا ہے اور یہ مخالفت پوری داڑھی رکھنے میں ہے۔ کیوں کہ مشرکین داڑھی کتراتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ لانهم كانوا يقصون اللحى۔ اھ پس اگر ہم بھی کتراتے رہیں تو اس میں مشرکین کی موافقت ہے نہ مخالفت۔

رابعاً :- ان احادیث میں پانچ قسم کے الفاظ موجود ہیں۔ واعفوا - واوفوا - وارخوا - وارجوا - ووفروا - ان میں سے ہر لفظ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کامل لمبی لمبی داڑھی رکھی جائے نہ کہ خشخشی وفیشنی۔ "الشعر الوافی" کا ترجمہ "الشعر الطویل" ہے "وعفا شعر البعير كثر وطال فغطى دبره - عفا الارمل غطاها النبات والعفا ما كثر من ريش النعام او الشعر الطويل الوافي۔ (قاموس : ص ۹۵۸)

یہ تمام استعمالات "واعفوا" کے معنی کی وضاحت کے لئے کافی ہیں۔ اور اسی طرح وفّروا وفرۃ سے ماخوذ ہے ("وفرہ" سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لَو تک بڑھ گئے ہوں

یا اس سے بھی متجاوز ہوں)۔

والوفرة الشعر المجتمع على الراس وما سال على الاذنين منه وما تجاوز شحمة الاذن۔ (قاموس، ص ۳۶۲)۔

ان میں سے ایک لفظ "ارخوا" ہے۔ یہ ارخار سے لیا گیا ہے۔ اور ارخار کا معنی لٹکانا ہے۔ ایفار اور ارجار کے معنی بھی ان کے قریب قریب ہیں۔

كان كبير اللحية وطويل اللحية۔ (اسد الغابة ج۴، ص ۳۹)۔

ان الفاظ کے معانی لغویہ پر نظر کرنے سے کامل داڑھی کی مسنونیت ثابت ہوتی ہے انکار کی جرأت نہیں۔ ہاں جو شخص حقائق لغویہ وشرعیہ سے آنکھیں بند کرتے ہوئے "وفّروا" وغیرہ کا صرف اردو ترجمہ (داڑھی رکھو) دیکھ کر مجتہد بننے کے شوق میں ہو یا اسے صرف علماء حق کی مخالفت مقصود ہو تو اس سے یہ انکار کچھ بعید نہیں۔

"وفّروا" کا لفظ ارشاد فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ داڑھی وفرہ کی مثل مطلوب ہے۔ (وفرہ سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں سے بھی نیچے تک چلے گئے ہوں)۔ اگر کسی نے دو دن سر کے بال نہیں منڈوائے بلکہ ماہ تک بھی نہیں منڈوائے تو انہیں وفرہ نہیں کہا جا سکتا۔ ہندی میں یہ نہیں کہتے کہ "اس نے پٹے رکھے ہوئے ہیں" تو چند دن تک داڑھی نہ منڈوانے کو وفروا اللحی ارشاد نبوی کی تعمیل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

عجیب جہالت کا دور ہے کہ اپنی نادانی سے حقائق شرعیہ کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ بدعات کو سنت اور سنت کو بدعات بنایا اور بتلایا جا رہا ہے۔ احادیث صحیحہ میں مشرکین و مجوس کے جس طرز قصر اللحیۃ کی مخالفت مصرح ہے اسے سنت قرار دیتے ہوئے اختیار کرنے پر زور دیا جا رہا ہے اور عاملین سنت پر طنز و تشنیع، استہزاء و تمسخر۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

آپ نے سوال کیا ہے کہ۔

"ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر کیا جائے جنہوں نے داڑھی رکھی۔ کیونکہ مودودی صاحبان لکھتے ہیں کہ دو یا تین کے علاوہ صحابہ کرام رض میں کسی کی داڑھی نہ تھی۔" والعیاذ باللہ۔

یہ اعتراض پہلے بھی سننے میں آیا تھا لیکن اسے ایک بازاری گپ سمجھ کر قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ مگر سخت حیرت ہوئی جب کہ ایک فاضل کی تحریر میں یہ اعتراض دیکھا۔ فاضل موصوف کے

کلام کا حاصل یہ ہے۔

"کتبِ رجال میں سوائے چند راویوں کے کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ ثقہ ہونے کے لئے داڑھی کی پیمائش ضروری نہیں۔ (او کما قال)

اس عبارت میں موصوف نے اپنی عادت کے مطابق سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو طنز و استہزاء کیا ہے اس سے قطع نظر ہم اس مفروضہ پر کلام کرتے ہیں جس پر موصوف کی کلام مبنی ہے۔

۱ : موصوف کا پہلا مفروضہ یہ ہے کہ جب چند راویوں کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں ملتا تو معلوم ہوا کہ ان چند کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی۔ (جیسا کہ مودودی صاحبان کہتے ہیں)۔

۲ : دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ عدمِ ذکر داڑھی کے غیر اہم ہونے کی دلیل ہے۔

پہلے مفروضے کا بدیہی البطلان ہونا اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ سب عقلاء و اہلِ علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ (عدمِ ذکر عدمِ وجود کو مستلزم نہیں۔ بلکہ عدمِ علم بھی عدمِ وجود کو مستلزم و مقتضی نہیں حالانکہ عدمِ علم عام ہے۔ جب کسی چیز کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تو اس کا کتابوں میں ذکر نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔

کائنات میں ہزاروں اشیاء ایسی موجود ہیں کہ جن کا نہ کسی کتاب میں ذکر ہے اور نہ کسی انسان کو ان کا علم تھا۔ سائنس کی ترقی اور جدید انکشافات کی اس کثرت کے باوجود بھی اب بھی ایسے ہی ہے۔ اور معلومات سے مجہولات کا دائرہ وسیع ہے۔ کروڑہا بلکہ اربوں انسان ہو گزرے ہیں لیکن ہر انسان کا اجمالی تذکرہ صرف نام تک بھی کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ملے گا۔ رفتگان سے گزر کر موجود انسانوں اور دیگر اشیاء کا بھی یہی حال ہے تو کیا اگر ہوتا تو ذکر ہوتا کہ مفروضے کی بناء پر ان موجودات کا انکار کرنا جائز ہوگا ؟ اپنے گرد و پیش بلکہ اپنی یومیہ حرکات و سکنات اور اعمال و اقوال پر غور کیجئے ان میں سے ہر ایک مفروضہ "موجود ، مذکور" کی نفی نہیں کر رہا ہے ؟ کیونکہ یہ سب موجود ہیں لیکن کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ شرعیات اعمالِ حسنہ و عبادات کا بھی یہی حال ہے۔ کروڑوں انسان ان پر عمل پیرا ہیں۔ مگر کسی محکمہ شماریات میں ان کا کوئی اندراج موجود نہیں اور نہ ہی کسی وقائع نگار ہی کی یاد داشت میں ان کا محفوظ ہونا ضروری ہے۔ ان حقائق پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء، اعمال و عبادات وغیرہ میں مذکور نہ ہونا ہے۔ ذکر کسی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص مفروضہ "موجود، مساوی مذکور" پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھتا ہے اس کی جہالت و نادانی اظہر من الشمس ہے۔

حاصل یہ کہ اگر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر کتب و تاریخ میں نہیں ملتا تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دو ، تین کے علاوہ کسی صحابی کی داڑھی نہ تھی۔ یہ ایسے ہی غلط ہے جیسے دھوپ میں کھڑے ہونے طلوعِ شمس کا اس لئے انکار کر دیا جائے کہ اس کی خبر آج کسی اخبار میں نہیں چھپی۔ الغرض یہ مفروضہ باطل ہے۔ پس اس کی بناء پر امرِ متواتر کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

پہلے کی طرح دوسرا مفروضہ بھی غلط ہے اور باطل ہے۔ کیونکہ (عدمِ ذکر جیسے عدمِ وجود کو مستلزم نہیں ایسے ہی عدمِ اہتمام کو بھی مستلزم نہیں کبھی ایک چیز کو غیر اہم ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا جاتا ہے اور کبھی غایت ظہور اور بدیہی ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ذکر کی حاجت نہیں ہے۔)

غور کیجئے اخبارات میں خبریں چھپتی ہیں لیکن "سورج طلوع ہو گیا" یہ خبر کبھی نہیں چھپی۔ حالانکہ دنیا کی حیات طلوعِ شمس پر موقوف ہے۔ اس اہمیت کے باوجود یہ خبر شائع نہیں ہوتی۔ کیوں؟ غایتِ ظہور کی وجہ سے۔

کتبِ سیر و اسماء الرجال میں آپ یہ کہیں نہیں پائیں گے کہ فلاں راوی پنجوقتہ نماز کا پابند تھا۔ رمضان المبارک کا کوئی روزہ نہیں چھوڑتا تھا ، بے وضو نماز نہیں پڑھتا تھا ، غسلِ جنابت کرتا تھا۔ وغیر ذالک۔

گو یہ اہم ترین مسلمہ فرائض میں سے ہے۔ لیکن غایتِ ظہور کی وجہ سے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا کیوں کہ ایک مسلمان مقتداء ، راوی حدیث سے متصور ہی نہیں کہ وہ ان پر عامل نہ ہو۔ البتہ فرائض و واجبات و شرائع دینیہ کے علاوہ نوافل و تطوعات کی کثرت وغیرہ کا ذکر ملے گا۔ مثلاً

كان يقوم ليله و يصوم نهاره و كان يقرأ القرآن فى ركعته

وحج اربعين حجة وغير ذلك ۔

اسی طرح کامل داڑھی رکھنا سنتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ، سنتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور شعار ملتِ اسلامیہ میں سے ہے۔ اور اہلِ اسلام بالخصوص مقتداء۔ اور صحابہ کے عملی تواتر سے بھی یہی ثابت ہے۔ تو ایک مقدس صحابی رضی اللہ عنہ سے یا ایک متدین راوی حدیث رجل مقبول سے یہ متصور ہی نہیں تھا کہ وہ ایسے علانیہ گناہ کا ارتکاب کرتے یا اس سنتِ متواترہ کی مخالفت کرتے۔ لہذا غایتِ ظہور کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ پنجوقتہ نماز کی پابندی

بھی اہم نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ تارکِ صلوٰۃ ہونا کسی کے ماتھے پر لکھا نہیں ہوتا، لیکن داڑھی منڈوانا یا داڑھی کترانا ہر شخص کو نظر آجاتا ہے۔

الحاصل فاضل موصوف کا یہ مفروضہ بھی باطل ہے۔ اور حق یہ ہے کہ کامل داڑھی رکھنا سنتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ہے جس کی پابندی حضراتِ صحابہ رضؓ، تابعینؒ وتبع تابعین رحؒ، ائمہ مجتہدین رحؒ، اولیاءِ عظام رحؒ اور صلحاءِ امت نے کی ہے۔ اور اس کی سنیت دیگر دلائل کے علاوہ تعامل و توارثِ امت سے ثابت ہے۔ سوائے اہلِ زیغ کے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ حق جل شانہ اس سنت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، پاکستان

○

مقتدی امام کے سلام سے پہلے سلام پھیر دے تو نماز کا حکم

"تذکرۃ الرشید" میں ہے کہ اگر مقتدی نے سلام پھیرتے ہوئے امام کے لفظ "رحمۃ اللہ" کہنے سے پہلے سلام پھیر لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ نیز "تذکرۃ الرشید" میں یہ بھی ہے کہ یہ مسئلہ اہتمام کے ساتھ لوگوں کو بتانا چاہیئے۔

"فتاویٰ دار العلوم دیوبند" ج ۳، ص ۲۷۳۔ میں لکھا ہے کہ امام نے جس وقت لفظِ "السلام" کہا تو اقتداء ختم ہو جاتی ہے۔ پس اس قول کے موافق تو لفظِ "السلام" میں تقدیم نہ کرنی چاہیئے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل۔ محمد طیب طاہر

جامع مسجد الحسن، نیو نقشبند کالونی، ملتان

الجواب "تذکرۃ الرشید" کا مسئلہ اور "فتاویٰ دار العلوم" کی توجیہ دونوں سمجھ میں نہیں آئیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی آخری قعدہ بقدرِ تشہد

بیٹھنے کے بعد اگر امام سے پہلے سلام پھیر کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔ البتہ بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ عذر کی وجہ سے ہو تو کراہت بھی نہیں۔

فی رد المحتار لو اتم المؤتم التشہد بان اسرع فیہ وفرغ منہ قبل اتمام امامہ فأتی بما یخرجہ من الصلوٰۃ کسلام او کلام او قیام جاز ای صحت صلوتہ لحصولہ بعد تمام الارکان الی قولہ وانما کرہ المؤتم ذلک لترکہ متابعۃ الامام بلا عذر فلو بہ کخوف حدث او خروج وقت الجمعۃ او مرور مار بین یدیہ فلا کراھۃ۔ (امداد الفتاوی، ج ۱، ص ۲۵۰)

اس جزئیہ سے ظاہر ہے کہ انقطاعِ قدوہ کا اس مسئلے کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہیں ہے۔ خواہ یہ انقطاع پہلے سلام پر ہو جاتا ہو یا دوسرے سلام پر۔ امام کی اقتداء میں داخل ہونے کا مسئلہ تو اس پر متفرع ہو سکتا ہے۔ امام کی اقتداء سے خارج ہونے کا مسئلہ انقطاعِ قدوہ کے ساتھ منسلک نہیں۔ امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے سے بھی مقتدی کی نماز ختم نہیں ہوتی جب تک مقتدی خود سلام نہ پھیرے۔ اور متابعت امام میں مقارنت یا تعاقب کے ساتھ بھی اس مسئلے کا تعلق نہیں۔ امام سے پہلے السلام علیکم کہہ دیا تو بھی نماز ہو جاتی ہے البتہ تذکرۃ الرشید" کے مسئلہ کے بارے میں ایک خیال یہ رہا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے درحقیقت ابتداءِ نماز کا مسئلہ بتلایا ہوگا۔ سامع کو التباس ہوا، اس نے اسے آخرِ نماز کا مسئلہ کہا۔ دراصل یہ مسئلہ تکبیرِ تحریمہ کے لفظ "اللہ" کے بارے میں ہے کہ اگر کسی نے امام سے پہلے لفظِ "اللہ" ختم کر لیا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کے اسم جلالہ (اللہ) کے بارے میں یہ مسئلہ نہیں۔ کما مر۔ اور متقارب ومتماثل مسائل میں ایسا اشتباہ خارج از امکان نہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

○

دفتری اوقات میں آنے والی نمازیں افسران بالا کے روکنے کے باوجود بھی وقت میں ادا کی جائیں

بعض ملازمین جو دین کے ساتھ شغف رکھتے ہیں انہوں نے بھی یہ طریقہ اپنایا ہوا ہے کہ کام کو اولیت دیتے ہیں اور نماز کو ثانوی درجہ دیتے ہیں دفتری اوقات میں اکثر ظہر قضاء کر دیتے ہیں اور گھر آکر ظہر و عصر اکٹھے ادا کرتے ہیں۔ اگر افسرانِ بالا دفتر کے اوقات میں نماز پڑھنے کو محسوس کریں تو کیا حکم ہے ؟

الجواب (دنیاوی کام کی وجہ سے نماز کو قضاء کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں اگر افسرانِ بالا دفتر کے اوقات میں آنے والی نمازیں اس وقت پڑھنے سے روکیں تب بھی ان نمازوں کو وقت پر ادا کرنا فرض و لازم ہے۔ تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے) "محیط" میں ہے۔

لو استأجر رجلا یومًا یعمل کذا فعلیه ان یعمل ذلك العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشیٔ اخر سوی المکتوبة اھ

اور "فتاوی سمرقندیہ" میں ہے۔

وقد قال بعض مشائخنا له ان یؤدی السنة ایضا واتفقوا علی ان لا یؤدی نفلا وعلیه الفتوی۔ (شامی ج ۵ ص ۴۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

۲۵/۹/۱۳۸۵ھ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

جماعتِ ثانیہ کا حکم

جس مسجد میں امام اور نمازی متعین ہوں وہاں جماعتِ ثانیہ کرانا از روئے شریعت کیسا ہے ؟

المستفتی، ملک محمد صدیق ڈوگر سراج سنز
دولت گیٹ ملتان

الجواب (مسجدِ محلہ میں جماعتِ ثانیہ مکروہِ تحریمی ہے۔ مسجدِ محلہ کی تعریف یہ ہے کہ جس کے نمازی اور امام متعین ہوں۔)

اما مساجد المحلة وهی مالها امام وجماعة معینون اھ
(الفقه علی المذاهب الاربعة ، ج ۲ ، ص ۴۳۶)۔

(یہ کراہت تب ہے جب اہلِ محلہ نے اس مسجد میں اعلانِ اذان کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ اور اگر اہلِ محلہ نے بلا اعلانِ اذان یا بلا اذان جماعت کرائی ہو تو اس صورت میں جماعتِ ثانیہ درست ہوگی۔)

"عن ابی بکرة رضی اللہ تعالی عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اقبل من نواحی المدینة یرید الصلوة وقد صلوا فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط "

اگر جماعتِ ثانیہ مکروہ نہ ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں دوبارہ جماعت سے نماز ادا فرماتے۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا اہلِ کرام کو جمع کرکے گھر جماعت فرمانا واضح دلیل ہے اس بات پر کہ مسجد میں ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد دوبارہ جماعت مکروہ ہے۔

ویکره تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة اھ (درمختار)

قال الشامی عبارته فی الخزائن اجمع مما هنا و نصها یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلی بهما فیه اولاً غیر اهله او اهله لکن بمخافتة الاذان ولو کرر اهله بدونهما اوکان مسجد طریق جاز اجماعًا۔ اھ
(شامی ج ۱ ، ص ۴۰۸ ، مطبوعہ کوئٹہ)۔

وروی عن انس رضی اللہ تعالی عنه ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی اھ (شامی ج ۱ ، ص ۲۶۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۱/۱/۱۴۰۰ھ

منکوحۂ غیر کو گھر رکھنے والے کو امام نہ بنایا جاوے

سوال ایک شخص تین سال سے منکوحۂ غیر کو گھر لے کر بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں کو اس کے ساتھ ترکِ موالات کرنی چاہئے یا نہیں؟ اگر لوگ اس سے کھانا پینا نہیں چھوڑتے تو ان کو جماعت سے نکالا جانا چاہئے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب منکوحۂ غیر کو اپنے گھر رکھ لینا سخت گناہ ہے۔ اہل اسلام پر واجب ہے کہ ان میں علیحدگی کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اگر علیحدگی کرانے پر قدرت نہ ہو تو ان سے قطع تعلقات کیا جاوے۔ ان کی شادی و غمی میں شرکت نہ کی جاوے۔ شخص مذکور یا اس کا کوئی معاون لائق امامت نہیں۔ لیکن ان میں سے اگر کوئی شخص جماعت میں آکر شامل ہو تو اسے جماعت سے الگ نہ کیا جاوے، دیگر مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب گفتگو کرنے سے حضرات صحابہ رض کو روک دیا تھا اور ان کی بیویوں سے بھی انہیں الگ کر دیا تھا تو اس کے باوجود انہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ممانعت نہ تھی۔ حدیث کعب رض کے الفاظ یہ ہیں۔

فاستكانا وقعدا في بيوتهما واما انا فكنت اشب القوم واجلدهم فكنت اشهد الصلوة مع المسلمين۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
٤١٢ : ١٣٩٥ھ

حقہ ساز کی امامت

زید ایک مسجد کا امام ہے اس کا پیشہ حقے بنا کر فروخت کرنا ہے حالانکہ خود حقہ نہیں پیتا۔ صرف بنا کر فروخت کرتا ہے وہ کہتا ہے اگر شریعت میں منع ہو تو چھوڑ دوں گا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حقے بنانا معصیت نہیں۔ لہذا زید کے پیچھے نماز درست ہے۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر لہ
١٨/٢/١٣٨٧ھ

جس کا لڑکا کالج اور لڑکی نارمل سکول میں پڑھتی ہو اس کی امامت کا حکم

سوال امام صاحب جن کا لڑکا کنز الدقائق وغیرہ پڑھتا ہے نیز مقامی کالج میں ایف اے میں داخل ہے خود پابند شریعت ہیں اور اولاد میں بھی اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ نیز انہوں نے اپنی بچی کو گھر پر قرآن [illegible] کے ساتھ اور کچھ مسائل کی کتابیں پڑھا کر مقامی زنانہ اسکول میں داخل کرا دیا ہے۔ اب کچھ لوگ ان کی امامت پر اعتراض کرتے ہیں۔ شریعت کے حکم سے آگاہ فرماویں۔

الجواب اگر کوئی مسلمان اپنے دینی فرائض و واجبات بجا لا کر کوئی دنیوی علم حاصل کرتا ہے تو اس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانہ میں صحابہ کرام [illegible] کو عبرانی زبان اور دیگر علوم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس وقت سے اس وقت تک علماء نے دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کو مستحسن سمجھا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح ———— محمد اسحاق عفی عنہ

محمد علی خطیب سنہری مسجد لاہور ———— ١٦ : ٩ / ١٣٧٤ھ

———— عبید اللہ انور دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

شخص مذکور کی امامت میں کوئی خلل نہیں۔ کیونکہ دین کو محفوظ رکھتے ہوئے دنیاوی تعلیم حاصل کرنا مضر نہیں۔ اور اگر پردے وغیرہ کا معقول انتظام ہو تو لڑکی کو نارمل سکول میں بھیجنے میں کوئی حرج نہیں۔

الجواب صحیح		والجواب صحیح
بندہ اصغر علی غفر لہ	————	بندہ محمد عبداللہ غفر لہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان ١٧/٩/١٣٧٤ھ		مفتی خیر المدارس، ملتان

ھٰذا كذلك وانا مصدق بذلك۔

افتقر الی اللہ محمد عبداللہ درخواستی، مہتمم مدرسہ مخزن العلوم، خانپور

١٩ : ٩ / ١٣٧٤ھ

دنیوی تعلیم کا مستحسن ہونا تصحیح نیت پر موقوف ہے۔ علی الاطلاق مستحسن قرار دینا درست نہیں والباقی صحیح۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

جھوٹے تلے والی کلاہ پہننے والے امام کا حکم

سوال ایک امام مسجد سر پر جھوٹے تلے والا کلاہ رکھتا ہے اور اس کا تلا چار انگل سے زیادہ ہے امام کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں ؟ یہاں کے علماء اس کو خالص تلے کا حکم دیتے ہیں اور اس امام کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں ؟

الجواب جھوٹے تلے کا حکم خالص تلے کا نہیں۔ اور اس کا پہننا چار انگل سے زائد جائز ہے لہٰذا امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ
خیر المدارس ملتان
۲۱ : ۴ : ۱۳۷۶ھ

○

اغوا شدہ کے خاوند کی امامت درست ہے

سوال ایک پیش امام کی عورت کو ایک شخص بہکا کر لے گیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری عورت چلی گئی ہے لہٰذا تمہارے پیچھے نماز درست نہیں اور اسے امامت سے ہٹا دیا گیا۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے ؟

الجواب صورت مسئولہ میں امام مذکور بے قصور ہے اس کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ گاؤں والوں کو چاہئے کہ اس کی عورت تلاش کرنے میں مدد کریں نہ کہ امامت سے بھی ہٹا دیں۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ ۵/۸/۱۳۷۶ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہٗ

○

یک چشم کی امامت

سوال اگر کوئی شخص ایک آنکھ سے نابینا ہو دوسری آنکھ بالکل صحیح ہو تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب یک چشم کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ کما فی فتاویٰ دارالعلوم، ص ۱۹۳، ج ۳۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

○

صرف ٹوپی پہن کر امامت کرانا

سوال ایک آدمی ٹوپی سے نماز پڑھاتا ہے اور مقتدی اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے سر پر صافہ ہوتا ہے اور امام صاحب صرف ٹوپی سر پر رکھ کر نماز پڑھاتے ہیں۔ کیا ان کا اعتراض درست ہے ؟

۲ : ایک مقتدی امام کو کہتا ہے کہ یہ ٹوپی جو آپ نے پہن رکھی ہے ہندوؤں کی رسم ہے۔ اگر آپ ٹوپی سے نماز پڑھائیں گے تو ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ کیوں کہ ہماری نماز مکروہ ہوتی ہے۔

عبدالرحمن مدرسہ اصلاح المسلمین کروڑ پکا

الجواب جو امام عام حالات میں بھی ٹوپی پہنتا ہو، اس کا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھانا بلا کراہت جائز ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ص ۱۰۰، ج ۳)

۲ : یہ مقتدی جاہل ہے۔ ٹوپی کا استعمال قدیم سے چلا آتا ہے گو کیفیات میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ وضع ابو اسحاق قلنسوته في الصلوٰة ورفعها اھ (بخاری ص ۱۵۹، ج ۱)

صحابۂ کرام علیہم الرضوان ٹوپیوں کے ساتھ بھی نماز پڑھتے تھے۔ کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة۔ اھ (بخاری، ص ۵۶، ج ۱)

(مروجہ گول اور دوپلی ٹوپی ہندوستان میں علماء و مشائخ بھی پہنتے تھے۔ اسے صرف ہندوؤں کا شعار کہنا محض عناد اور زیادتی ہے۔ اور بلا علم نماز کے مکروہ ہونے کا حکم لگا دینا جہل مرکب ہے۔)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲ : ۶ : ۱۴۰۰ھ

فقط واللہ اعلم
محمد انور

○

تعویذ فروش کی امامت

سوال زید ایک مسجد میں امام ہے ساتھ ہی تعویذ بھی بیچتا ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

الجواب زید کی امامت صحیح ہے۔ کیوں کہ (تعویذ دے کر پیسے لینا شرعاً جائز ہے۔)

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

○

منکرِ حدیث کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت

سوال ۱ : ایک شخص حدیثِ پاک کا قطعی منکر ہے۔ مشہور منکرِ حدیث عبد اللہ چکڑالوی کے مذہب کا پیرو کار ہے۔ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہلاتا ہے۔ الیسا شخص از روئے شریعت مسلمان ہے یا
۲ : جو شخص ایسے آدمی کا جنازہ پڑھائے اس کی اقتداء میں پانچ وقت کی نماز، جمعہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ۱ : حدیث قرآن پاک کی توضیح و تشریح ہے۔ حدیث کو یکسر نظر انداز کر کے قرآن مجید پر عمل نا ممکن ہے۔ اور جو اس محال کا دعوٰے کرے وہ بلاریب جھوٹا ہے۔ چونکہ اتباعِ رسول کا فرض ہونا نصوصِ محکمہ قطعیہ سے ثابت ہے اس لئے حدیث کا منکر کافر اور خارج از دائرۂ اسلام ہے۔
۲ : امام مذکور تاوقتیکہ علانیہ توبہ نہ کرے اس کی اقتداء میں ہرگز نماز ادا نہ کی جائے۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۵ : ۱۲ : ۹۹ ۱۳ھ

اہلسنت والجماعت کے خلاف عقائد رکھنے والے کو امام نہیں بنانا چاہئے

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا عقیدہ اس طرح کا ہے حالانکہ امیر جماعت ہے اور بہت سے لوگ اس کے پیروکار ہیں اور اپنے آپ کو جماعت اسلامی کا امیر کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔
۱ : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتا ہے کہ حضور کو اپنے زمانے میں اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا اس کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو جائے۔ لیکن ساڑھے تیرہ ۱۳۵۰ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ حضور کا اندیشہ صحیح نہیں تھا۔ کافی رسائل و مسائل ، ۵ ستمبر ، ۱۹۵۰ء۔
۲ : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان رض کی پالیسی کا یہ پہلا غلط کام تھا۔ اور غلط کام بہر حال غلط ہے۔ خواہ کسی نے کیا ہو۔ اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش نہ عقل و انصاف

کا تقاضا ہے اور نہ ہی دین کا مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۰۸)
۳ : حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں حضرت معاویہ رض نے کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۴)
۴ : حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہن کے خلاف لکھتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جری ہو گئی تھیں اور زبان درازی کرنے لگیں۔ (اشاعت ہفت روزہ ایشیا ، ۱۹ نومبر ۱۹۷۶ء)
اب کوئی شخص اس قسم کا عقیدہ رکھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقائص بیان کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

═══

الجواب شخص مذکور کے عقائد صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اہلسنت والجماعت کے خلاف ہیں اس لئے اس کو امام نہیں بنانا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس : ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

عباسی صاحب کے معتقد کی امامت

سوال ہمارے امام مسجد ، عباسی صاحب کی کتاب جو کہ خلافت حضرت امیر معاویہ رض اور یزید کے بارے میں ہے ، کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ جب وہ کتاب بندہ نے پڑھی تو اس میں حضرت حسین رض کی صحابیت کا کھلم کھلا انکار تھا۔ اور اہلبیت ہونا بھی کچھ مشکوک لکھا ہوا تھا۔ تو بندہ نے اپنے امام مسجد سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت حسین رض تو صحابی ہیں ، لیکن ایک غلطی سے عباسی صاحب کی ساری کتاب غلط تو نہیں ہو سکتی۔ اور کہا ہمارے قوم الحق خانی پنڈی والے وعظ کے لئے یہاں آتے تھے۔ ان کے سامنے بھی عباسی صاحب کی کتاب کا ذکر ہوا تو انہوں نے بھی کتاب کی تعریف کی۔ بندہ نے کہا کہ مجھے تو آپ سے مطلب ہے کیونکہ بندہ آپ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ بندہ نے کہا اتبعوا السواد الاعظم والی حدیث پر عمل کریں۔ دو تین شہروں کے علماء سے دریافت کر لیویں۔ جدھر خیال ہو گیا اس طرح مان لیا جائے گا۔ امام مسجد نے انکار کیا۔ کہا السواد الاعظم والی حدیث عقائد کے بارے میں ہے اور یہ فروعی مسئلہ ہے۔ اب بندہ کو اور کوئی خیال نہیں صرف اپنی نماز کا فکر ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟ اور یہ بھی

کہتا ہے کہ مجھے علماء سے زیادہ تحقیق ہے کیونکہ عدم تحقیق کی وجہ سے شاہ ولی اللہ رحمہ نے امیر معاویہ رضہ کو باغی کہہ دیا ہے اگر اس کے پیچھے نماز درست نہیں تو سابقہ نمازوں کی قضا کروں ؟

الجواب سابقہ نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ آئندہ کے لئے یہ احتیاط کرلی جائے کہ نماز دوسری قریبی مسجد میں کسی صحیح العقیدہ امام کے پیچھے ادا کرلیا کریں۔ فقط۔

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفی عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۴ : ۲۳ : ۱۳۸۱ھ

امامت کیلئے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں

سوال ایک شخص جو کہ غیر شادی شدہ اور پابند شریعت بھی ہے، چند اشخاص کی رائے یہ ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھا سکتا۔ اس کی امامت درست نہیں۔ اور بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھا سکتا، انہوں نے شاہ احمد نورانی کے پاس بھی تصدیق کے لئے خط بھیجا۔

الجواب (امامت کے لئے عالم متقی اور متبع سنت ہونا ضروری ہے) یہ صفات اگر غیر شادی شدہ میں پائی جاویں تو وہ بلاشبہ امامت کا اہل ہے۔ اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص شادی شدہ ہے مگر ان صفات کا حامل نہیں ہے تو اس کی امامت درست نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امامت اور شادی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے نیک ہونا ضروری ہے۔ چونکہ عام طور پر شادی شدہ سے غلطیاں کم ہوتی ہیں اس لئے عوام کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ امام شادی شدہ ہو۔ ورنہ کوئی ضروری نہیں۔

لعموم قوله عليه السلام لابنى ابى مليكه وليؤمكما خياركما۔ الحديث فقط۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۳ : ۵ : ۱۳۹۹ھ

قاتل عمد کی امامت

ایک آدمی خانگی جھگڑوں کو مٹانے کی خاطر کسی کو عمداً قتل کرنے کے بعد مقدمۂ قتل سے بری ہوا ہے۔ اور اس گناہ کبیرہ سے توبہ پختہ بھی کرچکا ہے۔ چنانچہ اس توبہ پر بارہ تیرہ سال سے پختہ ہے۔ لیکن اولیائے مقتول سے صلح نہیں کرسکا ہے بوجہ انقلاب پاک و ہند۔ ورنہ خلوص دل سے صلح کا خواہاں ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے پیچھے فرض نماز پڑھنی جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو باطل ہوگی یا مکروہ۔ اور مکروہ بھی کون سا۔ اسی طرح اگر نماز پنجگانہ کے علاوہ تراویح میں اس کا امام بنانا جب کہ یہ شخص حافظ ہو، درست ہے یا نہ ؟

الجواب جس مقام پر ورثۂ مقتول مقیم ہوں قاتل پر لازم ہے کہ وہاں جاکر ان سے صلح وصفائی کرے اگرچہ اسے اس معاملہ میں خون کا معاوضہ مالی ہی ادا کرنا پڑے اور جس معاوضہ مالی پر بھی ورثۂ مقتول راضی ہوجائیں اسے قبول کرکے ادا کرنا چاہئے۔ جب یہ صلح ہوجائے تب قاتل مذکور کی امامت سب نمازوں میں درست ہوجائے گی بلا کراہت۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۴/۷/۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد اللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان

اقتداء صبی بمثلہ

مدارس میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ بچوں کو جب چھٹی ہوتی ہے تو ان میں سے ایک نابالغ بچہ، نابالغ بچوں کی جماعت کراتا ہے۔ شرعی طور پر یہ صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نابالغ کی اقتداء نابالغ کے پیچھے درست ہے۔

وامامة الصبي المراهق لصبيان مثله يجوز كذا في الخلاصة۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۸۴)۔ وفي الدر المختار وصح لو توضأ على الانقطاع وصلى كذلك كاقتداء بمفتصد أمن خروج الدم وكاقتداء امرأة بمثلها وصبي بمثله ومعذور بمثله و ذي عذرين بذي عذر۔ اه (شامية ج ۱ ص ۴۲۸)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

اگلی صف پوری کرنے کے لئے نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے

بعض آدمی پچھلی صف میں سنت وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں اس دوران فرض کی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے تو پہلی صف میں سب نمازی جمع ہو جاتے ہیں اس میں لازماً پیچھے نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے گزرنا پڑتا ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ یہ گزرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل قاری محمد رمضان ۷، ۵ آر ساہیوال

الجواب اس صورت میں بضرورت نمازی کے سامنے سے گزرنا روا ہے۔

والظاہر ان من الصورة الثانية مالو صلى عند باب المسجد وقت اقامة الجماعة لان للمار ان يمر على رقبته كما يأتی اھ (شامیۃ ج ۱ ص ۵۹۴)۔ وايضاً فی الشامیۃ واذا كان له ذلك فله ان يمر من بين يديه بالاولى فافهم اھ (شامیۃ ج ۱ ص ۵۹۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۸ / ۳ / ۱۳۸۹ھ

گھر یا دوکان میں جماعت کرانے سے صرف جماعت کا ثواب ملیگا

(بندہ نے اس خیال سے کہ جو دکان میں مریض موجود ہوتے ہیں ان کو تکلیف نہ ہو۔ نیز میرے ملازمین و اسٹاف کے لوگ بھی جماعت سے محروم نہ رہیں دکان میں جماعت کرانے کا انتظام کیا ہے کیا یہ درست ہے)

مستفتی ڈاکٹر محمد سلیم

بمعرفت مولانا نیاز احمد صاحب مہتمم جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر

الجواب الاصح ان اقامتها فی البيت كاقامتها فی المسجد وان تفاوتت الفضيلة اھ (طحطاوی ص ۱۵۶)۔

صورت مسئولہ میں جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن مسجد کی فضیلت کا ثواب نہیں ملے گا لہ كما فی الجزئية المذكورة - فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۴ / ۵ / ۱۳۸۵ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

لہ قال المرتب عفا اللہ عنہ (دکان میں جماعت کرانے کا مستقل معمول بنا لینا درست نہیں جب کہ مسجد بھی کچھ خاص دور نہ ہو۔ کبھی کبھار اتفاق ہو جائے تو گنجائش ہے۔)

نماز میں ٹخنے سے ٹخنا اور کندھے سے کندھا ملانے کا حکم

کیا ایک نمازی جماعت میں کھڑا ہو تو دوسرے نمازی کے کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنا ملا سکتا ہے۔ اور جو امام بخاری رح نے اپنی صحیح میں بایں طور باب منعقد کیا ہے۔

باب الزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم فی الصف وقال النعمان بن بشير رأيت رجلا منا يلزق كعبه بكعب صاحبه

اور اس کے بعد حدیث روایت فرماتے ہیں۔

حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زهير عن حميد عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقيموا صفوفكم فانی اراكم من وراء ظهری وكان احدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه۔

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں صفوف بندی کا یہی طریقہ ہے۔ تو گزارش ہے کہ حدیث ہذا کا مفہوم فقہاء کرام رح کیا بیان کرتے ہیں۔ مہربانی فرما کر فقہاء احناف رح کی عبارات پیش کریں۔

الجواب (مسنون طریقے پر صف بندی کے لئے تین امور کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) صفوں کا سیدھا ہونا۔ (۲) مل کر کھڑے ہونا کہ درمیان میں

فرجات نہ رہیں۔

۳۔ پہلی صف پوری کرکے دوسری صف شروع کی جائے۔

کما یدل علیہ الاحادیث ففی المشکوۃ عن انس رض قال اقیمت الصلوۃ فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہہ فقال اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظہری رواہ البخاری وفی المتفق علیہ قال اتموا الصفوف۔ ہر سہ امور بالا کا مامور بہ ہونا حدیثِ مذکور سے ظاہر ہے۔

امرِ دوم کے لئے حدیث میں "تراصّوا" کا لفظ وارد ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ کما فی القاموس وغیرھا تراص القوم ای تضاموا وتلاصقوا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مل کر کھڑے ہونے کے مفہوم میں الزاق الکعب بالکعب داخل نہیں بلکہ مل کر کھڑے ہونا اس سے عام ہے۔ کما لا یخفی۔ پس حدیثِ مرفوع سے تراص کا مامور بہ ہونا معلوم ہوتا ہے نہ کہ "الزاق الکعب بالکعب" کا۔ پس صف بندی میں اصل سنت مل کر کھڑے ہونا ہے نہ کہ الزاق مذکور۔ رہا حضرات صحابہ کرام رض کا یہ عمل سو تعدیل صفوف اور سدِ فرجات کے سلسلہ میں مبالغہ پر محمول ہے۔ جیسے کہ شارح بخاری نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام بخاری رح کے ترجمۃ الباب مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں۔

المراد بذلک المبالغۃ فی تعدیل الصفوف وسد خللہ۔

(فتح الباری، ج ۲، ص ۱۶۷)۔

علامہ عینی رح عمدۃ القاری میں: ج ۱، ص ۴۹۷۔ میں ترجمۂ مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں۔

واشار بہذا الی المبالغۃ فی تعدیل الصفوف وسد الخلل فیہ الخ۔

اور حضرات صحابہ رض کا یہ خصوصی امتیاز بھی ہے کہ فرمان نبوی ص کی تعمیل میں مبالغہ سے کام لیتے تھے۔ نیز واضح ہے کہ یہ معمول صحابہ کرام رض کے زمانے میں عام نہیں ہو سکا۔ نیز باقی بھی نہیں رہ سکا تھا جیسا کہ فتح الباری۔ ج ۲۔ ص ۱۶۷۔ سے ظاہر ہے کہ حدیث انس رض کے آخر میں بروایت معمر یہ زیادتی منقول ہے۔ لو فعلت باحدھم الیوم لنفر الخ او کما قال۔ پس الزاق مذکور

کا سنت سے زائد ہونا ظاہر ہے یا الزاق مذکور سے مراد محاذات ہے۔ کما فی البذل۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حدیثِ مرفوع میں الزاق الرکبۃ بالرکبۃ بھی وارد ہے۔ کما فی روایت ابی داؤد۔ جو بلا تکلف متعذر ہے پس الزاق کی تفسیر محاذات سے کی جائے گی۔ واللہ اعلم۔

الحاصل حنفیہ کے نزدیک الزاق مذکور سنت نہیں۔ اصل سنت وہی امور ثلاثہ ہیں جو شروع میں مذکور ہیں۔ تعدیل صفوف کے لئے محاذات المنکب بالمنکب اور ٹخنوں کا ٹخنوں کے سیدھ میں ہونا ضروری ہے ورنہ صف سیدھی نہیں ہو سکے گی۔ حدیثِ مرفوع میں حاذوا المناکب بالمناکب وارد ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	۱/۱۱	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا	۱۳۸۱ھ	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

(جماعتِ فجر میں شمولیت کیلئے ثناء وغیرہ چھوڑنے کا حکم)

کوئی سنتیں پڑھنے لگا جب کہ ایک رکعت ملنے کی قوی امید تھی اس نے الحمد شریف سے شروع کر دیا۔ اب نماز کیسی ہوئی؟ مکروہ تنزیہی یا تحریمی؟ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تاکہ جلد جماعت میں شریک ہو جائے خصوصاً جب کہ ایک رکعت ملنے کی امید بھی نہ ہو صرف قعدہ ملتا ہو۔

سائل غلام مصطفی رائیونڈ لاہور

الجواب (بلا وجہ ترکِ سنۃ اساءۃ ہے) اور (اساءۃ کا درجہ کراہت تحریمہ سے نیچے اور تنزیہیہ سے اوپر ہے۔ (درمختار علی الشامیہ: ج ۱، ص ۴۴۲)۔

اور صورتِ مسئولہ میں حاجتِ معتبرہ متحقق نہیں۔ کیونکہ ترک تعوذ و تسمیہ کا مسئلہ اس صورت میں ہے جب کہ دونوں رکعتیں فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

کما یظہر من الشامیۃ ج ۱، ص ۶۷۲۔ لو خاف أن تفوتہ الرکعتان یصلی السنۃ ویترک الثناء والتعوذ وسنۃ القراۃ۔ (اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو ثناء و تعوذ نہ چھوڑے) کما یفہم من الجزئیۃ المارۃ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی۔ ۱۰/۳۰/۱۳۸۲ھ

تنہا فرض ادا کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہو تو فرض کونسے شمار ہونگے

ایک آدمی نماز ظہر بغیر جماعت پوری پڑھ بیٹھا بعد میں جماعت کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے فرض جماعت سے بھی پڑھ لئے تو ان میں فرض کون سے شمار ہوں گے؟ جو اکیلے پڑھے ہیں یا جو جماعت کے ساتھ؟

الجواب جو پہلے ادا کئے ہیں وہ فرض شمار ہوں گے اور جماعت کے ساتھ جو نماز ادا کی ہے وہ نفل ہوگی۔

لو صلی ثلاث رکعات من الظہر ثم اقیمت الجماعۃ یتم ویقتدی متطوعا۔ اھ (شامی: ج ۱ ص ۴۲۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۲۹/۱۱/۱۳۹۹ھ

اقتداء قائم بقاعد یرکع ویسجد

امام صاحب معذور آدمی ہیں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکتے بیمار ہیں باوجود دوسرے آدمی کے ہوتے ہوئے جو نماز پڑھانے کے قابل ہے پھر بھی مصلا نہیں چھوڑتے۔ امام صاحب خود ہی نماز پڑھاتے ہیں۔ آیا نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب بہتر یہ ہے کہ جو قیام و رکوع اور سجود پر قادر ہو وہ نماز پڑھائے۔

(قولہ وصح اقتداء قائم بقاعد) ای یرکع ویسجد وھذا عندھما خلافا لمحمد وقولہ احوط کما فی البرھان وغیرہ والدلائل مستوفاۃ فی المطولات اھ (طحطاوی، ص ۱۶۱)۔

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۲۱/۱۰/۱۴۰۷ھ

(پرویزی کا جنازہ پڑھنے والا ——— لائق امامت نہیں)

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز جس کو جمہور علماء امت نے کافر قرار دیا ہے اس کا ایک پیروکار، ہم عقیدہ و ہم مسلک و مسلک پرویز کا مبلغ مرگیا ہے جبکہ جمہور علماء امت نے پرویز کے متبعین کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اس پرویزی پر اہلسنت والجماعت مسلمانوں کے ایک پیش امام نے جنازہ پڑھا ہے۔ لہٰذا شریعت اسلامی میں مذکورہ امام کا کیا حکم ہے؟ (ب) نماز جنازہ کی اس امامت کے بعد اس امام کے پیچھے اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب ایسا شخص عاصی و فاسق ہے اس کا امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے (علماء نے غلام احمد پرویز کو اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں پر کفر کا فتوی دے دیا ہے۔ کما فی فتاوی دار العلوم ص ۱۴۲ ج ۳۔ اہلسنت والجماعت کے امام کو ان کی میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہئے)

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۰ : ۱۲ : ۱۳۹۶ھ

جس کی لڑکی بیوہ ہو اس کی امامت

سوال ایک شخص پیش امام ہے اس کی ایک لڑکی بیوہ ہے لڑکی کا پہلا خاوند فوت ہوا تو باپ نے دوسرا نکاح کرا دیا۔ دوسرا خاوند بھی فوت ہو گیا اس لڑکی کے ۵، ۶ بچے بھی ہیں۔ باپ نے تیسری جگہ نکاح کرنے کے لئے لڑکی کو کئی بار کہا لیکن لڑکی نہیں مانتی۔ اب چک کے چند افراد ذاتی رنجش کی بنا پر اس شخص پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ اس کی لڑکی بیوہ بیٹھی ہے۔ کیا شرعاً درست ہے کہ نماز نہیں ہوگی؟

الجواب ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
اس امام کے پیچھے نماز بالکل درست ہے کوئی شبہ نہ کیا جاوے۔
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

جس کی بیوی پردہ نہ کرتی ہو اسکے پیچھے نماز پڑھنا

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں ایک غریب گھرانے کا آدمی ہوں ۱۹۳۹ء میں قرآن مجید حفظ کیا اور مزدوری کر کے گھر کا کاروبار چلایا ہے۔ اس کے بعد چندہ کر کے مسجد تعمیر کرائی ہے ۱۹۵۲ء میں امامت شروع کی ہے اور محض فی سبیل اللہ درس قائم کیا ہے۔ میں نے مسجد میں درس پڑھانے کی کوشش کی تو اہل محلہ نے نکتہ چینی کی کہ مسجد کی چٹائیاں خراب ہوتی ہیں، کوزے ٹوٹتے ہیں اور مسجد کی دیواریں وغیرہ خراب ہوتی ہیں۔ لہذا میں نے قرآن مجید کا درس گھر میں پڑھانا شروع کر دیا ہے۔ کم از کم تعداد ۶۰، ۷۰، ۸۰ کی ہوتی ہے ختم قرآن و درس قرآن دینے کی کوئی اجرت وغیرہ نہیں ہے۔ صرف رضائے الٰہی کی خاطر درس قائم کیا ہے اور مسجد کی امامت بھی فی سبیل اللہ ہے۔ میں نے دین اسلام کی اتنی خدمت کی ہے کہ پانچ چھ ہزار کی آبادی میں شہر کا کوئی گھر ایسا نہیں کہ جس میں قرآن مجید پڑھے ہوئے افراد نہ ہوں۔ سینکڑوں لوگ قرآن مجید پڑھ چکے ہیں اور کچھ حفظ بھی کر چکے ہیں۔ اس وقت بھی درس قائم ہے اور بچے پڑھ رہے ہیں۔

میرا اپنا کاروبار دوکانداری ہے اور میں گھر میں دوکانداری کرتا ہوں۔ میری دوکانداری ۱۹۳۶ء سے چلی آرہی ہے۔ میرا گزارہ اسی دوکانداری پر ہے اور کسی قسم کا ذریعہ معاش نہیں ہے۔

اس کے بعد سائل کا سوال یہ ہے کہ سائل کو امامت کراتے ہوئے پندرہ سال گزر چکے ہیں کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا ہے لیکن آج پندرہ سال کے بعد ایک محلہ والے نے اعتراض کیا ہے کہ سائل کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے کیونکہ سائل کی بیوی دوکان پر سودا دیتی ہے۔ اس اعتراض سے سارے شہر میں ہلچل مچ گئی ہے۔ صرف اہل اعتراض نے سائل کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے اور باقی تمام لوگ سائل کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

سائل کی دوکان گھر پر ہے اور اپنے ہی گھر میں بچوں کو درس دیتا ہے۔ دریں اثناء سائل کی بیوی دوکان پر محلہ کی عورتوں کو سودا دیتی ہے۔ اور اگر کوئی مرد آجاتا ہے تو سائل درس سے اٹھ کر سودا دیتا ہے۔ ہاں اگر محلہ کا کوئی شریف مرد آجاتا ہے تو سائل کی بیوی بھی دوکان پر سودا دیتی ہے۔ فرمائیے کہ سائل کے پیچھے نماز ہوتی ہے کہ نہیں؟

العارض رضا محمد ولد غلام محمد دوکاندار

رنہ خیل بمقام، خاص ڈاکخانہ، میانوالی ضلع۔

الجواب (جتنا پردہ واجب ہے اس کے ترک سے گناہ اور اس میں بے پرواہی کرنے سے امامت میں کراہت ہے اور تمام کتب فقہ میں مصرح ہے کہ حرّہ کا تمام بدن بجز وجہ وکفین کے واجب الستر ہے۔ اور وجہ

کا ستر لعارض فتنہ ہے) لہذا اگر آپ کی زوجہ سن رسیدہ ہے کہ کشف وجہ سے خوف فتنہ نہیں ہے تو آپ کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ورنہ اپنی گھر والی کو کہہ دو کہ کسی آدمی کو سودا نہ دیا کرے صرف عورتوں کو سودا دیتی رہے۔ اور اگر کوئی مرد سودا لینے کے لئے آجائے تو آپ کو بلا لیا کرے۔ کما فی امداد الفتاویٰ: ص ۲۲۲: ج ۱۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

○

شطرنج کھیلنے والے کی امامت

سوال: ایک شخص فارغ التحصیل ہو کر دین کی تعلیم دیتا ہے اور تعلیم بھی احادیث وغیرہ کی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ تفریح طبع کے لئے شطرنج بھی کھیلتا ہے۔ اور اسے کئی مرتبہ اس فعل سے روکا بھی گیا ہے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب (شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے) قال فی الدر وکرہ تحریما اللعب بالنرد وکذا الشطرنج قوله والشطرنج الی قوله فهو حرام وكبيرة ۔ (درمختار مع الشامی ج ۵: ص ۳۶۱)۔

(۔۔۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شطرنج کھیلنا موجب فسق ہے۔ لیکن امام ابو یوسف رح سے ایک روایت میں اباحت بھی ثابت ہے۔ اور امام شافعی رح نے بھی مباح فرمایا ہے۔ اور یہ اختلاف اسوقت ہے جبکہ اس پر قمار نہ ہو۔ یعنی شرط وغیرہ نہ باندھی جائے۔ اور اس کے شغل میں واجبات (صلوٰۃ وجماعت) میں خلل نہ پڑتا ہو، اور دوام بھی نہ کرتا ہو۔ ورنہ حرام بالاجماع۔)

كما قال في الدر وهذا اذا لم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب والا فحرام بالاجماع ۔ قال في الشرح وبدون هذه المعاني لا تسقط عدالته للاختلاف في حرمته عبد الرحمن ادب القاضي ۔ (درمختار مع الشامی ج ۵ ص ۳۶۱)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر شطرنج کھیلنے والا دوام کرتا ہو یا اس میں منہمک ہو کر واجبات میں خلل ڈالتا ہے یا اس پر شرط باندھی جاتی ہو تو فاسق ہونے کی وجہ سے اسکو امام بنانا مکروہ ہوگا۔ اور اگر مفاسد سے خالی ہو کر کھیلتا ہے تو اس کی عدالت ساقط نہ ہوگی اور اسکے پیچھے نماز بھی مکروہ نہ ہوگی۔ لیکن اولیٰ ہر حال میں یہی ہے کہ امام ایسے کام سے جس کو عرف میں قبیح سمجھا جاتا ہے پرہیز کرے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — خیر محمد عفا اللہ عنہ — ۲۱ ، ۱ : ۱۳۷۱ھ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ — خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

○

بیٹوں کے بدکردار ہونے سے باپ کو یہ کہنا کہ امامت کے لائق نہیں درست نہیں ہے

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید امام مسجد ہے اور وہ اپنے لڑکے خالد وغیرہ کو روزانہ یا چونی یا اٹھنی دے دیتا ہے اور لڑکا خالد اس رقم کی سگریٹ یا افیون خرید کر پیتا کھاتا ہے تو اب مولوی صاحب کہتے ہیں کہ سگریٹ کا پینا شرعاً ناجائز ہے اور افیون بھی منع ہے اس لئے خالد گنہگار ہے اور اس کا باپ بھی اس کا معاون ہے وہ بھی گنہگار ہے۔ لہٰذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۲ : دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جب تک سگریٹ وافیون خرید کر نہ دے گنہگار نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلاکراہت جائز ہے یہ اس کا معاون نہیں ہو سکتا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے صح بیع الکلب والفهد یعنی کتے اور چیتے کی بیع اور درندہ جانوروں اور پرندوں کی بیع درست ہے سوائے سور اور شراب کے اور تمباکو کی ذات پاک ہے۔ جس کی بیع بھی درست ہے جیسے کہ مجموعۃ الفتاویٰ ص ۳۹۶ : ج ۱ ۔ میں ہے کہ امامیۃ وشراءہ فیجوز ہاں البتہ سگریٹ کا پینا منع ہے اور افیون کا کھانا منع ہے اس صورت میں زید امام مسجد کے پیچھے نماز کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ آپ سے استفتاء ہے کہ قول مولوی صاحب پہلے کا درست ہے یا دوسرے کا ؟

فقط

فضل الٰہی امام مسجد چک نمبر ۳۹ : ۱۴ ایل ڈاکخانہ خاص براستہ کمرشال ضلع ساہیوال

الجواب اگر زید خود صالح اور لائق امامت ہے تو اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تزر وازرۃ وزر اخری۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
خیر محمد عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
	نائب مفتی خیر المدارس : ملتان

○

سود خور کو امامت سے ہٹانا لازم ہے

سوال ایک امام یہاں امامت کے فرائض سرانجام دیتا ہے مع ہٰذا سود پر لوگوں کو قرض دیتا ہے۔ وہ بنک سے سود پر قرض لیتا ہے اور لوگوں سے دس فیصد سود وصول کرتا ہے۔ پتہ چلنے پر اس کو ملامت کی

کی تو اس نے یہ کام اپنے بیٹے کے نام کر دیا مگر حقیقت میں نفع وہی لیتا ہے۔ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب (چونکہ سود لینا شرعاً حرام قطعی ہے۔ اس لئے اگر واقعی امام مذکور سود لیتا ہے تو وہ شرعاً فاسق اور مرتکب کبیرہ ہے، فاسق لائق امامت نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے امام کو امامت سے ہٹانا متولیوں پر لازم ہے)

اصاب من اجاب	فقط واللہ اعلم
عبد اللطیف غفرلہٗ	بندہ احمد عفا اللہ عنہ
قاسم العلوم : ملتان	نائب مفتی قاسم العلوم : ملتان
	۳۰ : ۱۲ : ۱۳۸۳ھ
الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	سید مسعود علی قادری
مفتی خیر المدارس ، ملتان	مفتی انوار العلوم ، ملتان
	۱ محرم الحرام : ۱۳۸۴ھ

○

افیون کھانے والے کی امامت

سوال :۔ اگر امام افیون کھاتا ہو تو اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ ؟ حاجی عبد اللہ : ممتاز آباد ، ملتان۔

الجواب (ضرورت کی بناء پر افیون کی اتنی مقدار جو نشہ آور نہ ہو کھانی جائز ہے۔ اس صورت میں کھانے والے کی امامت میں بھی کوئی کراہت نہ ہوگی۔ اور اگر لہو ولعب کے لئے کھائی جاتی ہے تو حرام ہے اور امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے) واما القلیل فان کان للھو فھو حرام اھ (شامی ، ص ۴۵۳ ج ۵)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	محمد انور عفا اللہ عنہ

◎

(زبردستی امام نہیں بننا چاہیئے)

سوال :۔ ایک شخص زبردستی مصلے پر چڑھ جاتا ہے، اور اس کی امامت پر کوئی بھی راضی نہیں۔ اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب زبردستی امام بننا درست نہیں ۔ عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لا تقبل منھم صلوتھم من تقدم قوما وھم لہ کارھون الخ

(مشکوٰۃ : ص ۱۰۰ ج ۱)

الجواب صحیح
محمد صدیق عفرلہٗ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

○

(منکرِ شفاعت کی امامت کا حکم)

سوال : ایک شخص قرآنی آیات یایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یأتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ اور من یعمل سوءا یجز بہ الآیۃ اور فوفیت کل نفس ما عملت الآیۃ اور الیوم تجزی کل نفس بما کسبت الآیۃ اور ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ الآیۃ وغیرہ سے استدلال کرتا ہے کہ مرتکب کبیرہ وغیرہ کی شفاعت نہیں ہے ۔ وجہ استدلال ۔ اللہ تعالیٰ نے قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہر عامل خیر اور عامل عمل شر مستوجب ثواب وعقاب ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی کلام میں احتمال تغیر و تبدل نہیں ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ ما یبدل القول لدی تو پھر شفاعت مرتب کرنا (نعوذ باللہ) غلط ہے ۔ بلکہ مخالفت قرآن ہوگا اور نقض قانون الٰہی ہوگا ۔ جو کہ موجب عتاب ہے ۔ اور جن احادیث سے ثبوت شفاعت ہے جیسے قول علیہ السلام " شفاعتی لاھل الکبائر من امتی " وغیرہ

ان کو آیات سے متعارض قرار دے کر گرا دیتا ہے ۔ اور ساتھ ہی لوگوں کو کہتا ہے کہ میں شفاعت کا قائل اور متفق اہلسنت ہوں اور مراد من الشفاعۃ لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ لیتا ہے یعنی جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے ۔ اور اللہ تعالیٰ زانی وسارق کو پسند نہیں کرتا ۔ اب اگر بغیر توبہ فوت ہوگا تو اس کی شفاعت بھی نہیں ہوگی ۔ اور اپنے مخالف کو مزاحاً کہتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ زانی وسارق کو پسند کرتا ہے اور احادیث وغیرہ لوگوں کو گناہ پر جرأت دیتی ہیں ؟ (نعوذ باللہ من ذالک) ۔

لہٰذا جناب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ اس شخص کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا باطل ؟ یہ شخص مسلمان ہے یا کافر ؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

○

الجواب شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ منکرِ شفاعت اگر کافر ہو تب تو یقیناً نماز پڑھانے کے قابل نہیں ۔ اور اگر فاسق کہا جائے جو کم از کم درجہ ہے تب بھی امامت کے قابل نہیں ۔ اکفار الملحدین ، ص ۴۰ ، ۴۱ میں ہے ۔

والحاصل ان من کان من اھل قبلتنا ولم یغل حتی لم یحکم بکفرہ تصح الصلوۃ خلفہ وتکرہ ولا یجوز خلف منکر الشفاعۃ والرؤیۃ وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانہ کافر لتواتر ھذہ الامور من الشارع علیہ السلام۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۳ شعبان ۹۴ ، ۱۳ھ

○

اہلِ تشیع سے وسیع تعلقات رکھنے والے کی امامت

سوال ایک امام وخطیب نے فرقہ شیعہ کے ساتھ وسیع تعلقات قائم کر رکھے ہیں یہاں تک کہ خود بھی ان کی شادیوں میں شریک ہوتا ہے اور ان رافضیوں تبرائیوں کو بھی اپنے بچوں کی شادی میں مدعو کرتا ہے ۔ اہل محلہ جب اعتراض کرتے ہیں تو شرعی جواز پیش کرنے سے عاجز آکر ادھر ادھر کی باتیں کرتا ہے ۔ یا یہ کہہ دیتا ہے کہ شیعہ لوگ میری امداد کرتے ہیں ۔ بعض اہل محلہ اس کی دینی بے حمیتی اور تمرّن کی بنا پر اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے ۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ تشیع سے اپنے جملہ تعلقات منقطع کر دے اور اعلان کرے کہ میں آئندہ کے لئے اہل تشیع سے کسی قسم کے مراسم نہیں رکھوں گا ۔ کیونکہ شیعوں سے مراسم اسلامیہ رکھنا اور ان کی غمی و شادی میں شریک ہونا ناجائز ہے ۔ اس پر وہ لوگ امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مستند اور جامع فتوےٰ پیش کرتے ہیں جس کو تمیں علماء دیوبند کی تائید حاصل ہے ۔ جن میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری ؒ ، علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب ؒ اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی ؒ بھی شامل ہیں ۔ بعض دستخطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتوےٰ ۱۳۴۰ھ کا ہے ۔ جن عبارات سے اہل تشیع سے مقاطعت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ عبارات و اقتباسات پیش کرتا ہوں تاکہ مسئلہ کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے اور فتوےٰ کے بعد کسی فریق کو کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے ۔

---

۱ : ایک تو اس فتوےٰ کا نام ہی ہے " شیعہ اثنا عشریہ کے کفر و ارتداد کے متعلق علماء کرام کا متفقہ فتویٰ "

جب اثنا عشریہ مرتد ہیں تو مرتدین سے اسلامی مراسم قائم رکھنا کیسے جائز ہے؟

۲ : اس فتویٰ کی ضرورت اشاعت کے متعلق امام اہل سنت لکھتے ہیں کہ بعض برادران اسلامی کو بوجہ ناواقفیت کے صدمہ ہوا کہ اہلسنت والجماعت بوجہ ناواقفیت کے شیعوں کو مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ مناکحت تک سے پرہیز نہیں کرتے، بالآخر جن کے تلخ ترین نتائج سو بار رونما ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہی مسلمان شیعوں کو مسلمان کہہ کر ان کا ذبیحہ استعمال کرتے ہیں۔ لہذا بعض حضرات کا اصرار ہوا کہ علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ان کے متعلق شائع کیا جائے تاکہ فسادات کا سدباب ہو۔ عقیدہ تحریف قرآن کے ظاہر ہونے کے بعد شیعوں کی تکفیر میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے کہ تحریف قرآن کا قائل کافر ہے۔ امید ہے کہ برادران اسلام اس مختصر مگر مستند فتویٰ کے دیکھنے کے بعد شیعہ اثنا عشریہ رافضیہ سے جمیع مراسم اسلامیہ بالخصوص مناکحت، ذبیحہ، شرکت جنازے سے پرہیز کریں گے۔ امام اہلسنت تو اپنے فتویٰ کا مقصد ہی یہ فرماتے ہیں کہ شیعہ سے جمیع مراسم اسلامیہ سے پرہیز کیا جاوے۔

۳ : الاستفتاء : ہمارے ملک میں جو فرقہ شیعہ اثنا عشریہ ہے یہ مسلمان ہے یا کافر؟ اور ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے یا نہیں؟ ان کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ اور ان کی جنازہ کی نماز پڑھنا یا اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر شیعہ تعمیر مسجد کے لئے پیسے دینا چاہیں تو وصول کئے جائیں یا نہیں؟ بینوا وتوجروا عند اللہ۔

جواب ۱۔ شیعہ اثنا عشریہ رافضیہ قطعاً خارج از اسلام ہیں۔ تمام محققین ان کی تکفیر پر متفق ہو گئے ہیں۔ ضروریات دین کا انکار قطعاً کفر ہے اور قرآن شریف ضروریات دین میں سے اعلیٰ اور ارفع چیز ہے۔ اور شیعہ بلا اختلاف ان کے متقدمین اور متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ لہذا شیعوں سے مناکحت ناجائز، ان کا ذبیحہ حرام اور ان کا چندہ ناجائز ہے۔ اور ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا شرعاً قطعاً ناجائز ہے بشنی جنازہ میں یہ لوگ میت کے لئے بد دعا کرتے ہیں۔ کما فی کتبہم۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ محمد عبد الشکور فاروقی عفا اللہ عنہ ، از مدرسہ دار المبلغین لکھنؤ (ہند)۔

۴ : شیعوں کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا، حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر قذف (تہمت) کرنا کفر ہے۔ علامہ ابن عابدین رح متوفی سنہ ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله عنها وانكر صحبة الصديق.

(شامی، ص ۲۹۴، ج ۳)

علامہ موصوف نے دوسرے مقام پر اسی کتاب میں شیعوں کو مرتد اور واجب القتل لکھا ہے۔ فانہ مرتد یقتل۔ (شامی، ص ۶۹۳، ج ۲، مطبوعہ ۱۳۰۰ھ)

جو کلام اللہ کی تحریف کا قائل ہو وہ مرتد اور کافر ہے۔ اہل کتاب نہیں۔ ان سے مناکحت اور تعلقات رکھنا اشد حرام ہیں ...... لہذا شادی و غمی میں شرکت نہ کی جائے۔ ایسے عقیدہ کے لوگ کافر ہی نہیں بلکہ اکفر ہیں۔

ریاض الدین عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند : ۱۹ صفر ۱۳۴۸ھ

۵ : عقائد مذکورہ فی السوال کے روافض صرف مرتد اور کافر خارج از اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بھی اس درجہ کے ہیں کہ دوسرے فرق کم نکلیں گے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے مراسم اسلامیہ ترک کرنا چاہئے۔

محمد مرتضیٰ حسن ناظم شعبہ تعلقات دار العلوم دیوبند

۶ : شیعہ روافض کے متعدد فرقے ہیں۔ اور ان کے مختلف عقائد اور ظنون باطل ہیں۔ بعضوں کی تکفیر واجب ہے جیسے اثنا عشریہ ہیں۔ اس لئے ان سے مناکحت ناجائز بلکہ جمیع مراسم اسلامیہ کا ترک کرنا ضروری ہے۔

محمد اعزاز علی مدرس ادب وفقہ دار العلوم دیوبند

۷ : شیعہ اپنے عقائد کی بنا پر خارج از اسلام اور کافر ہیں۔ لہذا ان سے مراسم اسلامیہ مثلاً مناکحت قربانی ذبیحہ استعمال کرنا، جنازہ پڑھنا، اور ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا، ان کو اپنے نکاحوں میں گواہ بنانا، مسجد کے لئے چندہ لینا وغیرہ کا ترک واجب ہے۔ جو شخص شیعوں سے ترک مراسم نہیں کرتا وہ اسلام سے خارج ہے اور ان ہی جیسا کافر ہے۔ فهو كافر مثلهم۔ واللہ اعلم

مسعود احمد عفی اللہ عنہ، نائب مفتی دار العلوم دیوبند

۸ : شیعہ واقعی کافر ہیں کیونکہ وہ قذف اُمّ المومنین رض اور سب شیخین کے علاوہ تحریف فی القرآن کے بھی قائل ہیں۔ کما فی کتبہم۔

مفتی محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (دہلی)

بنا بر اختصار ان عبارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب یہ فتویٰ صادر فرمائیں کہ اہل محلہ کا مطالبہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب ـــــ اہل تشیع سے امام صاحب کا اس قدر میل جول کسی صورت درست نہیں۔ اہل محلہ کا مطالبہ صحیح ہے جب تک امام صاحب کے بارے میں اطمینان نہ ہو جائے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے احتیاط کی جاوے۔ جو ضروریات ایمان کا منکر ہو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۶ / ۱۱ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۶ / ۱۱ / ۱۴۰۰ھ

میلاد میں قیام کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حاضر و ناظر ہر مجلس و ہر مکان میں ہیں اور علم کلی ہے۔ میلاد وغیرہ میں جو اصحاب قیام کرنا لازمی سمجھ کر اور حاضر و موجود سمجھ کر کرتے ہیں شرعاً ثبوت ملتا ہے؟ خیر القرون میں بھی قیام کرتے تھے؟ اگر ایسے اعتقاد والا صاحب امامت کرے تو نماز کا اعادہ کریں یا کہ ہو چکی؟

الجواب: غیر اللہ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا لازم ہے۔ اس پر قائم رہنے والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع فرمایا تھا۔ جب آپ کا انتقال شریف ہوا اس کے بعد بھی وہی حکم باقی ہے۔ خیر القرون میں کہیں قیام معروف و معمول نہیں۔ لہٰذا مجرد قیام بغیر اس عقیدۂ باطلہ کے بھی نہ کرنا چاہیئے، کرنے والا مبتدع ہے۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفی اللہ عنہ
مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

المجیب مصیب
محمد شفیع عفی عنہ
مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفرلہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۱ : ۷ : ۱۳۸۴ھ

گیارہویں کو ضروری کہنے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک بستی میں دو فرقے ہیں۔ ایک فرقہ گیارہویں کو اچھا اور ضروری سمجھتا ہے۔ اور جمعرات کے ختم کو بھی ضروری سمجھتا ہے۔ اور جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو تیسرے دن قل کرتے ہیں یعنی چنے بھون کر تقسیم کرتے ہیں اور چالیس دن کے بعد چاول وغیرہ پکاتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔

اور دوسرا گروہ ان سب چیزوں کو برا سمجھتا ہے اور پھر کھا بھی لیتے ہیں۔ نیز یہ دوسرے گروہ والے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے بھائی جتنا درجہ ہے۔

تو آپ بندہ کے دل کی تشفی فرمائیں کہ کون سا ان دونوں میں حق پر ہے اور میں کن کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھوں یا اکیلا ہی نماز پڑھوں؟ اور میں دیوبندی حضرات کا معتقد ہوں۔

الجواب: گروہ اول کا رسومات مذکورہ کو کرنا اور ضروری سمجھنا ناجائز ہے کیونکہ ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور ان کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اور ان رسومات میں شامل ہونا اور کھانا بھی ناجائز ہے۔
اور گروہ ثانی کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے بھائی جتنا درجہ ہے یہ بھی گمراہی ہے۔ لہٰذا دونوں فرقے ناحق پر بنے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اکیلا ہی نماز پڑھنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفرلہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
۲ : ۱۰ : ۱۳۸۴ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفرلہ
۲ : ۱۰ : ۱۳۸۴ھ

یزید کو اچھا سمجھنے والے کی امامت

آج کل ایک فرقہ تیزی سے پھیل رہا ہے جو یہ کہتا ہے کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے خلاف خروج کیا جو کہ درست نہ تھا۔ وہ لوگ یزید کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: معتبر کتب تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عازم کوفہ ہوئے تھے اس وقت یزید کی حکومت مستحکم نہ ہوئی تھی بلکہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ امراء آئندہ خلیفہ کے بارے میں مذبذب تھے لہٰذا ایسے حالات میں خلافت علی منہاج النبوت کے لئے سعی کرنا عین عبادت تھا نہ کہ خروج علی الامام۔ بعد میں جب حالات تیزی سے تبدیل ہوئے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے بھی تبدیل ہوگئی۔ لہٰذا اس معاملہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے والے شریعت اور تاریخ سے ناواقف ہیں۔ اور تجربہ شاہد ہے کہ ایسے لوگ اکثر افراط و تفریط کا شکار ہوتے ہیں لہٰذا ان کو امام بنانے میں احتیاط سے کام لیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

کبھی دائیں کبھی بائیں ٹانگ پر زور دینے والے کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نیت باندھنے کے بعد قرات پڑھتے وقت باری باری کبھی دائیں ٹانگ اور کبھی بائیں ٹانگ پر زور دیتا ہے۔ نیت باندھنے کے بعد انگوٹھوں سے کھیلنا قیام میں انگلی شہادت اور انگوٹھے کو اٹھائے رکھنا، سلام پھیرتے وقت پوری جماعت کو دیکھنا۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب ایسے امور نماز میں ممنوع ہیں ان سے خشوع وخضوع باقی نہیں رہتا۔ اور یہی نماز کی روح ہے۔ امام کو ان سے اجتناب ضروری ہے۔

وان من لوازمه (ای الخشوع) ظهور الذل وغض الطرف وخفض الصوت وسكون الاطراف.

(شامی: ص ۴۰۰، ج ۱)

الجواب صحیح
محمد صدیق غفرلہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

○

نابینا کی امامت کے بارے میں ایک حدیث پر شبہ اور اس کا ازالہ

سوال ایک شخص نابینا ہے مگر عالم دین ہے اپنے لباس کو صاف ستھرا رکھتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ؟ کیونکہ عام لوگ نابینا کی امامت میں کراہت کرتے ہیں۔ اگر مکروہ ہے تو حدیث انس بن مالک رض قال استخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم ابن ام مكتوم يؤم الناس وهو اعمى. اور علامہ تورپشتی رح کا فرمان۔ (حاشیہ مشکوٰۃ) استخلفه على الامامة حين خرج الى تبوك مع ان عليا فيها۔ کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب ایسے نابینا کی امامت مکروہ نہیں۔ سوال میں مذکور حدیث ہی اس کی دلیل ہے اور عوام کے کراہت کرنے کا کوئی اعتبار نہیں۔

قيد كراهة امامة الاعمى فى المحيط وغيره بان لا يكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى اه (شامی ص ۵۲۳ ج ۱)

علامہ تورپشتی کی عبارت کا تعلق جواز امامت اعمیٰ سے نہیں بلکہ وہ اس سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ امامت افضل القوم کو کرانی چاہئے۔ جب مدینہ منورہ میں رہنے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے تو ظاہر ہے کہ وہ افضل تھے۔

امامت میں بعینہ ان کو بنانا چاہئے تھا۔ اور جواب یہ دیا کہ ان کے ذمہ کچھ اور اہم ذمہ داریاں تھیں۔ اس لئے یہ اہم ترین ذمہ داری ان کے ذمہ نہیں ڈالی گئی۔ ہاں اگر بصیر و اعمیٰ، علم اور ورع میں مساوی ہوں تو ترجیح بصیر کو دی جائے گی۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۷ : ۶ : ۱۳۹۸ھ

○

(داڑھی منڈا یا غیر مسنون داڑھی والے کی امامت)

سوال غیر مسنون داڑھی رکھنے والے کی اقتداء میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ نیز داڑھی منڈے کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟

الجواب ایک مشت داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ اس سے کم رکھنا یا منڈانا ناجائز اور حرام ہے۔ ایسا کرنے والا گنہگار۔ اور فاسق ہے ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر اتفاقاً کوئی نماز پڑھا دے تو ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے۔

واما قطعها وهى دونها فلم يبحه احد اه وفيه والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته اه (شامی ص ۳۵۹ ج ۵)

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۵،۶،۱۳۹۸ھ

○

(داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں)

سوال: داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں بیان فرمادیں۔؟

الجواب حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر تم یہ چاہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول فرمادے تو چاہئے کہ امامت وہ لوگ کرائیں جو تم میں بہتر ہوں۔ اس لئے کہ امام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوم کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اھ۔ اور ظاہر ہے کہ خلاف سنت کام کرنے والا کیسے بہتر ہوسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ

کیسے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔ رواہ الامام حاکم فی مستدرکہ : اسنادہ صحیح

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

۱۳ : ۹ : ۱۳۹۶ھ

○

مردوں کی علامات رکھنے والے خنثیٰ کی امامت

سوال ایک آدمی خنثیٰ ہے مگر اب وہ بالغ ہے داڑھی بھی رکھتی ہے۔ مردکی طرح احتلام انزال بھی ہوا۔ اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب داڑھی نکل آنے کی وجہ سے شخص مذکور مردوں کے حکم میں ہے۔ اقتداء امامت اور نکاح میں عام مردوں کے برابر ہے۔ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی امرأۃ او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل۔ اھ (درمختار علی الشامیہ ص ۔۔۔)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

۱۴ : ۹ : ۱۳۹۸ھ

○

گھٹنوں کے بل کھڑا ہونے والے کی امامت

سوال ایک شخص تپ محرقہ ہونے کی وجہ سے ٹانگوں سے معذور ہو گیا ہے۔ کپڑوں کی پاکیزگی اور وضو وغیرہ کا اچھی طرح خیال رکھتا ہے وہ امامت کے فرائض انجام دے سکتا ہے یا نہیں ؟ جبکہ اس کے پیچھے مقتدی ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی امامت کے فرائض نہیں انجام دے سکتے۔ کیونکہ سب لوگ دینی مسائل سے ناواقف ہیں اور یہ معذور شخص حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ قدوری وغیرہ تک کتابیں بھی پڑھ چکا ہے اور کئی سال سے امامت پڑھ رہا ہے۔ کیا یہ عند الشرع امامت کرا سکتا ہے یا نہیں ؟ نیز یہ امام گھٹنوں کے بل کھڑا ہو سکتا ہے۔

الجواب امام مذکور کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز درست ہے مگر مستقل امام ایسے شخص کو بنایا جاوے جو تندرست ہو مکمل طور پر کھڑا ہو سکے۔ وکذا عرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولیٰ اھ۔ (شامی ص ۔۔۔ ج ۱)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

۲۹ : ۱۰ : ۱۳۹۸ھ

○

(ملاوٹ کرنے والے کی امامت)

سوال ایک امام مسجد جو موبل آئل کا کاروبار کرتے ہیں، اور موبل آئل میں ملاوٹ کرتے ہیں تاکہ نفع زیادہ ہو مقتدی ان پر ناراض ہیں۔ اگر ان امام صاحب کو منع کیا جاوے تو جمعہ میں منع کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ نیز مسجد کے لاؤڈ سپیکر پر بسوں وغیرہ کی آمد و روانگی کا اعلان کرتے ہیں۔ کیا ان صفات کا مالک امام ہو سکتا ہے ؟

الجواب (اگر واقعۃً وہ ملاوٹ کرتے ہیں اور خالص کہہ کر فروخت کرتے ہیں تو وہ دھوکہ دہی کی وجہ سے فاسق ہیں ایسے شخص کی امامت شرعاً مکروہ تحریمی ہے۔ اگر وہ توبہ کرکے اصلاح نہ کریں تو انہیں امامت سے علیحدہ کر دیا جاوے۔ نیز مسجد کے لاؤڈ سپیکر پر بسوں وغیرہ کا اعلان کرنا درست نہیں فوراً بند کر دیا جائے۔)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

۸ : ۱۱ : ۱۳۹۸ھ

○

دائمی سگریٹ نوش کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دائماً سگریٹ نوشی کرنے والے غیر امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟ — العارض محمد نواز مقام شتاب گڑھ براستہ ملتان

الجواب نماز ہو جاتی ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

وجوب کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص صاحب مال و زکوٰۃ ہوتے ہوئے عمداً وعمداً دانستہ طور پر قربانی پر جانور نہ ذبح کرے یعنی قربانی نہ کرے چہ جائے کہ امام مسجد ہو۔ اگر وہ امام مسجد ہے تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

المستفتی

حکیم حشمت علی قادریہ دواخانہ : ۵۸/۱۲/۱۲ اہل بازار کسووال ضلع ساہیوال

الجواب قربانی واجب ہونے کے باوجود نہ کرنا سخت گناہ ہے۔ حدیث میں ایسے شخص کے لئے شدید وعید آئی ہے۔ لہذا امام صاحب کو چاہئے کہ سابقہ قربانیوں کا بھی تدارک کریں یعنی توبہ واستغفار کریں۔ من وجد سعة فلم یضح فلا یقربن مصلانا الحدیث۔ بصورت دیگر وہ امام بننے کے لائق نہیں۔) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۸/۱۲/۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

مشرک کی اقتدا جائز نہیں

سوال زید نے اپنے امام مسجد کو شرک میں مبتلاء پایا، کیا زید کی نماز مشرک امام کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ نیز مفتی جواز یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ پوری جماعت کی نماز امام کی نماز کے ماتحت ایک مجموعہ کی شکل میں اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش ہوتی ہے اور اگر امام کی نماز مقبول نہ ہو تو سارے مقتدیوں کی نماز بھی غیر مقبول ہو جائے۔ جماعت کی پابندی تو مسلمانوں کو ایک امت بنانے کے لئے ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر فرد کی نماز انفرادی حیثیت ہی سے خدا کے حضور پیش ہوتی ہے۔ اور اگر وہ مقبول ہونے کے قابل ہو تو بہر حال وہ مقبول ہو کر رہتی ہے۔ خواہ امام کی نماز مقبول ہو یا نہ ہو۔ یہ عبارت رسائل مسائل حصہ اول ۲۵۱ مصنفہ ابو الاعلیٰ مودودی میں ہے۔

مستفتی

یار محمد خطیب غلہ منڈی چیچہ وطنی

الجواب (شرک کرنے والے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی مشرک کی اقتداء ناجائز ہے اور مفتی جواز کا قول غلط ہے۔ ایسے رسائل کا دیکھنا عوام کیلئے ٹھیک نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: اصغر علی غفرلہٗ : الجواب صحیح: بندہ عبد اللہ غفرلہٗ : بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

۱۹/۱۲/۱۳۷۶ھ

آغا خانی کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت

سوال گزشتہ ہفتہ ایک آغا خانی اسمٰعیلی خاندان کے فرد کی جو کہ ایک حادثہ میں ہلاک ہوئے نماز جنازہ ایک خطیب نے پڑھائی اور کہا کہ یہ بریلویوں سے تو اچھے ہیں اور ناحق بات پر سے نماز جنازہ فیصلہ متفقہ کے باوجود فاضل خطیب نے یہ کہا کہ میں اپنی ذمہ داری پر نماز پڑھاتا ہوں۔ لہذا آپ سے فتویٰ درکار ہے۔

الجواب (فرقہ آغا خانی کے اعمال وعقائد شریعت کے سراسر منافی ہیں۔ لہذا یہ فرقہ خارج از اسلام ہے اس لئے ان پر نماز جنازہ پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ پس خطیب صاحب موصوف پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ باوجود فہمائش کے اگر تائب نہ ہو تو لائق امامت نہیں۔)

فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۷ : ۵ : ۱۳۸۱ھ

الجواب صحیح
عبد اللہ عفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان
۸ : ۵ : ۱۳۸۱ھ

مرزائیوں کے رکھے ہوئے امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال کارخانہ میں ایک مسجد ہے جس کی سرپرستی فرقہ مرزائیہ لاہوری پارٹی کو حاصل ہے ان کی جانب سے باتنخواہ امام مقرر ہے۔ ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب اگر امام کے عقائد اہل سنۃ والجماعت کے مسلک کے مطابق ہیں تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے۔ اہل سنۃ پر لازم ہے کہ مسجد کا انتظام اپنے ذمہ لے لیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

جبراً کسی کے مکان پر قبضہ کرنے والے کی امامت

سوال ۱ : ایک شخص عرصہ سے جابرانہ طور پر کسی کے مکان میں بغیر معاوضہ یا کرایہ کے رہائش پذیر ہے۔ مالک مکان بوجہ نحیف و کمزور ہونے کے مکان کی واپسی کے لئے کوئی کارروائی کرنے سے قاصر و معذور ہے۔ تو کیا اس قابض شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں ؟ اور بحالت مجبوری جب کہ دوسری جگہ جماعت کی نماز نہ مل سکتی ہو تو مذکور امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے یا تنہا اپنی علیحدہ نماز پڑھیں ؟

۲ : قبر اطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شرعاً کیا حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی قبر اطہر کی زیارت کرنا مستحب ہے یا سنت یا واجب ؟

الجواب ۱ : اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ شخص ظالم و فاسق ہے اور امامت اس کی مکروہ ہے۔ لیکن اگر دوسرا امام نہ ملتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے اولیٰ و افضل ہے۔

۲ : روضۂ اطہر کی زیارت مستحب ہے۔ بلکہ ایک قول ذی وسعت کے لئے وجوب کا بھی ملتا ہے۔

وزیارۃ قبرہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ۔

درمختار علی الشامیہ ، ص ۳۵۰ ج ۲ ۔

بندہ اصغر علی عفرلہ
۹ : ۳ : ۱۳۷۷ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفرلہ

سلسلۂ بیعت کا قائل نہ ہونیوالے کی امامت

سوال ایک شخص بے مرشد ہے اور درحقیقت اس سلسلۂ بیعت کو برا کہتا ہے کبھی کہتا ہے کہ کوئی کامل مرشد ہی نہیں، کبھی کہتا ہے میں جو ڈھونڈتا ہوں ملتا ہی نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

الجواب بے مرشد ہونا تو کوئی قابل مواخذہ جرم نہیں۔ کیونکہ کسی بزرگ کی بیعت کرنا ضروری نہیں یہ ایک مستحب ہے لیکن شخص مذکور کا سلسلۂ بیعت کو برا سمجھنا اور اس سلسلے والے حضرات کو برا کہنا اور توہین کرنا اگر یہ شخص بلسبب ہے تو اس کی امامت درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفرلہ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفرلہ

جمہور امت کی تکفیر کرنے والے کی اقتداء مکروہ ہے

مولوی احمد سعید چتروڑ گڑھی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ یا اس کے ہم عقیدہ لوگوں کے پیچھے نماز درست ہے۔ اگر پڑھ لی جائے تو نماز درست ہے یا اعادہ واجب ہے ؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔
مولوی احمد سعید کے عقائد اور نظریات کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں۔ اس کے بغیر حکم لگانا مشکل ہے۔ مگر ایک بات مولوی صاحب مذکور کے متعلق ثقات سے معلوم ہوئی ہے کہ وہ جب جمعہ پڑھاتا ہے تو غیر مقلدین کی طرح نماز پڑھاتا ہے۔ اور جب باہر سفر میں ہوتا ہے تو حنفیہ کی طرح نماز پڑھتا پڑھاتا ہے اور یہ ایک قسم کا تصنع اور ریا ہے۔ پس اگر یہ روایت درست ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے۔ ونمام وھراء ومتصنع ۔ (شامی ج ۱ : ص ۵۲۴)۔

علاوہ ازیں مولوی صاحب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ سماع موتی اور سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر شریف کا منکر ہے اور قائلین کی تکفیر کرتا ہے۔ اس سے جمہور امت کی تکفیر ہوتی ہے اور جمہور امت کی تکفیر کرنے والا مبتدع ہے۔ پس اگر اس نے توبہ کر کے اس عقیدہ سے رجوع نہیں کیا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

درمختار میں ہے۔ ومبتدع ای صاحب بدعۃ ۔ (ج ۱ ص ۵۲۳)۔
جو عالم مندرجہ بالا عقیدہ رکھے یعنی قائلین سماع موتیٰ کی تکفیر کرے اس کا بھی یہی حکم ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبد القادر عفی عنہ
مدرس دار العلوم کبیر والا : ضلع ملتان

الجواب صحیح : علی محمد عفی عنہ
مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم کبیر والا

الجواب صحیح : احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۰ / ۶ / ۱۴۰۱ھ

ڈاکٹر عثمانی کے متبعین کی اقتداء میں پڑھی جانے والی نمازیں واجب الاعادہ ہیں

ڈاکٹر مسعود الدین کے نظریات درج ذیل ہیں۔

۱ : عذاب قبر اس ارضی قبر میں نہیں ہوتا بلکہ روح کو برزخی جسم میں ڈال کر علیین یا سجین میں ڈال کر عذاب یا راحت کی کیفیات ہوتی ہیں۔

۲ : وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرہ والی قبر اقدس میں نہیں ہیں۔

۳ : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور یا قریب سے سننے والا جاننا بہرحال مشرکانہ عقیدہ کا حامل ہے۔

۴ : آدم علیہ السلام کا ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے والی احادیث اور قبر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو وسیلہ بنانے والی احادیث غلط ہیں۔

۵ : زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جملہ احادیث بناوٹی ہیں۔

۶ : خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت والی احادیث من گھڑت ہیں۔

۷ : ہر طرح کے تعویذات کرنا اور پانی پر دم کرنا وغیرہ کفر و شرک ہے۔

۸ : ۳۰۰ھ سے لے کر ۱۳۰۰ھ تک جتنے بزرگان دین، اولیاء کرام بشمول خاندان ولی اللہ شاہ عبدالرحیم، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ تعالٰی کے بارے میں کہتا ہے کہ آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے قرآن و حدیث کے دین سے بالکل الگ ہے۔

۹ : اصل دین تو اس برصغیر پاک و ہند میں کبھی آیا ہی نہیں۔

۱۰ : جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ پاک والی قبر اقدس میں زندہ مانتے ہیں تاکہ ان کا درود و سلام سنیں ان کے عقائد باطل ہیں۔

دریافت طلب امور یہ ہیں۔

۱ : ایسے عقائد والا شخص کافر ہے یا مسلمان، ہدایت پر ہے یا ضلالت پر۔

۲ : مندرجہ بالا عقائد والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

۳ : جن لوگوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں آیا وہ اعادہ کریں۔

الجواب

۱۔ ڈاکٹر عثمانی خطرناک گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے اقرب الی الکفر ہے۔

۲۔ ایسے عقائد کے حامل کی اقتداء میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

۳۔ نمازوں کا اعادہ کرلیں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۵/۷ ۱۴۰ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

داڑھی مونڈنے کو پیشہ بنانے والے کی امامت

ایک امام مسجد کے پیچھے بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں اور بعض نہیں پڑھتے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ امام مسجد لوگوں کی داڑھیاں مونڈتا ہے از روئے شریعت ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

سائل عبداللطیف المتدر بھکر

الجواب

اگر وہ داڑھی مونڈنے کا پیشہ نہ چھوڑے تو اسے امام نہ رکھا جائے۔

فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۲/۷ ۱۴۰ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
	صدر مفتی خیر المدارس ملتان

ہیرا پھیری کرنیوالے کی امامت

چولستان کے لوگوں کو گورنمنٹ زمین تقسیم کرتی ہے جس میں شرط یہ ہوتی ہے کہ جس شخص کو زمین تقسیم کی جاتی ہے وہ چولستان کا رہائشی ہو۔ نمبردار اس کی تصدیق کرے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے اور یہاں کا مستقل رہائشی ہے مذکورہ شرائط سے وہ شخص زمین کا حقدار ہے۔ لیکن ایک شخص نے نمبردار سے دھوکہ سے نمبر لگوا کر اور ہیرا پھیری کر کے زمین حاصل کرلی آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے اور یہ امامت

کے لائق ہے یا نہیں ؟

الجواب امام صاحب تاوقتیکہ توبہ کرکے اس ہیرا پھیری کی تلافی نہ کریں ان کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۸/۱/۱۴۰۷ھ

خلا پر کرنے کیلئے بحالتِ نماز پچھلی صف سے اگلی صف میں آنا

ایک آدمی جماعت میں دوسری صف میں آکر شریک ہوا نماز شروع کرنے کے بعد دیکھا کہ پہلی صف میں سامنے ایک آدمی کے کھڑے ہونے کی گنجائش ہے تو وہ یہیں کھڑا رہے یا چل کر اگلی صف میں شریک ہو جائے۔

الجواب چل کر اگلی صف کو جا کر پُر کرے اس چلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

" اذا رأى الفرجة بعد ما احرم هل يمشي اليها لم أره صريحا وظاهر الاطلاق نعم ويفيده مسئلة من جذب غيره من الصف كما قدمناه فانه ينبغي له ان يجيبه لتنتفي الكراهة عن الجاذب فمشيه لنفي الكراهة عن نفسه اولى فتأمل ثم رأيت في مفسدات الصلوة من الحلية عن الذخيرة ان كان في الصف الثاني فرأى فرجة في الاولى فمشى اليها لم تفسد صلوته لانه مأمور بالمراصة قال عليه الصلوة والسلام تراصوا في الصفوف ولو كان في الصف الثالث تفسد - اه - اي لانه عمل كثير وظاهر التعليل بالامر انه يطلب المشي اليها تأمل اه (شامی ج ۱ ص ۴۲۱) - فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۳/۱۴۱۰ھ

جماعت کے وقت کوئی بزرگ آجائیں تو کون نماز پڑھائے

ہماری مسجد کے امام وخطیب مقرر ہیں اور وہ نماز کے وقت موجود بھی ہوتے ہیں اور بسا اوقات کوئی اور عالم یا بزرگ آجاتے ہیں تو کچھ مقتدی اصرار کرتے ہیں کہ آنے والے نماز پڑھائیں۔ شرعاً وضاحت فرمائیں کہ سابق امام ہی امامت کے زیادہ حقدار ہیں یا نو وارد امام نماز پڑھائیں۔ بینوا توجروا۔
نفیس الرحمٰن ساہیوال

الجواب پہلے سے مقرر امام ہی نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے نو وارد کو آگے کریں تو کوئی حرج نہیں۔

واعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا - اه - (درمختار) - (قوله مطلقا) اى وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرأ منه وفي التاتارخانية جماعة اضياف في دار يريد ان يتقدم احدهم ينبغي ان يتقدم المالك فان قدم واحدا منهم لعلمه وكبره فهو افضل - اه (شامية ج ۱ ص ۴۱۳) - فقط واللہ اعلم -

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۲/۱۴۱۰ھ

نماز کے بعد نمازیوں کا آپس میں یا امام صاحب سے مصافحہ کرنا بدعت ہے

مسجد میں نماز باجماعت کے بعد اکثر نمازی امام صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اس کی علماء کے نزدیک کیا حیثیت ہے ؟
سائل عبدالرزاق خان ساہیوال

الجواب نماز کے بعد لوگوں کا آپس میں یا امام صاحب سے مصافحہ کرنا بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

وينبغي له ان يمنع ما احدثوه من المصافحة بعد صلوة الصبح

وبعد صلوة العصر وبعد صلوة الجمعة بل زاد بعضهم فی هذا الوقت فعل ذلك بعد الصلوة الخمس و ذلك كله من البدع - (المدخل ، ج ۲ ، ص ۵۰) - فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

۱۴/۳/۱۴۰۰ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

اجنبیہ کے ساتھ میل جول رکھنے والے کی امامت

ایک امام مسجد جو قرآن مجید صرف ناظرہ پڑھا ہوا ہے دیگر مسائل سے بھی واقف نہیں ہے۔ ایک نامحرم عورت کو روزانہ سائیکل پر اسٹیشن سے چک تک لاتا ہے جو تین میل کا فاصلہ ہے کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا یا اسے مستقل امام رکھنا درست ہے۔

الجواب اجنبیہ عورت کے ساتھ اس قدر میل جول رکھنے والا شخص قابل امامت نہیں اور قطع نظر ان تعلقات کے امام کے لئے نماز کے مسائل کا عالم ہونا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا کسی متبع سنت عالم کو امام بنایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

غرہ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

(امام مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے پہلے اٹھ جائے تو مقتدی پورا کر کے اُٹھے)

۱ :- جب امام کی قیادت میں مقتدی نماز پڑھتا ہے اور امام " التحیات " کو جلدی سے پڑھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب مقتدی کو " التحیات " پوری کر کے کھڑا ہونا چاہئے یا فوراً امام کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے اور التحیات کو چھوڑ دے حالانکہ مقتدی کو یہ بھی اعتماد ہے کہ امام کے رکوع سے پہلے ہی قیام میں شامل ہو جائے گا۔ اب آیا امام کا اتباع ضروری ہے یا التحیات کو پورا کرے۔

۲ :- امام کے پیچھے اگر مقتدی سے کوئی فرض بھول کر چھوٹ جائے جیسے قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ تو

امام کے پیچھے مقتدی کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ ایسی صورت میں مقتدی کو کیا کرنا چاہئے ؟

نثار احمد۔ ساہیوال

الجواب ۱ : اس صورت میں مقتدی التحیات پوری کر کے اٹھے۔

والحاصل ان متابعة الامام فی الفرائض والواجبات من غیر تأخیر واجبة فان عارضها واجب لا ینبغی ان یفوته بل یأتی به ثم یتابع کما لو قام الامام قبل ان یتم المقتدی التشهد فانه یتمه ثم یقوم لان الاتیان به لا یفوت المتابعة بالکلیة وانما یؤخرها والمتابعة مع قطعه تفوته بالکلیة فکان تأخیر احد الواجبین مع الاتیان بهما اولی من ترک احدهما بالکلیة اه (شامی ، ج ۱ ، ص ۴۳۹)۔

۲ : وہ فرض ادا کر کے جہاں امام ہو وہاں شامل ہو جائے۔ فرض ترک ہو جانے کی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

۲۲/۲/۱۴۰۲ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

(حافظ وقاری میں سے امامت کیلئے قاری کو ترجیح دیجائے)

ایک امام صاحب کارڈ کا حافظ قرآن مع قرأت سند یافتہ ہے۔ دوسرے حافظ صاحب سادہ لوح بچوں کے درس و تدریس کیلئے متعین ہیں نیز دوکاندار ہیں اور گناہ بے لذت کا شکار ہیں۔ دونوں میں سے کس کو تراویح کا امام مقرر کیا جائے ؟

الجواب (اگر مسائل نماز کے متعلق دونوں کی قابلیت مساوی ہے تو سند یافتہ قاری قابل ترجیح ہے حافظ محض سے) نیز حافظ محض کا مبتلائے معصیت ہونا بھی اس کے مرجوح ہونے کی قوی دلیل ہے۔

والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلوة الخ

ثم الاحسن تلاوة وتجويدًا افاد بذلك ان معنى قولهم اقرأ ای اجود لا اکثرهم حفظا الخ ومعنى الحسن فی التلاوة ان یکون عالما بکیفیة الحروف والوقف ومایتعلق بها۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۸/۱/۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

اکیلا آدمی اگلی صف سے کسی کو کھینچ لے یا اکیلا کھڑا ہو جائے؟

جماعت کی پہلی صف مکمل ہے اور پیچھے سے ایک آدمی نماز میں ملتا ہے اور کوئی آدمی نہیں اور پہلی صف میں جگہ بھی نہیں ہے۔ کیا وہ پہلی صف سے آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ملائے تو وہ آدمی کہاں سے پکڑ کر اپنے ساتھ ملائے۔ ایک طرف سے یا درمیان سے یا امام کے پیچھے سے؟

سائل محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب آج کل جہالت عام ہے اگر اگلی صف سے کسی کو کھینچا گیا تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا کہ جس سے نماز خراب ہو جائے گی۔ لہٰذا کسی کو کھینچنا مناسب نہیں۔ اور اگر آدمی سمجھ دار، مسائل جاننے والا ہے اور اس کا خطرہ نہ ہو کہ نماز فاسد کرلے گا تو یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بائیں طرف سے کسی کو کھینچ لے۔ اور اگر داہنی جانب سے کھینچے تو بھی مضائقہ نہیں۔ (امداد المفتین)

وقد منا کراھیة القیام فی صف خلف صف فیه فرجة للنهی وکذا القیام منفردًا وان لم یجد فرجة بل یجذب احدا من الصف ذکره ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکه اولیٰ فلذا قال فی البحر یکره وحده الا اذا لم یجد فرجة۔ اھ (درمختار)۔

(قوله لکن قالوا الخ) القائل صاحب القنیة فانه عزا الی بعض

الکتب اتی جماعة ولم یجد فی الصف فرجة قیل یقوم وحده ویعذر وقیل یجذب واحدا من الصف الی نفسه فیقف بجنبه والاصح ماروی هشام عن محمد انه ینتظر الی الرکوع فان جاء رجل والا جذب الیه رجلا او دخل فی الصف ثم قال فی القنیة والقیام وحده اولیٰ فی زماننا لغلبة الجهل علی العوام فاذا جره تفسد صلوته اھ قال فی الخزائن قلت وینبغی التفویض الی رأی المبتلی فان رأی من لا یتأذی لدین او صداقة زاحمه او عالما جذبه والا انفرد۔ اھ۔ قلت وهو توفیق حسن اختاره ابن وهبان فی شرح منظومته اھ (شامیة ج ۱ ص ۵۳۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳۰/۷/۱۴۰۶ھ

ثالث بالخیر کی امامت کا حکم

ولد الزنا (ثالث بالخیر) مسلم اہل علم امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب اگر حاضرین میں علم و عمل کے لحاظ سے وہی افضل ہے تو بلا کراہت امامت کرا سکتا ہے۔

وفی الشامیة ولو عدمت ای علة کراهة بان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدة والاعمی من البصیر فالحکم بالضد۔ اھ۔ (شامی ج ۱ ص ۵۲۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۳/۱/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

ایک حدیث سے عورت کی امامت پر استدلال کا جواب

فرانس کی یونیورسٹی کے ایک ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ پر تشریف لے گئے تھے تو فرائض امامت ایک بی بی کے سپرد فرما گئے تھے۔ وہ محترمہ خاتون مرد و زن کی امامت فرمایا کرتی تھی یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ اب بھی عورت مردوں کی امامت سرانجام دے سکتی ہے۔ سنن نسائی اور ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے اس کے متعلق وضاحت کیجائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حوالہ بقید باب وصفحہ لکھا جاتا تو بہتر تھا تاکہ پوری تحقیق ہو سکتی۔ ابوداؤد میں ایک روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر پر تشریف لے جانے لگے تو ام ورقہ بنت نوفل نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بھی ساتھ جانے کی اجازت دیجئے میں وہاں زخمیوں کی خدمت کرتی رہوں گی شاید مجھے بھی شہادت نصیب ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھر ہی ٹھہرو تمہیں اللہ تعالیٰ شہادت عطا فرمائیں گے پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ میں اپنے احاطہ میں واقع گھروں کے لئے ایک مؤذن رکھ لوں تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دے دی۔ اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ

وامرها ان تؤم اهل دارها ای نساء المحلة۔ اھ (بذل المجهود ج ۱، ص ۳۳۱)۔

شاید ڈاکٹر صاحب موصوف اس حدیث کو بنیاد بنا کر اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہوں۔ مگر اس حدیث سے ان کا استدلال درست نہیں۔ جو کچھ ڈاکٹر صاحب کہنا چاہتے ہیں وہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

محدثین نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس سے یہ استدلال کرنا کہ عورت مردوں کی امامت کرا سکتی ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ اس حدیث سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ مردوں کی امامت بھی کراتی تھیں۔ اسی کے تحت یہ بھی لکھا ہے کہ احادیث واجماع امت کی رو سے عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بذل المجہود شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۱

اور عورت کا عورتوں کی امامت کرانا بھی منسوخ ہے۔

ہدایہ میں عورت کی امامت کی کراہت کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو امامت کرانا منقول ہے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہے اور منسوخ ہے۔

وحمل فعلها (ای عائشة رضی الله تعالی عنها) الجماعة علی ابتداء الاسلام قال فی الفتح الحاصل انه منسوخ۔ (حواشی هدایه ج ۱، ص ۱۰۳)۔

حاصل عورت نہ مردوں کی امامت کرا سکتی ہے، اور نہ عورتوں کی۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

۱۴۰۶/۳/۱۷ھ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حسین وجمیل امرد کی امامت

ایک طالب علم حافظ القرآن جس کی عمر تقریباً سولہ سال ہے اور بالغ ہے۔ داڑھی ابھی تک نہیں اتری۔ داڑھی آنے کے معمولی آثار نظر آتے ہیں نیز معزز نمازی اس کے اچھے کردار کی تعریف کرتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اب شروع کی ہے۔ بڑے مسائل سے ناواقف ہے۔ کیا اس کو مسجد میں امام مقرر کیا جا سکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب اگر نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہو حسین وجمیل بھی نہ ہو تو بلا کراہت نماز درست ہے۔ حسین وجمیل ہونے کی صورت میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

در مختار میں ہے۔

وکذا تکره خلف أمرد الخ۔ قال العلامة الشامی رح الظاهر انها تنزیهیة ایضا والظاهر ایضا کما قال الرحمتی ان المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة۔ (ج ۱، ص ۱۵۴ شامی نسخه جدید)۔

حاصل اگر غیر امرد امام متبع السنۃ ملتا ہے تو بے ریش کو امام نہ بنانا اولیٰ ہے ورنہ جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی۔ ۱۴۰۶/۲/۱۲ھ

محقق نما مشکک کی امامت

ا : جو شخص ائمۂ اربعہ کے مسالک کو بیک وقت
جائز سمجھتا ہے اور متعین امام کی تقلید کو نفسانیت
دیتا ہے اور عوام الناس کو بھی اس کی تلقین کرتا ہے۔

ب : دعاء بعد الفرائض بہیئتِ اجتماعیہ من غیر لزوم مع رفع الیدین کو بدعت قرار دیتا ہے۔

ج : اکابر علماء مثلاً حضرت تھانوی رح۔ حضرت بنوری رح۔ حضرت شیخ الحدیث رح کے بارے میں کہتا
ہے کہ ان کی عبارات میں شرک و کفر ہے۔

د : ان عقائد کے حامل کو امام بنانا اور اس کے درس میں شریک ہونا کیسا ہے۔

۲ : مذکورہ بالا عقائد کے باوجود اپنے آپ کو حنفی قرار دیتا ہے۔ کیا ایسا شخص حنفی ہو سکتا ہے
معیارِ حنفیت کیا ہے ؟

الجواب امام صاحب موصوف سلف کے بارے میں ضروری اعتماد سے محروم معلوم ہوتے
ہیں جو دور حاضر کا عام مرض ہے۔ یعنی " تشکیک بنامِ تحقیق " عوام کے لئے
ایسی تشکیکات مضر ہیں۔ پس ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ یہی حکم ان کے درس کا ہے۔ اس علاقے
میں بھی ایک عالم تھے جنہوں نے پہلے دعاء بعد الفرائض کا انکار کیا۔ بعد چندے ٹھیٹھ غیر مقلد بن گئے۔
بلکہ غیر مقلدین کے مدرسہ کے صدر مدرس مقرر ہو گئے۔ اب ترقی کر کے شاید کہیں چلے گئے ہیں۔
۲ ، ۳ ، ۱ - جو شخص حنفیت کا التزام نہیں کر سکتا وہ حنفی کیسے کہلا سکتا ہے۔ مواضع ضرورت کا
استثناء امر آخر ہے (اس سے معیارِ حنفیت بھی معلوم ہو گیا۔ کہ مذہب حنفی کو قرآن و حدیث اور اجماع
امت اور دلائلِ شرعیہ کے اقرب سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا۔) فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

امام میں ان امور کا ہونا ضروری ہے

ائمہ مساجد کے لئے شریعت میں از روئے قرائت و تجوید و تعلیم دین کے، کوئی معیار مقرر ہے،
کہ اگر کوئی شخص اس معیار پر پورا اتر آئے تو وہ اس منصب امامت کے قابل ہو۔ اور جو کم رہے تو اس

کے پیچھے نماز فاسد و مکروہ اور ناجائز ہو۔ از روئے فقہ حنفی دلائل سے مزین فرمائیں، بینوا توجروا۔

الجواب (امامت کے لئے شرعاً کم از کم یہ معیار ضروری ہے ا قرآن مجید کا آخری پارہ مکمل
یا نصف تجوید کے ضروری قواعد کی رو سے صحیح اور حفظ ہو۔

۲ : پانی ، وضوء ، غسل اور نماز کے ضروری مسائل کا علم رکھتا ہو۔ نماز کے مفسدات و مکروہات ،
سنتیں و فرائض و واجبات کی تفصیلات سے آگاہ ہو۔

۳ : اعمال میں کوئی علامت فسق داڑھی منڈانا ، جماعت کی پابندی نہ کرنا ، گناہ کبیرہ کا ارتکاب ظاہر
نہ ہو، مفسد نہ ہو[1]۔

یہ ادنیٰ معیار ہے۔ نئے ائمہ کا تقرر اس وقت ہونا چاہئے جب کہ امیدوار معیارِ مذکور پر پورا
اترنے کی سند کسی مستند ادارے سے حاصل کرے۔ یا مقامی علماء امیدوار کو اس معیار کے مطابق
پائیں۔ قدیم ائمہ کی بتدریج اصلاح ہونی چاہئے۔) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبد اللہ عفرلہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

[1] اذا اجتمع قوم ولم یکن بین الحاضرین صاحب منزل
اجتمعوا فیہ ولا فیہم ذو وظیفۃ وھو امام المحل ولا ذو
سلطان کامیر ووال وقاض فالاعلم باحکام الصلوۃ الحافظ
مابہ سنۃ القرأۃ ویجتنب الفواحش الظاھرۃ وان کان
غیر متبحر فی بقیۃ العلوم احق بالامامۃ اھ (مراقی الفلاح
علی ھامش الطحطاوی، ص ۱۶۳)۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

صرف نابالغ بچے مقتدی ہوں تو بھی جماعت کرائی جائے

مسجد میں اذان ہو گئی اور امام صاحب کے علاوہ چند نابالغ بچے جن کی عمریں تقریباً دس سال
یا بارہ سال کی ہوں گی موجود ہیں اور جماعت کا وقت ہو گیا ہے اور بالغ کوئی موجود نہیں۔ تو کیا امام

ان نابالغ بچوں کو مقتدی بنا کر جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں ؟ ۔ محمد لطف اللہ خالد شاہجمال

الجواب وفی العالمگیریۃ ، ج ۱ ، ص ۸۳ ۔ اذا زاد علی الواحد فی غیر الجمعۃ فہو جماعۃ وان کان معہ صبی عاقل کذا فی السراجیۃ ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ مذکورہ صورت میں بھی جماعت سے نماز ادا کی جائے نابالغ صف بنا کر امام صاحب ان کو نماز پڑھائیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۱/۲/۱۴۱۱ھ — جامعہ خیر المدارس ملتان

مقتدی "اللہ اکبر" کہہ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے تو رکعت کا حکم

۱ :۔ فرضوں کی جماعت کھڑی ہے اور ایک آدمی بعد میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب کہ امام رکوع میں چلا جاتا ہے ۔ اور آنے والا اللہ اکبر کہہ کر سیدھا رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے ۔ لیکن رکوع سے پہلے اللہ اکبر کے بعد ہاتھ باندھ کر قیام نہیں کرتا اور امام کے ساتھ شامل ہو کر لیتا ہے تو کیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟

۲ : بعد میں آنے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کرتا ہے تو یہ قیام کتنی دیر کا ہونا چاہیے

۳ : بعد میں شامل ہونے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر معمولی سا قیام کر کے رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے ۔ ابھی اس نے ایک دفعہ ہی " سبحان ربی العظیم " کہا کہ امام صاحب رکوع سے کھڑے ہو گئے ۔ تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی یا نہیں ؟

۴ : بعد میں آنے والا شخص تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کر کے رکوع میں گیا ہی تھا اور کوئی تسبیح بھی نہیں کہہ سکا اور امام صاحب رکوع سے اٹھ کھڑے ہو گئے ۔ تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی یا نہیں ؟

المستفتی ، محمد لطف اللہ خالد شاہجمال ٹاؤن لاہور

الجواب ان تمام صورتوں میں وہ رکعت مل گئی (اللہ اکبر کہنے کے بعد ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں ہے ۔) ادرک الامام فی الرکوع فکبر قائما

شرع فی الانحطاط وشرع الامام فی الرفع الاصح ان یعتد بہا اذا وجدت المشارکۃ قبل ان یستقیم قائما وان قل فی معراج الدرایۃ (عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۶۲) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۲/۲/۱۴۱۱ھ — جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدہ سہو کے بعد جماعت میں شریک ہونے والے کا حکم

سوال : اگر کوئی شخص امام کے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد اقتدا کرے تو اس کی اقتدا درست نہیں ۔ لیکن جب امام سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرتا ہے تو اس صورت میں اگر کوئی سلام فراغ سے پہلے شریک ہو جائے تو اس کی اقتداء درست ہو جاتی ہے ۔ ان دونوں میں وجہ فرق کیا ہے ؟

الجواب اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے سجدۂ سہو کیا تو دوبارہ نماز کی طرف لوٹ آیا وہ تشہد اور قعدہ گویا ختم ہو گیا ہے ۔ اب دوبارہ تشہد پڑھ کر بذریعہ سلام نماز سے نکلے گا ۔ پس اس قعدہ میں اقتداء صحیح ہو گی ۔ پہلے سلام پر نماز کا ختم ہونا یہ غیر ساہی کے لئے ہے ۔ ساہی سجدۂ سہو کرنے پر دوبارہ نماز کی طرف لوٹ آتا ہے ۔

قال فی الشامیۃ وہذا فی غیر الساہی اما ہو اذا سجد لہ بعد السلام یعود الی حرمتہا ۔ اھ (ج ۱ ، ص ۴۹۰) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱/۱/۱۳۹۱ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

صحت اقتداء کیلئے اتحادِ مکان ضروری ہے

: ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی جاتی ہے ۔ مسجد کے شمالی جانب ایک گلی ہے اور مسجد کے کمرہ کے محاذ میں شمالی گلی کے شمالی جانب ایک وسیع محلہ کا ایک صحن متصل ہے اس صحن میں عورتوں

کی جمعہ کی اقتداء جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں عورتوں کی اقتداء اس مکان میں درست نہیں عدم اتحادِ مکان کی وجہ سے۔

قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ فقد تحرر بما تقرر أن اختلاف المکان مانع من صحة الاقتداء ولو بلا اشتباه وانه عند الاشتباه لا یصح الاقتداء وان اتحد المکان اھ (شامی ج ۱ ص ۵۵۰)۔ فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۔ مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۲۲/۱/۱۴۱۰ھ
الجواب صحیح ۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

اکیلے نماز پڑھنے والے کی اقتداء کا حکم

زید ظہر کے فرض پڑھ رہا تھا کہ بکر نے اس کے پیچھے آکر کہا کہ تو میرا امام ہے اور میں تیرا مقتدی حالانکہ زید کچھ رکعتیں پڑھ چکا تھا۔ پھر زید نے زور سے تکبیر کہنی شروع کردی کیوں کہ اس نے اسے مقتدی تصور کرکے نیت کرلی۔ کیا یہ امامت و اقتداء درست ہے۔؟

الجواب ہر دو کی نماز صحیح ہو گئی۔

وفی العالمگیریة ولا یحتاج الی نیة الامامة حتی لو نوی ان لا یؤم فلانا فجاء فلان واقتدی به جاز اھ (ج ۱ ص ۸۴) قال جابر سرت مع النبی صلی الله علیه وسلم فی غزوة فقام یصلی فجئت حتی قمت عن یساره فاخذ بیدی فادارنی عن یمینه اھ (شامی بحوالہ مسلم ج ۱ ص ۴۲۰)

الجواب صحیح ۔ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۔ ۷/۱/۱۳۹۹ھ
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مُردوں کو نہلانیوالے کی امامت

ایک مولوی صاحب ۱۹۴۷ء سے مسجد کی خدمت کر رہا ہے۔ امامت وغیرہ خدا واسطے کرتے ہیں اور تنخواہ مقرر نہیں۔ میت کو اگر گھر والا نہیں نہلا سکتا، تو مولوی صاحب اس میت کو غسل دے دیتے ہیں ثواب کی نیت سے۔ اگر کوئی کچھ دے دے تو لے لیتے ہیں۔ آیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب مردہ کو بہ نیتِ ثواب غسل دینا ایک نیک کام ہے۔ اس کی وجہ سے امامت میں کوئی کراہت وغیرہ پیدا نہیں ہوتی۔ جن فقہاء نے مکروہ لکھا ہے اس سے مراد وہ غسل دینے والا ہے جو بالاجرت یہ پیشہ رکھتا ہو۔ اور وہ بھی ان کے نزدیک جو کہ مردہ کے غسل کی اجرت کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ الحاصل مذکورہ امام صاحب کے پیچھے نماز درست ہے۔

ولا یجوز الاستیجار علی غسل المیت ویجوز علی الحمل والدفن واجازه بعضهم فی الغسل ایضا۔ (شامی ج ۱ ص ۸۰۴) فقط والله اعلم

الجواب صحیح ۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ ۔ مفتی خیر المدارس ملتان

مقتدی امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھالے تو کیا کرے

زید جمعہ کی نماز ادا کر رہا تھا امام صاحب نے سجدہ لمبا کیا۔ زید کو شبہ ہوا کہ شاید امام صاحب سجدہ سے اٹھ گئے ہیں تو وہ بھی اٹھ گیا۔ مگر دیکھا تو ابھی امام صاحب سجدہ ہی میں تھے۔ تو زید التحیات کے لئے بیٹھ گیا یہ سمجھ کر کہ ابھی وہ اٹھنے والے ہیں۔ تو اس صورت میں زید کو کیا کرنا چاہئے تھا؟

الجواب مقتدی پر متابعت واجب ہے۔ لہٰذا زید کو دوبارہ سجدہ میں چلا جانا چاہئے تھا۔

من الواجب متابعة المقتدی امامه فی الارکان الفعلية فلو

رفع المقتدی رأسه من الرکوع أو السجود قبل الامام ینبغی له ان یعود لتزول المخالفة بالموافقة ولا یصیر ذلك تکرارا و بالعود جزم الحلبی فی اخر الکتاب ۔اھ (طحطاوی ا ط ۱۳)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ھذا

مقتدی کے تین تسبیحات پڑھنے سے پہلے امام رکوع یا سجود سے اٹھ جائے

مقتدی نے ابھی تین تسبیحات پوری نہیں پڑھی تھیں کہ امام نے رکوع سے یا سجدے سے سر اٹھا لیا تو مقتدی بھی ساتھ ہی سر اٹھا لے یا تین تسبیحات پوری کرنے کے بعد اٹھے ؟

الجواب (اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ مقتدی بھی ساتھ اٹھ جائے۔) ولو رفع الامام رأسه من الرکوع او السجود قبل ان یسبح المقتدی ثلاثا تکلموا فیه والصحیح انه یتابع الامام لان متابعة الامام فرض فلا یترکها بالسنة ۔اھ (قاضیخان ج۱ ص۱)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بازو پر نام گدوانے والے کی امامت

ایک آدمی ہے اس کے بازو پر اس کا اپنا نام لکھا ہوا ہے ۔ کیا وہ جماعت کرا سکتا ہے یعنی امام بن سکتا ہے یا نہیں ۔ اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے وہ خود بھی فکرمند ہے کہ میری نماز ہوتی ہے یا نہیں ۔ ؟

الجواب اگر اسے مٹانے میں کافی تکلیف ہوتی ہے تو کوئی حرج نہیں ایسا شخص امام بن سکتا ہے ۔ بشرطیکہ امامت سے متعلق دوسرے ضروری امور اس میں پائے

جاتے ہوں ۔

وفی الفتاوی الخیریة من کتاب الصلوة سئل فی رجل علی یده وشم هل تصح صلوته و امامته معه ام لا ؟ اجاب نعم تصح صلوته و امامته بلا شبهة والله اعلم ۔اھ (شامیة ج۱ : ص ۳۰۵) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح ۱/۹/۱۴۰۸ھ — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پہلی جماعت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ کرائی جائے تو اس میں نئے بھی شریک ہو سکتے ہیں

ہم نے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی ۔ امام صاحب سے غلطی ہو گئی چار رکعت کی بجائے تین رکعت پڑھیں ۔ دوبارہ پھر جماعت کرائی ۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ نماز صرف ان نمازیوں کی ہوئی جو کہ پہلی جماعت میں شامل تھے اور ان کی نماز نہیں ہوئی جو بعد میں دوسری جماعت میں شامل ہوئے یعنی نئے آنے والوں کی نماز نہیں ہوئی ۔ صرف پہلی جماعت کے لوگ دوسری جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں نہ کہ نئے آنے والے بھی ۔

الجواب صورت مسئولہ میں پہلی مرتبہ شامل ہونے والوں اور صرف دوسری نماز میں شامل ہونے والے دونوں کی نماز درست ہو گئی ۔ مذکور فی السوال کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے اور سجدۂ سہو کا وجوب تھا لیکن سجدۂ سہو ادا نہ کرنے کی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا ۔ تو اس صورت میں صرف وہ لوگ دوبارہ نماز میں شامل ہوں جو جماعت میں پہلی مرتبہ شامل ہوئے تھے جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فرض کا پہلی نماز سے ذمہ سے ساقط ہو گیا ۔ دوسری نماز صرف نقصان کی تلافی ہے ۔ مراقی میں ہے ۔

فتکون مکملة و سقط الفرض بالاولی وقیل تکون الثانیة فرضا

فہی المسقطة :(۲۵۱)

صورتِ مسئولہ میں فرض نماز سرے سے ہوئی ہی نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ ١٦/٤
بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۰۸ھ نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

عددِ رکعات میں امام ومقتدی کے اختلاف کا حکم

زید نے عصر کی نماز پڑھائی سلام پھیرنے پر کچھ مقتدیوں نے کہا کہ تین رکعات ہوئی ہیں۔ اور کچھ نے یہ کہا کہ ہمیں پتہ نہیں چلا۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ میرا دل یہی کہتا ہے کہ چار ہوئی ہیں۔

الجواب: اگر تو امام صاحب کو پورا یقین ہے کہ چار ہوئی ہیں تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر چار ہونے کا پختہ یقین نہ ہو تو نماز کا اعادہ کرلیں۔

لو وقع الاختلاف بین الامام والقوم فقال القوم صلیت ثلثا وقال الامام صلیت اربعا ان کان الامام علی الیقین لایعید الصلوة بقولهم وان لم یکن علی یقین یعید الصلوة بقولهم۔ اھ (عالمگیری ج۱ ص۱۲۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۰۶/۳/۱۳ھ

امام اونچا ہو اور مقتدی نیچے ہوں تو نماز کا حکم

اگر امام کے کھڑے ہونے کی جگہ مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اونچی ہو تو نماز میں کراہت آئے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: امام ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہے۔

ثم مقدار الارتفاع الذی یحصل به کراهة الانفراد

عن القوم ذکر الطحاوی انه مقدر بقامة الرجل وکذا روی عن ابی یوسفؒ وقیل مقدار ما یقع به الامتیاز وقیل مقدار ذراع اعتبارا بالسترة قال فی الکفایة ناقلا عن الجامع الصغیر لقاضی خان وعلیه الاعتماد .... الی قوله والظاهر ان مادون الذراع لاینضبط به وقوع الامتیاز کل الضبط فان من الناس الطویل والقصیر فکان التقدیر بالذراع هو الاولیٰ لانه الذی ینضبط به وقوع الامتیاز فی حق الکل۔ اھ (کبیری، ص۳۴۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۰/۶/۲۲ھ

امام کو حدث لاحق ہوجائے تو کیا کرے

جماعت کھڑی ہوگئی۔ درمیان میں امام صاحب کا وضو ٹوٹ گیا۔ اب امام صاحب کے لئے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حدث لاحق ہوتے ہی پیچھے ہٹ جائے اور مقتدیوں میں سے کسی سمجھ دار کو اپنی جگہ خلیفہ بنادے تاکہ وہ نماز پوری کرادے۔

سبق الامام حدث الخ غیر مانع للبناء استخلف ای جازله ذلك ولو فی جنازة باشارة اوجر لمحراب اھ (شامی ج۱ ص۵۶۱)۔

اگر مقتدی مسائل سے ناواقف ہوں تو بہتر یہ ہے کہ نماز توڑ دے اور وضو کرکے از سر نو جماعت کرادے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۳۹۹/۱۱/۲۹ھ مفتی خیرالمدارس ملتان

مقتدی تکبیرِ تحریمہ امام کے ساتھ ساتھ کہے

جو شخص شروع سے امام کے ساتھ شریک ہے وہ تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ ہی کہے یا جب امام اللہ اکبر کہہ چکے تب کہے ؟

الجواب (بہتر یہی ہے کہ ساتھ ساتھ ہی کہے لیکن یہ خیال رہے کہ اگر اس نے لفظ "اللہ" امام کے لفظِ "اللہ" ختم کرنے سے پہلے ختم کر لیا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی)

والافضل ان تکون تکبیرۃ المقتدی مع تکبیرۃ الامام لابعدھا عند ابی حنیفۃ رح لان فیہ مسارعۃ الی العبادۃ وفیہ مشقۃ لکان افضل وقالا یکبر ای الافضل ان یکبر المقتدی بعد تکبیرۃ الامام لیزول الاشتباہ بالحنفیۃ اھ (کبیری ص ۲۵۸)۔

ولو اقتدی کبر مع الامام وفرغ من قولہ "اللہ" قبل فراغ الامام من قولہ "اللہ" لا یصیر شارعا فی الصلوۃ فی اظہر الروایات کذا فی الفتاوی۔ اھ (کبیری، ص ۲۵۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ، ملتان

(اصل میں افضل یہ ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے۔ لیکن چونکہ اس میں سخت تیقظ واحتیاط کی حاجت ہے۔ کہ امام کے لفظِ اللہ سے پہلے مقتدی کا لفظِ اللہ ختم نہ ہو۔ اس لئے احتیاط یہ ہے کہ امام کے لفظِ اللہ ختم ہونے کے بعد تکبیر کہے تاکہ نماز کا شروع کرنا صحیح ہو جائے) والجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ، ملتان

امام رکوع و سجود میں کتنی بار تسبیحات پڑھے

امام صاحب کے لئے رکوع وسجود میں کتنی دفعہ تسبیحات پڑھنا زیادہ بہتر ہے ؟

الجواب (امام صاحب تسبیحات میں عددِ وتر کی رعایت رکھتے ہوئے اتنی مرتبہ پڑھیں کہ مقتدی اطمینان سے تین دفعہ پڑھ لیں۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ دفعہ پڑھیں)

ولو زاد علی الثلاث فذلک افضل بعد ان یختم علی وتر خمس او سبع او تسع ولکن ان کان اماما لا یطول وقال سفیان الثوری رح ینبغی ان یقول خمسا حتی یتمکن القوم ان یقولوا ثلاثا اھ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱، ص ۵۴) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

درود یا دعا مکمل نہیں کیا کہ امام نے سلام پھیر دیا

بعض ائمہ کرام تیز تیز پڑھتے ہیں۔ مقتدی ابھی درود شریف یا دعا ہی میں ہوتا ہے کہ وہ سلام پھیر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں مقتدی درود و دعا مکمل کر کے سلام پھیرے یا امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے۔ بینوا توجروا۔

الجواب (ایسی صورت میں مقتدی امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے۔)

ولو سلم الامام قبل ان یفرغ المقتدی من الدعاء الذی یکون بعد التشھد او قبل ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یسلم مع الامام۔ اھ (عالمگیری ج ۱، ص ۹۰ وکذا فی الخلاصۃ الفتاوی ج ۱، ص ۱۵۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعۃ خیر المدارس ملتان

شافعی ومالکی ائمہ کرام کی اقتداء کا حکم

یہاں عرب امارات میں بعض ائمہ امام شافعی رح یا دیگر ائمہ کے مقلد ہیں۔ تو جب ان کی مساجد میں نماز پڑھنے

کا اتفاق ہو تو اکیلے پڑھا کریں یا ان کی اقتدار میں ؟ ۔

الجواب (بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان میں احناف اور دیگر ائمہ کا اختلاف ہے مثلاً احناف کے نزدیک اگر جسم کے کسی بھی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے جب کہ بعض ائمہ کے نزدیک اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا ۔ تو اگر یہ پتہ ہو کہ امام ایسے مسائل میں مقتدیوں کے مذہب کی رعایت رکھتا ہے تو اس کی اقتداء بلا کراہت درست ہے ۔ اور اگر یہ یقین ہو کہ وہ مقتدیوں کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اقتدار نہ کریں ۔ اکیلے پڑھ لیں ۔)

والذی یمیل الیہ القلب عدم کراھۃ الاقتداء بالمخالف ما لم یکن غیر مراع فی الفرائض لان کثیرا من الصحابۃ و التابعین کانوا ائمۃ مجتہدین وھم یصلون خلف امام واحد مع تباین مذاھبھم ۔اھ (شامیۃ ج ۱، ص ۴۱۷)۔

الحاصل انہ ان علم الاحتیاط منہ فی مذھبنا فلا کراھۃ فی الاقتداء بہ وان علم عدمہ فلا صحۃ وان لم یعلم شیئا کرہ ۔اھ (شامیۃ ج ۱، ص ۳۹۴)۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اہلِ حدیث ائمہ کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اندریں مسئلہ کہ ایک غیر مقلد حکیم جو ائمہ مجتہدین کی تقلید کو " جس پر امت اسلامیہ قرنہا قرن سے متفق چلی آرہی ہے اور ہزاروں اولیاءِ کبار، محدثین ومفسرین، فقہاء بلکہ مجددین کرام کا بھی اس پر تعامل رہا ہے "، بیک قلم یہودیوں کا نمونہ قرار دیتا ہے ۔ اور بددیانتی اور خیانت سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی اس تصریح کو کہ

" دین میں تحریف کا سبب جو یہودیانہ تقلید ہے وہ وہ تقلید نہیں جس پر ائمہ اربعہ کی پیروی کی صورت میں امت متفق چلی آرہی ہے " یکسر ہضم کر کے یہودیانہ طریق کو نہ صرف ائمہ مجتہدین

کی تقلید محمود پر منطبق کرتا ہے ۔ بلکہ اپنی اس بداعتقادی کو حضرت شاہ صاحب رہ کے ذمہ لگا کر اتنی عظیم اسلامی شخصیت پر افتراء باندھتا ہے ۔

۲ :- حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی مسالک جن پر آج تک ہزاروں اولیاء اللہ اور فقہاء ومحدثین چلے آرہے ہیں سب کو دائرۂ اہلسنت سے خارج قرار دیتا ہے ۔ اور جملہ مقلدین کو یہودی صفت نابینا بعد عن الصواب کے خمر سے مدہوش ، دیو تقلید کے چنگل کا اسیر کہتا ہے ۔ اور برملا کہتا ہے کہ تقلید کا دھندا بعد کے پیٹ پجاریوں نے نکالا ہے ، اس بدعت کو ہوس کے دیوتوں نے جنم دیا ۔ کوڑھ کی اس بیماری کا تعدیہ ہوا ، اور ہوا و ہوس کے بندوں نے اسے پھیلایا ۔ اور پھر سب مقلد علماء کو جن میں کل اکابر دیوبند ، سہارنپور ، ڈھابیل ، ندوۃ العلماء اور جملہ زعماءِ مجلس ختمِ نبوت ، تنظیم اہلسنت والجماعت جمعیت علماءِ اسلام ، خدام الدین لاہور ۔ نیز جامعہ اشرفیہ لاہور ، خیر المدارس ملتان ۔ دار العلوم ٹنڈو اللہ یار ۔ جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک جیسے علمی مراکز شامل ہیں ۔ ان سب کو علماءِ سوء کہتا ہے ۔

۳ :- فقہ کی مستند کتابوں ہدایہ ، درمختار ، فتح القدیر وغیرہ کے مصنفین کو خود مسائل گھڑنے والا قرار دے کر علانیہ برا بھلا کہتا ہے ۔ حنفی مذہب میں شراب کو حلال بتاتا ہے اور اس کو اپنی جہالت کی نذر کر دیتا ہے کہ فقہ حنفی کا فتویٰ کیا ہے ۔ اکابر احناف کے خلاف فضا کو مسموم کرنے کے لئے حدیث وفقہ کی کتابوں سے حوالے نقل کرنے میں بددیانتی اور جہالت سے کام لیتا ہے ۔

۴ :- باوجود علومِ شرعیہ سے جاہل ہونے کے اپنے ادعائے مسلک اہل حدیث کے بھی خلاف ہے اور نہ صرف علماءِ دیوبند کی توہین اور مقلدین کو گالیاں دینا اس کی تبلیغ کا طول وعرض ہے بلکہ علمائے اہل حدیث مثلاً مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم کے خلاف بھی سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کرتا ہے ۔ بزرگوں اور علماء کی شان میں توہین کا یہاں تک مرتکب ہوا ہے کہ اسے اہل حدیثوں نے بھی اپنی ایک جامع مسجد سے اس الزام میں نکال دیا ہے ۔ اب وہ اپنی خود رائی میں کسی مسلک کے بزرگ کے ساتھ نہیں بلکہ بایں ہمہ اپنے کو اہلِ حدیث کہتا ہے ۔

تو امرِ مطلوب اس باب میں یہ ہے کہ ایسے شخص کو نماز میں امام بنانا ، اس کی خرافات سننا اور ہوائے نفس کے ساتھ تعاون کرنا شرعاً کیسا ہے اور جو لوگ اسے مستقل طور پر نمازِ جمعہ کا پیش امام بنائیں تو کیا ان پر آخرت میں مواخذہ ہونے کا اندیشہ ہے یا نہیں ؟

المستفتی : علامہ ڈاکٹر خالد محمود پروفیسر اسیالکوٹ شہر

الجواب ایسا شخص یقیناً اہل ہویٰ میں سے ہے نہ تو اس کو امام بنانا جائز ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ اختلاط کرنا۔ اور نہ ہی اس کی باتوں کو سننا جائز ہے۔ معتدل حضرات اور منصف مزاج علماءِ اہل حدیث نے کبھی بھی سلف صالحین و ائمہ دین اور ان کے مقلدین کے بارے میں ہرگز ہرگز ایسا لب ولہجہ اختیار نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلحدیث حضرات نے خود اس کو اپنی ایک جامع مسجد سے الگ کر دیا ہے۔

(غلام نبی چکڑالوی جس نے بعد میں اپنا نام عبداللہ چکڑالوی تبدیل کرکے شہرت حاصل کی۔ اس کا ابتدائی حال بھی یہی تھا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان رحمہ اللہ اور حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ کی شان میں سخت گستاخی کرتا تھا اور لاہور میں مسجد چینیانوالی میں امام تھا۔ اس کے تجاوز و اعتداء کو دیکھ کر خود اہلحدیث حضرات نے اس کو امامت سے الگ کر دیا تھا۔ اس گستاخی و بیباکی کا وبال اس پر یہ پڑا کہ کچھ عرصہ بعد یہ شخص انکارِ حدیث میں مبتلاء ہو کر منکرینِ حدیث کا ایک بہت بڑا داعی اور سرغنہ بن گیا۔)

تمام اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ ایسے فتنہ گر شخص سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کرلیں۔ اور نہ اس کی باتیں سنیں اور نہ امام بنا کر اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳؍۴؍۱۳۷۷ھ

جواب صحیح اور حق ہے۔ والحق أحق أن يتبع۔ (معتدل المسلک اہلحدیث کے نزدیک بھی ائمہ اربعہ کے تمام مقلدین خوش عقائد اہلسنت والجماعت ہیں۔ چنانچہ مولانا وحید الزمان صاحب حیدرآبادی اہلحدیث تحریر فرماتے ہیں۔ واما الاحناف والشوافع والمالكية والحنابلة فهم مسلمون داخلون في زمرة اهل السنة والجماعة۔ الخ۔ (نزل الابرار، ص ۹، ج ۱، مطبوعہ سعید المطابع بنارس)۔ یعنی تمام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی (مقلدینِ ائمہ اربعہ) مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔)

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳؍۴؍۱۳۷۷ھ

الجواب صحيح اذ جهالاته اظهر من ان تخفى وهو بخرافاته ابعد من ان يهدى هو ضال مضل بلا ارتياب فوجب عنه الاجتناب ،

محمود عفا اللہ عنہ المفتی بقاسم العلوم ملتان ، ۲۳؍۴؍۱۳۷۷ھ

مروجہ جرابوں پر مسح کرنے والے کی امامت

ہماری مسجد میں ایک اہلحدیث مولوی ..... صاحب آتے ہیں نماز پڑھانے کے لئے بعض دفعہ جب امام صاحب موجود نہیں ہوتے تو وہ اہلحدیث عالم نماز پڑھا دیتے ہیں اب بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ موجودہ مروجہ جرابوں پر مسح کرتا ہے۔ اور میں نے خود کئی مرتبہ جرابوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا شرعی طور پر ان کی امامت صحیح ہے یا نہیں ؟

الجواب (شریعت میں چمڑے کے موزوں پر مسح درست ہے یا ان جرابوں پر جو چرمی موزوں کے حکم میں ہوں۔ مروجہ جرابیں موزوں کے حکم میں نہیں آتیں لہٰذا ان پر مسح درست نہیں جس امام نے ان پر مسح کیا ہوا ہو وہ پاؤں کے غسل کا تارک ہے لہٰذا اسکی اقتداء درست نہیں پہلے جو نمازیں ایسی حالت میں پڑھ چکے ہوں ان کا اعادہ کریں۔) والرابع عشر من شروط صحة الاقتداء ان لا يعلم المقتدى من حال امامه المخالف لمذهبه مفسدا في زعم المأموم كخروج دم سائل او قئ يملأ الفم وتيقن انه لم يعد بعده وضوءه ۔اھ (مراقی الفلاح)۔ واذا علم مفسدا في صلوة الامام لا يجوز له الاقتداء به اجماعا۔ اھ (طحطاوی ؛ ص ۱۶۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ھذا

کوزہ پشت کی امامت

ہمارے امام صاحب کافی معمر ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے ان کی کمر جھک گئی ہے اور صحیح طرح سے قیام نہیں کر سکتے تو کیا ہم ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔ محمد خالد جھنگ صدر

الجواب اگر کمر اتنی زیادہ خمیدہ نہ ہو کہ جتنی رکوع میں ہوتی ہے تو ان کی اقتداء میں نماز بلاشبہ درست ہے۔ اور اگر اتنی ہی خمیدہ ہو مگر رکوع کے لئے مزید جھک جاتے ہوں تو بھی درست ہے۔

وصح اقتداء باحدب لم يبلغ حدبه حد الركوع اتفاقا على الاصح واذا بلغ وهو ينخفض للركوع قليلا يجوز عندهما وبه اخذ عامة العلماء وهو الاصح ۔اھ (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی ، ص ۱۶۱۔ وكذا في الشامية ، ج ۱ ، ص ۴۳۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ما جاء فی المسبوق

مقتدی سوگیا اور امام دوسری رکعت میں پہنچ گیا تو وہ نماز کیسے پوری کرے

ایک بوڑھا نابینا کانوں سے اونچا سنتا ہے۔ نماز باجماعت پڑھتا ہے۔ جب امام پہلی رکعت میں سجدہ میں گیا تو وہ بہرا نابینا سجدہ ہی میں پڑا رہا۔ امام اور باقی آدمیوں نے دوسرا سجدہ کیا وہ پہلے سجدہ میں رہا۔ امام نے دوسری رکعت شروع کی تو بہرے کو علم ہوا۔ جلدی سے دوسرا سجدہ کرکے کھڑا ہو گیا۔ اور باقی نماز باجماعت پڑھی۔ تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بوڑھے کی نماز صحیح ہوگئی۔

کما یظہر من الہندیۃ ، ج ۱ ، ص ۸۴ ۔ وانا کبر مع الامام ثم نام حتی صلی الامام رکعۃ ثم انتبہ فانہ یصلی الرکعۃ الاولی وان کان الامام یصلی الرکعۃ الثانیۃ اھ ھکذا فی الذخیرۃ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۳۸۳ھ

مسبوق پہلی رکعت میں ثناء، وتعوذ پڑھے

اگر مسبوق دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہو تو وہ بقیہ رکعت میں جو پہلی رکعت امام کے سلام

پھیرنے کے بعد پڑھے گا اس میں ثناء ، اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے ؟ کتاب الصلوٰۃ رکن الدین ص ۱۱۴ ۔ میں صاف موجود ہے مگر ایک دو آدمی نہیں مانتے اس لئے آپ کے فتوے پر اتفاق ہوگا مدلل جواب تحریر فرمائیں ؟

الجواب (مسبوق اپنی باقی ماندہ رکعات میں منفرد کے حکم میں ہے۔ اس لئے اس کو پہلی رکعت میں ثناء، وتعوذ پڑھ لینا چاہیئے۔)

کما فی الدر والمسبوق من سبقہ الامام الی قولہ وھو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ۔ (شامی، ج ۱ ، ص ۴۱۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۳۸۴ھ

جس نے ایک رکعت امام کے ساتھ پائی وہ باقی نماز کیسے پڑھے

اگر مقتدی نے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی تو باقی نماز مقتدی کیسے ادا کرے ؟ کن دو رکعتوں میں سورۃ ملائے اور کس ایک رکعت میں سورۃ نہ ملائے ؟

الجواب ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ واخرھا فی حق تشھد اھ (درمختار) وفی ردالمحتار قولہ یقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ ھذا قول محمد کما فی مبسوط السرخسی وعلیہ اقتصر فی الخلاصۃ وشرح الطحاوی والاسبیجابی والفتح والدرر والبحر وغیرھم وذکر الخلاف کذلک فی السراج لکن فی صلوۃ الجلابی ان ھذا قولھما وتمامہ فی شرح الشیخ اسماعیل وفی الفیض عن المستصفی لو ادرکہ فی رکعۃ الرباعی یقضی رکعتین بفاتحۃ وسورۃ ثم یتشھد ثم یأتی بالثالثۃ بفاتحۃ خاصۃ عند ابی حنیفۃ رح وقالا رکعۃ بفاتحۃ وسورۃ وتشھد ثم رکعتین اولاھما بفاتحۃ و

سورة وثانیتهما بفاتحة خاصة اھ وظاهر کلامهم اعتماد قول محمد رحمہ اللہ اھ (شامی، ج۱، ص۵۵۸)

عبارتِ ہٰذا سے معلوم ہوا کہ جس کی کوئی رکعت امام کے ساتھ فوت ہوگئی ہو اس کو سمجھنا چاہئے کہ یہ اس کی باقی ماندہ نماز حق قرأت میں اول ہوتی ہے اور حقِ تشہد میں آخر۔ پس جو شخص ظہر یا عصر کی چوتھی رکعت میں شریک ہوا۔ امام کے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو کر ثناء و تعوذ پڑھ کر فاتحہ و سورۃ پڑھے اور یہ رکعت پوری کر کے قعدہ کرے۔ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور فاتحہ و سورۃ کے ساتھ پڑھے۔ آخری رکعت فقط فاتحہ سے پڑھ کر نماز تمام کرے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۵/۲۶/۱۳۷۶ھ

جواب صحیح ہے، خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ھذا۔

مسبوق نے امام کے ساتھ عمداً سلامِ سہو پھیرا تو نماز فاسد ہو جائیگی

زید نماز میں عمر کے پیچھے شریک ہوا جب کہ ایک رکعت ہو چکی تھی اور امام پر سجدۂ سہو تھا۔ جب امام نے سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرا تو زید نے بھی سلام برائے سہو امام کی اتباع کرتے ہوئے پھیر دیا تو کیا سلام کی وجہ سے زید پر سجدۂ سہو دوبارہ واجب ہوگا؟

الجواب اگر مسبوق نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے ذمہ نماز باقی ہے جان بوجھ کر سلام پھیر لیا ہے تو نماز فاسد ہوگئی اعادہ لازم ہے۔ اور اگر سہواً پھیر لیا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔ اور اس سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوگا۔

ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السهو دون السلام بل ینتظر الامام حتی یسلم فیسجد فیتابعه فی سجود السهو لا فی سلامه وان سلم فان کان عامدا تفسد صلوته وان کان ساهیا لاتفسد صلوته ولا سهو علیه لانه مقتد وسهو المقتدی باطل۔ اھ (البدائع الصنائع، ج۱، ص۱۷۶)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسبوق ادائے مافات کے لئے کب اٹھے

جماعت سے رہی ہوئی نماز پوری کرنے کے لئے کس وقت کھڑا ہونا چاہیے؟ جب امام دوسرا سلام شروع کرے یا دوسرا سلام مکمل کر چکے تب کھڑا ہو۔ باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب اصل تو یہ ہے کہ اس وقت اٹھے جب یہ اطمینان ہو جائے کہ امام کے ذمہ سجدۂ سہو نہیں ہے۔ وینبغی ان یصبر حتی یفهم انه لا سهو علی الامام۔ اھ (درمختار علی الشامیة، ج۱، ص۴۴۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

امام جہراً قرأت کر رہا ہو تو مسبوق ثناء نہ پڑھے

مسبوق امام کے پیچھے ثناء اور تعوذ پڑھے یا نہ؟ جب کہ اس کو معلوم نہیں کہ یہ پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر امام قرأت میں مشغول ہو اور نماز جہری ہو تو اب ثناء نہ پڑھے بلکہ جب اپنی سابقہ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو اس کے شروع میں پڑھے۔ اور اگر نماز سری ہو تو بوقتِ شمولیت بھی پڑھے اور جب بقیہ نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو اس وقت بھی پڑھے۔

انه اذا ادرك الامام فی القراءة فی الرکعة التی یجهر فیها لایأتی بالثناء کذا فی الخلاصة وفی صلوة المخافتة یأتی به اھ (عالمگیری، ج۱، ص۹۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہٰذا۔

مسبوق کے شریک ہوتے ہی امام نے سلام پھیر دیا تو یہ تشہد پڑھے یا نہ

مسبوق آخری قعدہ میں شریک ہوا ابھی تشہد کے ایک دو لفظ ہی پڑھے تھے کہ امام نے سلام پھیر دیا۔ تو اب مقتدی تشہد پورا کر کے اٹھے یا فوراً کھڑا ہو جائے۔ محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب بہتر یہی ہے کہ پورا کر کے اٹھے لیکن اگر بغیر پورا کئے اسی وقت اٹھ جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

اذا ادرك الامام فی التشهد وقام الامام قبل ان يتم المقتدی او سلم الامام فی آخر الصلوة قبل ان يتم المقتدی التشهد فالمختار ان يتم التشهد وان لم يتم اجزاه اھ (عالمگیری ج۱، ص۹۰)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۲/۲/۱۴۱۰ھ

امام رکوع میں ہو تو نئے شامل ہونے والے کے لئے ثناء کا حکم

ایک شخص نے امام کو رکوع میں پایا آیا وہ ثناء پڑھ کر رکوع میں شامل ہو یا بغیر ثناء پڑھے تکبیر کے بعد رکوع میں چلا جائے؟ محمد نفیس الرحمٰن : ۱۱/۵/۱ ر ۔ ساہیوال۔

الجواب اگر یہ خیال ہے کہ ثناء پڑھ کر امام کو رکوع میں مل جاؤں گا تو پڑھ لے ورنہ رکوع میں شامل ہو جائے اور ثناء چھوڑ دے وان ادرك الامام فی الركوع او السجود يتحرى ان كان اكبر رأيه انه لو اتى به ادركه فی شیء من الركوع او السجود يأتی به قائما و الا يتابع الامام ولا يأتی به۔ اھ (عالمگیری ج۱، ص۷۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

(مسبوق امام کے آخری قعدہ میں تشہد کہاں تک پڑھے)

ایک شخص جماعت میں ایسے وقت میں شریک ہوا کہ ایک رکعت ہو چکی تھی تو جب امام آخری قعدہ میں بیٹھے گا تو ظاہر ہے کہ یہ اس مسبوق کا آخری قعدہ نہیں ہے تو یہ اس میں تشہد کہاں تک پڑھے صرف التحیات تک یا آگے درود شریف اور دعا بھی پڑھے۔ بینوا توجروا۔

محمد شبیر الیکٹریشن شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب (بہتر تو یہ ہے کہ تشہد اتنا آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام تک اس کا تشہد ختم ہو لیکن اگر پہلے فارغ ہو جائے تو پھر سلام تک اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ بار بار پڑھتا رہے)

عالمگیری میں مسبوق کے احکام میں لکھتے ہیں۔

ومنها ان المسبوق ببعض الركعات يتابع الامام فی التشهد الاخير واذا اتم التشهد لا يشتغل بما بعده من الدعوات ثم ماذا يفعل تكلموا فيه وعن ابن شجاع انه يكرر التشهد ای قوله اشهد ان لا إله الا الله وهو المختار كذا فی الغياثية والصحيح ان المسبوق يترسل فی التشهد حتى يفرغ عند سلام الامام كذا فی الوجيز للكردری وفتاوی قاضيخان وهكذا فی الخلاصة وفتح القدير۔ اھ (عالمگیری ج۱، ص۹۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۲۷/۹/۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷/۹/۱۴۱۰ھ

مسبوق باقیماندہ ادا کرتے ہوئے ضم سورۃ بھول جائے تو سجدۂ سہو کرے

میں نماز میں شریک ہوا جب کہ ایک رکعت ہو چکی تھی جب میں اپنی نماز امام کے سلام کے بعد ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو سورۃ ملانا بھول گیا تو آیا میرے اوپر سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں۔ کیونکہ اکثر نماز تو میں نے امام کے ساتھ پڑھی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب فرائض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے اور مسبوق کی پہلی رکعت وہی ہے جو امام کے سلام کے بعد ادا کرتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہے۔

تنویر الابصار میں واجبات صلوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

لہا واجبات وهی قراءة فاتحة الکتاب وضم سورة فی الاولیین من الفرض اھ (شامی ج ۱، ص ۳۳۸)۔

درمختار میں مسبوق کے مسائل میں ہے۔

ویقضی اول صلاته فی حق قراءة واخرها فی حق تشهد۔ اھ (شامی ج ۱، ص ۴۱۴، مطبوعه کوئٹه)۔

وفیه فانه (ای المسبوق) اذا قضی ما فاته یقرء ویسجد للسهو اذا سها فیه۔ اھ (شامی ج ۱، ص ۴۴۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفااللہ عنه

مفتی جامعه خیر المدارس ملتان

مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا



بلا ضرورت سجدۂ سہو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں

ایک شخص نے وَمَن یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ کی جگہ خَیْرًا یَّرَهٗ پڑھ دیا اور شک کی بناء پر سجدۂ سہو کر لیا۔ اس پر دو مولوی صاحبان کا تنازعہ ہوا۔ ایک نے کہا کہ سجدۂ سہو کی وجہ سے نماز فاسد ہو گئی۔ دوسرے نے کہا کہ نماز صحیح ہے۔ سجدۂ سہو مفسد صلوٰۃ نہیں جب کہ شک و وہم کی بناء پر ادا کیا جائے۔ آپ فیصلہ فرمائیں کہ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب قرأت میں کوئی ایسا تغیر ہو جائے جس سے معنی کا فساد نہیں ہوتا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ لیکن اگر سجدۂ سہو کیا گیا جیسا کہ سوال میں درج ہے کہ شبہ سے سجدۂ سہو کیا گیا ہے تو اس سے بھی نماز کا فساد نہیں آتا۔ سجدہ نماز کے منافی چیزوں سے نہیں ہے۔ سجدہ سے سلام کی تاخیر ہو جاتی ہے اس لئے ناپسندیدہ ہے۔ اس ضمنی تاخیر سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا کہ ایک نماز میں دو سجدۂ سہو معروف نہیں ہے جس شخص نے اعادہ کر لیا وہ نماز نفل کے درجہ میں ہو گئی عشاء کے بعد نفل درست ہیں۔ اگر عصر کے بعد اسی طرح اعادہ ہوتا تو پسندیدہ نہ ہوتا۔ الغرض موجودہ صورت میں کچھ نقصان نہیں کہ محل نزاع بن جائے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

نماز میں سپیکر استعمال کرنے کا حکم

بذریعہ لاؤڈ سپیکر اذان، خطبہ، نماز وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ عید الفطر قریب ہے۔ جواب جلدی دیں؟

حضرت مولانا نیاز محمد صدر مدرس عیدگاہ بہاولنگر۔

الجواب (علمائے کراچی نے گو جواز خیال کرتے ہوئے بعض نے عمل بھی شروع کردیا مگر ہم نماز میں خلاف احتیاط سمجھتے ہیں ۔ البتہ اذان و خطبہ میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ حکم اور عمل لاؤڈ سپیکر کی صورت کے متعلق جدید تحقیق پر مبنی ہے ۔ جس کی تفصیل فرصت میں معلوم کی جا سکتی ہے ۔ فقط واللہ اعلم

خیر محمد عفا اللہ عنہ

مہتمم خیر المدارس ملتان : ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

(سجدہ میں پاؤں سُرین کے ساتھ لگانے سے نماز فاسد ہو جائیگی)

ایک شخص پورے سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھا لیتا ہے اور سُرین کے ساتھ لگا لیتا ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ یہ اشبہ بالتلاعب ہے قال فی البحر و خرج ایضا بقولنا مما لا سخریۃ فیہ ما اذا رفع قدمیہ فی السجود فانہ لا یصح لان السجود مع رفعھما بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم والاجلال اھ (ج ۱، ص ۳۳۶)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ : ۱۲ / ۳ / ۱۳۹۵ھ

قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی

کیا تراویح میں دیکھ کر قرآن پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے ؟ یہاں پر اکثر مصری اصحاب اور عرب بھی ایسا کرتے ہیں ۔ میرا خیال تھا کہ نماز میں دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ۔ محمد عبدالواحد

الجواب دیکھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی ۔ کمافی الدر و قرأتہ من مصحف (فتاوی دارالعلوم ، ج ۳ ، ص ۹۶) فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق عفرلہٗ

الجواب صحیح ، خیر محمد عفا اللہ عنہ

جنازہ سامنے ہو تو نماز مکروہ ہے

نمازِ عید سے قبل جنازہ پڑھا گیا ۔ پھر جنازہ کو امام کے سامنے سے ہٹا کر مقتدیوں کی صف کے آگے رکھ دیا گیا اور عید کی نماز ادا کی گئی ۔ کیا نماز ہوئی یا نہیں ؟

المستفتی ، عبدالکریم نورالمدارس خانپور

الجواب نماز سب کی ہو گئی لیکن میت جن کے سامنے تھی ان کی نماز میں کراہت آگئی ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ ۔ ۲۳ / ۱ / ۱۳۸۸ھ

(دورانِ نماز جیب سے ٹوپی نکالنے کا حکم)

جماعت ہو رہی تھی ایک نمازی آیا اس کے سر پر کپڑا نہ تھا ادھر ادھر دیکھ کر اس نے ننگے سر ہی نماز پڑھنی شروع کر دی ۔ نمازیوں میں سے ایک آدمی نے جو امام صاحب کے پیچھے کھڑا تھا کپڑے کی ٹوپی نکال کر زمین پر پھینک دی تاکہ وہ پہن لے ۔ کیا اس عمل سے اس کی نماز ٹوٹ گئی یا باقی رہی ؟

المستفتی ، محمد علی مدرسہ سبیل الرحمت چک نمبر ۵۴ چشتیاں

الجواب کبیری شرح منیۃ میں لکھا ہے ۔ ص ۳۴۳
و یکرہ ایضا فی الصلوۃ نزع القمیص والقلنسوۃ الخ وکذا یکرہ لبسھما اذا کان النزع واللبس بعمل یسیر اھ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ (حالتِ نماز میں جیب سے ٹوپی نکال کر پھینکنا اگر عمل یسیر سے ہو یعنی ایک ہاتھ سے ہو اور اس طور سے ہو کہ دیکھنے والا اس نمازی کو یہ خیال نہ کرے کہ یہ نماز میں نہیں ۔ تو مکروہ ہے مفسدِ صلوۃ نہیں)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۔ ۱۶ / ۱۰ / ۱۳۸۸ھ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

نماز میں کلام کرنا منسوخ ہے

حدیث ذوالیدین جس میں کلام فی الصلوۃ کا جواز معلوم ہوتا ہے جو کہ مشکوۃ شریف ص ۹۲ ج ۱ پر مذکور ہے جو کہ بہت لمبی

حدیث ہے۔ کیا کلام فی الصلوٰۃ منسوخ ہے؟ اور کونسی حدیث سے منسوخ ہے۔ جواب دیں۔

الجواب نسائی شریف ج ۱ - ص ۱۳۶ - میں ہے کہ۔

عن زید بن ارقمؓ قال کان الرجل یعلم صاحبہ فی الصلوٰۃ بالحاجۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت ہذا الأیۃ فامروا بالسکوت وایضا فیہ - (ج ۱ : ص ۱۳۶)۔ عن ابن مسعودؓ کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان قال ان اللہ یحدث عن امرہ مایشاء وانہ قد احدث عن امرہ ان لایتکلم فی الصلوٰۃ - فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان شہر ۵/۶/۱۳۹۱ھ

(بلا ضرورت کھنکھارنے سے حروف پیدا ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جائیگی)

ہمارے امام صاحب نماز میں اکثر کھنکھارتے رہتے ہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

المستفتی ؛ محمد امجد چک نمبر ۱۹۳ شمالی نہر مرید والا تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

الجواب نماز میں بلا عذر کھنکھارا جائے اور اس سے حروف پیدا ہو جائیں تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

" ویفسد الصلوٰۃ التنحنح بلاعذر بان لم یکن مدفوعا الیہ وحصل منہ حروف ہکذا فی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۵۲)

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	فقط واللہ اعلم بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی

صرف دو۲ چادروں میں نماز پڑھنے کا حکم

ایک شخص نے کرتہ اتار کر نماز پڑھائی ایک چادر باندھی ہوئی تھی اور ایک اوپر لی ہوئی تھی۔ کیا یہ درست ہے!

نہیں؟ عذر کی بناء پر درست ہے یا بغیر عذر کے بھی؟ امام بخاری رحؒ نے باب عقد الازار علی القفار فی الصلوٰۃ میں حدیث نقل کی ہے۔ اور باب الصلوٰۃ بغیر رداء میں بھی حدیث ہے۔

الجواب نماز تو دونوں صورتوں میں درست ہے۔ البتہ بغیر عذر کے اس طرح نماز پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے۔ کمافی الشامیۃ ، ج ۱ ، ص ۵۹۹۔

(قولہ وصلوتہ فی ثیاب بذلۃ) بکسر الباء الموحدۃ و سکون الذال المعجمۃ الخدمۃ والابتذال و عطف المہنۃ علیہا عطف تفسیر وہی بفتح المیم وکسرہا مع سکون الہاء وانکر الاصمعی الکسر حلیۃ قال فی البحر و فسرہا فی شرح الوقایۃ بما یلبسہ فی بیتہ ولا یذہب بہ الی الاکابر والظاہر ان الکراہۃ تنزیہیۃ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۲۴ / ۴ / ۱۳۸۵ھ

طلاء دار کلاہ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

نیچے طلاء کا یا چھوٹے طلاء کا ٹوپی اور کلاہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ جواز کی صورت میں اس کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی حضرت مولانا جمال الدین صاحب مدرس مدرسہ ہذا

الجواب وفی الشامیۃ ، ج ۵ ، ص ۲۲۲ - وفی القنیۃ لاباس بالعلم المنسوج بالذہب للنساء فاما للرجال فقدر اربع اصابع ومافوقہا مکروہ۔ وایضا علی صفحۃ ۲۲۳ ج ۵ ، وکذا تکرہ القلنسوۃ ذکر ملا مسکین عند قول المصنف فی مسائل شتیٰ الی قولہ ولا بأس بلبس القلانس لفظ الجمع یشتمل قلنسوۃ الحریر والذہب والفضۃ الخ قولہ وفی الفتاوی ہندیۃ یکرہ ان یلبس الذکور

قلنسوۃ من الحریر او الذھب او الفضۃ او الکرباس الذی خیط علیہ ابریسم کثیر او شئ من الذھب او الفضۃ اکثر من قدر اربع اصابع ۔

مذکورہ بالا دو عبارتوں سے معلوم ہوا کہ خالص چاندی یا سونے کا طلاء، کلاہ اور ٹوپی پر چار انگل کی مقدار جائز ہے۔ اس سے زیادہ مکروہِ تحریمی ہے۔ رہا نماز کا حکم۔ وہ یہ ہے کہ نماز ہر صورت میں درست ہوگی خواہ طلاء چار انگل سے زیادہ کیوں نہ ہو۔ البتہ اس فعل کا گناہ الگ ہے۔ اور جھوٹا طلاء جو کہ تانبے وغیرہ کو سونے یا چاندی کا پانی دے کر تیار کیا گیا ہو۔ اس کے بارے میں باوجود کوشش کے کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ احتیاط یہی ہے کہ چار انگل سے زیادہ استعمال نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی

الجواب صحیح : بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

میاں بیوی ایک مصلے پر نماز پڑھیں تو نماز کا حکم

جب زوج اور زوجہ ایک دوسرے کے محاذاۃ میں ہوں اور نماز بغیر جماعت کے ادا کر رہے ہوں۔ یعنی ایک ہی مصلے پر یا جائے نماز پر، تو نماز جائز ہوگی یا نہیں ؟ جو بھی مسئلہ ہو اس کے ساتھ کسی چھوٹی کتاب کا حوالہ دیں۔ مثلاً بہشتی زیور یا شرح وقایہ یا اس جیسی کوئی اور کتاب تاکہ ہم بھی دیکھ سکیں۔ نیز محرم کے ساتھ یعنی محاذاۃ میں جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب محاذاۃِ مفسدۃ کی شرائط میں سے ہے کہ مرد و عورت دونوں تکبیر تحریمہ میں شرکت رکھتے ہوں۔ یعنی دونوں باہم امام و مقتدی ہوں۔ یا کسی تیسرے شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں۔ اگر یہ شرط نہیں ہوگی تو محاذاۃ مفسد نہیں ہوگی۔ پس صورت مسئولہ میں میاں بیوی اگر ایک ہی جائے نماز پر برابر کھڑے بدون جماعت کے اپنی اپنی نماز پڑھ رہے ہوں تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

فمحاذاۃ المصلیۃ لمصل لیس فی صلوتھا مکروھۃ لا مفسدۃ ۔ (درمختار) ۔

اگر شرائط سب موجود ہوں تو محرم عورت کی محاذات بھی مفسد ہے۔ شامی میں ہے

ولو محرمۃ او زوجۃ ۔ اھ (ج ا ص ۵۳۶) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۵/ ۱۲/ ۱۳۸۶ھ

آمین بالجہر کے بارے میں چند اہم سوال اور ان کے جواب

۱ : عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ، ج ۱ ص ۱۳۶ ۔ میں ہے کہ صحیح تو آمین بالجہر ہی ہے۔

۲ : امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے آمین بالجہر کو ترجیح دی ہے۔

۳ : مولانا عبدالحی لکھنوی رح اپنے فتاویٰ ، ج ۲ ص ۲۰۰ ۔ میں آمین بالجہر کو مسنون فرماتے ہیں۔

۴ : سعایہ شرح وقایہ میں مولانا موصوف رقم طراز ہیں ۔ فوجدنا بعد التامل والامعان القول بالجہر بآمین ھو الاصح ۔

۵ : درمختار مترجم ج ۱ ص ۲۳۰ ۔ میں آمین بالجہر کی بابت منقول ہے۔

۶ : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱ ۔ میں فرماتے ہیں کہ جو شخص آمین بالجہر کہتا ہو اس کو ملامت نہیں کرنا چاہئے ۔ نیز فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۶ ۔ میں آمین و رفع یدین کرنے والے کو عامل بالحدیث لکھا ہے۔

حدیث یا سنت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ منسوخ نہ ہوئی ہو اور مستمر رہی ہو۔ کیونکہ دو مختلف قول ایک ہی وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کئے جاسکتے۔ یقیناً دوسرا قول اس وقت کے لئے نہ سنت ہے اور نہ ہی حدیث کہلا سکتا ہے۔ اس نظریہ کے متعلق بھی ارشاد فرمائیں ؟

الجواب ۱ : ”عمدۃ الرعایہ“ میں مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے جو لفظ تحریر فرمایا ہے وہ روایت شعبہ کے متعلق ہے کہ اس میں ایک لفظ خفض بھا صوتہ آیا ہے اور دوسری میں جھر بھا ہے۔ تو مولانا نے اس روایت کے ان دو لفظوں میں سے از روئے روایت ایک کو صحیح کہا ہے نہ یہ کہ آمین بالجہر کو آمین بالسر پر ترجیح دی ہے۔ مولانا خود حنفی تھے ساری عمر سراً آمین کہتے رہے۔ اور نواب صدیق حسن خان کے ساتھ ان کے مناظرے ، مسائل مختلف فیہا میں رہے ہیں۔

۲ : حوالہ موجود نہیں بعد از حوالہ جواب دیا جائے گا۔

۳ : فتاویٰ عبدالحی رح میں دراصل یہ بات مذکور ہے کہ کسی مقام پر غیر مقلدین آمین آہستہ کہنے والوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان میں سے بعض جاہل ، حنفیوں کو کافر بھی کہہ رہے تھے ۔ ان کلمات ناشائستہ کی وجہ سے بعض حنفیوں نے غیر مقلدین کو مارا جس کی وجہ سے جو روز روز فساد اور مناظرہ اور جھگڑا مسجد میں برپا رہتا تھا وہ ختم ہوگیا ۔ پھر مولانا سے استفتاء ہوا ۔ اس پر مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے مارنے والوں کو تنبیہ کی اور کہا کہ آمین بالجہر نہ کہنے والے کو برا کہنا اور آمین بالجہر کہنے والے کو مارنے والے دونوں گنہگار ہوئے ۔ دونوں پر توبہ لازم ہے ۔ یہ اصل عبارت ہے جسکو غلط الفاظ میں استفتاء کے اندر پیش کیا گیا ہے اب اس سے یکطرفہ مطلب نکالنا کہ آمین بالجہر ہی سنت ہے ، ٹھیک نہیں ۔

۴ : سعایہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ لکھنے سے قاصر ہیں ۔ سائل کے دیگر سوالات کے بموافق اس میں بھی کوئی مغالطہ ہوگا ۔

۵ : در مختار میں آمین بالجہر کے مسنون ہونے کے متعلق کچھ نہیں ہے بلکہ " سرًا " کہنے کا ذکر ہے ۔

۶ : مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاویٰ رشیدیہ میں ایک شخص کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اس نے سوال کیا تھا کہ غیر مقلد کے پاس کھڑے ہو کر رفع یدین و آمین بالجہر کرنے سے ہماری نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آئے گی ؟

اس کے جواب میں مولانا نے جو فرمایا وہ یہ لفظ ہیں " کچھ خرابی نہیں آئے گی ، ایسا تعصب اچھا نہیں ہے وہ بھی عامل بالحدیث ہے ، اگرچہ نفسانیۃً کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے " اس عبارت میں مولانا نے غیر مقلدین کو نفسانیت سے عمل کرنے والا فرمایا ہے ۔ اور حقیقت بھی یہی ہے جو آج کل غیر مقلدین میں مشاہد ہے ۔ انہیں جہاں بھی موقع ملتا ہے احناف کو کافر مشرک اور خلاف سنت کرنے والا کے القاب دیتے ہیں ۔ اور ہمارے اکابر کی رواداری دیکھئے کہ ان پر ملامت کرنے یا برا بھلا کہنے سے روک رہے ہیں ۔ اس لئے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں فتنہ و فساد کرنا اچھا نہیں ہے اور ان مسائل میں الجھنا نہیں چاہئے ۔ دونوں امر صاحب شریعت سے ثابت ہیں اور یہی مطلب سبیل الرشاد کا ہے ۔ " سبیل الرشاد " کی عبارت ملاحظہ ہو ۔

" آمین کے باب میں دونوں طرف حدیث صحیح موجود ہے ۔ اس میں یہی دو فریق ہیں ایک جہر کو اولیٰ کہتے ہیں ، اور دوسرے خفیہ کو اولیٰ کہتے ہیں ، اصل آمین کہنے کے سنت ہونے میں اتفاق ہے "

اس عبارت میں سے جیسے یہ نکلتا ہے کہ جہر والے عامل بالحدیث ہیں ، اسی طرح سِر والے بھی عامل بالسنۃ ثابت ہوتے ہیں ۔ اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ خود سرًا آمین کہتے رہے ہیں ۔ تو پھر جھگڑا جس کی ابتداء غیر مقلدین کی طرف سے ہوتی ہے اور حنفی اکثر مدافعت کرتے ہیں ، اس میں حنفی کیوں قابل ملامت ہیں ۔

بعض ائمہ آمین بالجہر کو سنتِ مستمرہ مانتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں ۔ اور بعض ائمہ اس کو سنتِ منسوخہ قرار دیتے ہیں اور آخری عمل اخفاء کو سمجھتے ہیں اسلئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ دونوں عمل مسنون ہیں ۔ یا دونوں فریق عامل بالسنۃ ہیں ، تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہر فریق اپنے دلائل اور ترجیح کی بناء پر مصیب ہے اور واقع میں حق تو ایک فریق کے ساتھ ہوگا ۔ لیکن اجر و ثواب کے دونوں فریق مستحق ہوں گے ۔ اس لئے کسی پر ملامت کرنا جائز نہیں ہے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۵ / صفر المظفر ۸۴ ، ۱۳ ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

چھوٹی سورۃ کا فصل مکروہ ہے

اگر کوئی امام پہلی رکعت میں سورۃ ماعون پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ کافرون پڑھے تو یہ پڑھنا کیسا ہے ؟ اگر امام مذکور عمداً اس طریقہ پر اصرار کرے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اھ (درمختار علی الشامی ج ۱ - ص ۵۱۰) ۔

اس جزئیہ سے ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا طریق سے (درمیان میں ایک سورۃ چھوڑ کر قرأت کرنا درست نہیں) مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود اصرار کرنا سخت نادانی ہے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۲ / ۵ / ۱۳۸۴ ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

سجدۂ ثانیہ بالکل نہیں کیا تو نماز نہیں ہوئی

سجدۂ ثانیہ رہ جائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟
محمد شریف خان خطیب جامعہ مہاجرین کمرشل...

الجواب

دوسرا سجدہ اگر بالکل نہیں کیا تو نماز باطل ہے کیونکہ دوسرا سجدہ بھی فرض ہے۔

السجود الثانی فرض کالاول باجماع الامۃ کذا فی الزاهدی (عالمگیری: ج ۱: ص ۲۶)۔

البتہ اگر رہا ہوا دوسرا سجدہ دوسری یا تیسری رکعت میں ادا کر لیا اور سجدۂ سہو بھی کر لیا تو نماز ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۸ / ۱۰ / ۱۳۹۶ھ

سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے پیچھے والا دامن درست کرنا

نماز پڑھنے والا شخص قومہ کے دوران سجدہ میں جانے سے پہلے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیچھے والا دامن درست کرتا ہے اور عادتاً ایسا کرتا رہتا ہے۔ کیا اس شخص کی نماز فاسد ہے یا درست ہے؟

المستفتی، فضل احمد مالاکنڈ ایجنسی۔

الجواب

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ یہ فعل عبث ہے۔ اس سے بچا جائے۔

فقط واللہ اعلم، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

۱۶ / ۱۲ / ۱۴۰۰ھ

تشہد میں دونوں ہاتھوں سے دامن پھیلانا

ایک شخص نے تشہد کی حالت میں اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں پر پھیلا لیا کیا اس کی نماز ہو گئی؟

المستفتی: عبد الواحد بھٹی ۲۵۳ اے شاہ جمال ٹاؤن لاہور۔

الجواب

تشہد میں اس طرح دامن پھیلانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن بوجہ فعل عبث ہونے کے کراہت آجائے گی۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

خارج از صلوٰۃ کے لقمہ سے نماز فاسد ہونے کا حکم

اگر کسی نمازی کو خارج نماز شخص لقمہ دے اور وہ نمازی لقمہ سن کر ایک رکن سے کم دیر سوچنے لگ گیا میں نے غلطی تو نہیں کی، پھر جلد ہی اس کے ذہن میں اپنی غلطی آجائے اور وہ درست کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آئے گی؟

منیجر مکتبہ اسلامیہ راولپنڈی

الجواب

وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح۔ (شامی، ج ۱، ص ۴۱۸)۔

جزئیہ ہذا سے ظاہر ہے کہ اگر نمازی نے از خود یاد آنے پر لقمہ تام ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا ہے تو نماز نہیں ٹوٹی ورنہ ٹوٹ جائے گی۔ علامہ شامیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد کا مدار اس پر ہے کہ لقمہ کی وجہ سے یاد آیا ہو۔ اور اگر از خود یاد آیا ہے تو لقمہ تام ہونے سے پہلے یا بعد میں قرأت شروع کرنے کا کوئی اثر نہیں ہوگا نماز ہو جانی چاہئے۔ لیکن احتیاط اول میں ہے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۲۳ / ۴ / ۱۳۸۷ھ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی

سر پر کپڑا لیکر نماز پڑھنا افضل ہے

نماز ننگے سر پڑھنا افضل ہے یا سر ڈھانپ کر۔ حدیث شریف کی روشنی میں مسئلہ حل فرمائیں؟

الجواب

نماز کی حقیقت بارگاہِ خداوندی میں حاضری ہے۔ لہذا پورے ادب واحترام کے ساتھ حاضر ہونا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ جمعہ کے دن بہترین کپڑے حسب استطاعت پہنے جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک بہترین جوڑا فروخت ہوتے دیکھا تو خدمتِ نبوی میں عرض کیا۔

لو اشتریت هذه فلبستها یوم الجمعة۔ (ابو داؤد)۔

اس لئے حضرات فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تین کپڑوں میں نماز مستحب ہے۔

والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص و

وازار و عمامة ۔ (کبیری صــ۲۱۳) .

کیونکہ ننگے سر حاکم کی عدالت ، یا دربارِ شاہی میں جانا عام حالات کے اندر خلافِ ادب سمجھا جاتا ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ (ننگے سر نماز پڑھنے کے بجائے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا افضل ہے اور بعض ضعیف احادیث میں نماز مع العمامہ کا ثواب بغیر عمامہ سے پچیس گنا زائد ہونا وارد ہوا ہے جیساکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مشکوۃ کی شرح مرقاۃ : ج ۴ ، ص ۴۲۷ ۔ میں نقل کیا ہے ۔

روی ابن عساکر عن ابن عمرؓ مرفوعا صلوۃ تطوع او فریضۃ بالعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوۃ بلا عمامۃ ۔ اھ

(البتہ اگر بغرض اظہارِ ذلت و افتقار ننگے سر نماز پڑھتا ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۱۹ / ۵ / ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

باریک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم

آج کل عام رواج ہے کہ باریک کپڑا مرد پہنتا ہے اور عورت نماز پڑھتی ہے کیا اس سے نماز ہو جاتی ہے ؟

۲ : یہ بھی عام رواج ہے کہ قمیص کی آستینیں آدھی ہوتی ہیں ۔ کیا اس قمیص سے عورتوں کی نماز ہو جاتی ہے ؟

الجواب ۱ ، اگر کپڑا اتنا باریک ہے کہ بال نظر آتے ہیں تو اسے اوڑھ کر نماز پڑھے نماز نہیں ہوگی ، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے ۔

۲ ، اگر دورانِ نماز آدھی آستین ننگی رہیں تو نماز نہ ہوگی ۔ قمیص سے یا دوپٹہ سے انکا ڈھانپے رکھنا ضروری ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۳ / ۴ / ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح ، خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم
جامعہ خیر المدارس ملتان

آواز سے رونا مفسدِ صلوٰۃ ہے

درد یا مصیبت کی وجہ سے نماز میں اس طرح رونا کہ آواز میں حروف ظاہر ہو جائیں تو بتحریر تعلیم الاسلام نماز فاسد ہو جاتی ہے ۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر آواز سے روئے اور حروف بھی پیدا ہوں مگر مخفی رہیں یعنی صرف خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں ؟

الجواب اس صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی ۔ تعلیم الاسلام کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے ۔ حروف ظاہر ہو جائیں کا معنی یہ ہے کہ حروف پیدا ہو جائیں ۔ اور یہ " والبکاء بصوت یحصل بہ حروف " کا ترجمہ ہے اور ایسا رونا مفسد ہے

(در مختار علی الشامی ج ۱ صــ۴۵۸) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۲۸ / ۵ / ۱۳۸۷ھ

قعدۂ اخیرہ نہیں کیا گیا تو نماز کا اعادہ کیا جائے

امام صاحب عصر کی نماز میں آخری قعدہ کئے بغیر سہواً پانچویں رکعت میں چلے گئے ۔ مقتدیوں کی اطلاع پر بھی قعدۂ اخیرہ کو نہیں آئے ۔ اور قعدۂ اخیرہ کیا ہی نہیں ۔ چھ رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا ۔ دریافت کرنے پر کہنے لگے کہ میں نے چھ رکعت کر دی ہیں چار فرض ہو گئے اور دو نفل ہو گئے ۔ کیا یہ نماز صحیح ہو گئی ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر قعدۂ اخیرہ نہیں کیا گیا تو فرض ادا نہیں ہوئے ۔ بلکہ تمام نماز نفل ہو گئی ۔ فرض دوبارہ پڑھے جائیں ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد صدیق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۲/ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

تکبیر تحریمہ کے بعد نصف کھجور نگل لی تو نماز نہیں ہوئی

زید نے روزہ افطار کیا اور نماز پڑھائی ۔ نصف کھجور اس کے منہ میں رہ گئی تکبیر تحریمہ کے بعد اسکو نگل لیا ۔ کیا نماز ہو گئی ؟ ۔ حافظ مولابخش ڈی جی خان ۔

الجواب نماز نہیں ہوئی۔ واکله وشربه مطلقًا ولو سمسمة ناسیًا۔اھ
(در مختار علی الشامی : ج ۱ : ص ۴۱۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۸/۹/۱۴۰۰ھ

دورانِ نماز گھڑی پر وقت دیکھنا

نماز پڑھتے ہوئے گھڑی پر ٹائم دیکھنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں ؟ یعنی ہاتھ میں گھڑی بندھی ہوئی ہے دورانِ نماز اس پر ٹائم دیکھنا مفسدِ صلوٰۃ ہے یا اس سے نماز میں کراہت آئے گی ؟

محمد شفیع کالی موری حیدر آباد

الجواب (قصدًا نماز میں گھڑی سے وقت دیکھنا مکروہ ہے لیکن مفسدِ نماز نہیں)۔ ولا یفسدها نظره الی مکتوب وفهمه ولو مستفهما وان کره۔اھ
(در مختار علی الشامیه ، ج ۱ ، ص ۵۹۳)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۵/۱۰/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

صرف بنیان پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

کرتے اور قمیص کی موجودگی میں بنیان سے کہنیاں ننگی کر کے نماز پڑھنا اور اس فعل کی ہمیشہ عادت ڈالنا کیسا ہے ؟۔

الجواب وکره کفه ای رفعه ولو لتراب کمُشَمِّرٍ کم او ذیل اھ
(در مختار علی الشامیة ، ج ۱ ، ص ۴۴۹)۔
(قمیص کی بجائے بنیان پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جب کہ کہنیاں کھلی ہوں۔ جیسا کہ جزئیہ بالا سے ظاہر ہے اور یہ شخص مشمر ذیل کے بھی مشابہ ہے۔ یہ دوسری وجہِ کراہت ہے)
وذکر فی المغرب عن بعضهم ان الاتزار فوق القمیص من الکف۔ اھ (کبیری ص ۳۵۱)
(اور تیسری وجہِ کراہت اس میں یہ ہے کہ ثیابِ بذلہ کی تفسیر کے تحت داخل ہے)۔
" قال فی البحر وفسرها فی شرح الوقایة بما یلبسه فی بیته

ولا یذهب به الی الاکابر ۔ اور چوتھی وجہ تکاسل ہے کہ نماز کو ایسی اہمیت نہیں دیتا جیسا کہ شریعت میں امر کیا گیا ہے۔ الحاصل صرف بنیان پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ پورے تین کپڑوں میں نماز ادا کی جائے۔ (البحر الرائق ، ج ۲ ، ص ۲۷)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۵/۵/۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

مسجد میں پڑی ہوئی ٹوپیوں سے نماز کا حکم

آج کل مسجدوں میں تنکے کی ٹوپیاں رکھنے کا عام رواج ہے۔ مستعملین کو ان کی پاکی وپلیدی کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ ان کا استعمال کیسا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب (بہتر یہ ہے کہ ہر شخص رومال یا ٹوپی گھر سے اپنے ہمراہ لائے اور اسے پہن کر نماز پڑھے۔ ایسی گری پڑی ٹوپیاں استعمال کرنا نظافت ونفاست کے خلاف ہے)

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۷/۱۱/۱۳۹۷ھ

چوڑی دار پائجامہ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

جو پائجامہ دہلی والے اور یوپی والے پہنتے ہیں کیا اس کے پہننے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

الجواب نماز ہو جاتی ہے لیکن لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے پورا پردہ حاصل ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۷/ ذی الحجہ ، ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا۔

اسٹیل کا چین پہنا ہوا ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی

گھڑی کا چین جو عام طور پر اسٹیل کا ہوتا ہے اگر پہنا ہوا ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی کتاب "احکام شریعت" میں لکھا ہے کہ " نماز مکروہ تحریمی

ہوگی؟ لیکن اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ۔ براہ کرم حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں کہ یہ مکروہ ہے یا نہیں ؟

المستفتی صاحبزادہ محمد لطف اللہ خالد ۲۵۳/بی شاہ جمال ٹاؤن لاہور نمبر ۱۲

الجواب اسٹیل کا چین پہننا درست ہے اور اس سے نماز بھی مکروہ نہ ہوگی ۔

لانہ تابع کالعَلَم للثوب فلا یعد لابساً لہ۔ (شامیہ ج ۵ ص ۲۵۳)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان - ۱۷ / ۱۱ / ۱۴۰۸ھ

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمامہ صرف نمازوں کے لئے رکھا ہوا تھا)

ننگے سر نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے ۔ بعض افراد کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو کپڑوں میں نماز پڑھی اور ننگے سر نماز پڑھنے سے نماز کامل و مکمل ہے ۔ دلیل کے طور پر سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل پیش کرتے ہیں ۔ آنحضرت ؐ سے بوقت خطبہ عمامے کا ثبوت تو ملتا ہے ۔

المستفتی : قاری محمد رمضان خریب ۵/۷۷ آر تحصیل وضلع ساہیوال

الجواب یہ غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دو کپڑوں میں نماز پڑھتے تھے اور سر پر عمامہ نہیں ہوتا تھا ۔ بلکہ ایک عمامہ آپ نے مستقل نمازوں کے لئے رکھا ہوا تھا ۔ محدثین نے اس عمامے کی مقدار بھی بتائی ہے ۔ دیکھئے "عرف الشذی شرح ترمذی ص ۲۴۴" اور آپ نے جو لکھا ہے کہ خطبہ کے وقت آپ عمامہ پہنتے تھے ۔ تو آپ ہی بتائیں کہ نماز کے وقت اتار دیتے ہوں گے ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب لوگوں کی طرف متوجہ ہوں تو سر پر کپڑا لیا ہوا ہو ۔ اور جب سب سے بڑی بارگاہ میں حاضری ہو تو سر سے کپڑا اتار دیں نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا کہ سر پر نماز کے وقت کپڑا لے کر نماز ادا کرتے تھے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

ازراہِ تکبر چادر کو ٹخنوں سے نیچے رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم

ایک آدمی نے نماز اس حالت میں پڑھی کہ شلوار یا چادر ٹخنوں سے نیچے تھی ۔ کیا نماز ہوگئی یا اس کا اعادہ واجب ہے ۔ جواب باحوالہ درکار ہے ؟

الجواب (اگر تکبر کی وجہ سے چادر وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کر کے نماز پڑھی ہے تو اس کا اعادہ کیا جائے ۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال بینما رجل یصلی مسبلا ازارہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب فتوضأ ثم جاء فقال اذھب فتوضأ فقال لہ رجل یا رسول اللہ امرتہ ان یتوضأ ثم سکت عنہ قال انہ کان یصلی وھو مسبل ازارہ وان اللہ تعالی لا یقبل صلوۃ رجل مسبل اھ (ابوداؤد از بذل المجہود ، ج ۵ ، ص ۵۴) ۔ وفی البذل تحت قولہ رجل مسبل ازارہ من الکبر و الخیلاء ۔ اھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان - ۱۸ / ۱۰ / ۱۴۰۱ھ

سمجھدار بچے کے لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

اگر کوئی نابالغ بچہ نماز میں لقمہ دے ، تو امام کی نماز اس نابالغ مقتدی کے لقمے لینے کی وجہ سے ٹوٹ جائے گی یا نہیں ؟

الجواب قال فی فتاوی عالمگیری ۔ وان فتح علی امامہ لم تفسد ثم قیل ینوی الفاتح بالفتح علی امامہ التلاوۃ والصحیح ان ینوی الفتح علی امامہ لا التلاوۃ قال وفتح المراھق کالبالغ ۔ (ج ۱ ۔ ص ۵۱) ۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ سمجھدار لڑکے کے لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷/۴/۱۴۰۰ھ

تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ نہ اٹھائے تو نماز مکروہ ہوگی

فرضوں کی جماعت رکوع میں ہے اور زید جو بعد میں آیا ہے اس نے تکبیر تحریمہ بھی کہی ہے اور قیام بھی کیا ہے مگر نہ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور نہ ناف کے نیچے باندھے ہیں۔ تو کیا وہ نماز میں شامل ہوگیا ؟

الجواب نماز ہوگئی مگر وہ تارک سنت ہوا۔ (وسننها) ترك السنة لا يوجب فساد او لا سهوا بل اساءة (رفع اليدين للتحريمة ووضع يمينه على يساره) اھ (شامیہ ج ۱ ص ۳۲۰)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان - ۷ / ۵ / ۱۴۰۰ھ

کہنی ننگی کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے

کہنی ننگی کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟
احسان الٰہی ملتان

الجواب مکروہ ہے۔ ولو صلى رافعا كميه الى المرفقين كره كذا في فتاوى قاضيخان۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۵)۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۷ / ۷ / ۱۴۰۱ھ

اگر پورے سجدے میں پاؤں زمین سے نہ لگے تو نماز نہیں ہوگی

ایک آدمی سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں قصدًا یا بھول کر زمین سے اٹھالے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب اگر پورے سجدے میں پاؤں اٹھے رہے تو نماز نہیں ہوگی اور اگر ایک لمحہ کے لئے لگا لئے پھر رکھ دیئے تو نماز ہوگئی۔

۱ السجود بجبهته وقدميه ووضع اصبع واحدة منهما شرط۔

(درمختار) وافاد انه لو لم يضع شيئا من القدمين لم يصح السجود۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۳۳۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان - ۷ / ۵ / ۱۴۰۰ھ

نمازی اور قبر کے درمیان دیوار حائل ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے

ہمارا مدرسہ تعلیم القرآن بہاولنگر کے قبرستان میں چار سال سے چل رہا ہے۔ یہ مکان مدرسہ قبرستان کی مشرقی طرف میں واقع ہے۔ یعنی مکان کے متصل مغرب کی طرف قبرستان ہے اور مشرق کی طرف قبرستان کا رقبہ تقریبًا ایک مرلہ خالی پڑا ہے۔ اب مدرسہ کے لئے مسجد کی اشد ضرورت ہے مگر سننے میں آیا ہے کہ قبرستان میں مسجد شرعًا ناجائز ہے۔ ہم قبروں کے ساتھ ایک دیوار بنائیں گے اور پھر دیوار سے بجانب مشرق تقریبًا پندرہ فٹ جگہ چھوڑ کر مسجد کی بنیاد رکھیں گے۔ شرعًا یہ مسجد جائز ہے یا نہیں ؟

۲ : جب نمازی کے سامنے مسجد کی دیوار کے علاوہ ایک دوسری دیوار بھی ہے جو کہ کامل و اکمل سترہ ہے تو اس نماز میں کراہت کس وجہ سے ہے ؟ عرصہ چار سال سے مذکورہ مکان میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں ان کا کیا حکم ہے ؟

مولانا محمد عارف مہتمم تعلیم القرآن قبرستان بہاولنگر

الجواب نمازی اور قبر کے درمیان دیوار حائل ہو تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔ کیونکہ مقبرہ میں نماز سے منع کرنے کی علت تشبہ بعبدۃ الاصنام ہے اور دیوار کے حائل ہونے سے تشبہ نہیں رہتا۔ لہذا صورت مسئولہ میں تعمیر کی گئی مسجد میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ اگر یہ جگہ قبرستان کے لئے وقف ہے تو وقف علی المقبرۃ میں مسجد بنانا درست نہیں۔

لا بأس بالصلوة في المقبرة اذا كان فيها موضع اعد للصلوة وليس فيها قبر وهذا لان الكراهة معللة بالتشبه باهل الكتب

وھو منتف فیما كان على الصفة المذكورة - اھ (كبيری ، ص ۳۵۱)

ولا بأس بالصلوة فيها اذا كان فيها موضع اعد للصلوة وليس فيه قبر ولا نجاسة كما في الخانية ولا قبلته الى قبر - اھ (شامی ، ج ۱ ، ص ۳۵۳) -

فتاویٰ دارالعلوم میں ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"گوشۂ مغربی میں اگر قبور بنائی جائیں تو نماز میں کراہت نہ ہوگی۔ کیوں کہ دیوار مغربی مسجد حائل کیلئے کافی ہے" (ج ۴ ، ص ۱۰۶) -

۲ : اگر بالحائل پڑھی گئی ہیں تو بلا کراہت صحیح ہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیرالمدارس
ملتان ، ۲۳ / ۱۲ / ۱۳۹۹ھ

متعدد دفعہ لقمہ دینے سے نماز فاسد نہ ہوگی

ایک امام صاحب نماز میں دو مرتبہ بھولے پیچھے لقمہ بھی دیا گیا۔ کیا نماز ہوگئی ؟

الجواب اگر امام نے لقمہ دینے کے بعد صحیح پڑھ لیا تو ایک سے زائد مرتبہ لقمہ دینے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

بخلاف فتحه على امامه فانه لا يفسد مطلقا لفاتح و آخذ بكل حال - اھ (درمختار على الشامية ، ج ۱ ، ص ۵۸۲) -

لو قرأ في الصلوة بخطاء فاحش ثم رجع وقرأ صحيحا قال عندي صلوته جائزة - اھ (عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۴۳) - فقط واللہ اعلم -

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی
خیرالمدارس ملتان ۲ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

عورت کی کلائی کا چوتھا حصہ نماز میں کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی

عورتوں کی قمیص عام طور پر نصف کلائی تک ہوتی ہے اور نصف کلائی کھلی رہتی ہے

تو کیا اس طرح ان کی نماز ہوجائے گی ۔ ؟

از تعلیم النساء خیرالمدارس ملتان

الجواب اگر کلائی کا چوتھا حصہ یا اس سے زائد نماز میں تین تسبیحات رکوع یا سجود کہہ سکنے کے وقت تک کھلا رہے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اور اگر اتنی مقدار کلائی شروع ہی سے ننگی ہے تو نماز منعقد ہی نہیں ہوگی۔

ويمنع صحة الصلوة حتى انعقادها كشف ربع عضو قدر اداء ركن بلا صنعه من عورة غليظة او خفيفة - اھ (درمختار علی الشامی ج ۱ ، ۲۲۳)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیرالمدارس ملتان

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیرالمدارس
ملتان : ۱۷ / ۱۰ / ۱۳۹۶ھ

محراب میں لگے ہوئے شیشے خشوع میں مخل ہوں تو وہاں نماز مکروہ ہے

خانپور میں ایک جامع مسجد ہے جس کا محراب چھوٹے بڑے گول چوکور شیشوں سے مزین ہے۔ جب امام صاحب محراب میں کھڑے ہوتے ہیں یا مقتدی صفوں میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے وجود ان شیشوں میں نظر آتے ہیں۔ آیا ایسی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے ؟ اور جو نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ کیا جائے یا نہ ؟

الجواب شیشہ میں دکھائی دینے والی صورتیں تصویر کا حکم نہیں رکھتیں کیوں کہ یہ عکس ہے۔ ورنہ آئینہ کی بھی اجازت نہ ہوتی۔ لیکن ایک دوسری وجہ سے کراہت موجود ہے بشرطیکہ مخل خشوع ہو اور دل کی مشغولی کا باعث ہو۔ مراقی میں ہے۔ وتكره بحضرة كل ما يشغل البال كزينة وبحضرة ما يخل بالخشوع - (ص ۱۹۸) - (اعادہ مستحب ہے کیونکہ کسی واجب کا ترک نہیں) - وتعاد استحبابا بتركه غيره ـــــ (مراقی ص ۱۸۹) -

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۲ / ۳ / ۱۴۰۶ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی -

کپڑا ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم

سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر نماز پڑھنے کی حیثیت کیا ہے۔ فرض یا سنت یا واجب ہے ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سمجھتے ہیں۔ اور بوقت نماز اپنے پاس کپڑا ہوتے ہوئے بھی اتار دیتے ہیں کیا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار ایسا کیا ہے؟ اور اگر اکثر نہیں کیا، تو اب اکثر اور کبھی کبھار والی سنتوں میں سے کسے ترجیح دی جائے۔؟

الجواب (تہاون کے طور پر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے)۔ بحر میں ہے۔

وان صلی فی ازار واحد یجوز ویکرہ وکذا فی السراویل فقط بغیر عذر وکذا مکشوفا الرأس للتہاون (ص۲۷)۔

(نماز کے لئے مستحب لباس عمامہ باندھنا ہے)

والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ.

(بحر، ج ۲، ص ۲۷)۔

(ننگے سر نماز پڑھنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ حکم دیا ہے اور نہ ہی کپڑا موجود ہوتے ہوئے آپ نے ننگے سر نماز پڑھی ہے)۔ ومن ادعی فعلیہ البیان (بلکہ کپڑا موجود ہونے کی صورت میں استعمال کا حکم ہے)۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لاحدکم ثوبان فلیصل فیہما۔ الحدیث۔ (ابوداؤد)۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۴۰۸/۸/۳ھ

نائب مفتی۔

ٹائی باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم

ٹائی گلے میں باندھے ہوئے نماز پڑھنی جائز ہے یا کہ نہیں اور نیز ننگے سر یا پینٹ وغیرہ پہنے ہوئے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب (ٹائی لگانے سے یہود ونصاریٰ کے نظریۂ صلیب کی عملی تائید ہوتی ہے اور ان سے مشابہت بھی ہے۔ اس لئے اس کے پہننے کی کسی حالت میں اجازت نہیں۔ کراہت یقیناً ثابت ہے۔ سر ڈھانپنے کو اہمیت نہ دیتے ہوئے سستی کی بناء پر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیا یہ آداب خداوندی کے خلاف نہیں ہے؟ جب دوسرا کپڑا مہیا نہ ہو تو

پینٹ پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱/۱/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

(والدین بلائیں تو نماز توڑنے کا حکم)

اگر نماز پڑھتے ہوئے نمازی کو، والدین میں سے والد یا والدہ آواز دے کر بلائے تو کیا ان کے بلانے اور آواز دینے سے نمازی اپنی نماز درمیان میں توڑ کر والدین کی بات سن لے یا اپنی نماز پوری کرنے کے بعد والدین کی بات سنے۔ بالدلیل تحریر فرمائیں۔

المستفتی قاری سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب وفی العالمگیریۃ، ج ۱، ص ۱۰۹۔ المصلی اذا دعاہ احد ابویہ لا یجیب مالم یفرغ من صلوتہ الا ان یستغیث بہ لشئ لان قطع الصلوۃ لا یجوز الا لضرورۃ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ محض بلا لینے سے نماز نہ توڑے۔ البتہ اگر والدین یا کوئی اجنبی شخص بھی ناقابل برداشت تکلیف پہنچنے کے وقت نمازی کو فریاد کرے تو پھر نماز توڑنا واجب ہے)۔

کذا فی العالمگیریۃ، ج ۱، ص ۱۰۹۔ وکذا الاجنبی اذا خاف ان یسقط من سطح او تحرقہ النار او یغرق فی الماء واستغاث بالمصلی وجب علیہ قطع الصلوۃ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۱/۱۴۱۱ھ جامعہ خیر المدارس، ملتان

سینہ قبلہ سے پھر جائے تو نماز کا حکم

زید کا اٹھتے بیٹھتے وقت نماز میں سینہ پھر جاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ اور اگر یہ بڑھاپے کے عذر

کی وجہ سے ہو تو کیا حکم ہے ؟

الجواب ایسے انحراف سے بچنا ضروری ہے۔ کیونکہ سینہ اگر قبلہ سے بالکل پھر گیا۔ اور قصداً ایسا کیا گیا ہے تو نماز فوراً ٹوٹ جائے گی۔ درمختار میں ہے۔

وتحويل صدره عن القبلة اتفاقا بغير عذر قال الشامى واطلقه فشمل مالو قل اوكثر وهذا لو باختياره والا فان لبث مقدار ركن فسدت والا فلا اھ (شامية، ج۱، ص ۵۸۶)۔ وفى الخانية نفيها اذا تعمد ذلك فسدت صلوته وان قل۔ اھ (شاميه، ج۱، ص ۳۷۹)۔

علامہ شامی رح کی کلام میں "اختیارہ" سے مراد تعمد ہے۔ کذا فی الخانیہ۔ واضح رہے کہ معمولی تحویل صدر مفسد نہیں مگر جب حدِ قبلہ سے نکل جائے۔ حدِ قبلہ یہ لکھا ہے۔

حد القبلة فى بلادنا يعنى سمرقند مابين المغربين مغرب الشتاء ومغرب الصيف فان صلى الى جهة خرجت من المغربين فسدت صلوته۔ اھ قال الشامى الانحراف اليسير لا يضر۔ اھ (شامى، ج۱، ص ۳۱۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ۱/۷/۱۴۱۰ھ

گھڑی چوری ہونے کے اندیشہ سے نماز توڑنا

زید نے ظہر کی نماز سے پہلے مسجد کے غسل خانوں میں غسل کیا۔ گھڑی وہیں رہ گئی اور مسجد میں آکر نماز شروع کر دی۔ دورانِ نماز خیال آیا۔ تو کیا زید گھڑی لانے کے لئے نماز توڑ کر جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر چوری ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ کر جا سکتا ہے۔

ويجوز قطعها ولو كانت فرضا بسرقة يخشى على

مايساوى درهما لانه مال وقال عليه الصلوة والسلام قاتل دون مالك وكذا فى ما دونه فى الاصح لانه يحبس فى دانق اھ (مراقى الفلاح، ص ۲۰۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان ۲/۲/۱۴۱۱ھ

ایڑیوں پر بیٹھنے کا حکم

بعض لوگ جنہوں نے پینٹ یا چست پاجامہ پہنا ہوا ہوتا ہے۔ نماز پڑھتے وقت جب وہ سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو پاؤں کی ایڑیوں پر بیٹھ کر دوبارہ سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ اور بعض التحیات بھی اسی حالت میں پڑھتے ہیں۔ یعنی ایڑیوں پر بیٹھ کر۔ تو کیا پینٹ وغیرہ کی وجہ سے وہ معذور سمجھے جائیں گے ؟

الجواب (دورانِ نماز اس طرح پاؤں کھڑے کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھنا مکروہ ہے)

وكره الاقعاء وهو ان يضع اليتيه على الارض وينصب ركبتيه لقول ابى هريرة رضى الله عنه نهانى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نقر كنقر الديك واقعاء كاقعاء الكلب۔ (مراقى الفلاح)

(وكره الاقعاء) كراهة تحريمة (وينصب ركبتيه) ويضمهما الى صدره ويضع يديه على الارض وقال الكرخى هوان ينصب قدميه ويقعد على عقبيه واضعا يديه على الارض قال الزيلعى والاول اصح لانه اشبه باقعاء الكلب يعنى ان كون الاول هو المراد فى الحديث اصح لا ان ما قاله الكرخى غير مكروه بل يكره ذلك ايضا كما فى الفتح والمضمرات۔ (طحطاوى، ص ۱۹۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان ۱۳/۳/۱۴۱۰ھ

تصویر جیب میں ہو تو نماز کا حکم

آج کل تقریباً ہر ملک کی کرنسی پر کسی نہ کسی کی تصویر ہوتی ہے نیز ہر ملک میں شناختی کارڈ بھی لازمی ہے۔ تو کیا ان کے جیب میں ہوتے ہوئے اگر نماز پڑھی جائے تو اس نماز میں کراہت ہوگی یا نہیں؟ براہ کرم باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: تصویر کسی چیز میں چھپی ہوئی ہو تو پھر اس کی وجہ سے نماز میں کراہت نہیں آئی۔
قال فی البحر ومفاده کراهة المستبین لا المستتر بکیس اوصرة او ثوب اٰخر ۔اھ (درمختار)۔ (قوله لا المستتر بکیس اوصرة) بان صلی ومعه صرة اوکیس فیه دنانیر او دراهم فیها صور صغار فلا تکره لاستتارها۔ اھ (شامی: ج۱، ص۴۷۹)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷ / ۸ / ۱۴۱۰ھ



مصوّر کپڑے میں نماز پڑھنا

آج کل شرٹ کے لئے ایک ایسا کپڑا آتا ہے جس پر جاندار ہاتھی، گھوڑا وغیرہ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اسے پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: ایسے کپڑے میں نماز مکروہ ہے۔ اور نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا مکروہ ہے۔
وکره ..... لبس ثوب فیه تصاویر اھ (کنز) لانه یشبه حامل الصنم فیکره وتکره التصاویر علی الثوب صلی فیه اولم یصل اھ (بحر، ج۲، ص۲۷ - مطبوعہ کوئٹہ)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان



فرضوں میں بلا عذر تکرارِ آیت مکروہ ہے

بعض اوقات دورانِ قرأت امام صاحب کا سانس ٹوٹ جاتا ہے اور وہ پہلے پڑھی ہوئی آیت کو دہراتے ہیں کیا اس سے نماز میں کراہت تو نہیں آتی؟

الجواب: درمیان میں سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے دہرانے کی صورت میں نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی کیونکہ یہ عذر ہے البتہ بلا عذر دہرانا فرضوں میں مکروہ ہے۔
واذا کرر اٰیة واحدة مرارًا فان کان فی التطوع الذی یصلی وحده فذلك غیر مکروه وان کان فی الصلوة المفروضة فهو مکروه فی حالة الاختیار واما فی حالة العذر والنسیان فلا بأس اھ۔ (عالمگیری، ج۱، ص۵۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان - ۳ / ۱ / ۱۴۰۸ھ



سردی کی وجہ سے محراب سے ایک طرف ہو کر جماعت کرانے کا حکم

ایک مسجد ہے جس میں پانچ وقت پابندی سے نماز باجماعت ہوتی ہے اگر سردی کے موسم میں کسی کونے میں، دھوپ ہونے کی وجہ سے کونے میں یا ایک طرف نماز پڑھ لی جائے تو ہو جائے گی یا نہیں؟ کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز مسجد کے وسط میں ہونی چاہئے یعنی محراب کے سامنے۔

الجواب: نماز ہو جائے گی لیکن امام کو چاہئے کہ وسطِ صف میں کھڑا ہو۔
وینبغی للامام ان یقف بازاء الوسط فان وقف فی میمنة الوسط اوفی میسرته فقد اساء لمخالفة السنة۔ اھ (عالمگیری، ج۱، ص۸۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی

(نمازیوں کی کثرت کے وقت مکبروں کا انتظام بہتر ہے یا آلہ مکبر الصوت کا)

نماز کے وقت مکبروں کو مقرر کیا جائے یا لاؤڈ سپیکر بہتر ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل فضل الٰہی ساہیوال

الجواب بہتر یہی ہے کہ بوقت کثرت نمازیوں کے مکبر ہی کا انتظام کیا جائے اور یہ آلہ استعمال نہ کیا جائے ہاں اگر ایسی کثرت ہو کہ مکبرین کے انتظام میں بھی دشواری ہو تو اس آلہ کے استعمال کی گنجائش ہے۔ اور نماز دونوں صورتوں میں ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱۳ / ۱۱ / ۱۴۰۰ھ

غیر مسلموں کے متروکہ معبد میں نماز پڑھنے کا حکم

ایک گوردوارہ ایک کمرہ کی شکل میں ہے اس کے اندر اور اوپر کوئی امتیازی نشان نہیں ہے ایک کمرہ اور آگے برآمدہ ہے کمرہ کو باریاں لگی ہوئی ہیں۔ اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

قاری محمد طیب، علی پور

الجواب صورت مسئولہ میں مکان مذکور (جسے پہلے گوردوارہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا) کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔ ہاں قبلہ والی دیوار میں محراب بنا لینا چاہئے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ معین مفتی
خیر المدارس ملتان ۴ / ۴ / ۱۳۷۹ھ

چھینکنے والے کا جواب دینے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں

چھینک اور جمائی لیتے وقت بحالت نماز "الحمد للہ" اور "لاحول" وغیرہ علی الترتیب کہنا کیسا ہے؟

الجواب چھینکنے والا اگر خود "الحمد للہ" یا "یرحمک اللہ" کہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی کے جواب میں کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ شامی میں ہے۔

لو قال لنفسہ یرحمک اللہ یا نفسی لا تفسد لانہ لما لم یکن خطابا لغیرہ الخ (ج ۱، ص ۴۳۵) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہٰذا

بندہ اصغر علی غفرلہٗ معین مفتی
خیر المدارس ملتان ۲ / ۱ / ۱۳۷۴ھ

(دودھ پی کر نماز سے پہلے کلی کرنا مسنون ہے)

آج کل حفاظ قرآن میں یہ رسم پھیل گئی ہے کہ تراویح پڑھاتے وقت دودھ میٹھا کر لیتے ہیں اور ہر دوگانہ کے بعد ایک گلاس نوش کر کے بغیر کلی کئے اگلی نماز شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ فعل خلاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حدیث یہ ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرب لبنا فمضمض الخ۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ دودھ پینے کے بعد بغیر کلی کئے نماز فاسد ہے۔ جواب کافی وشافی ہو؟

الجواب اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کیونکہ کلی کرنا سنت ہے۔ فرائض وواجبات میں سے نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

لیکن درمیان میں کلی کرنا مناسب اور سنت ہے۔ والجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ اصغر علی غفرلہٗ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
۲۰ / ۴ / ۱۳۷۴ھ

مسجد کے بالائی حصہ میں عورتیں اور نیچے مرد اقتداء کر رہے ہوں تو یہ مفسدِ صلوٰۃ ہے یا نہیں

ہماری مسجد میں نمازِ عشاء اور تراویح کے ساتھ رمضان شریف میں عورتیں بھی شرکت کرتی ہیں مسجد کے بالائی حصہ میں عورتیں ہوتی ہیں اور زیریں حصہ میں مرد ہوتے ہیں۔ کیا اس سے مردوں کی نماز فاسد تو نہیں ہوتی ؟

المستفتی محمد لطف اللہ خالد ۲۵۳ بی شاہجمال ٹاؤن لاہور

الجواب ایسی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی ۔

" ففی الطحطاوی فلو اختلف المکان بان کانت المرأۃ علی مکان عال بحیث لا یحاذی شئ منہ شیئا منہا لا تفسد اھ (ص ۱۸۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	معین مفتی خیر المدارس ملتان
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان	۲/ ۱۱/ ۸۰ ۱۳ھ

عورت مردوں کی صف میں آکھڑی ہو تو کس کس کی نماز فاسد ہوگی

اگر عورت مردوں کی صفِ جماعت میں کھڑی ہو جائے تو اس کے دائیں بائیں دو مردوں ہی کی نماز فاسد ہوگی یا پچھلی صف کے کسی مرد کی بھی ؟

سائل اکرام الحق، راولپنڈی

الجواب ایک دائیں سے ایک بائیں سے ایک پیچھے سے کل تین آدمیوں کی نماز فاسد ہوگی[1]۔ ان کے علاوہ پہلی یا پچھلی صف والوں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (شامی : ج ۱: ص ۵۳۵) ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

[1] وقد صرحوا بان المرأۃ الواحدۃ تفسد صلوۃ ثلاثۃ اذا وقفت

فی الصف من عن یمینہا ومن عن یسارہا ومن خلفہا۔ اھ (کذا فی الشامیۃ ، ج ۱، ص ۵۳۵)۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

(نماز میں انگلیوں کو مسلسل حرکت دیتے رہنا)

ایک شخص نماز میں انگلیوں کو مسلسل اسطرح حرکت دیتا رہتا ہے جیسے ان پر کوئی چیز شمار کر رہا ہو اور روکنے کے باوجود باز نہیں آتا۔ ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب (اگر یہ حرکت اختیاری ہے تو مکروہ ہے بلکہ مسلسل کرنے سے نماز فاسد ہونے کا اندیشہ ہے۔) وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم اوذیل وعبثہ بہ ای بثوبہ وبجسدہ للنہی الا لحاجۃ - اھ (در مختار)۔

(قولہ وعبثہ) ہو فعل لغرض غیر صحیح قال فی النہایۃ و حاصلہ ان کل عمل ہو مفید للمصلی فلا بأس بہ اصلہ ما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرق فی صلوتہ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفیداً وفی زمن الصیف کان اذا قام من السجود نفض ثوبہ یمنۃ او یسرۃ لانہ کان مفیداً کی لا تبقی صورۃ فاما ما لیس بمفید فہو العبث - اھ ـــــــ (قولہ للنہی) وہو ما اخرجہ القضاعی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کرہ لکم ثلاثا العبث فی الصلوۃ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر وہی کراہۃ تحریم کما فی البحر (قولہ الا لحاجۃ) کحک بدنہ لشئ أکلہ واضرہ وسلت عرق یؤلمہ ویشغل قلبہ وہذا لو بدون عمل کثیر قال فی الفیض الحک بید واحدۃ فی رکن ثلاث مرات یفسد الصلوۃ ان رفع یدہ فی کل مرۃ اھ

وفی الجوھرۃ عن الفتاوی اختلفوا فی الحک ھل الذھاب والرجوع مرۃ او الذھاب مرۃ والرجوع اخری ۔ (شامی ج ۱ ص ۴۴۹)

فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

دورانِ نماز مکھی کو چہرے سے ہٹانا

بسا اوقات نماز میں مکھیاں تنگ کرتی ہیں، مکھی کو ہٹایا جائے تو پھر اسی جگہ پر آ بیٹھتی ہے۔ تو کیا مکھی کو ہٹا سکتے ہیں؟ المستفتی: آفتاب احمد قریشی، ہمدرد دواخانہ، گارڈن ٹاؤن، لاہور۔

الجواب: بوقتِ ضرورت عمل قلیل سے مکھی کو اڑا سکتے ہیں۔ وفی الھندیۃ عن التاتارخانیہ یکرہ ان یذب بیدہ الذباب او البعوض الا عند الحاجۃ بعمل قلیل۔اھ (طحطاوی، ص ۱۹۴) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نماز میں آنحضرت علیہ السلام کا خیال لانے اور آنے کا مسئلہ

۱: نماز میں پیغمبر علیہ السلام کا خیال لانا ضروری ہے کہ نہیں۔ اگر کسی درجہ کا خیال لانا ضروری ہے تو کیا وہ بایں معنی لانا چاہیے جس میں تمام شمائل ترمذی آجائے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حلیہ مبارک یا کہ محض شانِ نبوت کافی ہے۔ کما قال العثمانی فی فتح الملہم واحضر فی نفسک شخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲: اگر کوئی فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔ سے مراد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خد و خال کا بھول جانا لکھے تو کیا یہ محض تحریفِ آیاتِ باری ہے یا کہ نہیں؟ باوجودیکہ کسی مفسر نے یہ جرأت نہیں کی۔

محمد انور کلیم دار العلوم فیض محمدی لائلپور

الجواب: خیال میں لانا اور ہے اور خیال میں آنا الگ ہے۔ خیال میں آنا اور تصور بایں معنی کہ "اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ" پڑھے تو آپ کا تصور ہو۔ اور اسی

طرح درود شریف میں بھی تصور آپ کا آئے۔ لیکن اس تصور سے توجہ الی اللہ اور دھیان میں کوئی فرق نہیں آتا تو یہ تصور جائز ہے اور نماز سے مانع نہیں ہے۔ اور اس کے بالمقابل دوسرا تصور یہ ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو قصداً تصور کر کے پوری توجہ اور ہمت اسی طرف صرف کر دے اور دھیان لگا دے جس سے توجہ الی اللہ منقطع ہو جائے یا منقسم ہو جائے یہ ناجائز ہے۔

۲: یہ تفسیر خود ساختہ اور باطل ہے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ تفسیر وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین رح اور سلفِ صالحین سے منقول ہو۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان، ۲ محرم ۱۳۹۴ھ

کتنی دیر کشفِ ستر مفسدِ صلوٰۃ ہے

بحر نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کا ستر کھل گیا۔ ستر کتنا کھلے اور کتنی دیر تک کھلا رہے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ المستفتی سیف اللہ خالد قادری

۲۵۳/بی شاہ جمال ٹاؤن، لاہور

الجواب: چوتھائی حصہ اگر کسی ایسے عضو کا کھل گیا جس کا چھپانا فرض تھا اور تین مرتبہ "سبحان ربی العظیم" کہنے کی مقدار کھلا رہا تو نماز ٹوٹ گئی ورنہ نہیں ٹوٹی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۰/۷/۱۴۰۳ھ

نوافل میں تکرارِ آیت کا حکم

اگر دورانِ نمازِ تہجد کسی آیت سے قلب پر رقت طاری ہو جائے تو اس کو بار بار پڑھنے سے کراہت تو نہ ہوگی؟ عاصی نور احمد، از فضل آباد، بہاولنگر

الجواب (نوافل میں تکرارِ آیت مکروہ نہیں۔ آنحضرت علیہ السلام سے بھی اسی طرح تکرار ثابت ہے۔)

واما کرایۃ واحدۃ فان کان فی التطوع الذی یصلی وحدہ فذلک غیر مکروہ وان کان فی الصلوۃ المفروضۃ فھو مکروہ فی حالۃ الاختیار واما فی حالۃ العذر والنسیان فلا بأس اھ (عالمگیری ج ۱، ص ۵۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۳/۱۴۰۹ھ

نماز کے متصل بعد سجدہ میں دعا کرنا

بعض لوگ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ میں پڑ کر کچھ دعا مانگتے ہیں اور بعض رخسار کو بھی زمین پر رگڑتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو اس کا کسی کتاب سے ثبوت بھی ملتا ہے یا نہیں؟ جواب تفصیل سے دیں۔

نفیس الرحمٰن بن محمد رمضان ساہیوال

الجواب (نماز کے متصل بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے۔ عام حالات میں دعا کے لئے سجدہ جائز ہے۔ مگر التزام اس کا بھی بدعت ہے۔ رخساروں کو زمین پر ملنا عاجزی کے لئے ہو تو جائز ہے) وسجدۃ شکر ذکر الطحاوی عن ابی حنیفۃ قال لا اراہ شیئا الی قولہ وما یفعل عقیب الصلوۃ فمکروہ لان الجھال یعتقدونھا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ (کبیری مسائل شتیٰ)

فقط واللہ اعلم، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

گرمی کے عذر کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے

گرمی یا سردی یا روشنی کے عذر کی وجہ سے مسجد کی چھت پر جماعت کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب مذکورہ عذروں کے باوجود مسجد کی چھت پر جماعت کرانا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ کوئی خاص عذر نہیں ہیں۔

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہا الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ اھ (عالمگیری ج ۴، ص ۹۴)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔	مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۲/۱۳۹۷ھ

امام نے پانچویں رکعت شروع کر دی مقتدیوں نے سلام پھیر دیا تو نماز کا حکم

امام چوتھی رکعت کے بعد بغیر قعدہ کئے کھڑا ہو گیا اور کچھ مقتدی بھی امام کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ امام نے پانچویں اور چھٹی رکعت پڑھ لی۔ اور جو مقتدی بیٹھے رہے وہ امام کے ساتھ فارغ ہونے سے پہلے ہی سلام پھیر کر فارغ ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو مقتدی بیٹھے رہے کیا ان کو امام کی فراغت کا انتظار کرنا چاہئے تھا یا نہیں؟

مولانا اصغر علی

مدرس مدرسہ حسینیہ مکہ مسجد شہداد پور سندھ

الجواب اگر ان مقتدیوں نے امام کے پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو ان کی نماز ہو گئی اور اگر اس سے پہلے پھیرا ہے تو ان کی نماز فاسد ہو گئی۔

کما فی الھندیۃ ج ۱، ص ۷۴۔ وان قید الخامسۃ بالسجدۃ سلم المقتدی ولو لم یقعد الامام علی الرابعۃ وقام الی الخامسۃ ساھیا وتشھد المقتدی وسلم ثم قید الامام الخامسۃ بالسجدۃ فسدت صلوتھم اھ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۶/۱/۹۶ ۱۳ھ	الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ

نماز میں قہقہہ نماز و وضوء دونوں کے لئے مفسد ہے

ایک دفعہ جماعت ہو رہی تھی کہ امام کی کسی غلطی پر مقتدی ہنسنے لگے اس کے بعد نیا وضوء کر کے آئے۔ ایک مقتدی پھر بھی ہنستے رہے۔ لیکن دوبارہ ہنسنے میں شک ہے کہ وہ قہقہہ تھا یا ضحک کیا جائے؟

ممتاز احمد قاسمی

الجواب

قہقہہ اور ضحک میں شک ہونے کی صورت میں نماز تو بلا شک ٹوٹ گئی کیونکہ نماز ٹوٹنے کے لئے تو قہقہہ ضروری نہیں۔ باقی رہا دوسری صورت میں وضوء کا معاملہ تو وہ ظن غالب پر موقوف ہے۔ اگر ظن غالب قہقہہ کی طرف ہے تو وضوء بھی ٹوٹ گیا۔ ورنہ صرف نماز ٹوٹے گی لہ

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ اصغر علی غفرلہٗ
بندہ محمد عبداللہ غفراللہ لہٗ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مفتی خیر المدارس ملتان	۲۳/۱۰/۱۳۷۸ھ

لہ القہقہۃ فی کل صلوۃ فیہا رکوع وسجود تنقض الصلوۃ والوضوء عندنا کذا فی المحیط سواء کانت عمدا او نسیانا کذا فی الخلاصۃ۔ اھ (عالمگیری، ج ۱، ص ۷)۔ فقط

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۵/۱۴۰۱ھ

غلطی سے بچنے کے لئے سورتوں کو معین کر لینا مکروہ نہیں

ایک شخص نسیان کا مریض ہے اگر وہ یاد کرنے کی سہولت کے لئے اپنی نماز شروع کرنے سے پہلے سورتیں مقرر کر لے کہ فلاں فلاں سورۃ پڑھونگا جائز ہے یا نہیں؟

عتیق الرحمٰن ۷،۵/۷/۱ ساہیوال

الجواب

کوئی حرج نہیں ہے۔ تعیینِ سورت اس وقت مکروہ ہے جب کہ کوئی اس اعتقاد سے متعین سورت پڑھے کہ دوسری سورتوں سے نماز اس کے نزدیک جائز ہی نہیں ہوتی۔

کمافی الطحطاوی۔ (ویکرہ تعیین سورۃ قید الطحاوی الکراھۃ بما اذا اعتقد ان الصلوۃ لا تجوز بغیرھا اما اذا لم یعتقد فلا کراھۃ اھ (ص ۱۹۹)۔

البتہ اگر کوئی تعیینِ سورت اس لئے کرتا ہے کہ بھولے نہیں اور پڑھنے میں آسانی ہو تو پھر اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے۔

ویکرہ تعیین سورۃ الی قولہ الایسر علیہ او تبرکا بقرأۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یکرہ۔ (طحطاوی، ص ۱۹۹)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	مورخہ ۱۳/۱۱/۱۳۸۱ھ

ایک رکعت پڑھنے کے بعد از خود یاد آنے سے کھڑے ہو کر نماز پوری کر لی تو نماز فاسد نہیں ہوتی

زید نے نمازِ تراویح کے دوگانے شروع کئے۔ ایک دوگانہ میں صرف ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جب دوسری طرف سلام پھیرا تو ایک مقتدی کی آواز آئی کہ ایک رکعت ہوئی ہے اتنے میں اس کو یاد آگیا کہ میں نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا ہے پھر فوراً سیدھا کھڑا ہو کر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کر لیا۔

امام کا قول ہے کہ میں خود یاد آنے پر کھڑا ہوا ہوں جو لوگ امام کے ساتھ چپ چاپ کھڑے ہو گئے ان کی نماز ہو گئی۔ البتہ پیچھے بولنے والوں کی نماز نہیں ہوئی۔ کیا امام صاحب کی یہ بات درست ہے؟

حافظ عبدالحق خطیب مدینہ مسجد چوک نواں شہر ملتان

الجواب درمختار میں ہے۔ الا السلام ساھیا للتحلیل ای للخروج من الصلوۃ قبل اتمامها علی ظن اکمالها فلا یفسد اھ

معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں سلام پھیر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔ پس جن لوگوں نے اس سلام کے بعد کوئی منافیٔ صلوۃ عمل (گفتگو وغیرہ) نہیں پایا گیا اور اٹھ کر انہوں نے دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھ لی ہے ان سب کی نماز درست ہوگئی۔ لہٰذا امام صاحب کا قول صحیح ہے۔

وان حصل تذکرہ من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقا وکون الظاھر انه حصل بالفتح لا یؤثر بعد تحقق انه من نفسه لان ذلك من امور الدیانة اھ (شامی : ج ۱، ص ۵۸۲)۔

معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں جب امام مدعی ہے کہ میں خود یاد آنے کی وجہ سے اٹھا ہوں تو اس کا یہ قول شرعاً مقبول ہے پس نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۸/ ۹/ ۱۳۹۹ھ

(جیب میں ناپاک کپڑا ہوتے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم)

ایک آدمی نے نماز پڑھائی اور اس کی جیب میں ناپاک کپڑا تھا۔ آیا اس کی نماز درست ہوئی یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب (معاف مقدار سے اگر نجاست زیادہ تھی تو نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ نجاست کو اٹھانے والا ہے) واذا امسك حبلا مربوطا به نجاسة ربقی من عمامته طرف طاھر ولم یتحرك الطرف النجس بحرکته صحت والا فلا كما لو اصاب رأسه۔ (مراقی، ص ۱۱۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۷/ ۵/ ۱۴۰۶ھ

امام کا مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے

اگر امام مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہو اس طرح کہ اس کے پاؤں بھی محراب میں ہوں تو مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے تو کون سی کراہت ہے اور اس کے مکروہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب (بلا عذر امام صاحب کا اس طرح کھڑا ہونا کہ ان کے پاؤں بھی محراب کے اندر ہوں مکروہِ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں تشبہ ہے اہل کتاب کے ساتھ۔)

وکرہ التربیع (الی قوله) وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیه وقدماہ خارجه لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبه حال الامام ان علل بالتشبه وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراھة اھ (درمختار)

(قوله ان علل بالتشبه الخ) قید للکراھة وحاصله انه صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراھة ولم یفصل فاختلف المشائخ فی سببها فقیل کونه یصیر ممتازا عنهم فی المکان لان المحراب فی معنی بیت اخر وذلك صنیع اھل الکتاب واقتصر علیه فی الھدایة واختارہ الامام السرخسی وقال انه الاوجه وقیل اشتباہ حاله علی من فی یمینه ویسارہ فعلی الاول یکرہ مطلقا وعلی الثانی لا یکرہ عند عدم الاشتباہ الخ وھذا کله عند عدم العذر کجمعة وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ اھ (درمختار علی الشامیة ۱، ص ۶۰۵ وکذا فی المراقی، ص ۱۹۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو اس نے ابتداء ہی میں ہاتھ چھوڑ دیئے۔ دوسرے ابتداء میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی لیکن آخر میں یا درمیان میں

ہاتھ چھوڑ دیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً (ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا مکروہ وخلاف سنت ہے)۔ مراقی میں ہے۔

" ویسن وضع الرجل یدہ الیمنی علی الیسری تحت سرتہ لحدیث علی رضہ ان من السنۃ وضع الیمنی علی الشمال تحت السرۃ "۔ (ص ۱۴۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۶/۱/۱۴۰۹ھ

صفیں متصل ہوں تو درمیان میں سڑک کا گزرنا اقتداء سے مانع نہیں

ایک جامع مسجد کے شمالی پڑوس میں توسیع مسجد کے لئے مزید جگہ حاصل کی گئی ہے تاکہ اس میں ہال تعمیر کرکے مسجد میں شامل کیا جائے اور جمعہ وغیرہ میں جب مسجد کا موجودہ ہال پُر ہو جائے تو نمازی شمالی ہال میں کھڑے ہو کر باجماعت نماز پڑھ سکیں۔ مگر موجودہ مسجد اور مذکورہ شمالی جگہ کے درمیان سرکاری ایک گلی گزرتی ہے۔ جس کا نقشہ منسلک ہذا ہے۔ چونکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ مذکورہ گلی شمالی ہال سے موجودہ مسجد کے امام کی اقتداء کے لئے مانع ہوگی۔ لہٰذا فتویٰ دیں کہ مذکورہ بالا صورت میں حنفی فقہ کی رو سے اقتداء جائز ہونے کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً المانع من الاقتداء ثلثۃ اشیاء منہا طریق عام یمر فیہ العجلۃ والاوقار ھکذا فی شرح الطحاوی اذا کان بین الامام وبین المقتدی طریق ان کان ضیقا لایمر فیہ العجلۃ والاوقار لایمنع وان کان واسعا یمر فیہ العجلۃ والاوقار یمنع کذا فی فتاوی قاضی خان۔ (عالمگیری ج ۱- ص ۸۷)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر یہ گلی اس قدر چوڑی ہے کہ اس کے اندر بیل گاڑی وغیرہ گزر سکے تو مذکورہ گلی جواز کے لئے مانع ہوگی ورنہ نہیں۔ البتہ اگر بوقت نماز صفیں گلی میں بھی کھڑی ہوں یعنی اور صف شمالی ہال تک گلی میں سے ہو کر متصل ہو تو پھر ہال میں کھڑے ہونے والوں کی اقتداء درست ہوگی

عالمگیری میں ہے۔ ج ۱- ص ۸۷۔

ھذا اذا لم تکن الصفوف متصلۃ علی الطریق اما اذا اتصلت الصفوف لایمنع الاقتداء۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی - ۲۳/۱۰/۱۳۹۲ھ

جس کمرے میں تصاویر ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

ایک بزرگ سے سنا ہے کہ جس کمرے میں ذی روح کی تصاویر ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیا یہ درست ہے؟ اور یہ کراہت کس درجہ کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً (یہ درست ہے جس کمرہ میں تصاویر ہوں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر نمازی کے سامنے ہو۔ پھر اس صورت میں جب سر کے اوپر والی جانب میں ہو۔ پھر جب دائیں یا بائیں دیوار وغیرہ پر ہو اور جب نمازی کی پشت کی طرف ہو تو پہلے درجوں سے کراہت کم ہوگی۔ اگر کسی پردے وغیرہ کے پیچھے چھپی ہوئی ہو یا صندوق وغیرہ میں ہو تو اس سے نماز میں تو کراہت نہیں آئے گی لیکن تصاویر کا گھر میں ہونا ٹھیک نہیں۔)

وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ و اختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ ولایکرہ لو کانت تحت قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب اٰخر اھ (درمختار)۔

وفی البحر قالوا واشدھا کراہۃ مایکون علی القبلۃ امام المصلی ثم مایکون فوق راسہ ثم مایکون عن یمینہ

ويساره على الحائط ثم مايكون خلفه على الحائط او الستر اھ (شامية ج ۱ ص ۶۰۶ وكذا فى العالمگيرية ج ۱ ص ۵۶ وكذا فى قاضی خان ج ۱ ص ۵۷)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳/۲/۱۴۰۱ھ

(سلام کے متصل بعد اونچی آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے کا التزام)

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے تکبیر یا کلمہ یا کوئی ذکر اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو باحوالہ تحریر فرمائیں۔ اور اگر ناجائز ہے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس روایت کا کیا مطلب ہے، جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر اور تکبیر ہوتی تھی۔ باحوالہ فتویٰ صادر فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی قاری سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب (نمازوں کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا التزام کرنا انفراداً ہو یا اجتماعاً ہو، کئی وجوہ سے ممنوع ہے) رہی حدیث ابن عباس رض۔ تو وہ صلوٰۃ مجاہدین پر محمول ہے۔ اگر اس کا مصداق عام نماز ہی ہو تو بالاجماع یہ روایت منسوخ ہے۔

ذكر الامام الحسن بن بطال رح فى شرح البخارى لما اذا تكلم على حديث ابن عباس رضى الله عنه فقال يحتمل ان يكون اراد به المجاهدين فان كان كذلك فهو الى الأن وعليه العمل وهو ان المجاهدين اذا صلوا الخمس فيستحب لهم ان يكبروا جهرا يرفعون اصواتهم ليرهبوا العدو قال فان لم يحمل على هذا فيكون منسوخا بالاجماع قال لانه لا يعلم احد من العلماء يقول به والاجماع لا يحتج

عليه۔ انتهى۔ (المدخل ج ۱ ص ۱۰۹؛ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۳؛ فتاوى بزازيه ج ۳ ص ۳۷۷)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵/۲/۱۴۰۸ھ

(رومال بغیر باندھے سر پر ڈال کر نماز پڑھنا)

سر پر جو کپڑا لیا ہوا ہو اگر اس کی دونوں اطراف سینے پر لٹک رہی ہوں تو اس سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

قاری محمد رمضان ۷۷/۵ آر ساہیوال

الجواب (اگر کپڑا سر پر باندھا ہوا ہو اور زائد اطراف دونوں طرف لٹک رہی ہوں تو یہ مکروہ نہیں۔ اور اگر کپڑا سر پر ویسے ہی ڈالا ہوا ہو اور اس کی اطراف سینے پر لٹک رہی ہوں تو یہ مکروہ ہے)۔

وكره سدل ثوبه اى ارساله بلا لبس معتاد اھ (درمختار)۔

(قوله اى ارساله بلا لبس معتاد) قال فى شرح المنية السدل هو الارسال من غير لبس ضرورة ان ارسال ذيل القميص ونحوه لايسمى سدلاً اھ

ودخل فى قوله ونحوه عذبة العمامة وقال فى البحر وفسره الكرخى بان يجعل ثوبه على رأسه او على كتفيه ويرسل اطرافه من جانبه اذا لم يكن عليه سراويل اھ فكراهته لاحتمال كشف العورة وان كان مع السراويل فكراهته للتشبه باهل الكتاب فهو مكروه مطلقا وسواء كان للخيلاء اولغيره اھ (شامی ج ۱ ص ۵۹۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

سوئے ہوئے آدمی کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنا

بعض اوقات جگہ کی تنگی کی وجہ سے گھر میں ایسی جگہ نماز پڑھنی پڑتی ہے جہاں آگے کوئی سویا ہوا ہوتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

المستفتی قاری محمد رمضان، ساہیوال

الجواب اگر سونے ہوئے کی وجہ سے توجہ ہٹنے کا اندیشہ نہ ہو تو بلا کراہت درست ہے

ولا یکرہ صلاۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اھ (درمختار)۔

(قولہ الی ظہر قاعد) قید بالظہر احترازا عن الوجہ فانہا تکرہ الیہ کما مر وفی قولہ یتحدث ایماء الی انہ لاکراہۃ لولم یتحدث بالاولی ولذا زاد الشارح ولو وفی شرح المنیۃ أفاد بہ نفی قول من قال بالکراہۃ بحضرۃ المتحدثین وکذا بحضرۃ النائمین وما روی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تصلوا خلف نائم ولا متحدث فضعیف وصح عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من صلاۃ اللیل کلہا وأنا معترضۃ بینہ وبین القبلۃ فاذا أراد ان یوتر أیقظنی فاوترت رویاہ فی الصحیحین وہو یقتضی انہا کانت نائمۃ وما فی مسند البزار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نہیت ان اصلی الی النیام و المتحدثین فہو محمول علی ما اذا کانت لہم اصوات یخاف منہا التغلیط او الشغل وفی النائمین اذا خاف ظہور شئی یضحکہ" (شامی ج ۱، ص ۴۸۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۷/۱/۱۴۱۱ھ

نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کرکے بیٹھنا

ایک امام فرض نماز پڑھنے کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھ جاتے ہیں کوئی مقتدی اگر سامنے نماز پڑھنے کھڑا ہوجائے اور امام صاحب سے کہے کہ اپنا رُخ تبدیل کرلیں۔ تو امام صاحب اپنا رُخ نہیں بدلتے بلکہ حَضرَتْ اُمّ المُؤمِنِین عَائشہ صِدِّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ شریعت کی رو سے ناجائز ہے۔ ازراہِ کرم حدیث کی رو سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں؟

محمد لطف اللہ خالد ۲۵۳/ بی شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو آگے بیٹھے ہوئے کو اس کی طرف منہ نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ حافظ الحدیث امام عبدالرزاق بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر نقل کیا ہے۔

رای عمر رض رجلا یصلی و رجل مستقبلۃ فاقبل علی ھذا وقال تصلی و ھذا مستقبلک واقبل علی ھذا بالدرۃ قال أتستقبلہ وھو یصلی۔ (مصنف عبد الرزاق، ج ۲، ص ۳۸)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ؛ ۲۲/ ۸/ ۱۴۰۷ھ

قبر زمین کے برابر کردی گئی ہو تو اس جگہ پر نماز پڑھنے کا حکم

چند دن ہوئے ایک سید صاحب انتقال فرماگئے ہیں۔ ان کو مسجد کے ایک حجرہ میں دفن کردیا جب کہ وہ جگہ خارج از مسجد ہے اور اس قبر سے چھ گز کے فاصلہ پر چھ عدد قبریں اور ایک مزار بھی موجود ہے۔ جس جگہ سید صاحب کو دفن کیا گیا ہے وہ جگہ نہ تو سجدہ کی جگہ میں آتی ہے اور نہ ہی پاؤں والی جگہ میں۔ اور جب کہ قبر بھی ہموار ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز نہیں ہوتی برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں فتوےٰ صادر فرمائیں؟

الجواب مذکورہ قبر کو زمین کے برابر کر دیا گیا ہے تو اب وہاں نماز وغیرہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حفر فدفن فیہ اٰخر میتا فھو علی ثلاثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ الخ وان وقف فکذالک الخ وفی الشامیۃ ھذا لو وقفت للدفن فلو علی مسجد للزرع والغلۃ فکالمملوکۃ اھ (ص ۱۴۲ ج ۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۴ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

معمولی انحراف عن القبلہ مفسد نہیں

۱ : کیا نماز سمتِ کعبہ سے پینتالیس ڈگری انحراف تک ہو جاتی ہے ؟

۲ : جب کہ نماز کے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ منہ کا رُخ سمتِ قبلہ ہونا چاہیئے۔

۳ : سمتِ قبلہ اگر صحیح معلوم ہو جائے تو انحراف قصدًا کہاں تک جائز ہے۔

۴ : اگر مسجد صحیح رُخ پر تعمیر نہ ہوئی ہو تو صحیح سمت معلوم ہونے پر اس کی صف بندی بذریعہ خطوط درست کر لینی چاہیئے یا مسئلہ مذکورہ بالا کو جواز بنا کر اسی غلط رُخ پر نماز پڑھنا کہاں تک شرعًا درست ہے۔

۵ : جب کہ نمازی کو یہ معلوم ہو کہ رُخ صحیح نہیں ہے۔ کیا اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

۶ : اگر مقتدی اپنا رُخ تو صحیح سمت کرے اور امام صاحب کا رُخ صحیح سمت سے ہٹا ہوا ہو تو کیا مقتدی کی نماز اس طرح ہو جائے گی یا نہیں ؟

المستفتی قاری محمد رمضان ۷۷ ، ۵ ، آر ساہیوال

الجواب عن الکل جس درجہ تک شریعت نے انحراف کی گنجائش رکھی ہے اس کے اندر اندر جو نماز ادا کی جائے گی وہ صحیح سمتِ قبلہ کی طرف ہی شمار ہو گی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ بلا تکلف جس حد تک اہتمام ہو سکے اس میں کمی نہ کی جائے۔ لیکن اس کیلئے

بہت زیادہ تکلف کرنا اور اسی کو موضوعِ بحث بنائے رکھنا درست نہیں۔ اگر امام کا رُخ دائرۂ اجازت کے اندر ہے تو وہ صحیح ہی شمار ہو گا۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۰ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا

نماز میں قرأت کے دوران بسا اوقات آنکھیں بند کر لیتا ہوں اس سے نماز میں کراہت تو نہیں آتی ؟

سائل محمد قاسم وبستی عثمان والی ، بہاولنگر

الجواب درمختار میں مکروہاتِ صلوٰۃ میں لکھا ہے کہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر سامنے کوئی ایسی چیز ہو جس کی وجہ سے اندیشہ ہو کہ آنکھیں کھلی رکھنے میں مکمل خشوع نہیں ہو گا تو بند کر سکتے ہیں۔

وتغمیض عینیہ للنھی الا لکمال الخشوع ۔ اھ (درمختار)۔

(قولہ للنھی) ای فی حدیث اذا قام احدکم فی الصلوۃ فلا یغمض عینیہ رواہ ابن عدی الا ان فی سندہ ممن ضعف وعلل فی البدائع بان السنۃ ان یرمی ببصرہ الی موضع سجودہ وفی التغمیض ترکھا ثم الظاھر ان الکراھۃ تنزیہیۃ کذا فی الحلیۃ والبحر وکانہ لان علۃ النھی ما مر عن البدائع وھی الصارف لہ عن التحریم۔

(قولہ الا لکمال الخشوع) بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیۃ ما یفرق الخاطر فلا یکرہ بل قال بعض العلماء انہ الاولی ولیس ببعید حلیہ وبحر (شامی ج ۱ ص ۴۷۷)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ، ۹ / ۱ / ۱۴۱۱ھ

محاذاتِ مفسدہ کی شرائط

مندرجہ ذیل صورتوں میں نماز کے فساد و عدم فساد کے متعلق آگاہ فرمائیں۔

۱ : زید تنہا نماز پڑھتا ہے اور ایک عورت خواہ محرم ہے یا غیر محرم اور اجنبی ہے۔ زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں مشغول ہے مگر سجدہ کی حالت میں عورت کا سر زید کے پاؤں کے قریب ایسا پڑتا ہے کہ لگنے کے قریب ہے مگر لگتا نہیں۔

۲ : اسی صورت میں سجدہ کی حالت میں اگر عورت کا سر زید کے پاؤں کو لگتا ہے تو کیا حکم ہے۔

۳ : ایک عورت خواہ محرم یا غیر محرم، اجنبی یا غیر اجنبی تنہا نماز پڑھتی ہے۔ اور زید اس کے پیچھے تنہا نماز پڑھتا ہے مگر سجدے کی حالت میں زید کا سر مذکورہ عورت کے پاؤں کے قریب ایسا پڑتا ہے کہ لگنے کے قریب ہے مگر لگتا نہیں۔

۴ : اگر اسی صورت میں زید کا سر اس کے پاؤں کو لگ گیا تو کیا حکم ہے۔

۵ : زید تنہا نماز پڑھتا ہے ایک عورت خواہ محرم ہو یا غیر محرم، اجنبی ہو یا غیر اجنبی زید کے عین برابر کھڑی ہوگئی اور بیچ میں معمولی فاصلہ ہے مگر جسم کا کوئی حصہ ایک دوسرے کو مس نہیں کرتا۔ اگرچہ چادر یا قمیص کا دامن ایک دوسرے کو مس کرتا ہے اور سجدے کی حالت میں دونوں کے سر بالکل مساوی صورت میں پڑتے ہیں۔

۶ : بعینہٖ صورت نمبر ۵ کے مطابق اگر دونوں کے جسم کا کوئی حصہ مثلاً گھٹنے وغیرہ کا مس ہو جائے تو کیا حکم ہے۔

۷ : اگر یہ تمام صورتیں نماز کو فاسد کرنے والی ہیں تو ایسی حالت میں نماز کی صحیح پوزیشن کا ذکر کیجئے تاکہ نماز کے فساد اور غیر فساد سے مکمل علم حاصل ہو جائے۔

نوٹ ! نماز باجماعت کی صورت میں مرد اور عورت کیا پوزیشن اختیار کریں کہ جس سے دونوں کی نماز میں فساد نہ آئے جب کہ دونوں ایک امام کے مقتدی ہوں ؟

الجواب باسمہٖ تعالیٰ : محاذاتِ مرأۃ (عورت) چند شرطوں کے تحت مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

۱ : محاذات یعنی عورت کے قدموں کے مرد کا کوئی عضو محاذی ہو جائے۔

۲ : رکوع و سجدہ والی نماز ہو۔

۳ : عورت عاقلہ بالغہ ہو۔

۴ : تحریمہ اور اداء کے لحاظ سے مرد و عورت میں اشتراک ہو۔

۵ : امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔

۶ : ایک رکنِ کامل میں محاذات ہو۔

۷ : جہت بھی متحد ہو۔

۸ : مکان ایک ہو۔

۹ : بلا حائل ہو۔

۱۰ : مرد نے اسے ہٹنے کے لئے اشارہ نہ کیا ہو۔ وغیرہ ذلک۔

تنہا تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں محاذات مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ مس نہیں ہونا چاہیئے۔ جماعت کی صورت میں عورت کو پیچھے اس طرح کھڑا کیا جائے کہ عورت کا کوئی عضو مرد کے کسی عضو کے محاذات میں نہ آئے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی ۴/۴/۱۴۰۸ھ

نماز میں دعا اردو میں مانگی تو نماز کا حکم

زید نے صلوٰۃ الکسوف میں سجدہ طویل ہونے کی وجہ سے تسبیح کے علاوہ بھول کر اپنے گناہوں کی بخشش میں مشغول ہو گیا اور پنجابی یا اردو میں تین کلمات یا اس سے زیادہ کہدیئے کیا اس کی نماز ہوئی یا اعادہ واجب ہے۔ آیا اس پر کوئی گناہ تو نہیں ؟

الجواب باسمہٖ تعالیٰ : نماز ہوگئی اور کوئی گناہ نہیں۔ وظاهر التعليل ان الدعاء بغير العربية خلاف الاولى وان الكراهة تنزيهية هذا (شامی ج ۱ ص ۳۸۶)۔

لیکن چونکہ صورتِ مسئولہ میں نسیاناً ایسا ہوا لہٰذا کراہت بھی نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔ ۱/۴/۱۴۰۰ھ

مسجد اور مقتدیوں کے درمیان وسیع پلاٹ حائل ہو تو اقتداء درست نہیں

عید الاضحیٰ کی نماز مدرسہ میں ادا کی گئی مسجد کا ہال اور برآمدہ پر ہو گیا لیکن بارش کی وجہ سے مسجد کا صحن اور اس سے ملحقہ وسیع پلاٹ خالی پڑا رہا اور سینکڑوں لوگوں نے مشرقی کمروں میں اقتدا کی۔ ان کی اقتداء درست ہوئی یا نہیں ؟

حافظ گلزار احمد

اشرف المدارس مسجد آزاد چنیوٹ

الجواب مشرقی کمروں میں کھڑے ہونے والوں کی اقتدار درست نہیں۔ لہٰذا ان کی نماز نہیں ہوئی۔

وفی التنویر ویمنع من الاقتداء صف من النساء او طریق تجری فیہ عجلۃ او نہر تجری فیہ السفن او خلاء فی الصحراء یسع صفین اھ (شامیۃ ، ج ۱ ، ص ۴۱۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۸ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

امام قعدہ اخیرہ کئے بغیر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لے تو سب کے فرض ختم ہو گئے

۱ : کوئی سنت ترک ہو جانے سے یا کسی وہم کی وجہ سے اگر کوئی سجدہ سہو کرے تو مکروہ تحریمی ہے اور نماز ہو جاتی ہے۔ (عزیز الفتاویٰ)

۲ : امام چوتھی رکعت پر بیٹھے یا بغیر بیٹھے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر کھڑا ہوا ہے تو مسبوق منتظر رہے اگر وہ لوٹ آئے تو اس کے سلام تک رہے ورنہ اپنی نماز پوری کر لے اور اگر وہ چوتھی رکعت پر نہیں بیٹھا تو ابھی انتظار کرے۔ اگر پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آئے تو بھی سلام تک رہے اور اگر نہ لوٹا تو سب کی نماز باطل ہو

ہو گئی۔ (امداد الفتاویٰ)۔

۳ : اگر امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا اور مسبوق نے اس کا اتباع کیا تو اگر امام قعدہ اخیرہ کر کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر امام چوتھی رکعت پر نہیں بیٹھا ہے تو مسبوق کی نماز اس وقت تک فاسد نہ ہو گی جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کر لے۔ بعد پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام اور مسبوق اور دوسرے مقتدیوں کی نماز فاسد ہو کر نفل ہو جائے گی۔ (عالمگیری)۔

۴ : امام سجدۂ سہو کرے تو مسبوق سجدۂ سہو کے سلام میں شرکت نہ کرے صرف سجدہ کرے اور اگر بے علمی سے یہ سمجھتا رہا کہ مجھے امام کے ساتھ سلام پھیرنا ضروری ہے۔ اور سلام میں بھی شرکت کرتا رہا تو ایسی نمازوں کی قضاء کرے۔ (در و شامی)

الف : اگر محررہ بالا مسائل صحیح ہیں تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر یا بغیر بیٹھے پانچویں رکعت کیطرف کھڑا ہو گیا تو دونوں صورتوں میں مسبوق اس کی اتباع نہ کرے بلکہ خاموش بیٹھا رہے اگر وہ پانچویں رکعت کے سجدے سے پہلے لوٹ آئے تو اس کے ساتھ سجدۂ سہو کر کے آخری سلام شروع ہونے پر کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز پوری کر لے۔ کیا یہ مطلب صحیح ہے ؟

ب : جبکہ مسبوق امام کا ساتھ چھوڑ کر اپنی نماز پوری کر سکتا ہے۔ تو اگر اس کے نماز پوری کر لینے کے بعد ادھر امام کی وہ نماز فاسد ہو جائے یا فرض کی بجائے نفل ہو جائیں تو مسبوق کی فرض نماز درست رہے گی ؟

ج : اگر امام (قعدۂ اخیرہ کرنے کی صورت میں) پانچویں رکعت پڑھ کے اور سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کرے تو امام کی اور (اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنی نماز پوری کر لینے والے) اس مسبوق کی فرض نماز درست ہو جائے گی ؟

الجواب ا : الف : یہ مطلب صحیح ہے۔

ب : اگر امام قعدۂ اخیرہ کے بعد کھڑا ہو گیا اور پانچویں کا سجدہ بھی کر لیا تو مسبوق کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کرے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر امام بدون قعدۂ اخیرہ اٹھ گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو ایسی صورت میں مسبوق کے فرض نہیں ہوں گے۔ جب کہ امام کے

فرض فاسد ہوگئے یا نفل ہوگئے۔ تو اس کی اقتداء کرنے والوں کے خواہ وہ مدرک ہوں، خواہ مسبوق ہوں فرض ادا نہیں ہوں گے۔

ج : ہوجائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی ۱۳/ ۱۰/ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ رئیس الافتاء۔

محاذاتِ مفسدہ میں قدمِ عورت کا اعتبار ہے نہ کہ دوسرے اعضا کا

بہشتی گوہر باب مفسداتِ صلوٰۃ میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ میں جانے کے وقت عورت کا سر مرد کے پاؤں کے محاذی ہوجائے تب بھی نماز جاتی رہے گی۔ (درمختار، وشامی وغیرہ)

نیز متعدد فتاوٰی سے معلوم ہوا ہے کہ عورت اور مرد کے قدم کا اعتبار ہے۔ قدم کے علاوہ کسی اور عضو کے برابر ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ پس اگر عورت مرد کے قدم سے پیچھے کچھ ہٹ کر شامل ہوئی، اگرچہ عورت کے بعض اعضاء رکوع وسجود کی حالت میں مرد کے قدم یا کسی اور عضو کے محاذی ہوگئے تو اس سے کسی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (شامی)

الف : ان دونوں میں سے کون سے قول کو ترجیح ہے؟

ب : اگر نماز باجماعت پڑھتے ہوئے مرد کے کسی عضو کے ساتھ عورت کے کسی عضو کے لگ جانے سے شہوت پیدا ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی یا مکروہِ تحریمی! مکروہ تنزیہی ہوگی؟

ج : اگر رکن بھر سے کم لگے تو کیا حکم ہے مکروہِ تحریمی یا تنزیہی؟

الجواب

الف : علامہ شامی رحمہ نے نہایہ، قاضی خان، سراجیہ وغیرہ کی تحقیق کے مطابق اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ محاذات میں قدمِ عورت کا اعتبار ہے اگر یہ مرد کے کسی عضو کے محاذی ہوگیا تو مرد کی نماز فاسد ہوگئی ورنہ نہیں۔

فمساواۃ غیر قدمها لعضوہ غیر مفسدۃ - (شامی ج۱، ص۴۰۲)۔

قاضی خان کا جزئیہ اس بارے میں بالکل واضح ہے: "المرأۃ اذا صلّت مع زوجها

فی البیت ان کان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعۃ وان کان قدمها خلف قدم الزوج الا انها طویلۃ تقع رأس المرأۃ فی السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما لان العبرۃ للقدم اھ (کذا فی الشامیۃ عن النهایۃ، ج۱، ص۴۰۲)

ب : نماز فاسد نہیں ہوگی جب کہ درمیان میں کپڑا حائل ہو۔ مثلاً عورت کا سر دوپٹہ اوڑھے ہوئے مرد کے پاؤں سے لگ گیا لیکن مرد کو چاہیے کہ جب ایسا خیال آنے لگے تو فوراً پاؤں کو دور کرلے ورنہ کراہت تحریمی ہوگی۔

ج : مرد اگر فوراً اپنے پیر کو دور کرلے تو کراہت نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۳/ ۱۰/ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

زمنِ کثیر تین دفعہ "سُبحان اللہ" کہنے کی مقدار ہے یا تین دفعہ "سُبحان ربّی العظیم" کہنے کی

اصلی بہشتی زیور میں ہے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے چوتھائی پنڈلی یا چوتھائی ران کھل جائے اور اتنی دیر کھلی رہے جتنی دیر میں تین بار سُبحان اللہ کہہ سکے تو نماز جاتی رہی۔ اھ، ج ۲، ص ۱۲۔

اس مسئلہ میں قابلِ تحقیق امر یہ ہے کہ زمنِ کثیر کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہہ سکنا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی محمد ازہر

مدیر ماہنامہ "الخیر" خیر المدارس ملتان

الجواب

منحۃ الخالق سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین تسبیحات رکوع یا سجدے والی ہیں: "وقدر الکثیر مایؤدی فیہ رکن ای بسنتہ کما قیدہ فی المنیۃ قال شارحها ابن امیر حاج ای بمالہ من السنۃ ای بما هو مشروع فیہ من الکمال السنی کالتسبیحات فی الرکوع والسجود مثلاً وهو تقیید غریب ووجهہ قریب

ولم اقف على التقييد بكونه قصيرا او طويلا اھ اى تقييد الركن اى هل المراد منه قدر ركن طويل بسنته كالقعود الاخير او القيام المشتمل على القرأة المسنون او قدر ركن قصير كالركوع او السجود بسنته اى قدر ثلاث تسبيحات وبالثانى جزم البرهان ابراهيم الحلبى فى شرح المنية حيث قال وذلك مقدار ثلاث تسبيحات اھ فأفاد ان المراد اقصر ركن وكأنه لانه الاحوط والله اعلم ۔ (منحة الخالق حاشية بحر الرائق : ج ۱، ص ۲۸۲ مطبوعه کوئٹہ)۔

کبیری میں ہے ۔

وان انكشف عضو هو عورة فى الصلوة فستر من غير لبث لا يضره ذالك الانكشاف ولا يفسد صلوته لان الانكشاف الكثير فى الزمان القليل عفو كالانكشاف القليل فى الزمن الكثير وان ادى معه ۔ اى مع الانكشاف ركنا كالقيام وان كان فيه او الركوع او غيرهما يفسد ذلك الانكشاف صلوته وان لم يؤد مع الانكشاف ركنا ولكن مكث مقدارما اى زمن يؤدى فيه ركنا بسنته و ذلك مقدار ثلاث تسبيحات فلم يستر ذلك العضو فسدت صلوته عند ابى حنيفة رح و ابى يوسف رح خلافا لمحمد رح اھ (کبیری ، ص ۲۱۳)۔

الغرض منیہ ، کبیری ، منحۃ الخالق وغیرہ کی عبارات سے بندہ کے فہم نارسا میں جو تحقیق آئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ائمہ ثلاثہ رح کا اس امر پر اتفاق ہے کہ " انکشافِ عورۃ ، قیام على النجاسة تقدم على الامام اور ان کے دیگر نظائر کا زمانِ قلیل کے لئے پایا جانا دفع حرج کی غرض سے معاف ہے۔ ہاں یہ امور زمنِ کثیر کے لئے باقی رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی ۔

زمن کثیر کی تحقیق

زمن کثیر امام محمد رح کے نزدیک یہ ہے کہ اسی حالتِ انکشاف وغیرہ میں بالفعل ایک رکن ادا کر لیا ہے اور شیخین رح کے نزدیک ادائیگی بالفعل ضروری

نہیں ۔ بلکہ ادائیگی بالفعل یا اتنا وقت جس میں ادائے رکن ہو سکے زمن کثیر ہے ۔ اب چونکہ ارکانِ صلوۃ بعض طویل ہیں ۔ كالقعود الاخير اور بعض قصیر ہیں كالركوع والسجود تو تحقیق مذہبِ شیخین رح کے لئے اس کی تشریح ضروری ہوئی ۔ کہ رکنِ طویل کی ادائیگی بالقوۃ کا زمانہ معتبر ہے یا رکن قصیر کی ادائیگی کا ۔ تو حضراتِ فقہاء نے احتیاطاً احتمالِ ثانی کو لے لیا ہے ۔ فأفاد ان المراد اقصر ركن وكانه لانه الاحوط اھ (منحة) ۔ اور اقصر رکن سے مراد رکوع و سجود ہیں جیسا کہ ابن امیر حاج کی عبارت میں مصرح ہے جو بحوالہ منحۃ الخالق پہلے لکھی جا چکی ہے ۔ لیکن اس تشریح کے باوجود مذہبِ شیخین میں ابھی ابہام باقی ہے کیونکہ قصیر رکن مثلاً رکوع کی ادائیگی کی تین صورتیں ہیں ۔

۱ : بدرجۂ فرض و رکنیت میں ادائیگی ۔

۲ : تعدیل و اطمینان واجب سے ادائیگی ۔

۳ : رکوع کے ذکرِ مسنون و مشروع کے ساتھ ادائیگی ۔

ان احتمالات میں سے حضراتِ فقہاء نے احتمالِ ثالث کو متعین فرمادیا ہے ۔ درمختار اور شامی میں ہے ۔ اى بسنة كما قيده فى المنية اھ اس تفصیل و تشریح مذہبِ شیخین سے بحقق و منقح ہوا کہ زمنِ کثیر اتنا وقت ہے کہ جس میں رکوع یا سجدہ ان کے ذکرِ مسنون و مشروع کے ساتھ ادا کیا جا سکے اور یہ تین ۔ تین تسبیحاتِ رکوع یا سجدہ کہہ سکنے کا زمانہ ہے ۔ کیونکہ رکوع اور سجدہ کا ذکرِ مسنون و مشروع تسبیحاتِ رکوع و سجدہ ہیں نہ کہ " سبحان اللہ " پس رکوع کو اس کے ذکرِ مسنون و مشروع کے ساتھ ادا کرنے کا زمانہ تین بار سبحان ربى العظيم کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے پس یہی زمن کثیر ہے ۔ نماز کے بارے میں خود مصلی کے لئے تسبیح کا لفظ جو عموماً ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہی تسبیحاتِ رکوع و سجدہ ہوتی ہیں ۔ کیونکہ نماز میں یہی تسبیح مشروع ہے ۔ سننِ صلوۃ میں فرماتے ہیں ۔ والتسبيح فيه ثلاثا ۔ سجدے کے متعلق فرماتے ہیں والتسبيح فيه ثلاثا ۔ (درمختار) ۔ مراد یہی مخصوص تسبیح ہے ۔

تعدیلِ ارکان و اطمینان کے متعلق فرماتے ہیں ۔

اى تسكين الجوارح قدر تسبيحة فى الركوع والسجود اھ (درمختار)

وقال فى العناية ومقدار الطمانينة بمقدار تسبيحة اھ

وفی شرح الوقایۃ وقدر بمقدار تسبیحۃ۔

ان عبارات سے مراد تسبیحۂ رکوع یا سجدہ ہے نہ کہ سبحان اللہ۔ کما قال فی عمدۃ الرعایۃ ای قدر الاطمینان الواجب بمقدار تسبیحۃ واحدۃ من تسبیحات الرکوع والسجود۔ اھ (حاشیہ سعیدی، ص ۱٦۳)۔

پس اسی طرح اس مقام پر بھی ثلاث تسبیحات سے مراد تسبیحاتِ رکوع وسجدہ ہی ہوں گی لہٰذا اس سے عموم مراد لیتے ہوئے اکتفاء علی الادنی (یعنی سبحان اللہ) کرنا محلِ نظر ہے۔ نیز سبحانہ یا سبحانک۔ سبحان اللہ سے بھی مختصر ہے۔ پھر یہ کیوں نہ مراد لیا جائے۔

تفصیل بالا سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ادائے رکن کو تین تسبیحاتِ رکوعی یا سجودی کے ساتھ مقدر کرنا کس بنیاد پر ہے اور ان میں کیا ربط ہے۔ مخفی نہیں کہ یہ ربط تسبیحِ رکوعی وسجودی کے ساتھ تو موجود ہے۔ لیکن تین بار سبحان اللہ سے اس کا کوئی ربط نہیں۔ سبحان اللہ کسی رکنِ صلوٰۃ میں نہ فرض نہ واجب نہ مسنون ومشروع ہے۔

حاشیۂ طحطاوی علی الدر میں قدر اداءِ رکن بسنتہ کو ایک سبحان اللہ سے مقدر کیا گیا ہے گو اس میں بھی کلام ہے لیکن اس کے باوجود یہ تقدیر ادائے رکن بسنتہ کے بارے میں مؤثر نہیں۔ کیونکہ اقصر رکن کی درجۂ رکنیت میں ادائیگی کے لئے کوئی ذکر فرض یا واجب نہیں۔ لہٰذا اس درجہ کی تقدیر کے لئے خارج سے کسی ذکر کی طرف احتیاج ہو سکتی ہے مگر ادائے رکن بسنتہ جس کی تشریح وتوضیح ابنِ امیرِ حاج کی عبارت میں اس تفصیل سے موجود ہے۔

بسنتہ ای بمالہ من السنۃ ای بماھو مشروع فیہ من الکمال السنی کالتسبیحات فی الرکوع والسجود مثلاً اھ

(منحۃ الخالق، ص۲٧۲)

اسے مقدر کرنے کے لئے سبحان اللہ کی کیا حاجت ہے جبکہ تصریح موجود ہے کہ یہ تسبیحاتِ رکوع وسجود سے مقدر ہوگا۔ اور یہی تسبیحات ان ارکان میں مسنون ومشروع ہیں۔

الحاصل عباراتِ بالا کا مقتضاء یہ ہے کہ مقدار تین تسبیح رکوع یا سجود سے زمنِ کثیر مقدر کیا

جائے نہ کہ تین بار سبحان اللہ کے ساتھ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱/۱/ ۱۳۹۵ھ

یہ استفتاء مع جواب حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بغرض تحقیق وتصویب بھیجا گیا۔ حضرت والا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے درج ذیل جواب رقم فرمایا۔

احقر محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

بگرامی خدمت حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں۔ آمین۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے پہلے غور طلب فتاویٰ کا ایک تھیلا الگ رکھا ہوا تھا جو حادثۂ وفات کے ہنگامے میں بے جا رکھا گیا۔ اور مدتِ مدید کے بعد دستیاب ہوا۔ اس میں آنجناب کا یہ مکتوب بھی تھا۔ اب یہ احقر کے سامنے آیا۔ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی سے تو اب محروم ہو چکی ہے۔ لیکن جہاں تک احقر نے آنجناب کی تحریر پر غور کیا وہ نہایت موجہ معلوم ہوئی۔ احقر اس سے پوری طرح متفق ہے۔ البتہ احتیاطاً اس مسئلے کو دوسرے اہل علم کی مجلس میں رکھ کر اگر اس کی تصویب ہوگئی تو اس موضوع پر امداد الفتاوی کی جلد اوّل میں جو حاشیہ احقر نے لکھا ہے انشاء اللہ اس میں ترمیم کر دوں گا۔ والسلام

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دار العلوم کراچی ۱۴ : ۱۲/ ۳/ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ مرسلہ میں آپ کی تحقیق صحیح ہے آپ کیلئے دل سے دعا کرتا ہوں اور اپنے لئے دعا جو ہوں۔ فقط والسلام علیکم :

رشید احمد عفا اللہ عنہ

دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی۔ ۳ محرم ۱۳۹۵ھ

استفتاء ہذا کی تکمیل کے بعد ایک محترم علمی شخصیت نے توجہ دلائی کہ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے بھی "تعلیم الاسلام" میں زمین کثیر کی مقدار تین بار سبحان ربی العظیم کہہ سکنا تحریر فرمائی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک "تعلیم الاسلام" سے وہ سوال وجواب بلفظہ منقول ہے۔

سوال: اگر ستر کا کوئی حصہ بلا قصد کھل جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر چوتھائی عضو کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان ربی العظیم کہہ سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اگر کھلتے ہی فوراً ڈھانک لیا تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ (تعلیم الاسلام، ص ۷۵)

کتنی مالیت کی چیز ضائع ہو رہی ہو تو نماز توڑنا درست ہے

بہشتی زیور میں ہے۔

"جب ایسی چیز کے ضائع ہونے یا خراب ہو جانے کا ڈر ہو جس کی قیمت تین چار آنے ہو تو اس کی حفاظت کے لئے نماز کا توڑ دینا درست ہے" ج ۲، ص ۲۷۔

کیا اب بھی یہی حکم ہے کہ اتنی مالیت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ سکتے ہیں؟

الجواب (اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک درہم کی مالیت کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو نماز توڑ دینا درست ہے) تالیف بہشتی زیور کے وقت درہم کی مالیت تین چار آنے تھی کیوں کہ چاندی کا بھاؤ تقریباً ایک روپیہ تولہ تھا اور درہم کا وزن تقریباً تین ماشہ ایک رتی تھا۔ لیکن اب چاندی مہنگی ہے تو اب کے بھاؤ میں تین ماشہ ایک رتی چاندی کی قیمت لگائی جائے گی۔ مثلاً اگر چاندی کا نرخ بیس روپے تولہ ہو تو درہم کی مالیت تقریباً سوا پانچ روپے ہوگی۔ پس اتنی قیمت کی چیز ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ دینا درست ہوگا

رجل قام الی الصلوٰۃ فسرق منہ شئ قیمتہ درہم لہ ان یقطع الصلوٰۃ ویطلب السارق سواء کانت فریضۃ او تطوعا لان الدرہم مال ۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۵۷)۔

فقط واللہ اعلم بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان: ۲ / ۴ / ۱۴۰۲ھ

ما یتعلق بالسنن والنوافل

عشاء کی دو سنتوں اور وتروں کے درمیان دو نفل کا ثبوت

عشاء کے چار فرضوں کے بعد دو سنتوں اور وتروں کے درمیان جو دو نفل پڑھے جاتے ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اگر ہیں تو اس کا ثبوت اور سند کیا ہے؟

الجواب (عشاء کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور غیر مؤکدہ چار ہیں یا دو۔) کما فی الدر المختار ویستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدھا بتسلیمۃ وان شاء رکعتین وقال العلامۃ الشامیؒ کذا عبر فی منیۃ المصلی وفی الامداد عن الاختیار یستحب ان یصلی قبل العشاء اربعا وقیل رکعتین وبعدھا اربعا الخ والظاہر ان الرکعتین المذکورتین غیر المؤکدتین ۔ درمختار مع الشامی، ج ۱، ص ۹۸۔

(حدیث بھی اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہے)

ففی البدائع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من صلی بعد العشاء اربع رکعات کن لہ کمثلھن من لیلۃ القدر ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ ۱۳ / ۱ / ۱۳۷۷ھ

کیا صلوٰۃ الاوابین چاشت کی نماز ہے

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رہ لکھتے ہیں۔

" نماز ضحیٰ یا چاشت جب آفتاب پورب کی طرف سے اتنا اونچا ہو جائے جتنا ظہر کو وقت میں پچھم کی طرف ہوتا ہے اس وقت نوافل پڑھی جاتی ہیں اور یہی صلوٰۃ الاوابین ہے جس کا تذکرہ خاص فضیلت کے ساتھ احادیث میں آیا ہے۔ اب غلطی سے لوگ مغرب کے بعد کے نوافل کو " صلوٰۃ الاوابین " کہنے لگے ہیں۔ یہ کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں "

(سلاسل طیبہ : ص ۲۷)

آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے ؟

الجواب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق جو سلاسل طیبہ میں مذکور ہے صحیح ہے تحقیق میں صلوٰۃ الضحیٰ ہی صلوٰۃ الاوابین ہے اور عامۃ الناس مغرب کے نوافل کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں۔ فضیلت ہر دو نمازوں کی ثابت ہے لہذا دونوں کو پڑھے۔

جواب صحیح ہے۔
بندہ عبد الرحمٰن عفرلہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

دعاء استسقاء میں ہاتھوں کی کیفیت

صلوٰۃ استسقاء میں بوقت دعاء ہتھیلیاں زمین کی طرف اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرنے کا طریقہ سنت و مستحب ہے یا نہیں ؟

الجواب کتب احناف میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ دعاء استسقاء میں ظہر الکفین الی السماء ہوں۔ بلکہ صحیح مسلم میں ایک روایت اس مضمون کی ص ۲۹۳ میں موجود ہے۔ جس پر شارح مسلم نے لکھا ہے۔

قالت جماعة من اصحابنا (الشوافع) وغيرهم ان السنة في كل دعاء لرفع البلاء كالقحط وغيره ان يرفع يديه ويجعل ظهر كفيه الى السماء الخ

لیکن طیبی شارح مشکوٰۃ نے لکھا ہے۔

" ان المراد منه الرفع البليغ بحيث صارت الكف الى السماء وعبره الراوي بهذا التعبير لا ان جعل ظهر كفيه الى السماء ۔ الخ "

گویا ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ سر سے اوپر ہو گئے۔ بہر حال احناف نے اس باب میں اس طریق کو ذکر نہیں کیا۔ اس لئے لامحالہ احناف حدیث کو مؤول کہیں گے۔

كما اوله الطيبي او بغير هذا التأويل هذا كله من عرف الشذى على جامع الترمذي باب صلوة الاستسقاء ۔

نیز اس کے علاوہ ابو داؤد نے سنن میں ایک روایت مالک بن یسارؓ کی نقل فرمائی ہے

" قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سألتم الله فاسئلوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها "

یہ علی العموم بالکل صریح ہے۔ لہذا بلا کسی دلیل معتبر کے معروف طریقۂ دعاء کے خلاف نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی قاسم العلوم ملتان

الجواب صحيح : وفي الدعاء بظهر الكف عند رفع القحط لو فعله احد من العلماء لا ينكر عليه لانه مختلف فيه ۔ والوسعة في المختلفات اولى ۔ فقط والله اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۳ / ۳ / ۱۳۷۳ھ

سنن ونوافل گھر میں افضل ہیں یا مسجد میں

فرائض کے علاوہ دیگر سنن ونوافل کو گھر میں ادا کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا یا مسجد میں پڑھے ؟

الجواب تراویح کے علاوہ دیگر سنن ونوافل کو گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ لیکن اگر گھر میں علیحدہ جگہ نہ ہو یا بچوں کے شور کی وجہ سے خشوع وخضوع میں نقصان آئے تو پھر مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا۔ والافضل فی النفل غیر التراویح

المنزل الا لخوف شغل عنها والاصح افضلية ما كان اخشع واخلص اهـ (شامية ج ۱ ص ۶۳۸) - فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
۴ / ۵ / ۱۳۸۵ھ

نوافل کی چار یا اس سے زائد رکعات ایک ہی قعدہ سے ادا کرنے کا حکم

۱: چار یا چھ یا زائد رکعتوں کو ایک ہی قعدہ سے ادا کیا جائے تو کیا حکم ہے جب کہ اس نے نیت بھی چار یا چھ یا زائد رکعتوں کی کی ہے۔ آیا تمام رکعات صحیح ہو جائیں گی یا بعض ؟ یا تمام باطل ولغو؟ باحوالہ تحریر فرمائیں۔

۲: دو، چار یا زائد نفلوں کی نیت کی اور پھر قعدۂ اخیرہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تو آیا سب کو صحیح قرار دیں گے یا رکعات ملحقہ کو یا بعض رکعاتِ منویہ اور بعض رکعات ملحقہ یا کل رکعات ملحقہ کو صحیح کہیں گے یا تمام رکعاتِ منویہ کو باطل و فاسد قرار دیں گے۔ بصورتِ فساد کتنی رکعات کی قضاء لازم آئے گی ؟

محمد طاہر رحیمی

الجواب ۱ و ۲: (کتب فقہ میں نوافل کے بارے میں یہ حکم ہے کہ دن کے نفلوں میں چار سے زیادہ اور رات کے نفلوں میں آٹھ سے زیادہ ایک نیت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دن کو چار رکعت اور رات کو آٹھ رکعت ایک نیت سے پڑھنا بدون کراہت کے درست ہے۔ لیکن قعدہ ہر دو رکعات کے بعد کرنا چاہئے۔ البتہ اس سے زیادہ مکروہ ہے۔ اور اس مکروہ سے مراد مکروہِ تنزیہی ہے۔ کیونکہ شامی میں ہے کہ بعض مشائخ اس کو استحساناً مکروہ نہیں کہتے۔ وکل ذالك من الشامية، ج ۱، ص ۶۳۷)۔

صحت و فساد کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ اگر اس کا یہ عمل نوافل میں ہے تو نوافل کی تمام رکعات صحیح ہو جائیں گی۔ اور اگر تراویح میں ایک ہی قعدہ کر کے بیس رکعات تراویح پڑھی ہیں تو ایک ہی شفعہ شمار ہوگا۔ طحطاوی میں ہے۔

قوله لانها صارت من ذوات الاربع هذا الكلام صريح في

انها تحسب بتمامها الى قوله فالمعنى انها تنوب عن ركعتين من التراويح وان كانت تحسب له عشرين نافلة فتدبر (ط ۲۱۴)۔

(البتہ ترکِ قعود علی الرکعتین کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا) مراقی الفلاح میں ہے۔

ويجبر ترك القعود على الركعتين ساهيا بالسجود - اهـ (ط ۲۱۴)۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۴ / ۱۲ / ۱۳۸۸ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

سنن قبلیہ اور فرائض کے مابین دنیوی گفتگو سے ثواب میں کمی آجاتی ہے

ایک شخص صبح کی سنتیں دو رکعت پڑھ لے اور پھر جماعت کھڑی ہونے سے پہلے اگر تلاوتِ قرآن مجید یا کوئی اور ذکر و وظیفہ کر لے تو کیا یہ جائز ہے یا ناجائز ؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے لہذا خدمتِ شمایاں میں گزارش ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور کتبِ معتبرہ کے حوالہ جات درج فرمائیں۔

مولوی پیر محمد متعلم مدرسہ ہذا

الجواب (سنن قبلیہ اور فرائض کے درمیان تلاوتِ قرآن مجید یا کوئی ذکر و وظیفہ ناجائز نہیں۔ البتہ ان کے درمیان اشتغال بالبیع والشراء یا کھانے وغیرہ کے متعلق فقہاء کرام سے دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ سنتیں باطل ہو گئیں ان کا اعادہ کرے۔ دوسرا یہ کہ اس سے ثواب تو کم ہو جاتا ہے مگر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ دنیوی باتیں بھی بیع وغیرہ کے حکم میں ہیں لیکن تلاوت وغیرہ اس میں داخل نہیں۔ لہذا اس سے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔)

كما في الشامية: ج ۱، ص ۶۳۶: ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها وقيل تسقط وكذا كل عمل ينافي التحريمة على الاصح -

خلاصة الفتاوىٰ، ج ۱، ص ۶۲ - میں ہے -

ولو صلى ركعتي الفجر او الاربع قبل الظهر واشتغل بالبيع والشراء او الاكل فانه يعيد السنة اما باكل لقمة اوشربة

لا یبطل السنة قال رضی الله عنه وهذا مشکل لانه لا روایة فیه اصلاً ۔اھ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ
۲۷ / ۱۰ / ۱۳۹۴ھ

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کی شرعاً کیا کیفیت ہے ؟ اور اس کے پڑھنے کی صحیح ترکیب کیا ہے ؟

از اندرونِ خانہ حافظ محمد نصر اللہ خان خاکوانی ملتان

الجواب (صلوٰۃ التسبیح مستحب ہے اور اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے ۔ اور سبحانك اللهم اور الحمد اور سورۃ جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ دعاء پڑھے سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر پھر رکوع میں جاوے اور سبحان ربی العظیم کہنے کے بعد دس دفعہ پھر یہی پڑھے ۔ پھر رکوع سے اٹھے ۔ اور سمع الله لمن حمده کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے ۔ پھر سجدہ میں جاوے اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے ۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر دس دفعہ پڑھے ۔ اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے اس میں بھی دس دفعہ پڑھے ۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے ۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھے ۔ اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لئے بیٹھے تو پہلے یہی دس دفعہ پڑھے ، پھر التحیات پڑھے ۔ اسی طرح چاروں رکعات پڑھے)

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق عفر اللہ لہٗ ۲۸/۹/۹۲ھ

(دعاءِ استسقاء الٹے ہاتھ سے ہو یا سیدھے ہاتھ سے)

استسقاء کی دعاء ہمارے ملک میں سیدھے ہاتھ سے کی جاتی ہے ۔ اور بہت سی

کتابوں میں الٹے ہاتھوں کیساتھ لکھا ہے ۔ المستفتی بسم اللہ جان خان پشاور

الجواب الٹے ہاتھ سے دعاء کرنا بھی وارد ہے ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ ان النبی صلی الله علیه وسلم ۔ استسقی فاشار بظهر کفیه الی السماء ۔ (مسلم فتح ص ۴۴۲ ج ۱ ۔)

اور " فتح الملہم " ہی میں ہے کہ ۔

فی المبسوط عن محمد بن الحنفیة قال الدعاء اربعة دعاء رغبة ودعاء رهبة ودعاء تضرع ودعاء خیفة ففی دعاء الرغبة یجعل بطن کفیه نحو السماء وفی دعاء الرهبة یجعل ظهور کفیه الی وجهه کالمستغیث من الشئ ۔

(پس الٹے ہاتھ دعاء مانگنے والوں پر استسقاء میں نکیر نہیں کرنا چاہئے ۔ اور نہ فقط اس کو ہی مسنون سمجھے ۔ بلکہ دوسری دعاؤں کی طرح سیدھے ہاتھوں سے مانگنا بھی درست ہے ۔)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۱/۱/۱۳۹۱ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ نائب مفتی

وتروں کے بعد نوافل کا ثبوت

یہ خط ایک مسئلہ کے سلسلہ میں لکھ رہا ہوں جو کہ ان دنوں درپیش ہے ۔ ہم حنفی مسلک کے مقلد ہیں ۔ اور عشاء کی سترہ رکعتیں ادا کرتے ہیں جن میں کہ وتر کے بعد دو نفل ہوتے ہیں ۔ جب کہ ہمارے ہاں کے ایک مولوی صاحب اس بات کو سختی سے رد کرتے ہیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان میں جو عشاء کے آخری دو نفل وتروں کے بعد ادا کئے جاتے ہیں سراسر بدعت ہیں ۔ کیونکہ ایک حدیث مبارک کے مطابق عشاء کی آخری نماز وتر ہونی چاہئے ۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے ۔ اس بات سے مکمل آگاہی کے لئے میری نظر آپ کے مدرسہ پر ہی پڑی ۔ براہِ کرم اس مسئلہ پر تحقیقی روشنی ڈالیں ۔ ؟

الجواب (وتروں کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے) حدیث عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا میں ہے ۔

" ثم يصلي ركعتين بعد ما يسلّم وهو قاعد فتلك احدى عشرة ركعة "۔ اھ (نيل الاوطار، ج ۳، ص ۲۲)۔

حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يركع ركعتين بعد الوتر ۔ اھ (نیل، ج ۳، ص ۳۰)۔ اخرجه احمد عن طريق غيرها۔ قال الترمذي وقد روي نحو هذا عن ابي امامة و عائشة و غير واحد عن النبي صلى الله عليه وسلم (نیل: ج ۳، ص ۳۳)۔

وروى الدارقطني نحوه من حديث انس رضي الله عنها (ایضاً)

الغرض یہ حدیث حضرت عائشہ رضؓ، حضرت ام سلمہؓ، ابو امامہؓ، حضرت انس رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کرام رضؓ سے مروی ہے۔ پس وتر کے بعد ان دو نفلوں کا پڑھنا بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

ابن القیم رح نے لکھا ہے کہ یہ دو نفل دوسری حدیث " عشاء کی آخری نماز وتر ہونی چاہئے " کے خلاف نہیں۔ بلکہ نماز وتر کی تکمیل کے لئے ہیں۔ جیسے سنتیں فرائض کی تکمیل کے لئے ہیں۔ ابن القیم رح لکھتے ہیں۔

وقد اشكل هذا يعني حديث الركعتين بعد الوتر على كثير من الناس فظنوه معارضا لقوله عليه السلام "اجعلوا آخر صلوتكم بالليل وترا" ثم حكى عن مالك واحمد ما تقدم وحكى عن طائفة ما قدمنا عن النووي ثم قال والصواب ان يقال ان هاتين الركعتين تجريان مجرى السنة وتكميل الوتر فان الوتر عبادة مستقلة ولا سيما ان قيل بوجوبه فتجري الركعتين بعده مجرى سنة المغرب من المغرب فانها وتر النهار والركعتان بعدها تكميل لها فكذالك الركعتان بعد وتر

الليل ۔ اھ ۔ (نيل الاوطار، ج ۳، ص ۳۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۱۶/۱۰/۱۴۰۱ھ

صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنے کا حکم

کیا علماء اہل سنت احناف کے نزدیک صبح کی سنتوں کے بعد کسی ایک کروٹ پر لمحہ بھر کے لئے لیٹنا مسنون ہے۔ اور جن احادیث میں اس کا ثبوت آتا ہے وہ کس درجہ کی احادیث ہیں ؟

الجواب (مسنون نہیں۔ اور گھر میں سنتیں پڑھ کر شب بیداری کی تکان دور کرنے کے لئے تھوڑا سا لیٹ لے تو جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آرام فرمانا اسی پر محمول ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سنتوں سے قبل اور کبھی بعد میں آرام فرمایا)۔

عن عائشة رضي الله تعالى عنها وصلى الركعتين ثم يضطجع حتى يأتيه المؤذن فيؤذنه بصلوة الصبح فيصلي ركعتين خفيفتين ثم يخرج الى الصلوة الخ (اخرجه ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۹)

اس حدیث میں سنت فجر سے پہلے اضطجاع مذکور ہے۔ اور جس قولی حدیث میں فليضطجع على يمينه کے الفاظ ہیں یہ غیر محفوظ ہے۔

قال البيهقي ان كونه من فعله اولى ان يكون محفوظا كما في النيل ۔ ج ۲، ص ۲۶)۔

علاوہ ازیں اس کی سند میں ایک راوی عبد الواحد ہے۔ جس کی یحیٰ بن قطان، ابو داؤد طیالسی اور ابن معین وغیرہ نے تضعیف کی ہے۔ (نیل الاوطار، ج ۲، ص ۲۶)۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
مفتی خیر المدارس ملتان	خیر المدارس ملتان ۱۵/۱/۱۳۹۳ھ

صلوۃ التسبیح روایاتِ حسنہ سے ثابت ہے

آیا صلوۃ التسبیح کا ثبوت شرع شریف میں ہے یا نہیں ۔ ہمارے قصبہ میں ایک عالمِ دین انکار کرتے ہیں ۔ ان کا موقف یہ ہے کہ احادیث کمزور آتی ہیں ۔ برائے نظرِ کرم اس صورتِ مسئلہ کی توضیح کتاب وسنت کی روشنی میں فرمائیں اس نماز ” صلوۃ التسبیح “ پڑھنے کی ثابت بالسنہ والی حیثیت وفضیلت اور اس کا انکار کرنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے صحیح احادیث کو محض ڈینگ مار کر موضوع قرار دینے والوں کا انجام کیا ہوگا ؟

الجواب صلوۃ التسبیح متعدد حضرات سے منقول ہے ۔ جن میں چند ایک یہ ہیں ۔ ۱ ؛ حضرت عبد اللہ ابن عباس رض ۔ ۲ ؛ حضرت عباس رض ۔ ۳ ۔ حضرت ابو رافع رض ۔ ۴ ؛ حضرت عبد اللہ بن عمر رض ۔ ۵ ؛ حضرت جعفر رض ابن ابی طالب ۔ ۶ ؛ حضرت علیؓ ابن ابی طالب ۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ۔ اس سلسلہ میں درجۂ حسن کی روایات موجود ہیں صرف ابن جوزی نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے ۔ لیکن محدثین نے ابن جوزی کی سختی سے تردید کی ہے ۔

قال فی درجات مرقاۃ الصعود افرط ابن الجوزی فاورد هذا الحديث فی الموضوعات قال الحافظ ابن حجر فی كتاب الخصال المكفرة اساء ابن الجوزی بذكر هذا الحديث فی الموضوعات ۔ (بذل المجهود ؛ ج ۲ ؛ ص ۲۷۷) ۔

اعمالِ صالحہ سے بغیر توبہ کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ کی معافی کیلئے توبہ شرط ہے ۔ صلوۃ التسبیح والی حدیث میں کبیرہ کا معنیٰ محدثین رح نے صغیرہ گناہوں میں سے بڑے مراد لئے ہیں ۔ جیسے سیاہی کے درجات مختلف ہیں ایسے ہی صغیرہ گناہوں کو سمجھ لیں ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ۔

ولعل المراد بالكبيرة ما هو من افراد الصغائر فان الصغائر فی افرادها تشكيك ۔ (بذل المجهود ؛ ج ۲ ؛ ص ۲۷۶) ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۲۱ ؍ شوال ۱۴۰۲ ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ باندھے جائیں یا کھلے رکھے جائیں

ایک امام مسجد صاحب دعاء قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ باندھتے ہیں اور اس کے مقتدی بھی ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ یہی بات قوی اور معتبر ہے ۔ آیا یہ بات صحیح ہے یا نہ ۔ نیز ہاتھ باندھ کر دعاء پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہ ۔ اور مقتدیوں کو آمین آہستہ یا بآوازِ بلند کہنے میں اختیار ہے یا آہستہ ہی کہنا چاہیئے ؟

المستفتی سراج احمد شجاع آباد

الجواب قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ چھوڑے رکھے معمول اسی طرح ہے ۔ اور فتاویٰ دار العلوم دیوبند “ میں بھی یہی لکھا ہے ۔ لیکن فقہاء کے اس ضابطہ ” وهو سنة قيام له قرار فيه ذكر مسنون فيضع حالة الثناء وفی القنوت وتكبيرات الجنازة “ (ج ۱ ؛ ص ۴۵۵ شامی) سے بظاہر ہاتھ باندھنے کی تائید ہوتی ہے ۔ اس لئے ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے میں جھگڑا کرنا مناسب نہیں ۔ دونوں امر جائز معلوم ہوتے ہیں ۔ ہاتھ باندھ کر قنوتِ نازلہ پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی نماز ہوجائے گی ۔ آمین آہستہ کہنا اولیٰ ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۳۹۱/۱۰/۸ ھ

ظہر کی قبلیہ سنتیں درمیان میں چھوڑ دیں تو چار کی قضاء لازم ہوگی

ظہر کی قبلیہ سنتیں پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی درمیان میں چھوڑ دیں تو کتنی قضاء ادا کرے ؟

الجواب چار قضاء کرے ۔ اما اذا شرع فی الاربع التی قبل الظهر وقبل الجمعة او بعدها ثم قطع فی الشفع الاول او الثانی يلزمه قضاء الاربع بالاتفاق ۔ اھ (شامیہ ؛ ج ۱ ؛ ص ۴۶۴) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴۰۰/۵/۱۳ ھ

صلوٰۃ الاستسقاء کا مسنون طریقہ

۱ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ استسقاء کا مسنون طریقہ کیا ثابت ہے ؟

۲ : موجودہ زمانہ میں کون سا طریقہ فقہاءِ حنفیہ کا مختار ہے ؟

۳ : استسقاء کے لئے دو رکعت نماز انفرادًا ہونی چاہیئے یا باجماعت ، یا پھر دونوں صورتوں میں جمع کیا جائے کہ پہلے تو دو رکعت اکیلے اکیلے پڑھ لیں اور پھر دو رکعت جماعت سے ۔ تینوں میں بہتر طریقہ اور سنت کے اقرب کونسا ہے ؟

۴ : ہمارے علاقہ میں یہ طریقہ معمول بہا رہا ہے کہ پہلے دو رکعت انفرادًا پڑھ لیتے تھے اور اس کے بعد دو رکعت جماعت سے ، پھر خطبہ ۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسا عمل ثابت ہے ؟

مولوی سراج دین ۔ ڈی آئی خان ۔

الجواب

اصل سنت استسقاء کے لئے دعاء و استغفار ہے ۔ کیوں کہ جب بھی ایسا موقعہ پیش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء و استغفار ضرور فرمایا ۔ (یہی امام صاحب رح کا مذہب ہے) ۔ گاہے اس کے ساتھ نماز بھی پڑھی ہے ۔

کما رواہ الترمذی عن ابن عباس رض وکما رواہ الستۃ من حدیث عبد اللہ بن زید رض بن عاصم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج بالناس یستسقی نصلی بھم رکعتین ۔ (ج ۱ : ص ۱۲۴) ۔

(اور کبھی صرف دعاء و استغفار پہ اکتفاء کیا ہے اور نماز پڑھنا منقول نہیں) ۔

کما فی الصحیحین من حدیث انس بن مالک رض وکما رواہ ابن ماجۃ عن ابن عباس رض والشافعی فی الام عن ابن عمر رض وایضا صح عن عمر رضی اللہ تعالی عنہ انہ لم یصل ولم یخطب الخ ۔ (کبیری ص ۴۰۸) ۔

۲ و ۳ : (استسقاء کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ نماز باجماعت دو رکعت پڑھ لی جائے پھر حسب معمول دعاء وغیرہ کی جائے ۔ امام صاحب کو چاہیئے کہ قلب رداء بھی کرے

کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو جماعت کی نفی کر رہے ہیں اس سے مراد نفیٔ جواز و استحباب نہیں بلکہ سنتِ مؤکدہ ہونے کی نفی مقصود ہے ۔)

کما فی الشامیۃ (ج ۱ ص ۷۹۱) ۔ وذکر فی الحلیۃ ان ماذکرہ شیخ الاسلام یعنی جواز الجماعۃ بلاکراھۃ متجہ من حیث الدلیل فلیکن علیہ التعویل اھ قال فی شرح المنیۃ الکبیر بعد سوقہ الاحادیث والآثار فالحاصل ان الاحادیث لما اختلفت فی الصلوۃ بالجماعۃ وعدمھا علی وجہ لا یصح بہ اثبات السنیۃ لم یقل ابوحنیفۃ بسنیتھا ولا یلزم منہا قولہ بانہا بدعۃ کما نقلہ عنہ بعض المتعصبین بل ھو قائل بالجواز قلت والظاھر ان المراد بہ الندب والاستحباب لقولہ فی الھدایۃ قلنا انہ فعلہ علیہ السلام مرۃ وترکہ مرۃ اخری فلم یکن سنۃ ای لان السنۃ ما واظب علیہ والفعل مرۃ مع الترک اخری یفید الندب ۔

طحاوی شریف میں صلوۃ باجماعت کے بارے میں ہے ۔

فثبت بما ذکرنا ان صلوۃ الاستسقاء سنۃ قائمۃ لاتنبغی ترکھا ۔ اھ (ج ۱ : ص ۱۶۰) ۔

وفی العرف الشذی فلا تکون سنۃ الخ اقول لا تکون سنۃ مؤکدۃ والا فمطلق السنیۃ والاستحباب لا یمکن انکارہ الخ ۔ (ص ۲۴۳) ۔

(قلبِ رداء کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوٰی ہے ۔ کذا فی الشامیۃ ج ۱ ص ۷۹۱ واختارہ القدوری کبھی صلوۃ انفرادًا پر بھی اکتفاء کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن دونوں کو جمع کرنا ثابت نہیں ۔ اسے ترک کر دیا جائے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح : بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۳/۲/ ۱۳۸۲ھ

تہجد کی رکعات جتنی پڑھ سکیں پڑھ سکتے ہیں

تہجد کی نماز کے لئے نوافل کی تعداد کتنی ہونی چاہئے ۔ ۲ ۔ قرأت جہراً ہو یا سراً ، افضل کون سی ہے ؟

الجواب : تہجد کی نماز بہت ہی فضیلت والی اور متبرک نماز ہے ۔ اس لئے جتنی ہو سکے ادا کرنا چاہئے ۔ کم از کم دو رکعتیں ۔ آٹھ رکعت تک پڑھ سکتا ہے ۔ بلکہ اس سے زائد بھی پڑھ سکتا ہے ۔

ومنتهى تهجده عليه السلام ثماني ركعات واقله ركعتان كذا في فتح القدير (عالمگیری ، ج ۱ ص ۵۹) ۔ وفي الطحطاوي الذي في الحاوي القدسي ان اقله ركعتان واكثره ثمان لما روى انه صلى الله عليه وسلم كان يصلي خمس ركعات منها الوتر ثلاث وروى سبع وروى تسع وروى احدى عشرة و ثلاثة عشر ركعة والوتر من الجميع ۔ (ص ۲۱۷) ۔

۲ : قرأت جہراً بھی جائز ہے اور آہستہ بھی ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس ، ملتان	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

تہجد کے نوافل کیلئے کوئی سورۃ مخصوص نہیں

تہجد میں سورۃ اخلاص کو بار بار تین ، پانچ ، سات مرتبہ پڑھنا بہتر ہے یا کوئی اور سورۃ مثلاً سورۂ یٰسین سورۂ ملک وغیرہ

الجواب : نمازِ تہجد کے لئے سورۃ اخلاص یا کسی دوسری سورۃ کی شرعاً کوئی تعیین نہیں جو سورتیں یاد ہوں سب پڑھ سکتے ہیں ۔ سورۂ یٰسین ، سورۂ ملک کا پڑھنا سورۃ اخلاص کے تکرار سے بہتر ہے ۔ ہدایہ میں ہے ۔ ليس في شيء من الصلوة قرأة سورة بعينها لا يجوز غيرها لاطلاق ما تلونا ويكره ان يوقت بشيء من القران لشيء من الصلوات لما فيه من هجر الباقي وايهام التفضيل ۔ (ج ۱ ، ص ۱۰۰) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی جامع ہذا	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامع ہذا ۔

صلوٰۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے

جب بندہ سعودی عرب آیا تو ہم چند دوست مل کر صلوٰۃ التسبیح پڑھ لیا کرتے تھے تقریباً دو سال قبل کسی دوست نے ہمیں کہا کہ صلوٰۃ التسبیح باجماعت جائز نہیں ، تب بھی ہم پڑھ لیا کرتے تھے ۔ مگر ایک اور دوست نے بھی ہمیں منع کیا کہ صلوٰۃ التسبیح کی نماز باجماعت جائز نہیں ۔ آپ سے التماس ہے کہ باجماعت پڑھی جائے یا الگ الگ پڑھی جائے ؟

الجواب : صلوٰۃ التسبیح اکیلے اکیلے پڑھا کریں جماعت کرانا مکروہ ہے ۔

ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان اى يكره ذالك لو على سبيل التداعي ۔ اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۶۶۳) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

صلوٰۃ التسبیح کے پہلے قعدہ میں درود و دعاء پڑھنے کا حکم

چار رکعت نفل میں ہر دو رکعت کا حکم علیحدہ ہے یا نہیں ؟ اگر علیحدہ ہے تو کیا صلوٰۃ التسبیح میں بھی یہی حکم ہے ؟

الجواب : صلوٰۃ التسبیح میں پہلے التحیات میں درود اور دعاء پڑھنا بہتر ہے ایسے ہی تیسری رکعت کے شروع میں سبحانك اللهم بھی پڑھا جائے ۔ غیر مؤکدہ سنن اور نوافل کا یہی حکم ہے ۔

وفي البواقي من ذوات الاربع يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويستفتح ويتعوذ ۔ اھ ۔ (درمختار علی الشامیۃ ، ج ۱ ص ۶۳۳)

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان	فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۲۹ / ۶ / ۱۴۰۰ ھ

صلوۃ التسبیح میں تیسرا کلمہ کہاں تک پڑھا جائے

صلوۃ التسبیح میں تیسرا کلمہ اللہ اکبر تک پڑھا جائے یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی پڑھا جائے ؟

الجواب شامی میں ہے کہ صلوۃ التسبیح میں تیسرا کلمہ " اللہ اکبر " تک پڑھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ " لاحول ولا قوۃ الا باللہ " تک پڑھے ۔

وفی روایۃ زیادۃ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اھ (شامی ج ۱ ص ۶۴۳)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، ۱۳/ ۱۰/ ۱۳۹۹ھ

صلوۃ التسبیح ایک دن میں ایک دفعہ سے زیادہ پڑھنا بھی ثابت ہے

ایک صاحب ہر نماز کے ساتھ صلوۃ التسبیح پڑھتے ہیں ۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر روز ایک دفعہ یا ہفتہ میں ایک دفعہ یا مہینہ میں ایک دفعہ یا سال میں ایک دفعہ یا عمر میں ایک دفعہ پڑھی جائے ، کیا یہ عمل خلاف دین ہے ؟ کیونکہ حدیث شریف میں زیادہ سے زیادہ دن میں ایک مرتبہ کی ترغیب آئی ہے ۔ اور وہ صاحب روزانہ پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں ۔ کیا یہ صوم وصال کی طرح نہیں ہو جاتا ؟

المستفتی مولوی محمد اشرف صاحب

مدرسہ اشرف المدارس ، ہارون آباد ، بہاولنگر

الجواب صلوۃ التسبیح ایک دن رات میں ایک سے زائد مرتبہ بھی پڑھی جا سکتی ہے ۔ صوم وصال پر قیاس صحیح نہیں ۔ کیونکہ وہاں نہی کا منشا عدم استطاعت ہے ۔ لیکن اس کا اس قدر التزام کرنا اور ضروری سمجھنا کہ کسی حالت میں بھی ترک نہ ہو درست نہیں ۔

یفعلها فی کل وقت لاکراهة فیه او فی کل یوم او لیلة مرة والا ففی کل اسبوع ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۶۴۳) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴/ ۶/ ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کے ہر قعدہ میں تشہد کیساتھ درود و دعا کو بھی شامل کیا جائے

عصر اور عشاء کی نماز میں سنت غیر مؤکدہ کی دوسری رکعت میں تشہد کے بعد درود شریف و دعا پڑھنا کیسا ہے ؟

الجواب سنن غیر مؤکدہ میں دو رکعت پر درود شریف اور دعا پڑھنا اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء پڑھنا افضل ہے ۔

وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ۔ (شامی ج ۱ ص ۶۳۳) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان ۔ ۱۵/ ۵/ ۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا

صلوۃ الحاجت کے نوافل با جماعت پڑھنا منقول نہیں

ملک میں جو ہنگامی حالات گزر رہے ہیں اس کے لئے صلوۃ الحاجۃ کے نفل با جماعت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

جملہ صاحبان نواں شہر ملتان

الجواب جن نوافل کو با جماعت ادا کرنا چاہئے شریعت نے ان کی تعیین کر دی ہے درستگی حالات کے لئے با جماعت نوافل ادا کرنا کہیں منقول نہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں ایک وقت میں موجودہ حالات سے بھی زیادہ خراب حالات ہو گئے تھے مگر انہوں نے اس طرح نوافل با جماعت ادا نہیں کئے ۔ انفراداً صلوۃ الحاجت پڑھی جائے تو بہتر ہے ۔

ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذالك اھ (شامی ج ۱ ص ۶۳۴) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۔

ظہر سے قبل سنتِ مؤکدہ چار ہیں یا دو

حدیث پاک میں ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت اور دو رکعت سنت پڑھنا آیا ہے۔ چار والی روایت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اور دو والی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں کی رو سے تو چار کا بھی جواز ہے اور دو کا بھی ؟

لوگوں میں جب یہ بات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ ہم پوچھ پاچھ کریں گے۔ دریافت کرنے پر انہیں چار ہی بتائی گئیں۔ اس پر انہیں مشکوٰۃ شریف دکھائی گئی۔ ایک حنفی دیوبندی عالم نے کہا کہ یہ دو والی روایت شوافع کے نزدیک ہے۔ حنفی اسے نہ پڑھیں۔

الجواب احناف کے نزدیک ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یدع اربعا قبل الظہر وركعتين قبل الغداة ۔ اھ (بخاری : ج ۱ ، ص ۱۵۷)۔

نیز حضرت علی رضؓ ، حضرت عمر بن الخطاب رضؓ ، حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ ، حضرت براء بن عازب رضؓ ، حضرت عبداللہ بن السائب رضؓ ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے بھی چار رکعت والی روایات منقول ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ والی روایت کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو نفل مراد ہیں۔

قال محمد ھذا تطوع وھو حسن ۔ اھ (موطا امام محمدؒ)۔

نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے چار رکعت گھر میں پڑھی ہوں اور دو رکعت گھر کے علاوہ پڑھی ہوں۔ (بذل المجہود ، ج ۲ : ص ۲۵۸)۔

بعض حضرات نے ان احادیث میں اسطرح بھی تطبیق دی ہے کہ آپ گھر میں چار رکعات پڑھتے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اس کو بیان فرما رہی ہیں۔ اور جب آپ مسجد میں جاتے تھے تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے تھے جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سنتِ ظہر سمجھا۔

(لمعات شرح مشکوٰۃ بحوالہ حاشیہ ابوداؤد : ج ۱ ، ص ۱۰۸)

(صاحب بدائع نے چار رکعات پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع نقل کیا ہے۔)

عن عبیدۃ السلمانی ما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی شیٔ کاجتماعھم علی محافظۃ الاربع قبل الظہر وتحریم نکاح الاخت فی عدۃ الاخت ۔ اھ

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۵)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۲۱/۴/۱۴۰۰ھ

چاشت کی کتنی رکعات افضل ہیں

چاشت کی رکعتوں کی صحیح تعداد اور صحیح وقت کیا ہے ؟

الجواب (چاشت کا بہتر وقت دس بجے سے گیارہ بجے تک کا ہے۔ کم از کم دو رکعتیں زیادہ سے زیادہ بارہ اور درمیانہ درجہ آٹھ ہیں اور یہی افضل ہیں۔)

وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد طلوع الی الزوال ووقتھا المختار بعد ربع النہار ۔ اھ وفی المنیۃ اقلھا رکعتان واکثرھا اثنا عشر ووسطھا ثمان وھو افضلھا ۔ اھ (شامیۃ ج ۱ ص ۶۳۹)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ

قنوتِ نازلہ جنگ کے ساتھ مخصوص نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کفار سے تو کوئی جنگ نہیں مگر مسلمان مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچا رہے ہیں پورا ملک ابتری کا شکار ہے کسی کو چین و سکون نصیب نہیں۔ ان حالات میں قنوتِ نازلہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو کوئی اور طریقہ تحریر فرمائیں۔

۲ : اور یہ جو مشہور ہے کہ رات کو دو اڑھائی بجے مکان کی چھتوں پر چڑھ کر اذانیں دیکاتی

ہیں ان کے بارے میں بھی فتویٰ تحریر فرمائیں۔

المستفتی حاجی محمد صدیق وکٹوریہ مارکیٹ سکھر سندھ

الجواب قنوتِ نازلہ ان حالات میں بھی پڑھنی چاہیئے۔ کیوں کہ یہ جنگ کیلئے مخصوص نہیں۔ بلکہ جب بھی مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجاتے یا فتنہ میں مبتلا ہوں تو اسے پڑھا جائے۔

وان نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام فی صلوة الجهر الخ قال الامام الحافظ ابوجعفر الطحاوی انما لايقنت عند نا فی صلوة الفجر من غير بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا بأس به۔ اه (شامی، ج ۱ ص ۶۲۸)۔

۲ : ایسے مواقع میں اذان کہنا منقول نہیں۔ اس کی بجائے توبہ واستغفار کو لازم پکڑا جائے اعمال صالحہ اختیار کئے جائیں ان کو حالات بدلنے میں خاص تاثیر حاصل ہے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان۔	خیر المدارس ملتان ۲۳/۴/۱۳۹۶ھ

سنتِ مؤکدہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے کا حکم

سنتِ مؤکدہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ وضاحت سے ارشاد فرمائیں۔

الجواب سننِ فجر کے علاوہ باقی سنتیں بیٹھ کر پڑھی جائیں تو درست تو ہو جائیں گی مگر اجر میں تخفیف ہوگی۔ اور فجر کی سنتیں کھڑے ہو کر ہی پڑھی جائیں۔ در مختار میں ہے۔ ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدا الخ ابتداء وكذا بناء الخ وفيه اجر غير النبی عليه السلام على النصف الا بعذر۔ اه۔ وفی الشامية فی شرحه ای فی غير سنة الفجر اه (شامیہ ج ۱، ص ۵۱۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔	ملتان ۲۷/۳/۱۳۹۶ھ

صلوۃ الاستسقاء کی کتنی رکعت ہیں

صلوۃ الاستسقاء دو رکعت ہے یا چار رکعت؛ بعض چار پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ دونوں کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ کیا ان کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک استسقاء میں نماز ضروری نہیں کیونکہ استسقاء دعاء واستغفار کا نام ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے دونوں طرح منقول ہے۔ آپؐ نے صرف دعاء پر بھی اکتفاء فرمایا ہے اور کبھی نماز بھی پڑھائی ہے۔ بناءً علیہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک دو رکعت عید کی طرح پڑھی جائیں۔

لحديث عبد الله بن عامر بن ربيعه ان النبی صلی الله عليه وسلم صلی فيه ركعتين كصلوة العيد۔ ۔ ۔ الحديث (بدائع، ج ۱ ص ۲۸۲)۔

چار رکعت کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۱/۱۳۹۶ھ

مکروہ وقت میں نوافل پڑھنے کی نذر مانی تو کب پڑھے

ایک آدمی نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو فجر کے بعد اتنے نوافل پڑھوں گا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس وقت نوافل مکروہ ہیں۔ پھر اس کا وہ کام ہوگیا۔ اب معلوم ہوا کہ اس وقت نوافل مکروہ ہیں۔ تو اب ان نوافل کو فجر کے بعد ادا کرے یا نہ ادا کرے؟

المستفتی محمد لطف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر یہ نوافل فجر کے بعد طلوعِ شمس سے پہلے پڑھے جائیں گے تو ادا تو ہو جائیں گے مگر مکروہ وقت میں پڑھنے کا گناہ ہوگا۔ لہذا اس وقت

میں نہ پڑھے بلکہ ایسے وقت میں پڑھے جو مکروہ نہ ہو۔

ولو نذر ان یصلی فی الوقت المکروہ فادی فیہ یصح ویأثم و یجب ان یصلی فی غیرہ کذا فی البحر الرائق ۔اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۶۴)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲۶ / ۱ / ۱۴۱۱ ھ

وتروں کے بعد والے نفل کھڑے ہو کر پڑھے جائیں یا بیٹھ کر

کسی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام وتروں کے بعد والے نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے ۔ عام آدمی کھڑے ہو کر ادا کرے یا بیٹھ کر۔ اگر کسی کا معمول کھڑے ہو کر پڑھنے کا ہو تو وہ کیسے کرے ؟

الجواب ضابطہ یہی ہے کہ نوافل بیٹھ کر ادا کرنے میں ثواب آدھا ملتا ہے ۔ آنحضرت علیہ السلام کی ذات گرامی اس سے مستثنیٰ تھی ۔ آپ بیٹھ کر ادا فرماتے تھے تو بھی آپ کو مکمل ثواب ملتا تھا۔

لہٰذا عام آدمی کا نوافل کھڑے ہو کر ادا کرنا افضل ہے چاہے کوئی نفل ہوں۔ مگر چونکہ مذکورہ نفل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے ۔ لہٰذا اگر کوئی اتباع سنت کی نیت سے بیٹھ کر پڑھے تو امید ہے کہ اس نیت کی وجہ سے پورا ثواب مل جائے گا۔

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلیہما بعد الوتر وھو جالس الحدیث (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۱۳)

(قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں : " نشستہ خواندن مستحب است اھ (مالا بد منہ ص ۶۷) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۱۹ / ۱ / ۱۳۹۹ ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تحیۃ المسجد پڑھنے کا وقت نہ ہو تو کیا پڑھے

زید ایسے وقت میں مسجد میں داخل ہوا کہ اس وقت نوافل پڑھنا مکروہ ہے تو ایسے وقت میں تحیۃ المسجد اس سے ساقط ہو جائیں گے یا اس کی تلافی کی کوئی صورت ہو سکتی ہے ؟

الجواب اگر تحیۃ المسجد پڑھنے کا وقت نہ ہو یا کسی اور وجہ سے نہ پڑھ سکے تو تحیۃ المسجد کی نیت سے "سبحان اللہ" "الحمد للہ" اور "درود شریف" پڑھ لے یہ بھی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائیں گے۔

سن تحیۃ المسجد برکعتین یصلیہما فی غیر وقت مکروہ (مراقی الفلاح) ۔ (فی غیر وقت مکروہ) فی القہستانی اذا دخل المسجد بعد الفجر او العصر لایأتی بالتحیۃ بل یسبح ویہلل ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ حینئذ یؤدی حق المسجد کما اذا دخل للمکتوبۃ فانہ غیر مأمور بہا کما فی التمرتاشی وفی الدر عن الضیاء عن القوت من لم یتمکن منہا لحدث او غیرہ یقول کلمات التسبیح الاربع اربعا ۔ اھ۔ وھی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اھ ۔ (طحطاوی ، ص ۲۱۵) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱ / ۴ / ۱۴۱۰ ھ

مغرب کے فرض پڑھنے سے پہلے نوافل کا حکم

اذان مغرب کے بعد دو رکعت پڑھ کر مغرب کی نماز ادا کرنا کیسا ہے ۔ ؟

الجواب الف ، عن طاؤس قال سئل ابن عمر رضی اللہ عنہما عن الرکعتین قبل المغرب فقال مارأیت احدا علی

عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیھما ۔ رواہ ابو داؤد ۔
(اعلاء السنن ، ج ۲ ، ص ۷۴) ۔ اسنادہ حسن قالہ النووی رح فی الخلاصۃ و فی آثار السنن اسنادہ صحیح ۔ ج ۲ ، ص ۲۷ ۔

ب :۔ طبرانی میں ہے ۔

صلوا صلوۃ المغرب مع سقوط الشمس ۔ الحدیث رجالہ ثقات ۔
(اعلاء السنن : ج ۲ ، ص ۴۹) ۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ غروب ہوتے ہی نماز مغرب ادا کرنی چاہیئے تاکہ کلمہ "مع" کے مقتضیٰ پر عمل ہوسکے ۔

ج : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمنے ازواج مطہرات رض سے نماز مغرب سے قبل دو رکعتوں کے متعلق خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے بارے میں دریافت کیا ۔ تو سب ازواج مطہرات رض نے بیک زبان ہو کر کہا ۔ کہ آپ کا یہ معمول نہ تھا ۔

صرف حضرت ام سلمہ رض نے فرمایا کہ میرے ہاں صرف ایک مرتبہ ادا کی تھیں ۔ حضرت ام سلمہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا نماز ہے ۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ عصر سے قبل دو رکعتیں پڑھنا بھول گیا تھا ۔ وہ اب پڑھی ہیں ۔

یہ روایت طبرانی میں موجود ہے ۔ اسی سے بھی معلوم ہوا کہ آپ بھی دو رکعتیں قبل المغرب نہیں پڑھتے تھے ۔
فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح		بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	۲۲ / ۸ / ۱۴۰۴ھ	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نمازِ عید سے پہلے اور بعد میں نوافل کا حکم

۱ :۔ کیا نمازِ عصر کے بعد نماز نفل یا قضاء یا اداء پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟
۲ : کیا نمازِ عیدین سے پہلے یا بعد اسی مقام پر یا عید گاہ میں کسی قسم کے نفل یا نمازِ استسقاء پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر ایک امام ذ خطیب صاحب نمازِ عید کے بعد اسی مقام پر نفل پڑھے

اور پڑھنے کا حکم کرے ۔ تو ایسے امام صاحب کے لئے کیا حکم ہے ۔

الجواب ۱ :۔ عصر کے بعد نوافل کی اجازت نہیں ۔ قضاء نماز تغیرِ شمس سے پہلے پڑھنے کی اجازت ہے ۔ مراقی میں ہے ۔

ویکرہ التنفل بعد صلوۃ فرض العصر وان لم تتغیر شمس لقولہ علیہ السلام لا صلوۃ بعد صلوۃ العصر حتی تغرب الشمس الحدیث (بخاری ومسلم ، ص ۱۰۱) ۔

اور ہدایہ میں ہے ۔ ولا بأس بان یصلی فی ھذین الوقتین الفوائت الخ (ج ۱ ، ص ۷۰) ۔

۲ : نمازِ عید سے قبل گھر یا مسجد یا عید گاہ میں نوافل مکروہ ہیں ۔ اور عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں مکروہ ہیں ۔ البتہ گھر میں نوافل پڑھنے کی اجازت ہے ۔ مراقی میں ہے ۔

ویکرہ التنفل قبل صلوۃ العید ولو تنفل فی المنزل وکذا بعدہ ای العید فی المسجد شیئاً فاذا رجع الی منزلہ صلی رکعتین ، (ص ۱۰۳) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

(جماعت ہو رہی ہو تو فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم)

فجر کی نماز ہو رہی ہے اور امام قرأت پڑھ رہا ہے تو کیا ایسی حالت میں مسجد کی حدود کے اندر سنتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب سنتیں گھر ادا کر کے جانا چاہیئے ۔ خصوصاً جب کہ قیام صلوۃ کا وقت ہوچکا ہو ۔ اگر گھر سے پڑھ کر نہیں آیا تو خارج مسجد میں جہاں ممکن ہو ادا کرلے ۔ اگر خارج مسجد میں کوئی ایسا انتظام نہ ہو تو مسجد میں جماعت سے بعید کسی دیوار یا ستون وغیرہ کی آڑ میں ادا کرے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ جماعت سے جتنا قریب ہوگا اتنا کراہت میں بھی اضافہ ہوگا ۔ جتنا بعید

ہوگا اتنی کراہت میں بھی تخفیف ہوگی۔ کذا فی الشامیۃ[۱]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

[۱] والحاصل ان السنۃ فی سنۃ الفجر ان یأتی بہا فی بیتہ والا فان کان عند باب المسجد مکان صلاھا فیہ والا صلاھا فی الشتوی او الصیفی ان کان للمسجد موضعان والا فخلف الصفوف عند ساریۃ اھ وفی العنایۃ فان لم یکن علی باب المسجد موضع للصلوۃ یصلیھا فی المسجد خلف ساریۃ من سواری المسجد واشدھا کراھۃ ان یصلیھا مخالطاً للصف مخالفاً للجماعۃ والذی یلی ذلک خلف الصف من غیر حائل۔ اھ ومثلہ فی النہایۃ والمعراج۔ اھ (شامی ج ۱، ص ۵۳۰)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

اذانِ مغرب کے دوران تحیۃ الوضوء پڑھنا

بکر نے وضو کیا۔ مؤذن نے اذان دینا شروع کی۔ بکر نے دو رکعت نفل تحیۃ الوضوء کی نیت باندھ لی۔ اور اذان کے ختم ہونے تک بکر نے نفل پورے کر لئے۔ تو بکر کو نفل کا ثواب مل گیا یا نہیں؟ اور مذکورہ طریق پر نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (قال فی الہندیۃ) ومنہا (ای من الاوقات المکروھۃ للنوافل) ما بعد غروب الشمس قبل صلوۃ المغرب (ج ۱ ص ۵۲) اگرچہ نفل تو ہو جائیں گے لیکن اس وقت پڑھنے نہیں چاہئیں۔ (بوقتِ اذان۔ اذان کا جواب دینا مسنون وضروری ہے۔ اس ضروری امر کو چھوڑ کر نوافل میں اشتغال نہ چاہیئے۔ خصوصاً

جب کہ مغرب سے قبل نوافل کو مکروہ لکھا ہے) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

(فجر کی سنتیں رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھے)

۱: فجر کی چھوٹی ہوئی سنتیں جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

۲: کیا یہ حدیث ترمذی وابن ماجہ میں موجود ہے کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے۔

الجواب ۱۔ (فجر کی چھوٹی ہوئی سنتیں سورج نکلنے سے پہلے نہیں پڑھ سکتا۔)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم عمر بن الخطاب رض وکان من احبہم الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس۔ (ترمذی، ج ۱، ص ۴۶)۔

۲: یہ حدیث ترمذی شریف، ج ۱ ص ۸۲۔ پر مذکور ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلیھما بعد ما تطلع الشمس۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس
ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس
ملتان ۱۳۹۹/۷/۲۲ھ

نوافل میں تسبیح کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھ سکتے ہیں

زید نے مشکوۃ شریف باب السجود میں پڑھا ہے اور لوگوں کو بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سجدہ میں دعا کیا کرو وہ مقبول ہوگی۔ اس کی اس بات کو کسی نے نہیں مانا۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تسبیح پڑھتے ہیں اور تسبیح چھوڑ کر دعا کیسے کریں۔ لہذا اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب سبحان ربی الاعلی۔ حکماً دعا ہے۔ نیز نوافل میں ادعیہ ماثورہ اس تسبیح کے بعد پڑھنے کی اجازت ہے۔ ادعیہ غیر منقولہ کی بھی گنجائش ہے۔

کذافی المرقات ، ج۲ ، ص ۳۱۲)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱/۲/۱۴۰۰ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عشاء سے پہلے چار رکعت سنت کا ثبوت

چار رکعت سنت قبل عشاء غیر مؤکدہ بیک سلام (جیسا کہ مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز حنفی میں لکھا ہے) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل یا کسی صحابہ رض کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ مدلل جواب سے تشفی فرمائیں تاکہ اپنے علاقہ کے غیر مقلدین کو مطمئن کر سکیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ بدعت مولوی خیر محمد رح نے جاری کی ہے اسکی وضاحت فرمائیں۔

الجواب (عشاء کے فرائض سے قبل جو چار رکعتیں ہیں ان کی حیثیت کتب حنفیہ کے مطابق مستحب و مستحسن ہونے کی ہے) کبیری میں ہے۔

وماذکر من السنۃ قبل العصر وقبل العشاء فذلک مستحب (ص ۳۸۷)

وذکر فی المحیط ان تطوع قبل العصر باربع وقبل العشاء باربع حسن الخ

باقی رہا ان رکعتوں کے ثبوت کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین کل اذانین صلوۃ۔ (بخاری ص ۸۷ ج۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر اذان اور تکبیر کے درمیان نماز ہے۔ چنانچہ عشاء کی اذان و تکبیر کے درمیان بھی نماز ثابت ہوئی۔ باقی چار رکعت کے مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے۔

بخاری شریف و مسلم شریف میں حدیث عائشہ رض ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا۔ الحدیث۔

یہ حدیث اگرچہ تہجد سے متعلق ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نوافل کے متعلق عام عادت و معمول چار رکعتیں پڑھنے کا تھا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہو وہ یقیناً افضل اور بہتر ہوگا۔ نیز چار رکعتیں ایک سلام سے ادا کرنے میں مشقت زیادہ ہے۔ مشقت والے فعل کا افضل ہونا قرآن پاک (ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطأ واقوم قیلا) ای اشد فی وطأ النفس واشق علیہا) اور حدیث شریف سئل ای الاعمال افضل فقال احمزہا ای اشقہا علی البدن۔ مقاصد حسنۃ ، ص ۲۳) سے معلوم ہوتا ہے۔

اس مشقت کی بناء پر عشاء کی نماز کی فضیلت احادیث میں وارد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عشاء سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ چنانچہ بعض کتب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عشاء سے قبل چار رکعتیں ادا کرنا منقول ہے۔ مراقی میں ہے۔

وندب اربع قبل العشاء لما روی عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا انہ علیہ الصلوۃ والسلام کان یصلی قبل العشاء اربعا ثم یصلی بعدہا اربعا ثم یضطجع۔ (ص ۲۱۳)۔

مسلک احناف قرآن و سنت کا آئینہ ہے۔

حضرت مولانا خیر محمد نور اللہ مرقدہ غیر مقلدین کے خودساختہ مسائل (بدعت) کی قلعی کھولتے تھے اس لئے ان کو بدعتی کہا ہے۔ بدعتی کو دوسرا بھی بدعتی نظر آتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۲۶/۳/۱۴۰۶ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سنن مؤکدہ "اَوّابِین" میں شمار ہونگی یا نہیں

صلوٰۃ اوابین جو کہ کم از کم چھ رکعت ہیں ۔ ان میں سنت مؤکدہ کے بعد کی دو رکعت نفل بھی شامل ہیں یا وہ ان چھ رکعتوں سے الگ ہیں ؟

الجواب دو رکعت سنت مؤکدہ کے سوا دوسرے نوافل صلوٰۃ اوابین میں شمار ہوں گے جب چھ رکعتیں پوری ہو جائیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۱۳ / ۱۱ / ۱۳۸۱ھ

[1] وست بعد المغرب ليكتب من الاوابين بتسليمة او ثنتين اوثلاث والاول ادوم واشق وهل تحسب المؤكدة من المستحب ويؤدى الكل بتسليمة واحدة اختار الكمال نعم ۔ اه (درمختار)

قوله (اختار الكمال نعم) ذكر الكمال فى فتح القدير انه وقع اختلاف بين اهل عصره فى ان الاربع المستحبة هل هى اربع مستقلة غير ركعتى الراتبة او اربع بهما وعلى الثانى هل تؤدى معهما بتسليمة واحدة اولا فقال جماعة لا واختار هو انه اذا صلى اربعا بتسليمة او تسليمتين وقع عن السنة والمندوب اه (شامية ج ۱ ص ۶۳۱) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

فجر کی سنتوں میں تحیّۃ الوضوء کی نیت کرنا

طلوع صبح صادق کے بعد نفل منع ہیں تو اگر تحیۃ الوضوء کی نیت فجر کی سنتوں میں کر لی جائے تو کیا تحیۃ الوضوء کا ثواب مل جائے گا ؟

الجواب فجر کی سنتوں میں تحیۃ الوضوء کی نیت کرنا درست ہے ۔ انشاء اللہ اس سے تحیۃ الوضوء کا ثواب مل جائے گا ۔

ولو نوى فرضين كمكتوبة وجنازة ــــ الى قوله ولو نافلتين كنية فجر وتحية مسجد فعنهما ۔ اه (درمختار على الشامية ج ۱ ص ۴۲۵)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۔ ۱۴ / ۲ / ۱۴۰۸ھ

ظہر کی قبلیہ سنتیں رہ جائیں تو بعد والی دو کے بعد پڑھے

ظہر کی قبلیہ سنتیں رہ جائیں تو فرضوں کے بعد دوگانہ سے پہلے پڑھے یا بعد میں ۔

الجواب راجح یہی ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھے پھر چار قبلیہ ۔

لكن رجح فى الفتح تقديم الركعتين الخ وفى فتاوى العتابى انه المختار وفى مبسوط شيخ الاسلام انه الاصح لحديث عائشة (رضى الله عنها) انه عليه الصلوة والسلام كان اذا فاتته الاربع قبل الظهر يصليهن بعد الركعتين وهو قول ابى حنيفة ج وكذا فى جامع قاضى خان اه (شامی ج ۱ ص ۶۶۳)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	۲۲ / ۹ / ۱۴۰۹ھ	الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

نوافل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں

نفل نماز پڑھنا بیٹھ کر جائز ہے ؟ جب کہ نماز کے تیرہ فرائض میں سے قیام کرنا بھی ایک فرض ہے ؟

الجواب اس فرض کا تعلق فرض نماز سے ہے ۔

ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدا لا مضطجعا ۔ (درمختار على الشامية ج ۱ ص ۶۵۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۱/۵/۱۴۰۷ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فرائض وسنن کے ضمن میں تحیۃ المسجد کا ثواب اسکی نیت پر موقوف ہے

بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اگر مسجد میں آتے ہی کوئی اور نماز فرض یا سنت پڑھی جائے تو وہی نماز تحیۃ المسجد ہو جائے گی۔ یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا۔ اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی گئی ہو۔ (مراقی الفلاح)

اور ایک دوسری کتاب میں لکھا ہے۔ کہ دوسری نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام تو ہو جائے گی مگر ثواب اس وقت ملے گا جب کہ اس نماز میں تحیۃ المسجد کی نیت بھی کی گئی ہو۔ (درمختار)

چونکہ دونوں عبارتوں میں اختلاف ہے اس لئے صحیح اور راجح قول تحریر فرمایا جائے۔

اکرام الحق: راولپنڈی

الجواب اس مسئلہ میں روایتیں دونوں طرف موجود ہیں۔ لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ دوسری نماز میں تحیۃ المسجد کی نیت بھی کرلے۔[1]

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۱/۴/۱۳۸۶ھ

[1] الاولی ان ینویھا بذلک الفرض لیحصل لہ ثوابھا ای بنوی بایقاع ذلک الفرض فی المسجد تحیۃ اللہ تعالیٰ او تعظیم بیتہ لان سقوطھا بہ وعدم طلبھا لا یستلزم الثواب بلا قصدھا ثم رأیت المحقق ابن حجر من الشافعیۃ

کتب عند قول المنھاج و تحصل بفرض او نفل اخر مانصہ وان لم ینوھا معہ لانہ لم ینتھک حرمۃ المسجد المقصودۃ ای یسقط طلبھا بذلک اما حصول ثوابھا فالوجہ توقفہ علی النیۃ لحدیث انما الاعمال بالنیات اھ (شامی ج ۱ ص ۶۳۶)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ: ۱۱/۱۱/۱۴۱۰ھ

طولِ قیام افضل ہے یا کثرتِ رکعات

زید کا معمول ہے کہ مغرب کے بعد ایک پارہ نوافل میں پڑھتا ہے تو کیا یہ بہتر ہے کہ ایک پارہ دو نفل میں پڑھ لے یا تھوڑا تھوڑا پڑھ کر رکوع وسجدہ کرتا ہے یعنی کئی نوافل میں پارہ پورا کرے۔

الجواب (رکعت کو لمبا کرنا بہتر ہے بنسبت کثرتِ رکعات کے۔)

وکثرۃ الرکوع والسجود احب من طول القیام کما فی المجتبی ورجحہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النھر من ثلاثۃ اوجہ ونقل عن المعراج ان ھذا قول محمد وان مذھب الامام افضلیۃ القیام وصححہ فی البدائع اھ (درمختار)۔ والحاصل ان المذھب المعتمد ان طول القیام احب ومعناہ کما فی شرح المنیۃ انہ اذا اراد شغل حصۃ معینۃ من الزمان بصلوۃ فاطالۃ القیام مع تقلیل عدد الرکعات افضل من عکسہ فصلوۃ رکعتین مثلاً فی تلک الحصۃ افضل من صلاۃ اربع فیھا وھکذا القیاس اھ۔ (شامی، ج ۱، ص ۵)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قرآن مجید اچھی طرح یاد نہ ہو تو سامع کا انتظام ضروری ہے

زید تراویح میں قرآن پاک سناتا ہے۔ ایک رکعت میں کم از کم تین بار بھول جاتا ہے۔ اس کے پیچھے سامع بھی نہیں۔ بھولنے پر حافظ جی صاحب کہتے ہیں کہ یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے۔

سائل: امام الدین، گلبرگ، ملتان

الجواب معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو قرآن مجید اچھی طرح یاد نہیں۔ ایسی صورت میں اچھے سامع کا ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں بیس رکعات کے اندر ایک دو مرتبہ بھول جانا تو خیر کوئی بات نہیں لیکن کثرت سے بھولنا کہ ایک رکعت میں [illegible] مرتبہ بھولے، پختہ یاد نہ ہونے کی علامت ہے۔ حافظ صاحب کو چاہیئے کہ خوب محنت سے [illegible] کیا کریں اور سامع کا انتظام بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۶/۹/۱۳۹۹ھ

داتا دربار جاکر نوافل کی نذر مانی تو وہاں پڑھنا ضروری نہیں

زید نے نذر مانی تھی کہ میرا یہ کام ہو گیا تو داتا دربار لاہور جاکر سو نوافل پڑھوں گا۔ تو کیا وہاں جاکر پڑھنے ضروری ہیں یا جہاں رہتا ہے وہیں پڑھ لے۔

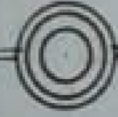
المستفتی صوفی عبدالمنان بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

الجواب جہاں بھی پڑھ لے نذر پوری ہو جائے گی۔ اذا نذر ان یصلی فی المسجد الحرام او فی مسجد بیت المقدس نصلا ھا فی مکان دونہ جاز اھ (عالمگیری قدیم ۱، ج ۱، ص ۶۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۳/۱۴۱۰ھ

فصل فی الوتر



وتروں میں قعدہ اولیٰ کا مفصل ثبوت

یہاں اہل حدیث کی طرف سے اہل سنت سے صلوۃ الوتر کے قعدہ اولیٰ کا ثبوت حدیث سے طلب کیا جا رہا ہے اور اپنی تائید میں وہ حدیث (عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ یوتر من ذلک بخمس لا یجلس فی شیئ الا فی اٰخرھا (مسلم ج ۱ ص ۲۵۴) پیش کر رہے ہیں۔ براہ نوازش اس حدیث کی تاویل اور اہل سنت کی مأخذ والی حدیث مع ثبوت فقہی بالصراحت ارقام فرما کر ممنون فرمائیں۔ نیز تحریر فرمائیں کہ حدیث مذکور بخاری شریف میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ جواب بھی مفصل لکھیں تاکہ اہلسنت کی پوری پوری تسلی ہو سکے۔

الجواب پہلے اہل سنت کے دلائل سن لیں۔

(۱) عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان قالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا فقالت عائشۃ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ (رواہ مسلم، ص ۲۵۴، ج ۱)

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے (۱) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی نماز تہجد رمضان وغیر رمضان میں

آٹھ رکعت بھی اور وتر تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (۲) وتر سے پہلے استراحت بھی فرمالیا کرتے تھے۔ (۳) نوم نبیﷺ غیر ناقض وضو ہے۔

۲ : عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الوتر ثلاث کثلاث المغرب۔ رواه الطبرانی فی الاوسط۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ وتر مثل نمازِ مغرب کے ہے۔ (ا) مغرب کی تین رکعتیں ہیں، وتر کی بھی تین۔ ب : مغرب میں دو قعدہ ہیں اولیٰ، ثانیہ، اسی طرح وتر میں بھی۔ ج : مغرب میں آخری میں سلام کیا جاتا ہے۔ وتر میں بھی آخری قعدہ پر سلام ہونا چاہئے۔

۳ : طحاوی میں ہے۔ عن حمید عن انس رضی الله عنه۔ قال الوتر ثلاث رکعات وکان یوتر بثلاث رکعات۔ (ج ۱ ص ۱۷۳)

۴ : طحاوی میں ہے۔ ان الوتر کان عند ابن عمرؓ ثلثا کصلوة المغرب۔ (ج ۱ ص ۱۹۵)

۵ : عن عامر هو الشعبی قال سألت ابن عباس وابن عمرؓ کیف کان صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم باللیل فقالا ثلاث عشرة رکعة ثمان ویوتر بثلاث ورکعتین بعد الفجر۔ رواه الطحاوی (ج ۱ ص ۱۹۵) وابن ماجه والنسائی۔

دلائل وجوبِ قعدہ بر ہر دو رکعت

واضح رہے کہ ہر دوگانہ پر التحیات بیٹھنا ضروری ہے جس کے لئے احادیثِ ذیل کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ روایات وتر غیر وتر تمام نمازوں کے لئے مساوی الدلالت ہیں۔

۱ : عن عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یستفتح الصلوة بالتکبیر والقراءة بالحمد لله رب العالمین الی قوله وکان یقول فی کل رکعتین التحیة رواه مسلم ج ۱ ص ۱۹۴ باب جامع الصلوۃ۔

اس روایت میں صاف مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور التحیات پڑھنے کے لئے قعدہ لازم ہے (اس بنا پر حدیث یوتر من ذلک بخمس لایجلس الا فی آخرها تمام علماء کے نزدیک مؤوّل ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہو جو لوگ اہلحدیث ہونیکے مدعی ہیں انکی عادت ہے کہ خود رائی اور خود اجتہادی کی بنا پر صرف ایک روایت کو لے لیتے ہیں اور دوسری

حدیثوں کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے اس لئے متروک ہے یا یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس طرح بعض روایتیں متروک اور بعض معمول بہا ہو جانے کے علاوہ احادیثِ نبویہ متعارض ہوتی نظر آتی ہیں۔ اور لوگوں کو حدیثوں میں شبہات نظر آتے ہیں۔ مثلاً فاتحہ خلف الامام کی روایتوں کو لے کر روایاتِ ترکِ فاتحہ کو ضعیف غیر قابلِ عمل بتلا دیتے ہیں۔ اس طرح ایک ذخیرۂ احادیث ان کے نزدیک ردی کی ٹوکری کے قابل ہو جاتا ہے۔ بخلاف مسلکِ احناف کثرہم اللہ کے کہ ان کا مسلک احتیاط اور تحقیق پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ حضرات ایک مسئلہ کے متعلق تمام روایاتِ وارد شدہ کو جمع کر کے مقدم و مؤخر، ناسخ و منسوخ، صحیح و ضعیف وغیرہ تمام گوشوں پر نظر کر کے فیصلہ کرتے ہیں۔ اسی طرح مسئلۂ وتر ہے۔ چونکہ اس استفتاء میں صرف قعدۂ اولیٰ کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس لئے ہم اپنی بحث اسی پر مقصور کرتے ہیں اگر تحقیق درکار ہو تو حضرت شاہ صاحبؒ کا رسالہ عربی کشف الستر عن صلوۃ الوتر مطالعہ فرمائیں۔

۲ : عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما ان رجلاً سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن صلوة اللیل فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة اللیل مثنیٰ مثنیٰ واذا خشی احدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر له ما قد صلی۔ رواه مسلم (ج ۱ ص ۲۵۷)۔

۳ : عن الفضل بن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلوة مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین الخ۔ رواه الترمذی قال ابن حجر المکی اسناده حسن۔ (مشکوۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف ج ۱ ص ۷۷)

یہ دو روایتیں ہیں۔ دوسری روایت پہلی روایت کے لئے بمنزلۂ تفسیر کے ہے۔ مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ نماز کی وضعِ شرعی یہ ہے کہ ہر رکعت دوسری رکعت کے ساتھ مقرون ہو۔ چاہے نماز دن کی ہو یا رات کی۔ (چنانچہ بعض روایاتِ ابن عمرؓ میں صلوۃ اللیل والنہار بھی وارد ہوا ہے) اور ایک رکعت کی نماز مشروع نہیں ہے حتیٰ کہ وتر میں بھی رکعتِ واحدہ کو علیحدہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دوگانہ کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ جس سے وہ دوگانہ وتر بن جائے گا۔ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نے یہ وضاحت کر دی کہ ہر دوگانہ پر تشہد لازم ہے۔

شارحِ مسلم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے فوائد کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

" وفی هذا تنبیه علی عدم مشروعیة التنفل بالرکعة الواحدة البتیراء کما قال ابن دقیق العید وعلی عدم مشروعیة الرکعات

المتوالية الزائدة على ثنتين من غير تخلل التشهد بينهما وهو الظاهر من حديث عائشة عند مسلم قالت وكان يقول فى كل ركعتين التحية فهذا مدلول الحديث والمثنوية بهذا المعنى لا يستلزم التسليم على كل ركعتين انتهى۔ فتح الملہم: ج ، ص)

بڑا ہی تعجب ہے کہ غیر مقلد حضرات "یوتر من ذلك بخمس لا يجلس فى شئ الا فى آخرها" کو نہ سمجھنے کی بنا پر ان تمام احادیث سے غافل ہو گئے۔ بلکہ ان حدیثوں کے دانستہ یا نادانستہ ترک کے گناہ میں پڑ گئے۔ اگر اس حدیث کی شرح کسی طالب علم سے جس نے باقاعدہ کسی مدرسہ میں علم حدیث حاصل کیا ہوا ہوتا پوچھ لیتے تو اس جہالت میں مبتلا نہ ہوتے۔ (جیسا کہ عنقریب اس حدیث کی شرح بعد میں بیان کر دی جائے گی۔

۴ : وفى المصنف ابن ابى شيبة المكتوب بالقلم من ص۵۵۲ والقول البديع
" جعفر بن برقان عن عقبة بن نافع قال سمعت ابن عمر رض يقول ليس صلوة الا وفيها قراءة وجلوس فى الركعتين و تشهد و تسليم فان لم تفعل ذلك سجدت سجدتين وانت جالس۔ (فتح الملہم ج ص۲۹۰)

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی مذکور ہے جو کہ حکم مرفوع میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ کوئی نماز ایسی نہیں کہ اس میں قرأت نہ ہو، اور یہ کہ اس کے ہر دوگانہ پر قعدہ نہ کیا جائے اور تشہد و تسلیم نہ ہو (تسلیم سے مراد السلام عليك ايها النبى ہے۔ جس کے دلائل یہاں ذکر کرنے کا موقع نہیں) اور اگر تو درمیان میں تشہد نہ کر سکے (یعنی بھول جائے) تو دو سجدۂ سہو بحالت جلوس کرنے لازم ہوں گے۔

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ ہر دوگانہ پر قعدہ لازم ہے اور ترک پر سجدۂ سہو کرنا ہو گا۔ یہ وہ قعدہ ہے جسے قعدہ اولیٰ کہتے ہیں۔ اب حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق توضیح اور تشریح سن لیجئے جس سے یہ حدیث ان روایات مذکورہ بالا کے ساتھ منطبق ہو جائے گی اور جو تعارض بظاہر نظر آ رہا ہے رفع ہو جائے گا۔ پوری حدیث ان الفاظ کے ساتھ مسلم شریف میں وارد ہوئی ہے۔

عن عبد الله بن نمير قال حدثنا ابى قال ثنا هشام عن ابيه عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى

من الليل ثلاث عشرة ركعة يوتر من ذلك بخمس لا يجلس فى شئ الا فى آخرها۔ رواه مسلم۔ (ج۱، ص۲۵۴)۔

ا : اول تو یہ حدیث مختلف فیہ ہے۔ بعض حضرات ائمہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ جن میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ ہشام نے یہی روایت حجاز میں اور سیاق سے ذکر کی۔ جب عراق میں پہنچا تو اس نے دوسری طرح بیان کرنا شروع کیا جو کہ موجودہ سیاق ہے۔ حوالہ کے لئے دیکھئے "مواہب لدنیہ" کی شرح۔ اس میں زرقانی رح لکھتے ہیں۔

وقد صح عنه صلى الله عليه وسلم انه اوتر بخمس لم يجلس الا فى آخرهن) اى صلاهن بتشهد واحد (لكن احاديث اثبت واكثر طرقا) اذهو الذى رواه الحفاظ عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة وتلك الرواية انفرد بها بعض اهل العراق عن هشام وقد انكرها مالك وقال منذ صار هشام بالعراق اتانا عنه ما لم نعرف وقال ابن عبد البر ما حدث به هشام قبل خروجه الى العراق اصح عند اهل الحديث۔

ب : لیکن ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ "بذل المجہود" میں تحریر فرماتے ہیں۔ اس حدیث کے توابع موجود ہیں اس لئے حدیث ثابت ہے لیکن ہمارے لئے مضر نہیں اسلئے کہ اس میں جس جلوس کی نفی کی گئی ہے وہ جلوس تشہد نہیں۔ کیونکہ اس کے مراد لینے میں تمام احادیث بالا کا خلاف لازم آئے گا۔ بلکہ اس سے مراد یا تو جلوس استراحت ہے جو کہ تہجد کی نماز کے دوگانوں، یا چہار گانوں میں واقع ہوا کرتا تھا۔ جیسا کہ روایت کنز العمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔

قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل ست ركعات يسلم من كل ركعتين ثم يجلس فيسبح ويكبر و يقوم فيصلى ركعتين
(ابن جرير)

پس یہ روایت قرینہ ہے کہ جلوس منفی سے مراد یہی جلوس ہے۔ اس صورت میں معنیٔ حدیث یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ رکعتوں میں سے جن میں سے تین وتر اور ایک اس سے پہلے کا دوگانہ مراد

ہے جلوسِ استراحت نہیں فرماتے تھے بلکہ آخر میں ہی جلوس کرتے تھے۔

۲ : دوسری توجیہ یہ ہے کہ جلوس سے مراد وہ جلوس ہے جس کے بعد سلام کیا جائے۔ اور قرینہ اس پر روایت ابی داؤد ہے جس میں یہ الفاظ واقع ہیں "حتی یجلس فی الآخرۃ فیسلم" جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ آخر میں بیٹھ کر سلام کرتے تھے۔ وہ جلوس جس میں سلام نہیں ہوتا تھا وہ تو پہلے بھی ہوتا تھا لیکن وہ جلوس جس کے بعد سلام فرماتے تھے آخر میں ہوتا تھا۔ اس طرح سے درمیان کے قعدہ کی نفی نہ ہوئی۔ لیکن اس توجیہ پر یہ اشکال لازم آتا ہے کہ پہلا دوگانہ نفل کا ہوا اس پر قعدہ کر کے پھر آپ نے وتر ادا کئے۔ وتر کی بنا نفل پر لازم آئے گی۔ اس کے متعلق جواب یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک وتر سنت ہیں۔ لہٰذا ان کی بنا نفل پر بلا کراہت ہو سکتی ہیں۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ وتر واجب ہیں لیکن اس کی بنا نفل پر جائز ہے۔

۳ : تیسری توجیہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ نوافل میں بعض اوقات بیٹھ جایا کرتے تھے اور بیٹھ کر پڑھتے رہتے تھے۔ جب رکوع کا وقت آتا تھا تو کھڑے ہو کر تیس چالیس آیات پڑھ کر رکوع کیا کرتے تھے۔ یہ عادت شریفہ بخاری شریف کی اس روایت سے ثابت ہے۔

عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا لم تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلوٰۃ اللیل قاعدًا قط حتی اسن فکان یقرأ قاعدًا حتی اذا اراد ان یرکع قام فقرأ نحوًا من ثلثین اٰیۃ او اربعین اٰیۃ ثم یرکع۔ (رواہ البخاری فی باب اذا صلی قاعدًا ثم صح او وجد خفۃ تمم ما بقی) ص۱۵۰ ج ۱)۔

اب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ عادت شریفہ نوافل تہجد کے متعلق تھی۔ وتر کی تین رکعتیں اور ایک دوگانہ جو وتر سے پہلے ہوتا تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعود نہیں فرماتے تھے۔ وتر میں تو اس لئے کہ وہ واجب ہیں اور اس میں قادر علی القیام کے لئے تعود جائز نہیں۔ اور دوگانہ جو وتر سے پہلے ہوتا تھا وہ بھی بوجہ اتصالِ وتر کے اس کے حکم میں داخل کر دیا گیا جیسا کہ "فتح الملہم" میں ہے۔

والشفع الذی کان یوتر بعدہ صار لاتصالہ بہ مستحبا بحکم الوتر علیہ فلم یقعد فیہ ایضًا۔

واضح رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کے جو معانی ذکر کئے گئے ہیں یہ سب معانی

صحیح اور محتمل ہیں اور احادیث اُخری کے ساتھ مؤید ہیں اور ان معانی کا مراد لینا لازم امر ہے۔ تاکہ وہ روایات جو سابقہ بیان ہوئی ہیں ان میں اور اس حدیث میں تعارض واقع نہ ہو۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم بالصواب
خیر محمد، مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان	بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ، خادم الافتاء
۴ شوال المکرم ۱۳۷۰ھ	خیر المدارس ملتان، ۳ شوال ۱۳۷۰ھ

ایک حدیث سے عدمِ وجوبِ وتر پر استدلال کا جواب

اخبرنا ابو یعلی حدثنا ابو الربیع الزاھرانی الی اخر السند عن عیسی بن جاریۃ عن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شھر رمضان ثمانی رکعات و اوتر فلما کانت اللیلۃ القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج لنا فیصلی بنا فاقمنا فیہ حتی اصبحنا فقلنا یا رسول اللہ رجونا ان تخرج فتصلی بنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی کرھت او خشیت ان یکتب علیکم الوتر او کما قال۔

(صحیح ابن حبان، ص ۳۰۰، ج ۲، مطبع مکتبہ سلفیہ بکر کوٹ)

زید اور بکر کا اس حدیث کے مفہوم میں اختلاف ہے۔

زید، کہتا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتروں کی باجماعت فرضیت کو مکروہ سمجھا اور ڈر گئے۔ اس لئے دوسرے دن آپ نے نماز نہیں پڑھائی اور آٹھ رکعات تراویح کو مکروہ سمجھا اور نہ ترک کیا۔

بکر، کہتا ہے کہ اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح اور وتر دونوں کے بارے میں انی کرھت او خشیت ان یکتب علیکم الوتر فرمایا ہے۔ پھر ان آٹھ رکعت تراویح باجماعت کو مکروہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور پھر آپ نے نہیں پڑھائی۔ وتروں کے متعلق اس لئے نہیں کہ وتر تو پہلے ہی سے واجب تھے۔ انی کرھت او خشیت کا تعلق تو اس نئی نماز کے ساتھ ہے جو رمضان میں آئی ہے بات اس کی تھی اور اسی کو باجماعت ترک فرمایا۔

المستفتی: محمد سلیمان خطیب جامع مسجد مرکزی گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب بکر کا قول درست ہے اور مذکورہ روایت میں ان یکتب علیکم الوتر سے مراد وترِ اصطلاحی کی ایک یا تین رکعت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد وہی مجموعہ صلوۃ اللیل (تراویح) ہے جو پہلی رات پڑھی گئی تھی۔ ایک تو یہ امر خود سیاق ان یخرج فیصلی بنا سے ظاہر ہے۔ دوسرے اس کی تصریح صحیح مسلم میں بروایت صحیح موجود ہے۔ روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوۃ اللیل فتعجزوا عنھا"

(باب الترغیب فی قیام رمضان ج ۱ ص ۲۶۹)

اور تقریباً اسی کے ہم مثل الفاظ شرح معانی الآثار میں موجود ہیں۔ "خشیت ان یکتب علیکم قیام اللیل۔ اھ (باب القیام فی شہر رمضان)۔ روایتِ مؤطا میں الفاظ دو قسم کے ہیں۔ ان تفرض اور ان یفرض، صاحب اوجز المسالک ان کی تشریح میں لکھتے ہیں۔" ان تفرض ای صلوۃ اللیل وفی نسخۃ ان یفرض ای القیام" پس جب لفظ "الوتر" کی تشریح خود دوسری صحیح روایت میں "صلوۃ اللیل" سے موجود ہے تو بکر کے قول کی صحت اور زید کے قول کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۱ / ۹ / ۸۸ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ

وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ

نمازِ وتر ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ ایک شخص وتر کی تیسری رکعت کو سنت بتلاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور مذکورہ رکعت میں ثناء پڑھنا بھی بتلاتا ہے۔ قنوت کے بعد درود شریف بھی پڑھتا ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب وتر کی تینوں رکعات واجب ہیں اور ان کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سبحانک اللھم اور الحمد و سورۃ پڑھیں دوسری رکعت میں صرف الحمد اور سورت پڑھیں پھر قعدہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھیں۔ تیسری رکعت میں الحمد اور سورت پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور دعاءِ قنوت پڑھیں پھر رکوع میں جائیں اور نماز پوری کر لیں۔ رکوع سے قبل درود شریف نہ پڑھیں[1]۔ تیسری رکعت میں ثناء بھی نہ پڑھیں۔ فقط واللہ اعلم

[1] مستحب یہ ہے کہ پڑھیں کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی صفحہ ۲۰۸ (محمد انور مرتب خیر الفتاوی)۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ، مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰ / ۹ / ۱۳۷۸ھ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

وتر کی نیت میں واجب کی تصریح ضروری نہیں

ایک عالم سے وتر کی نیت پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ بہتر یہ ہے یوں کہو کہ "وتر واجب اس رات کے" مطلق واجب کہا جائے تب بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر وتر واجب عشاء کے کہنا بہتر ہے۔ اگر عالم کا جواب آپ کے نزدیک صحیح ہے تو حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب وفی الوتر ینوی صلوۃ الوتر کذا فی الزاھدی اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۶۶)
نماز وتر کے لئے اتنی نیت بھی کافی ہے کہ "تین رکعات نمازِ وتر اللہ کے لئے پڑھتا ہوں" واجب کا لفظ ساتھ کہہ لے تو بھی جائز ہے۔ کما فی الشامیۃ ج ۱ ص ۳۸۹۔
"ای لایلزمہ تعیین الواجب ولیس المراد منعہ من ان ینوی وجوبہ۔"
آج رات یا عشاء کے کہنے کی حاجت نہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۳ / ۹ / ۱۳۹۳ھ

فرض عشاء ادا کرنے سے پہلے وتر نہیں پڑھ سکتے

زید جب مسجد میں پہنچا تو فرض اور تراویح ہو چکی تھیں اور وتروں کی جماعت تیار تھی تو کیا زید پہلے فرض ادا کرے یا وتروں میں شریک ہو سکتا ہے؟

الجواب (عشاء کے فرضوں اور وتر میں ترتیب واجب ہے) لہذا وتروں کی جماعت میں شریک نہ ہو بلکہ پہلے فرض ادا کرے۔" ووقت العشاء والوتر منہ الی الصبح ولکن لا یقدم علیھا الوتر لوجوب الترتیب اھ (تنویر الابصار علی الشامیہ ج ۱ ص ۲۶۵) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۹ شوال ۱۴۰۲ھ

جس نے فرض وجملہ تراویح علیحدہ پڑھی ہوں وہ وتر بھی علیحدہ پڑھے

جس نے عشاء کے فرض اور تراویح علیحدہ ادا کئے ہوں وہ وتروں کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ - ۲ ا- حدیث میں آتا ہے کہ جو فسادِ امت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کا اتباع کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا - یہ حدیث کہاں موجود ہے !

مولانا محمد علی ، خطیب جامع مسجد سمندری ، لائلپور

الجواب (جس نے فرض اور تراویح دونوں علیحدہ ادا کئے ہوں وہ وتر بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھے. اگر کچھ حصہ تراویح با جماعت پڑھا ہو تو وتروں کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے. کیونکہ جس سے عشاء کے فرض با جماعت فوت ہوئے ہوں وہ تراویح میں شریک ہوسکتا ہے. (کبیری ص ۴۹) اور وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے کما فی الشامیۃ -)

ان جماعة الوتر تبع لجماعة التراويح اھ (شامی ، ج ۱ : ص ۶۶۳) -

۲ ؛ کتاب الاعتصام باب السجود وفضلہ میں یہ حدیث موجود ہے - من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد . اھ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان ؛ ۱۱ ؛ ۱ ؛ ۱۳۸۲ھ

تہجد گزار بھی رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھیں

تہجد پڑھنے والے رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھیں یا تہجد کے وقت پڑھیں ! اور بغیر رمضان شریف کے وتر تہجد سے پہلے پڑھے جائیں یا بعد میں ؟

الجواب (رمضان شریف میں وتر جماعت سے پڑھنا افضل ہے) - شامی میں ہے .

فالوتر كالتراويح فكما ان الجماعة فيها سنة فكذلك الوتر بحر وفی شرح المنية والصحيح ان الجماعة فيها افضل الا ان سنيتها ليست كسنية جماعة التراويح (شامی ج ۱ - ص ۶۶۴) قال الخير الرملى وهذا الذى عليه عامة الناس اليوم ، (ج ۱ : ص ۶۶۵) -

(غیر رمضان میں افضل یہی ہے کہ رات کی نماز میں سب سے آخر میں وتر پڑھے جائیں یہ اس شخص کے لئے

جو صبح سویرے اٹھ سکتا ہے ورنہ سونے سے پہلے پڑھے)

قوله وتاخير الوتر اى يستحب تأخيره لقوله صلى الله عليه وسلم من خاف ان لا يوتر من آخر الليل فليوتر اوله ومن طمع ان يقوم آخره فليوتر آخر الليل فان صلوة آخر الليل مشهودة وذلك افضل . اھ (شامیۃ ، ج ۱ ؛ ص ۳۴۲) -

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
خیر محمد عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

وتروں میں رکوع کے بعد قنوت پڑھی تو نماز کا حکم

امام صاحب نے وتروں میں قنوت سے پہلے رکوع کر لیا پھر واپس ہو کر دعاءِ قنوت پڑھی اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا . کیا نماز ہو گئی ؟

الجواب نماز ہو گئی بشرطیکہ سجدہ سہو کر لیا ہو - ولو قنت بعد رفع رأسه من الركوع لا يعيد الركوع ويسجد للسهو لزوال القنوت عن محله الاصلى وتاخير الواجب اھ (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۲۱۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح - محمد صدیق غفرلہٗ مدرس خیر المدارس ملتان - | محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی - ۸-۹-۱۳۹۶ھ

تکبیرِ قنوت واجب ہے یا نہیں

دعاءِ قنوت میں جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اگر یہ سہواً نہ پڑھی گئی ہو تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟

محمد شفیع بن حکیم الدین ، حیدر آباد -

الجواب (تکبیرِ قنوت کے بارے میں اختلاف ہے بعض حضرات وجوب کے قائل ہیں ان کے مذہب پر سجدۂ سہو لازم آجائے گا - صاحب بحر وجوب کے خلاف ہیں ان کے نزدیک سجدۂ سہو نہیں آئیگا - اگر احتیاط پر عمل کرتے ہوئے سجدۂ سہو کر لیا جائے تو بہتر ہے ورنہ ترک کی بھی گنجائش ہے - (شامی ج ۱ ص ۳۴۹)

فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ، مفتی خیر المدارس ملتان -

جس کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو وہ کیا پڑھے

اگر کسی کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو تو کوئی اور دعا ہے جو وتروں میں پڑھی جاسکے ؟

الجواب اگر کسی شخص کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو جو وتروں میں پڑھی جاتی ہے تو یہ آیت اس مقام پر پڑھے "ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الأخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار- کمافی الشامیۃ ج ۱ ص ۶۲۴ ۔ ومن لا یحسن القنوت یقول ربنا اتنا فی الدنیا الآیۃ معہذا دعاءِ معروف کو یاد کرنے کی کوشش کرے جب تک یاد نہ ہو اس پر اکتفا کرے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۵؍۷؍۱۳۷۶ھ

دعاءِ قنوت سے پہلے تکبیر و رفع یدین کا ثبوت

نمازِ وتر میں دعاءِ قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہنے کا ثبوت حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے فراہم کریں ۔

الجواب آنحضرت علیہ السلام اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے عمل سے قنوت پڑھنے سے پہلے رفع یدین اور تکبیر ثابت ہے ۔

۱ ؛ عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال ارسلت امی لیلۃ لتبیت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنظر کیف یوتر الی ان قال ثم قرأ بقل ھو اللہ احد حتی اذا فرغ کبر ثم قنت فدعا بما شاء اللہ ان یدعو۔ (الحدیث)

(استیعاب لابن عبد البر)

۲ ؛ عن الاسود عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ فی اٰخر رکعۃ من الوتر قل ھو اللہ احد ثم یرفع یدیہ فیقنت قبل الرکعۃ ۔اھ

(رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین وقال صحیح)۔

۳ ؛ عن ابی عثمان کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفع یدیہ فی القنوت۔اھ

(اخرجہ البخاری فی الجزء وصححہ)

۴ ؛ عن ابراھیم ان القنوت فی الوتر واجب فی رمضان وغیرہ قبل

الرکوع واذا اردت ان تقنت فکبر۔اھ (کتاب الحجۃ والآثار)۔

وان اراد ان یقنت کبر ورفع یدیہ وقنت لقولہ علیہ السلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن وذکر منہا القنوت۔ اھ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۳۸)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳؍۱؍۱۳۹۹ھ

قنوتِ وتر میں وضعِ یدین سنت سے ثابت ہے

قنوتِ وتر میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا سنت یا صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے عمل سے کیا ثبوت ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب (وضع الیدین سنتِ قیام ہے یہ مسئلہ تقریباً اجماعی ہے۔ فریقِ مخالف بھی وتروں کے علاوہ باقی تمام نمازوں میں قیامِ فرض میں وضعِ یدین کا قائل ہے ۔ بلکہ نمازِ وتر میں بھی تکبیرِ قنوت تک اسی پر عامل ہے۔ تکبیرِ قنوت کے بعد سنتِ اجماعی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے عمل کا حدیثِ صحیح سے ثبوت مہیا کرے جنہوں نے سنتِ اجماعی کو عند القنوت بھی ترک نہیں کیا۔ ان کے ذمہ ثبوت لگایا جائے ۔ ایک حدیث سے ان حضرات کے طریق کار کا بدعت و مکروہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ طبرانی باب القنوت میں ہے ۔

عن ابن عمر رض ارءیتم رفع ایدیکم فی الصلوٰۃ واللہ انہ لبدعۃ ما زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا قط فرفع یدیہ حیال منکبیہ۔ (الحدیث)

اس پر اعلاء السنن میں لکھا ہے ۔

واما قولہ ارءیتم رفعکم ایدیکم فی الصلوٰۃ واللہ انہ لبدعۃ ففیہ دلیل علی کراھۃ اطالۃ رفع الیدین فی القنوت کما ترفعان فی الدعا خارج الصلوٰۃ - (ج ۶، ص ۵۷)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا عمل خلافِ سنت ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وضع الیدین تحت السرۃ فرض قیام میں مسنون کیوں ہے۔ اس پر بہت سی احادیث اور اقوال شاہد ہیں ۔

۱ ؛ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ اخرجہ ابن ابی شیبۃ ورجالہ ثقات وقال الشیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی ان ھذا اسنادجید۔ (اعلاء: ج ۲، ص ۱۹۴)

۲: ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔
(ھکذا فی بذل المجھود ۱ج ۱، ص ۲۳)

۳: عن ابی وائل قال قال ابوھریرۃ اخذ الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (ھکذا فی بذل المجھود: ج ۱، ص ۲۳)

حضرت امام طحاوی رحمہ نے امام ابن سیرین رحمہ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے۔ کل حدیث ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اعلاء: ج ۲، ص ۱۹۱) ابن سیرین رحمہ کے فرمان کے مطابق حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ حکماً مرفوع ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی وضع الیدین تحت السرۃ کو سنت قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام فرض میں ترکِ وضع بدعت ہے۔

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

وتروں کی جماعت صرف رمضان المبارک میں کرائی جائے

رمضان المبارک کے علاوہ بھی وتروں کی جماعت کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب وتروں کی جماعت صرف رمضان المبارک کے ساتھ خاص ہے۔ رمضان کے علاوہ باقی ایام میں وتر منفرداً پڑھے جائیں۔

ویوتر بجماعۃ استحبابا فی رمضان فقط علیہ اجماع المسلمین لانہ نفل من وجہ والجماعۃ فی النفل فی غیر التراویح مکروھۃ فالاحتیاط ترکھا فی الوتر خارج رمضان اھ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص۲۱۱)۔

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۱۳/۷/۱۴۰۸ھ

مسبوق امام کے ساتھ ہی قنوت پڑھے

اگر کوئی شخص وتروں کی دوسری یا تیسری رکعت میں شامل ہوا ہے تو قنوت امام کے ساتھ پڑھے یا اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے وقت پڑھے۔

الجواب امام کے ساتھ ہی تیسری رکعت میں پڑھ لے اور بقیہ نماز ادا کرتے وقت نہ پڑھے۔ ولو ادرک الامام فی رکوع الثالثۃ من الوتر کان مدرکا للقنوت حکما فلا یأتی بہ فیما سبق بہ کما لو قنت المسبوق معہ فی الثالثۃ اجمعوا انہ لا یقنت مرۃ اخری فیما یقضیہ لانہ غیر مشروع۔ اھ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی، ص ۲۱۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۳/۱۴۱۱ھ

(جو ائمہ دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھتے ہوں حنفی ان کی اقتداء نہ کریں)

وتر کے بارے میں یہاں کے اماموں کا طرزِ عمل کئی طرح پر ہے۔ بعض ہماری طرح تین رکعات پڑھتے ہیں۔ بعض دو پر سلام پھیر کر پھر ایک رکعت بعد میں پڑھتے ہیں۔ پاکستانی اور انڈین امام تین وتر پڑھتے ہیں۔ مقامی اور مصری ائمہ ایک رکعت الگ پڑھتے ہیں۔ تو کیا ہم ان کی اقتداء کر سکتے ہیں؟ اور جب ان کی اقتداء کریں تو ہم سلام پھیریں یا نہ پھیریں؟

سید باقر حسین نقوی۔ دوبئی۔

الجواب جو ائمہ دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھتے ہوں ان کی اقتداء میں وتر نہ پڑھا کریں۔ ایسی صورت میں اگر اپنے ساتھی موجود ہوں اور کسی طرح

نامناسب نہ ہو تو الگ جماعت کرالیا کریں۔ ورنہ اکیلے اکیلے حسبِ معمول وتر پڑھ لیا کریں۔

(وصح الاقتداء) فیہ بغیرہ اولیٰ ان لم یتحقق منہ مایفسدھا فی اعتقادہ علی الاصح کما بسطہ فی البحر۔ (بشافعی) مثلاً (وان لم یفصلہ بسلام) لا ان فصلہ (علی الاصح) فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد۔ اھ۔ (در مختار علی الشامیۃ، ج۱، ص۶۹۴)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۱۴۱۰ھ

امام مقتدی کے قنوت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا جائے

اگر امام جلدی جلدی دعائے قنوت پڑھ کر رکوع میں چلا جائے اور مقتدی ابھی درمیان ہی میں ہو تو مقتدی پوری کر کے رکوع میں جائے یا اسی وقت چلا جائے؟

الجواب: جتنی پڑھ چکا ہے وہیں ختم کر کے امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے۔

ولو رکع فی الوتر قبل ان یتم المقتدی القنوت یتابعہ لان القنوت لیس بمقدر ولا معین اما ان کان لم یقرأ شیئاً من القنوت فح ینظران خاف فوت الرکوع بقرأۃ شئ منہ یرکع و یترکہ والا یقرأ مقدار مالا یفوت الرکوع مع الامام ثم یرکع۔ اھ (کبیری: ص ۴۸۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان ۴ رمضان المبارک ــــ ۱۴۱۰ھ	الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

وتروں میں دعاءِ قنوت کی جگہ تین دفعہ قل ہو اللہ پڑھنے کا حکم

ایک شخص کو دعائے قنوت یاد نہیں تو وہ اس کے قائم مقام کون سی دعاء پڑھے۔ علاوہ ازیں یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ تین بار سورۃ قل ہو اللہ احد پڑھے۔ یہ کس حد تک صحیح ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سورۃ اخلاص بالکل نہیں پڑھ سکتا۔ صحیح صورتِ حال سے مطلع فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

المستفتی بندہ محمد طیب طاہر

الجواب: معروف دعاءِ قنوت یاد نہ ہو تو اس کی جگہ کوئی اور ماثورہ دعاء بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کوئی دعاء یاد نہ ہو تو قل ھو اللہ بہ نیتِ ثناء و دعاء پڑھ لیں تو بھی واجب ادا ہو جائے گا۔

ومن لا یحسن القنوت یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ وقال ابو اللیث یقول اللھم اغفرلی یکررھا ثلاثا وقیل یقول یارب ثلاثا ذکرہ فی الذخیرۃ۔ اھ (شامی، ج۱، ص۶۲۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۵/۸/۱۴۰۶ھ

واختلف المشائخ فی حقیقۃ القنوت الذی ھو واجب عندہ فنقل فی المجتبیٰ انہ طول القیام دون الدعاء وفی الفتاوی الصغری العکس وینبغی تصحیحہ۔ (باب الوتر، شامیۃ)۔

ایک قول یہ ہے کہ قنوت سے مراد طولِ صلوٰۃ ہے۔ اس کے مطابق سورۃ اخلاص کے تکرار سے واجب قنوت کا ادا ہو جانا ظاہر ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قنوت سے مراد دعاء ہے۔ اور سورۂ اخلاص گو بظاہر دعاء نہیں۔ لیکن توحید و ثناءِ باری تعالیٰ شانہ پر مشتمل ہے۔ اور ثناء علی الکریم کا دعاء ہونا متعدد مواقع پر حضرات علماءِ کرام نے لکھا ہے۔ اس لئے سورۂ اخلاص اگر اسی نیت سے پڑھی جائے گی۔ تو یہ بھی قائم مقام دعاء کے ہو جائے گی۔ بالکل نہ پڑھ سکنے کی بات درست نہیں۔

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۸/۱۴۰۶ھ

دعاءِ قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا

آج تک ہمارا معمول یہ رہا ہے کہ دعائے قنوت پڑھ کر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ مگر اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دعائے قنوت کے بعد درود پاک بھی پڑھیں۔ پھر رکوع میں جائیں۔

صوفی یار محمد مسجد پولیس لائن ساہیوال

الجواب (طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں ہے کہ قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ لہذا پڑھ لینا بہتر ہے۔ معہذا نہ پڑھیں تو بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔) ولما روی النسائی باسناد حسن انه فی حدیث القنوت (وصلی الله علی النبی) صلینا علیه صلی الله علیه (و) علی (آله وسلم) کما اختاره الفقیه ابو اللیث رحمه الله انه یصلی فی القنوت علی النبی صلی الله علیه وسلم۔ اھ

(مراقی الفلاح)

(قوله کما اختاره الفقیه ابو اللیث رح) فی الحلبی عن ابن الهمام لاینبغی ان یعدل عن هذا القول وهو الحق کما فی البحر و ابن امیر حاج ۔اھ (طحطاوی ص ۲۰۹)۔ فقط والله اعلم۔

احقر محمد انور عفا الله عنه

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۳/۱۴۱۱ھ

فصل فی التراویح

ہر چار تراویح کے بعد معروف دعاء مستحب ہے نماز تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد جو عام رواج کے مطابق سبحان ذی الملك والملكوت سبحان ذی العزة الخ پڑھتے ہیں کیا اس دعاء کے بارے میں کوئی ایسی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جس میں صریح الفاظ میں اس دعاء کے پڑھنے کا حکم ہو۔ اگر ہو تو بحوالہ کتاب وصفحہ وغیرہ درج فرمائیں۔ نیز اس کا پڑھنا کیسا ہے سنت ہے یا مستحب ہے؟ اور دعاء کی حد اور مقدار جس کا کتابوں میں ذکر ہے متعین کریں۔ بعض حضرات دعاء کے اختتام پر اللّٰھم اجرنا من النار یا مجیر یا مجیر کے بعد "درود شریف خواجہ صلوۃ بر محمد" اور بعض "درود صلوٰۃ بر محمد" باآواز بلند پڑھتے ہیں جس سے تقریباً مسجد گونج اٹھتی ہے کیا ان الفاظ کا بھی کوئی ثبوت ہے، جو ہمارے لئے حجت بن سکے۔ اگر ہے تو کیا اس قدر زور وشور سے پڑھنا بھی جائز ہے؟

الجواب (وفی الشامیة ج ۱، ص۴۹۶)۔ قال القهستانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملك والملكوت سبحان ذی العزة والعظمة و القدرة و الكبریاء و الجبروت سبحان الملك الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملئكة و الروح لا اله الا الله نستغفر الله نسئلك الجنة ونعوذبك من النار۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ تین دفعہ یہ دعاء پڑھنا مستحب ہے اور اس دعاء کو باآواز بلند پڑھنا کوئی ضروری نہیں) اور یہ لفظ "درود خواجہ صلوٰۃ بر محمد" اس کا کہیں ثبوت نہیں

فقط واللہ اعلم ۔ بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان : ۹/۲۳/ ۱۳۹۲ھ

نابالغ کے پیچھے تراویح پڑھنے کا حکم

نابالغ کے پیچھے نماز تراویح ہوسکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب (مختار قول کے مطابق نابالغ کی اقتداء میں نماز جائز نہیں، تراویح ہو یا کوئی اور نماز) ہدایہ میں اس بحث کے دوران لکھتے ہیں ۔ والمختار انه لا يجوز في الصلوات كلها اھ (شامی ج ۱ ص ۵۴۱) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، ۷/ ۹/ ۱۳۹۹ھ

عورت کا اپنے بیٹے کے پیچھے تراویح پڑھنا

عورت اپنے بیٹے کے پیچھے گھر میں نماز تراویح پڑھ سکتی ہے ؟

حبیب اللہ : چاہ میرک والا ملتان

الجواب (عورت اپنے بیٹے کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھ سکتی ہے) ۔ کما تکرہ امامة الرجل لهن في بيت ليس معهن رجل غيره ولا محرم منه او زوجته او امته اما اذا كان معهن واحد ممن ذكر او امهن في المسجد لا يكره ۔ اھ ۔ (درمختار علی الشامیة ج ۱ ص ۳۸۱) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ ہذا
۲۱ / ۱ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

(تراویح کا جو شفعہ فاسد ہو جائے اس میں پڑھی گئی منزل کا اعادہ کیا جائے)

امام صاحب نماز تراویح میں تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے جبکہ دوسری رکعت پر قعدہ

نہیں کیا ۔ اس طرح چار رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر لیا ۔ چونکہ یہ آخری تراویح تھیں اس لئے انہیں چار سمجھ کر دعا مانگ لی گئی ۔ اب دوسرے روز کیا حکم ہے ؟

سید خلیق احمد ساجد مقیم دارالافتاء خیر المدارس ملتان ۔

الجواب صورت مسئولہ میں پہلی دو رکعتیں نہیں ہوئیں البتہ دوسری دو رکعتیں انیسویں اور بیسویں ہو گئیں ۔ شامی میں ہے ۔

فلو فعلها بتسليمة فان قعد لكل شفع صحت بكراهة والا نابت عن شفع واحد به يفتى (درمختار) ۔ قوله به يفتى لم ار من صرح بهذا اللفظ هنا وانما صرح به في النهر عن الزاهدي فيما لو صلى اربعا بتسليمة وقعدة واحدة ۔

(شامی مبحث التراويح ۔ ج ۱ ۔ ص ۶۶۰-۶۶۱)

چونکہ تراویح کی قضاء نہیں ہوتی اس لئے دو رکعت نفل فرداً فرداً ادا کئے جائیں ۔ البتہ امام صاحب سترہ ۱۷، اٹھارہ ۱۸ تراویح کا پڑھا ہوا قرآن لوٹائیں ۔ اگر انیس ۱۹ بیس ۲۰ والا پھر پڑھنا چاہیں تو بھی ٹھیک ہے ورنہ اسے چھوڑ کر آگے جا سکتے ہیں ۔ چونکہ تراویح میں کم از کم ایک قرآن ضرور سنا جائے اسی لئے نہ ہونے والی تراویح کا قرآن بھی لوٹانا پڑے گا ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۱۲ / ۹ / ۱۳۹۹ھ

جس شفعہ میں سجدۂ سہو نہیں کیا گیا وہ دوبارہ پڑھا جائے

امام صاحب نے تراویح پڑھاتے وقت آیت سجدہ سے پہلے سجدہ کر لیا ۔ پھر اسی رکعت میں صحیح مقام پر سجدہ کیا لیکن بیس رکعت کی جگہ بائیس رکعت پڑھیں یعنی جن میں دو دفعہ سجدہ کیا تھا ان کو شمار نہیں کیا ۔ پہلی دو رکعت میں سجدۂ سہو بھی نہیں کیا گیا تھا ؟

مستفتی ، ڈاکٹر بشیر احمد ، رینالہ خورد ، ضلع ساہیوال ۔

الجواب پہلا سجدہ واجب نہیں تھا بدون وجوب کے سہواً سجدہ کیا گیا۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ رکوع دو دفعہ بھول کر کرلیا۔ گویا سہواً تکرار رکن ہوگیا۔ تکرار رکن کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے۔ کما فی الهندیة ج ۱ ص۱۲۵

ولا یجب السجود الا بترك واجب او تأخیره او تأخیر رکن او تقدیمه او تکراره۔ اھ

پس صورت مسئولہ میں جب کہ سجدۂ سہو نہیں کیا گیا تو اس شفعہ کا اعادہ ضروری تھا اس لئے بائیس رکعت تو پڑھنی چاہئے تھیں۔ البتہ اگر اس شفعہ میں سجدۂ سہو کرلیا جاتا تو اعادہ کی حاجت نہ رہتی۔ اور بیس رکعت ہی کافی ہوجاتیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۷/۱۰/۱۳۸۴ھ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

درمیانی قعدہ کئے بغیر چار رکعت پڑھنے کا حکم

ایک شخص دو رکعت تراویح میں قعدۂ اخیرہ بھول گیا۔ اور اس نے مزید دو رکعت ملاکر سجدۂ سہو کردیا۔ کیا ایسے شخص کی چار رکعات تراویح شمار ہوں گی یا دو۔ بصورت ثانی قرآن مجید اول شفعہ کی تراویح کا لوٹائے گا یا ثانی کا؟

الجواب وقال الفقیه ابو جعفر والشیخ الامام ابوبکر محمد ابن الفضل فی التراویح تنوب الاربع عن تسلیمة واحدة وهو الصحیح لان القعدة علی راس الثانیة فرض فی التطوع فاذا ترکها کان ینبغی ان تفسد صلوته اصلا کما هو وجه القیاس۔ وانما جاز استحسانا فاخذنا بالقیاس وقلنا بفساد الشفع الاول واخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمة واذا بقیت التحریمة صح شروعه فی الشفع الثانی۔ وقد اتمها بالقعدة فجاز عن تسلیمة واحدة

(فتاوی قاضی خان ص۱۱۳ ج ۱)۔

صورت مسئولہ میں صرف آخری دو رکعت تراویح ہوں گی اس لئے پہلے شفعہ کی تلاوت لوٹائے بحوالہ بالا سے ظاہر ہے۔ اور اگر درمیانی قعدہ کرلیا تھا تو چار تراویح ہوجائیں گی۔

قال فی الخانیة وعلی قول العامة یجوز عن تسلیمتین وهو الصحیح (ص۱۱۳ ج ۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۲۷/۵/۱۳۹۴ھ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ

تراویح میں پورے قرآن میں کسی ایک سورۃ کے شروع میں بسم اللہ جہراً پڑھ لیں!

ایک حافظ صاحب تراویح کی نماز میں ہر سورت کے شروع میں تسمیہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر جائز ہے تو فاتحہ پر کیوں نہیں پڑھتے؟۔ عبد الرحمٰن رحیمی۔

الجواب تراویح میں قرآن سناتے ہوئے پورے قرآن مجید میں کہیں ایک دفعہ کسی سورت کے شروع میں بسم اللہ جہراً پڑھ لی جائے باقی تمام جگہوں پر اخفاء کیا جائے۔

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کا ثبوت

زید کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان پاک میں کوئی تراویح نہیں پڑھیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی ثبوت نہیں۔ اگر مل گیا تو ہم سنی ہوجائیں گے۔

الجواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بیس رکعت تراویح منقول ہیں۔

"عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما انه صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر اخرجه عبد بن حمید فی مسنده والبغوی فی معجمه والطبرانی فی الکبیر

والبیھقی فی سننه کذافی اوجز المسالك : ج ۲ ـ ص ۳۹۸) ـ

اور خلفائے راشدین حضرت عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کے مبارک زمانوں میں بھی مسجد نبوی کے اندر بیس رکعت تراویح پڑھی گئیں ـ

اخرجه البیھقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمرؓ بعشرین رکعة وعلی عھد عثمانؓ وعلیؓ مثله ـ اھ (اوجز المسالك ، ج ۲، ص ۳۹۷) ـ

اور خصوصیت سے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حکم فرمانا بھی ثابت ہے کہ بیس رکعت تراویح پڑھو۔ عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علیؓ و دعا القراء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعة قال ابن تیمیة فی المنھاج لو کانت بدعة قبیحة کما زعم الروافض لکان علیؓ ابطله لما صار امیر المؤمنین بل روی عنه قال نوّر الله قبر عمرؓ کما نوّر مساجدنا وعن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعة ؎

علاوہ ازیں شیعوں کی معتبر کتاب " استبصار " اور " کافی " میں امام جعفر صادقؒ سے بھی بیس رکعات منقول ہیں (مکہ اور مدینہ میں کبھی بیس سے کم تراویح نہیں پڑھی گئیں) ـ

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ؛ ۱۵/ ۹/ ۱۳۹۶ھ

چار تراویح ایک سلام سے پڑھنے کا حکم

بجرنے تراویح پانچ سلام کے ساتھ ادا کیں یعنی چار چار رکعت کی نیت کی کیا اس صورت میں تراویح ادا ہوگئیں یا نہیں ؟ ـ محمد شفیع ، مکان نمبر ۱۴۹ ، حیدر آباد ـ

الجواب اگر درمیانی قعدہ کرتا رہا ہے تو تراویح ادا ہوگئیں ـ مگر ایسا کرنا خلاف متوارث ہے ـ دو ، دو کرکے ادا کی جائیں ـ ایسی ہی صورت کے بارے میں لکھا ہے ـ

وان قعد فی الثانیة قدر التشھد اختلفوا فیه فعلی قول العامة یجوز عن تسلیمتین وھو الصحیح ـ ھکذا فی فتاوی قاضی خان ـ اھ ـ (ھندیة : ج ۱ : ص ۶۱) ـ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان ـ ۱۶ ـ ۱۰ ـ ۱۳۸۲ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ـ

تراویح بیس رکعت ہی سنت ہیں

تراویح بیس رکعت پڑھنی چاہیئے یا آٹھ رکعت ؟ ہمارے قصبہ خیر پور سادات میں غیر مقلدین حضرات نے آٹھ رکعت کا بڑا شور و غل مچا رکھا ہے ـ اور موطا امام مالکؒ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں ـ

" امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوم للناس باحدی عشر رکعة "

مرقاۃ کی یہ عبارت بھی پیش کرتے ہیں ـ

" وفی صحیح ابن خزیمة وابن حبان انه صلی بھم ثمان رکعات والوتر "

اس کے متعلق مفصل و مدلل لکھیں ـ حدیث کی عبارت اور اس کا صفحہ ضرور لکھیں تاکہ مخلوق خدا ان کے دجل و فریب سے بچے ـ واحد بخش خیر پور سادات ـ

الجواب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ـ

فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ اھ الحدیث ، رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجة ـ (مشکوۃ ج ۱ ص ۳۰ اصح المطابع) ـ

" یعنی میرے طریقے کو لازم پکڑو اور میرے خلفاء راشدین رضؓ جو ہدایت یافتہ ہیں ان کے طریقے کو لازم پکڑو "

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا رکعات تراویح میں کتنی رکعات پر عمل

تھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ بالا کے مطابق ہم ان کے طریقہ کو مضبوطی سے تھام سکیں۔ پس امام بیہقی رحنے سندِ صحیح کے ساتھ صرف حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی سے نہیں ، بلکہ ان کے علاوہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے بھی نقل کیا ہے ۔ کہ ان سب حضراتِ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانۂ خلافت میں بیس۲۰ رکعت تراویح پڑھی جاتی رہیں ۔ کما رواہ البیہقی باسناد صحیح انہم کانوا یقیمون علی عہد عمرؓ بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمانؓ و علیؓ ۔"

(فتح الملہم ، ج ۲ ، ص ۳۲۰)۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح کا پڑھا جانا مؤطا امام مالکؒ میں بھی موجود ہے ۔

" عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرین رکعۃ ۔"

خلفاء راشدین رضؓ کی اس سنت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ بالا کے پیشِ نظر جمہور فقہاءؒ اور ائمہ اربعہؒ اس پر متفق ہیں کہ بیس۲۰ سے کم تراویح نہیں ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک روایت میں بیس تراویح پڑھنا وارد ہوا ہے ۔ گو اس میں کلام کیا گیا ہے ۔ لیکن خلفائے ثلاثہ رضؓ اور حضراتِ صحابہ رضؓ کے عملِ مسلسل سے اس کی تائید ہوتی ہے ۔ پس صحیح اور راجح یہی ہے کہ کم از کم بیس تراویح پڑھی جائیں ۔ جیسا کہ سطورِ بالا میں حدیثِ نبویؐ ، سنتِ خلفاء راشدینؓ جمہورِ امت اور ائمہ اربعہؒ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے ۔

مؤطاء کی جو روایت سوال میں پیش کی گئی ہے اس کا جواب مؤطا ۔ اور بیہقی کی دو روایتوں سے ثابت ہو گیا جن میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس۲۰ رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں ۔ پس دو کے مقابلہ میں ایک مرجوح قرار پائے گی ۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن عبد البر نے اسے وہم قرار دیا ہے اور صحیح اکیس کو قرار دیا ہے

قال ابن عبد البر روی غیر مالک فی ہذا الحدیث احد وعشرون وہو الصحیح ولا اعلم احدا قال فیہ احدی عشرۃ الا مالکا الی ان قال الا ان الا غلب عندی

ان قولہ احدی عشرۃ وہم ۔ (کذا فی فتح الملہم ، ج ۲ : ص ۳۲۰)۔

" وہم " نہ بھی مانا جائے تو بھی اس کا یہ مطلب بن سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضؓ اور حضرت تمیم داری ہر ایک کو اتنی اتنی رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا (دونوں کی پڑھائے گا باقی تراویح بیس۲۰ بن جاتی ہیں)۔

بہر حال خلفائے ثلاثہ رضؓ جمہور صحابہ رضؓ و تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ سے بیس یا اس سے زائد تراویح کا ثبوت ہے اور اس سے کم ثابت نہیں ۔

غیر مقلدین خواہ مخواہ جمہور صحابہ رضؓ و تابعینؒ و جمہورِ امت کا خلاف کر رہے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سنت کو جاننے اور ماننے والا حضراتِ صحابہ رضؓ کی جماعت سے زیادہ کون ہو سکتا ہے ۔ یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین سنت آٹھ تراویح ہوں اور حضرات صحابہ رضؓ بیس۲۰ رکعات کو علی الاعلان مسجدِ نبوی میں معمول بنا لیں اور مسلسل بیس پچیس سال تک زمانہ خلافتِ راشدہ میں یہ عمل باقی بھی رہے اور شرقاً و غرباً بلادِ اسلامیہ میں یہ سنت پھیل بھی جائے ۔

کما قال البیہقی ثم استقر الامر علی العشرین فانہ المتوارث قال ملا علی القاری فی شرح النقایۃ فصار اجماعا الخ قال فی البحر وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا کذا فی فتح الملہم (ج ۲ ، ص ۳۲۰)۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۴ - ۱ - ۱۳۸۸ ھ

تراویح میں سپیکر بلا ضرورت استعمال کرنا درست نہیں

موجودہ وقت میں نمازِ تراویح ، یا عیدین میں سپیکر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اس مسئلہ میں ہمارے جھنگ میں اختلاف ہے ۔ برائے مہربانی صحیح تحقیق تحریر فرمائیں ؟

مستفتی ، حافظ محمد مقیم ، جھنگ بازار ، جھنگ صدر

الجواب لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں تراویح ہوں یا جمعۃ المبارک خلافِ اولیٰ ہے۔ جہر کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
۲۰ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ

تراویح میں ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ بالجہر کے بارے میں ایک اہم فتویٰ

ایک قاری صاحب تراویح میں بسم اللہ کو بالجہر پڑھتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ قراء سبعہ میں سے قالون راوی امام نافعؒ، امام ابن کثیرؒ، امام عاصمؒ، اور امام کسائیؒ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جیسا کہ "مالک یوم الدین" میں ہے۔ کہ اس کو عاصمؒ اور کسائیؒ بالالف اور باقی بلا الف پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جس طرح یہ اختلاف پڑھ کر ظاہر کیا جاتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کے بارے میں سمجھیں۔ اور بسم اللہ کا مسئلہ اجتہادی بھی نہیں۔ کیوں کہ منقول چیزوں میں اجتہاد جائز نہیں۔ لہٰذا ہم اجتہادی مسائل میں تو امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ کیونکہ وہ امام اور مجتہد مطلق تھے۔ اور قرأت میں قرآن کے اماموں اور قرأت کے راویوں کے مقلد ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطے کو متواتر اور متصل سند کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اور قرأت میں امام ابوحنیفہؒ بھی انہی حضرات کے مقلد ہیں۔ اور اس مسئلہ میں اجتہاد کا احتمال قبول کرنے کے لائق نہیں۔

پھر وہ قاری مذکور الصدر فرماتے ہیں کہ قراءِ سبعہ میں سے مبسملین اور تارکین دونوں کی دلیلیں صحیح احادیث ہیں یہاں اجتہاد کا کیا دخل ہے۔ دونوں گروہ قرآن میں اجتہاد کو دخل نہیں دیتے اور ہر قاری نے وہی قرأت پڑھی ہے جو اس کے نزدیک متواتر ہے اور فقہاءؒ بھی اس بارے میں قراء کے تابع ہیں۔

امام مالکؒ نے امام نافعؒ سے بسم اللہ کے بارے میں پوچھا تو امام نافعؒ نے فرمایا بسم اللہ کا جہر سنت ہے۔ تو امام مالکؒ نے ان کو سلام کیا۔ اور فرمایا کہ ہر علم کا مسئلہ اس کے جاننے

والے سے ہی پوچھنا چاہیئے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی کہ متعدد شہروں کے ائمہ قرأت یعنی مکہ اور مدینہ اور شام والوں اور عاصم اور کسائیؒ کا دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ کو پکار کر پڑھنے پر اجماع ہے۔ اس لئے تراویح میں بھی ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھی جاوے۔ اور چونکہ سننا بھی مقصود ہوتا ہے اس لئے جہراً پڑھی جاوے تاکہ سامعین کی ایک سو تیرہ آیتیں نہ رہ جائیں۔

اس کے بعد ہم نے ان قاری صاحب سے پوچھا کہ جب تراویح میں بسم اللہ کا آواز سے پڑھنا ضروری ہوا تو چاہیئے کہ فرض نمازوں میں بھی آواز سے پڑھا کریں۔ تو ان قاری صاحب نے یہ فرمایا کہ تراویح اور فرائض میں یہ فرق ہے کہ تراویح میں تو مقصود یہ ہوتا ہے کہ قرآن پورا پڑھا جائے اور وہ اس پر موقوف ہے کہ جس روایت میں پڑھ رہے ہوں ان کا کوئی اختلاف بھی چھوٹنے نہ پائے۔ پس اگر بسم اللہ کو آواز سے نہ پڑھا جائے تو بسم اللہ والوں کی روایت پر ختم کامل نہ ہو گا۔ اور فرائض میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ اتنا قرآن پڑھ لیا جائے جس سے نماز درست ہو جائے وہاں قرآن کا پورا کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اس لئے قاری صاحب فرماتے ہیں کہ ہم فرائض اور واجب نمازوں میں تو امام صاحبؒ کے مقلد ہیں اور بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے ہیں اور تراویح میں بسم اللہ والے قاریوں کی تقلید کرتے ہیں اور بسم اللہ کو جہراً پڑھتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اصول میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اسی لئے اس معمولی سے اختلاف کے باوجود بھی ہم ان کے مقلد رہیں گے۔ کیونکہ امام صاحبؒ نے کسی جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا واجب ہے اور آواز سے پڑھنا ناجائز ہے۔ اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ قرآن کا کوئی ختم ایسا نہ کیا جائے جو روایت کے بالکل موافق ہو۔

آخر صاحبینؒ بھی بہت سے مسائل میں امام صاحبؒ سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن اس پر بھی وہ مقلد ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اصول میں امام صاحب رحمۃ اللہ کے موافق ہیں۔

اور حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذِ خاص حضرت شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے بھی تراویح میں بسم اللہ بالجہر پڑھنے کا فتویٰ اسی بناء پر دیا تھا اور وہ معتمد علیہ بھی ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ان سے اجازتِ حدیث

حاصل کی ہے۔

اور وہ قاری یہ فرماتے ہیں کہ " فتاویٰ رشیدیہ " میں موجود ہے۔ لاریب احادیث سے دونوں باتیں ثابت ہیں۔ یعنی بسم اللہ کا نماز میں جہرًا پڑھنا بھی آیا ہے سرًا بھی۔

ہاں اتنی بات ہے کہ بسم اللہ کا جہرًا پڑھنا متروک ہو رہا ہے تو یہ احیائے سنتِ مردہ کے حکم میں ہے۔ پس اس کو رواج دینے میں سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ اکثر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نماز میں پڑھا کریں۔ خواہ وہ فرض نمازیں ہوں جن میں قرأت جہرًا کی جاتی ہے خواہ تراویح کی نماز ہو۔

مذکورہ بالا امور کی بناء پر اگر ہم تراویح میں بسم اللہ کو بالجہر پڑھیں تو از راہِ شریعت ماخوذ تو نہ ہوں گے۔؟

مستفتی : مراد حسین پتراں والی گلی، ملتان شہر

الجواب

اگر تراویح میں ہر سورت سے قبل بسم اللہ کے ساتھ جہر کیا جائے تو اس میں ماخوذ نہ ہوگا۔ بلکہ ختمِ قرآن علی قرأتِ حفص کے لئے مناسب ہے کہ جہر کیا جائے تاکہ سامعین کو تمام قرآن کا سماع میسر آجائے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ امر بھی ضروری ہے کہ تارکینِ جہر پر نکیر نہ کی جائے کیونکہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک بسم اللہ صرف ایک دفعہ جہرًا پڑھ لینا ختمِ قرآن کے لئے کافی ہے جہر کرنے والے اور سرًا پڑھنے والے دونوں فریق صواب پر ہیں۔ اور الحمد شریف سے پہلے بسم اللہ کے ساتھ جہر نہ کیا جائے اور نہ ہی فرائض میں بسم اللہ جہری کا عمل کریں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۱۹/ ۵/ ۱۳۷۲ھ

" حنفی مذہب کی رو سے عدم جہر اولیٰ ہے۔ بعد ہذا التسلیم

الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان : ۲۴/ ۵/ ۱۳۷۲ھ

تراویح کے اولین دوگانہ سے پہلے تسبیح کا حکم نیز صلوٰۃ بر محمدؐ کا نعرہ بدعت ہے

نمازِ تراویح کا اولین یعنی پہلا دوگانہ شروع کرتے وقت وہ تسبیح معروف پڑھنا جو کہ ہر چار تراویح کے بعد عمومًا پڑھی جاتی ہے۔ کہیں احادیثِ نبویہ یا آثارِ صحابہؓ یا فقہ حنفی سے ثابت ہے یا نہیں ؟

۲۔ ہر تراویح پر تسبیح معروف پڑھنے کے بعد مل کر " الصلوٰۃ بر محمدؐ " کا اونچا نعرہ لگانا مسجد میں جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

۱۔ نمازِ تراویح کا اولین دوگانہ پڑھتے وقت تسبیح معروف پڑھنا ثابت نہیں۔ البتہ ہر چہار گانہ کے بعد چہار گانہ کی مقدار آرام کرنا۔ پھر اس وقت میں تسبیح اذکار یا خاموش بیٹھے رہنا یا انفرادی طور پر نوافل پڑھنا فقہاء کی عبارات سے ثابت ہے۔

ففی الدر المختار و یخیرون بین تسبیح و قرأۃ و سکوت و صلوۃ فرادیٰ ۔

تسبیح کے تحت شرح رد المحتار میں لکھا ہے۔

قال القہستانی فیقال ثلث مرات سبحان ذی الملک والملکوت الی قولہ رب الملئکۃ والروح لا الٰہ الا اللہ نستغفر اللہ نسئلک الجنۃ و نعوذ بک من النار۔

۲۔ مل کر نعرہ بلند کرنا اور آواز کو مسجد میں اونچا کرنا بدعت ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۲۴/ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

حافظات کے لئے تراویح کی جماعت کرانے کا حکم

ہمارے ہاں تقریبًا ہر رمضان شریف میں عورتوں کی تراویح کا مسئلہ چل نکلتا ہے۔ عرض یہ ہے کہ " فتاویٰ دار العلوم، ج ۴، ص ۲۶۶ " میں ہے کہ عورتوں کی جماعت اس طرح

کہ عورت ہی امام ہو مکروہ ہے خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی ، سب میں عورت کا امام ہونا عورتوں کے لئے مکروہ ہے ۔ اس پر جو حاشیہ ہے وہ یہ ہے ۔

" ویکرہ تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح " (در مختار)

اسی طرح کتاب مذکور کے صفحہ نمبر ۳۰۰ پر ہے ۔

" تراویح کی جماعت عورتیں نہ کریں ۔ ویکرہ تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح " (درمختار علی الشامی ، ج ۱ ، ص ۴۲۸) ۔

جب فتاویٰ کی یہ عبارتیں دکھائی جاتی ہیں تو ہمارے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ چونکہ مولانا خیر محمد صاحب مدظلہٗ کے ہاں تراویح اور وتروں کی جماعت عورتیں کراتی ہیں تو ہم کیوں نہ کرائیں کیوں کہ ہمارے لئے تو آپ حضرات حجت ہیں ۔ اسی لئے اب صورت مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کے لئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں ۔ امید ہے کہ بار خاطر نہ ہوگا ۔

شیخ منظفر طارق بوریوالا

الجواب پہلے زمانہ میں عورتیں مساجد میں آتی تھیں ۔ اس کا شریعت نے انسداد کیا یعنی بند کر دیا ۔ اسی طرح عورتوں کا جماعت کرانا مردوں کی طرح کہ امام آگے کھڑی ہو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے ۔ اور جب جماعت کرائیں تو امامہ کے وسط میں کھڑے ہونے کو تجویز کیا اور ساتھ ہی اسے مکروہ تنزیہی کہا ۔

بعض مواضع میں مکروہ تنزیہی کا خلاف اولیٰ ہوتا ہے ۔ رمضان المبارک کا مہینہ تلاوت کا مہینہ ہے ۔ بالخصوص حافظوں کے لئے ضروری ہے ۔ اس مصلحت کے لئے اس کو مستحب قرار دیا جائے گا ۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا امامت کرانا ثابت ہے ۔ فقط واللہ اعلم

احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ ، مہتمم خیر المدارس ملتان

۲۲ / ۱۰ / ۱۳۸۸ھ

قال المرتب حفظه الله تعالیٰ ، اگر عورتوں کے اس اجتماع سے دینی مفاسد کا اندیشہ ہو تو ترکِ جماعت اولیٰ ہونا چاہیئے ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۵ / ۴ / ۱۴۰۰ھ

تراویح کے بعد دعاء کا حکم نیز ختمِ قرآن کے موقعہ پر لمبی دعاء مانگنے کا حکم

۱ : تراویح کے ختم پر حافظ صاحب مختصر اجتماعی دعا مانگتے ہیں یہ ثابت ہے یا قابلِ ترک ؟

۲ : ستائیسویں کو ختمِ قرآن پر حافظ صاحب ایک لمبی دعاء مانگتے ہیں ۔ اسی طرح اس دن وتروں اور نفلوں کے بعد بھی اس نیت سے کہ قرآنِ پاک ختم ہوا ہے ، قبولیت کی گھڑی ہے دیر تک دعاء کرتے ہیں ۔

الجواب ۱ : تراویح کے بعد دعاء کی اجازت ہے ۔ (احسن الفتاویٰ : ج ۵ ، ص ۵۱۹)

۲ : اگر یہ دعاء تراویح کے اختتام پر کر لی جائے تو زیادہ بہتر ہے ۔ عموماً نوافل کے بعد جو دعاء ختمِ قرآن کے دن کی جاتی ہے وہ درحقیقت وعظ کے بعد ہوتی ہے کیونکہ اس موقعہ پر کچھ نہ کچھ فضائلِ قرآن بیان کر دیئے جاتے ہیں ۔ ویسے بھی کبھی کسی خاص داعیہ کی بناء پر اگر دعاء ہو جائے تو اس کی گنجائش ہونی چاہیئے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۔ ۳ / ۱۰ / ۱۴۰۰ھ

رمضان المبارک میں حفاظ کو پیسے اور کپڑے دینا اجرت کے مشابہ ہے

۱ ۔ ہمارے ہاں رمضان المبارک میں ختم تراویح پر حافظ صاحب کو پیسے کپڑے وغیرہ دیتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں المعروف کالمشروط کے تحت یہ مشابہ اجرت کے ہے اس لئے جائز نہیں ۔ نیز بعض مسافر حافظ آتے ہیں ان کے کھانے کا بندوبست کیا جاتا ہے کیا یہ بھی اجرت میں داخل ہے ؟

۲ : ہمیں تراویح کے بعد لوگ دعاء اجتماعی طور پر ضروری سمجھتے ہیں نہ مانگنے والے پر اعتراض کرتے ہیں ۔ کیا یہ التزام بدعت بنے گا یا نہیں ؟

۳ : اجتماعاً دعاء مانگ لے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

۴ : پھر اسی طرح نوافل کے بعد بھی دعا ضروری سمجھتے ہیں۔

۵ : داڑھی منڈے یا کتروانے والے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھ لیں تو واجب الاعادہ ہیں یا نہیں؟

سائل : عبدالحکیم

مدرس مدرسہ قاسمیہ ڈیرہ اسمٰعیل خان

الجواب: ۱ : یہ پیسے کپڑے مشابہ اجرت کے ہیں۔ لہٰذا حضرات فقہا نے اس سے منع کیا ہے کسی دوسرے موقعہ پر خدمت کر لی جاتے تو گنجائش ہے۔ مسافر حافظ کے کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہئے۔

۲ : بیس تراویح کے بعد وقفہ استراحت تو مندوب ہے کذا فی الدر پہلے وقفوں سے امتیاز کرنے کے لئے شاید دعا کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ تراویح ختم ہو چکی ہیں۔

۳ : جائز ہے۔

۴ : نوافل کے بعد اجتماعی دعا نہیں ہے نہ کی جائے۔

۵ : ایسے حافظ کی امامت مکروہ ہے لیکن تراویح کے اعادہ میں حرج ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۹ ـ ۹ ، ۱۴۰۰ھ

تراویح میں امام صاحب قرآن مجید سے دیکھکر پڑھیں تو تراویح کا حکم

یہاں سعودی عرب میں امام حضرات قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر کھول کر دیکھ کر تراویح پڑھاتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ میں رکھے ہوئے زمین پر رکھ کر سجدہ کرتے ہیں اور بعض جیب میں ڈال لیتے ہیں۔ پھر پڑھنے کے وقت جیب سے نکال کر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان حضرات کا اس طرح تراویح پڑھانا اور ہمارا ان کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب: احناف کے نزدیک قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا مفسد صلوٰۃ ہے لہٰذا آپ اپنی تراویح کا الگ انتظام کر لیا کریں۔

ویفسدها قرأته من مصحف عند ابی حنیفة رح وقالا لا یفسد

لہ ان حمل المصحف وتقلیب الاوراق والنظر فیه عمل کثیر وللصلوٰة عنه بُدٌّ وعلی هذا لو کان موضوعا بین یدیه علی رحل وهو لا یحمل ولا یقلب او قرأ المکتوب فی المحراب لا تفسد ، ولان التلقن من المصحف تعلم لیس من اعمال الصلوٰة وهذا یوجب التسویة بین المحمول وغیره فتفسد بکل حال وهو الصحیح اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۵۳)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۹ / ۳ / ۱۴۰۲ھ

تراویح میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ کا تکرار

تراویح میں سورۃ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنا سلف سے منقول ہے یا نہیں۔ تین مرتبہ پڑھنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے بدعت تو نہیں ہوگا ؟

سائل مولوی حفظ الرحمٰن

امام زینب مسجد نقشبند کالونی ، ملتان

الجواب: آج کل کچھ لوگ اس کا التزام کرنے لگے ہیں اور نہ کرنے والوں پر نکیر کرتے ہیں اس لئے اگر قواعد کی رو سے درست بھی ہو، تو بھی اس عارض کی وجہ سے اب اس کو ترک کر دینا چاہئے۔ ویسے کوئی پڑھے تو اس پر تشدید بھی نہ کریں کہ فی الجملہ گنجائش ہے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس مُلتان

مؤرخہ : ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ

تراویح میں حصر دور کرنے کے لئے بسم اللہ جہر سے پڑھنا

ایک امام مسجد جو قاری و حافظِ قرآن ہے روزانہ نماز پنجگانہ رمضان شریف میں تراویح خود اسی مسجد میں مع مقتدیوں کے ادا کرتا ہے۔ ظاہری حالات سے بالکل پابندِ شرع ہے۔ اور اہل محلہ بھی اس امام سے خوش ہیں۔ مگر قدرتی طور پر امام کو بوجہ بیماری کے ایسا عارضہ درپیش ہے نماز جہری خواہ وقتی فرض ہوں یا رمضان شریف میں تراویح ہوں قرأت جہری کے پڑھنے میں خاص کر الحمد للہ کو افتتاح کرتے وقت تقریباً پانچ دس منٹ بندش آتی ہے جو کہ ظاہر طور پر امام و مقتدیوں کے لئے طبعاً گراں ہے۔ اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے کسی عالم مقتدر نے امام مذکور کو یہ رائے دی کہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الصلوٰۃ میں مولانا مرحوم نے مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص کو جہری قرأت میں بندش ہو، خواہ وقتی فرض ہو یا تراویح، تو الحمد شریف سے قبل ہر رکعت جہری میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہراً کہہ کر شروع کریں۔ کیونکہ قاری حفص رحؒ کا فرمان ہے کہ بسم اللہ شریف کو جہراً پڑھنا چاہئے۔ گو احناف جہری و سری بسم اللہ پڑھنے کی اولویت میں کلام کرتے ہیں۔ اور ساتھ حضرت مرحوم یہ بھی فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"چونکہ بسم اللہ کو جہراً پڑھنا سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس کی ادائیگی میں بڑا ثواب ہے"

چنانچہ امام مذکور نے بموجب ارشاد عالم مذکور جب بسم اللہ کو جہراً پڑھنا شروع کیا الحمد للہ سے قبل تو سب بندش جو پہلے تھی ختم ہو گئی۔ مگر اب شہر کے مختلف علماء صاحبان اس عالم کے بتلائے ہوئے طریق کار و حافظ صاحب کی اس طرح ادائیگی نماز جہری کو خلاف شرع کی طرف نسبت کر رہے ہیں اور عوام میں عالم صاحب اور حافظ صاحب دونوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

جناب سے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جناب عالم صاحب کا یہ فرمان بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ درست ہے یا نہ؟ اور حافظ صاحب امام مذکور کا اس فتوے کے پیش نظر جہری نمازوں میں بسم اللہ کا جہر کرنا درست ہے یا نہ؟ اور دیگر علماء کا کہنا کہ یہ خلاف شرع امر ہے کیسا ہے اور ان کا عوام کو پروپیگنڈہ سے متاثر کرنا کیسا ہے؟

المستفتی عطاء اللہ سجاد ملتان

الجواب

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کو دیکھا گیا لیکن اس میں کوئی اس قسم کا فتویٰ نہیں ملا کہ جس میں آپ نے یہ تحریر فرمایا ہو کہ

"اگر کسی کو بندش ہو تو وہ سورۂ فاتحہ سے قبل "بسم اللہ" کو جہراً پڑھ سکتا ہے"

البتہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد جب ابتداء سورۃ کے شروع سے کرتے ہیں ان کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے جو کہ آپکا امام کہتا ہے درست نہیں ہے کہ ہر سورت پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو مضائقہ نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر کسی آدمی کو کوئی عذر ہو کہ وہ الحمد شریف کو زبان میں لکنت کی وجہ سے جہراً شروع نہیں کر سکتا، اور بسم اللہ کو جہراً پڑھ کر الحمد شریف کو جہراً پڑھنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے بسم اللہ جہر سے پڑھنے کا فتویٰ دے دیا جائے۔ لیکن اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوگا کہ سورۂ فاتحہ سے قبل بسم اللہ کو زور سے پڑھنا مردہ سنت ہے اس کو زندہ کر دینا چاہئے۔ پس صورتِ مسئولہ میں بناء بر عذر مذکور جہراً بسم اللہ پڑھنا جائز ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا عالم غیر معذور قاری مل جائے تو اس کو امام بنا لیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مفتی خیر المدارس ملتان	۲۳ / ۱۲ / ۱۳۸۸ھ

تراویح میں نفل کی نیّت سے شرکت کرنے کا حکم

مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان شہر میں گزشتہ چند سالوں سے یہ دستور جاری ہے کہ ماہِ رمضان کی مبارک راتوں میں اوّل شب رمضان سے بیس تک نصف شب تک بیس پچیس حفاظ نوافل میں قرآن مجید پڑھتے ہیں اور کچھ سننے والے حضرات نماز میں شریک ہوئے بغیر ان کا سن لیتے ہیں۔ اور آخری عشرہ میں چند حفاظ باری باری پڑھتے ہیں۔ اور تین راتوں میں قرآن مجید ختم کرتے ہیں۔ اور یہ حفاظ اپنی دو، دو تراویح باقی رکھتے ہیں اور ہر ایک حافظ اپنی بقیہ دو رکعت تراویح میں اپنی اپنی منزل پڑھتا ہے اور سننے والے کچھ حضرات نیت باندھ کر مقتدی بن کر سنتے ہیں اور بعض بیٹھ کر بغیر اقتداء کے سنتے ہیں۔ اگر کسی پر نیند کا غلبہ طاری ہو تو اسے گھر روانہ کیا جاتا ہے۔ اور باتیں کسی کو نہیں کرنے

دی جائیں۔ تو کیا ہر دو صورت جائز ہیں۔ ؟

حضرت قاری رحیم بخش صاحب مسجد سراجاں ملتان

الجواب دونوں صورتیں بلا کراہت جائز ہیں۔ پہلی صورت میں تو خیر کوئی شبہ ہی نہیں البتہ دوسری صورت میں تھوڑا سا اشکال تھا کہ امام تراویح پڑھ رہا ہے اور مقتدی پیچھے نفل کی نیت باندھے ہوئے ہیں تو یہ اشکال بھی عالمگیری کی مندرجہ ذیل عبارت سے رفع ہو جاتا ہے

امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز ذلک کذافی محیط السرخسی والفتوی علی ذلک کذافی المضمرات والمقتدی اذا صلاها فی المسجدین لا بأس به (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ اصغر علی غفرلہ
نائب مفتی - ۱۲ / ۹ / ۱۴۰۶ھ

چار رکعت تراویح ایک سلام سے پڑھائیں اور درمیانی قعدہ نہیں کیا تو پہلی دو رکعت تراویح ہوں گی یا آخری؟

امام نے چار رکعت تراویح بیک سلام پڑھائیں اور سہواً درمیانی قعدہ نہیں کیا تو دو رکعت تراویح ہوئیں۔ (بحاصلہ الخیر، ص ۲۶، بابت ماہ رمضان ۱۴۰۶ھ)۔

لیکن الخیر میں یہ تصریح نہیں کہ پہلی دو رکعت تراویح ہوئیں یا دوسری دو رکعت ؟ ایک اردو فتاوے میں لکھا ہے کہ پہلی دو رکعت تراویح ہوئیں۔

صحیح مسئلے سے آگاہ فرمائیں۔ پہلے شفع کی قرأت لوٹائی جائے یا دوسرے شفع کی ؟

سائل محمد اسمٰعیل ونجارا
کھڑ پکا، ضلع ملتان

الجواب اذا صلی الامام اربع رکعات بتسلیمة واحدة لم یقعد فی الثانیة فی القیاس تفسد صلاته وهو قول محمد

وزفر رح ویلزمه قضاء هذه التسلیمة وهو روایة عن ابی حنیفة رح وفی الاستحسان وهو اظهر الروایتین عن ابی حنیفة رح وابی یوسف رح لاتفسد واذا لم تفسد اختلفوا فی قول ابی حنیفة رح وابی یوسف رح انها تنوب عن تسلیمة او تسلیمتین قال الفقیه ابواللیث رح تنوب عن التسلیمتین وقال الفقیه ابوجعفر رح والشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رح فی التراویح تنوب الاربع عن تسلیمة واحدة وهو الصحیح لان القعدة علی رأس الثانیة فرض فی التطوع فاذا ترکها کان ینبغی ان تفسد صلاته اصلا کما هو وجه القیاس وانما جاز استحسانا فاخذنا بالقیاس وقلنا بفساد الشفع الاول واخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمة و اذ بقیت التحریمة صح شروعه فی الشفع الثانی و قد اتمها بالقعدة فجاز عن تسلیمة واحدة۔ (فتاوی قاضی خان، ص ۱۱۲، ۱۱۳، ج ۱)۔

قاضی خان کی اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری دو رکعت تراویح ہوئیں پہلی دو رکعت نہیں۔ اس لئے پہلے شفع کی قرأت لوٹا لی جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۲ / ۱۰ / ۱۴۰۶ھ

(ستائیس رمضان کی رات کو ختم کرنا زیادہ بہتر ہے)

جب بیس رمضان ہو جاتی ہے تو قرآن مجید کے ختم شروع ہو جاتے ہیں کوئی اکیس کی رات کو کرتے ہیں کوئی پچیس کی رات کو کوئی جمعرات کو ترجیح دیتے ہیں۔ کئی ستائیس کی رات کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ کس رات کو ختم کیا جائے ؟

الجواب افضل یہ ہے کہ ستائیس رمضان کی رات کو ختم کیا جائے۔

وینبغی للامام اذا اراد الختم ان یختم فی لیلۃ السابع والعشرین کذا فی المحیط اھ (عالمگیری: ج ۱۔ ص ۱۱)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان: ۲۰/ ۳/ ۱۴۱۰ھ

امام کے رکوع کے انتظار میں بیٹھے رہنا

آج کل بہت سی مساجد میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ تراویح کی جماعت کے وقت بیٹھے رہتے ہیں۔ جب امام صاحب رکوع کے قریب ہوتے ہیں یا رکوع میں چلے جاتے ہیں تو اٹھ کر شریک ہو جاتے ہیں۔ ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب ایسا کرنا شرعاً مکروہ تحریمی ہے اور منافقوں سے مشابہت ہے۔ ہاں اگر بڑھاپے یا کسی مرض کی وجہ سے ایسا کیا جائے تو گنجائش ہے۔

کما یکرہ تأخیر القیام الی رکوع الامام للتشبہ بالمنافقین اھ (درمختار)۔ (قولہ کما یکرہ) ظاہرہ انہا تحریمیۃ للعلۃ المذکورۃ وفی البحر عن الخانیۃ یکرہ للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الامام ان یرکع یقوم لان فیہ اظہار التکاسل فی الصلوۃ والتشبہ بالمنافقین قال اللہ تعالیٰ واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالیٰ قال فی الحلیہ وفیہ اشعار بانہ اذا لم یکن لکسل بل لکبر ونحوہ لا یکرہ وھو کذلک اھ (شامیۃ ج ۱: ص ۵۲۳ - مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی	محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴/ ۱۲/ ۱۴۱۰ھ

رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کا حکم

زید تراویح کی نماز پڑھا رہا تھا اس نے سورۃ انفال کا سجدۂ تلاوت بھی اور دیگر کئی مقامات پر اس نے سجدۂ تلاوت نہیں کیا۔ جب زید سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ سجدۂ تلاوت کی نیت میں رکوع کے اندر کر لیتا ہوں۔ لہٰذا سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ بحوالہ لکھیں۔

الجواب جہری نمازوں میں سجدۂ تلاوت مستقل کرنا چاہئے۔ اور سری نمازوں میں سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کیا جائے۔

ذکر فی التتارخانیۃ انہ لو تلاھا فی السریۃ فالاولی ان یرکع بہا لئلا یلتبس الامر علی القوم ولو فی الجہریۃ فالسجود اولیٰ۔ (شامیۃ: ج ۱: ص ۵۷۱)۔

جہری نماز میں امام اگر رکوع میں نیت کر لے تو مقتدی کے ذمہ سے سجدۂ تلاوت تب ساقط ہوگا جب کہ مقتدی بھی رکوع میں ادائیگی سجدہ کی نیت کر لے یا امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کر کے تشہد پڑھ کر سلام پھیرلے۔

ولو نواھا فی رکوعہ ولم ینوھا المؤتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیہ (ج ۱: ص ۵۷۱) درمختار مع الشامی)۔

اس لئے مقتدیوں کی نماز کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ امام تلاوت کے لئے الگ سجدہ کرے یا پھر رکوع میں ادائیگی سجدہ کی نیت نہ کریں سجدہ صلوۃ میں خود بخود ادا ہو جائے گا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی خیر المدارس ملتان	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲/ ۴/ ۱۴۰۷ھ

دو پر قعدہ کئے بغیر چار رکعت پڑھ لیں تو دو شمار ہوں گی یا چار

زید نے چار تراویح کی نیت کی اور چاروں کو ایک ہی قعدہ سے ادا کر لیا۔ یا صرف دو رکعت تراویح کی نیت کی اور پھر دوسری رکعت پر قعدہ کئے بغیر تیسری کی طرف کھڑا ہو گیا اور چار پڑھ لیں۔ ان دونوں صورتوں کا حکم مفصلاً مع حوالہ مطلوب ہے۔

قاری محمد طاہر رحیمی

صدر شعبہ تجوید، قاسم العلوم ملتان

الجواب در مختار اور شامی میں تراویح کے بیان میں اس کی تصریح ہے کہ ایسی صورت میں دو رکعات تراویح ہوتی ہیں۔

فلو فعلها بتسليمة فان قعد لكل شفع صحت بكراهة و الا نابت عن شفع واحد به يفتى اھ (ج ۱، ص ۴۷۳)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہٰذا

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی - ۴ / ۱۲ / ۱۳۸۸ھ

اگر دو پر قعدہ کئے بغیر تین رکعت پڑھ لیں تو کوئی بھی شمار نہ ہو گی

اگر امام دو کی بجائے تین تراویح پڑھا دے اور سجدہ سہو بھی نہ کرے تو کیا یہ درست ہے؟ اور دو تراویح ادا ہو جائیں گی؟

الجواب اگر دو رکعت پر قعدہ کے بغیر تیسری رکعت پڑھ لی خواہ سجدۂ سہو بھی کر لے تب بھی نماز فاسد ہے۔ یہ تین رکعت تراویح اور جو اس میں قرأت کی گئی ہے اس کا اعادہ ہونا چاہئے۔

قال فی الهندية ولو صلى التطوع ثلاث ركعات ولم يقعد على رأس الركعتين الاصح انه تفسد صلوته. (ج ۱، ص ۵۹)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی - ۱۱-۹-۱۴۰۳ھ

(کوئی ازراہِ اخلاص قرآن سنانے والے کی خدمت کرے تو لینے کی گنجائش ہے)

جو امام صاحب روزانہ پانچ وقت کی نماز پڑھاتے ہیں، وہی تراویح پڑھاتے ہیں۔ اور ان سے کسی بھی معاوضہ کی کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ حافظ صاحب علانیہ کہتے ہیں کہ مجھے کسی معاوضہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ لینے کے لئے تیار ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اپنے طور پر ان کو کچھ دینا چاہے رمضان المبارک میں تو یہ حافظ صاحب کو قبول کر لینا چاہئے؟ جب کہ دینے والے کی نیت امداد کی ہے تراویح کے معاوضہ کی نہیں۔ وہ صرف فی سبیل اللہ خدمت کرنا چاہتا ہے۔ اگر لینے اور دینے والے کی نیتوں میں معاوضہ تراویح کی بجائے رضائے مولا موجود ہو تو کیا لینا اور دینا دونوں کے لئے جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر واقعۃً خدمت کے جذبہ کے تحت دینا چاہتے ہیں تو حرج نہیں۔ لیکن اس کیلئے ختم کی رات متعین نہ کریں تاکہ اجرت کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔ شروع میں یا درمیان میں کسی بھی وقت دے سکتے ہیں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان - ۱۱ / ۹ / ۱۴۰۲ھ

(اصل یہ ہے جو فرض پڑھائے وہی وتر پڑھائے)

ایک قاری صاحب نے عشاء کے فرض پڑھائے۔ اور دوسرا قاری صاحب تراویح پڑھائے۔ تیسرا قاری صاحب وتر پڑھا سکتا ہے؟

۲: تراویح کے درمیان قاری صاحب نے بغیر غلطی کے سجدہ سہو کر لیا۔ نماز میں کوئی خلل واقع

تو نہیں ہوا ؟

الجواب اصل یہ ہے کہ جو امام فرض پڑھائے وہی وتر پڑھائے۔ چنانچہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہی معمول تھا۔

وقد کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یؤمّھم فی الفریضۃ والوتر وکان اُبَیّ یؤمّھم فی التراویح کذا فی سراج الوھّاج۔

(عالمگیری: ج ۱: ص ۶۱)۔

معلوم ہوا کہ تراویح اور فرض میں امام الگ الگ ہو سکتا ہے۔ عندالضرورت وتر کے لیے دوسرا امام بن سکتا ہے۔

۲ : محض شک کی وجہ سے سجدہ سہو نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اتفاقاً غلطی سے ہو جائے تو نماز ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ آئندہ احتیاط کی جائے۔

ولو ظن الامام السھو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سھو فالاشبہ الفساد (درمختار) وفی الفیض وقیل لا تفسد وبہ یفتی "شامیۃ" قبیل باب الاستخلاف: (ج ۱ : ص ۵۶۰) وھکذا فی فتاویٰ دارالعلوم : ج ۴ ، ص ۵۲۔

جب مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوئی تو دوسروں کی بطریق اولیٰ نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۲۶ / ۱۱ / ۱۴۰۲ھ

تراویح کی ابتدائی رکعات میں زیادہ منزل پڑھنے کا حکم

تراویح کی پہلی رکعت میں پاؤ پارہ تک پڑھے اور دوسری میں تھوڑا سا پڑھے۔ یا تراویح کی شروع رکعتوں میں بہت زیادہ پڑھ لے اور بعد کی رکعتوں میں تھوڑا سا پڑھے تو کیسا ہے؟

الجواب تراویح میں مقتدیوں کے نشاط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر ابتداء کی تراویح میں زیادہ پڑھنے سے خوش ہوتے ہوں تو اس کی اجازت ہے ورنہ قرأت

سب رکعتوں میں یکساں طور پر کی جائے۔

والسنۃ ختم القرآن فیھا مرۃ فی الشھر علی الصحیح وھو قول الاکثر رواہ الحسن عن ابی حنیفۃ یقرأ فی کل رکعۃ عشر اٰیات او نحوھا الخ وفی المحیط الافضل فی زماننا ان یقرأ بما لا یؤدی الی تنفیر القوم عن الجماعۃ۔

(مراقی: ص ۲۲۶)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مورخہ ۳۱ / ۱۱ / ۱۴۰۸ھ

پہلی چار رکعتوں میں پورا پارہ اور باقی میں ایک پاؤ پارہ پڑھنے کا حکم

نماز تراویح میں قرآن شریف کی منزل پہلی چار رکعتوں میں ایک پارہ اور سولہ رکعتوں میں ایک پاؤ پڑھنا درست ہے یا کہ ہر رکعت میں تقریباً ایک رکوع پڑھے۔

الجواب اگر مقتدی مذکورہ طریق کو پسند کرتے ہوں اور تقلیلِ جماعت کا سبب بنتا ہو تو امام صاحب کو چاہئے کہ سب رکعتوں میں ایک جیسی قرأت کریں بلکہ بہتر یہی ہے۔ مراقی میں ہے۔

یقرأ فی کل رکعۃ عشر اٰیات او نحوھا۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

قرأ بقدر ما لا یؤدی الی تنفیرھم فی المختار (ص ۲۲۶)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی۔ ۱۴ / ۹ / ۱۴۰۷ھ

عورتوں کا تراویح کے لئے مسجد میں آنا

فقہ حنفی میں عورتوں کے لئے مساجد میں تراویح، نمازِ جمعہ، اور عیدین کے لئے آنے کا کیا حکم ہے۔

سائل حافظ ممتاز قاسمی سیلسی

الجواب عورتوں کو مسجد میں با جماعت نماز ادا کرنے کے لئے جانا درست نہیں مراقی میں ہے۔

ولا یحضرن الجماعات لما فیہ من الفتنۃ والمخالفۃ۔

طحطاوی میں ہے۔

لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ المرأۃ فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرتہا وصلاتہا فی مخدعہا افضل من صلاتہا فی بیتہا فالافضل لہا ماکان استرلہا لافرق بین الفرائض وغیرھا کالتراویح۔ (ص ۱۹۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۔ ۷ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

تسبیح مسنونہ کے بعد "الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" پڑھنا

نمازِ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد تسبیح منقولہ سبحان ذی الملک والملکوت الخ پڑھی جاتی ہے اور بعض مساجد میں اس تسبیح کے علاوہ چند دفعہ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ اور دوسرے دوگانہ کیلئے اٹھتے وقت " الصلوۃ برمحمدؐ " پڑھا جاتا ہے۔ تراویح کے بعد ذکر و اذکارِ مذکورہ اور درود و سلام کے پڑھنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب (تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے اس وقفہ میں کوئی خاص عمل متعین نہیں۔ چاہے تسبیحات پڑھیں چاہے تلاوت کریں چاہے خاموش

بیٹھیں کتب فقہ میں۔ سبحان ذی الملک والملکوت الخ وغیرہ منقول ہے اور الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ یا صلوۃ بر محمد کہیں منقول نہیں۔ بلکہ پڑھنا بھی درست نہیں کہ یہ شعار ہے اہل بدعت کا۔ نیز اس میں عقیدہ حاضر و ناظر کی طرف ایہام ہے) درمختار میں ہے۔

یجلس ندبا بین کل اربعۃ بقدرھا وکذا بین الخامسۃ والوتر ویخیرون بین تسبیح وقرأۃ وسکوت وصلوۃ فرادی اھ (درمختار)۔

(قولہ بین تسبیح) قال القھستانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح لا الہ الا اللہ نستغفراللہ نسألک الجنۃ ونعوذبک من النار اھ کمافی منہج العباد۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۱ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

تراویح میں ماکان محمدؐ کے بعد درود شریف پڑھنا

ایک شخص نے رمضان المبارک میں قرآن مجید سناتے ہوئے یہ آیت پڑھی " ماکان محمد ابا احد من رجالکم الخ اس کو یوں پڑھا " ماکان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابا احد من رجالکم " الخ اور پھر " ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الخ پڑھنے کے بعد مکمل طور پر درود شریف پڑھتا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ یہ سب جان بوجھ کر کرتا ہے بلکہ ایسا کروایا گیا ہے۔ حافظ کے استاد صاحب نے اسے کہا ہے کہ

اس طرح کر۔ آیا نماز تراویح ہوگئی یا نہیں ؟

الجواب قرآن مجید کی تلاوت اسی ترتیب کے مطابق جاری رکھنی چاہیئے۔ چاہے نماز میں پڑھ رہے ہوں یا غیر نماز میں۔ نماز میں آخری قعدہ کے علاوہ کسی اور جگہ درود شریف پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

ومکروهة فی صلوة غیر تشهد اخیر۔اھ (درمختار علی الشامیة : ج۱ ص ۳۴۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۸ / ۱۱ / ۱۴۰۷ھ

تراویح میں بدوں قعدۂ اولیٰ تیسری کی طرف کھڑے ہوگئے تو سجدہ سے پہلے لوٹ سکتے ہیں

ایک شخص نے دو رکعت نماز تراویح کی نیت باندھی پھر بھول کر چار رکعت پڑھ لیں اور دو رکعت پر قعدہ نہ کیا آخری قعدہ کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور سلام پھیر دیا۔ اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی یا نہ۔ اگر صحیح ہوگئی تو یہ دو رکعت ہو جائے گی یا چار رکعت ہوں گی اور اس صورت میں درمیانی قعدہ فرض سمجھا جائے گا یا واجب ؟ اور تراویح کے مسائل نوافل پر قیاس کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب وعن ابی بکر الاسکاف انہ سئل عن رجل قام الی الثالثة فی التراویح ولم یقعد فی الثانیة قال ان تذکر فی القیام ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم وان تذکر بعد ماسجد للثالثة فان اضاف الیها رکعة اخریٰ کانت هذه الاربعة عن تسلیمة واحدة اھ (عالمگیری ج۱ ص۱۱۸)

جزئیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں دو رکعت نماز تراویح کی

ست ہوگئی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفر لہٗ مفتی جامعہ ہذا

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۳۰ / ۹ / ۱۳۸۰ھ

ایک اہل حدیث عالم کا علماءِ حقہ کی عبارات سے آٹھ تراویح پر اِستدلال کا مفصل جواب

اخی فی اللہ مولانا بشیر احمد حسینی صاحب شورکوٹی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خیریت طرفین مستدعی۔

حقیقت مسئلہ معلوم کرنے کے لئے عریضہ ارسال کر رہا ہوں واللہ اس کے سوا۔ اور کوئی غرض نہیں۔ حضرۃ الامام آپ کی علمی وعملی حیثیت کے لحاظ سے قدر کرتا ہے۔ میں نے دوران خطبہ (ذ قیام لیلہ تطوعا الحدیث) کے تحت یہ الفاظ کہے تھے کہ تراویح کی تعداد رکعت میں مسلمانوں کے اندر اختلاف ہے جو بھائی بیس پڑھتے ہیں ہمیں ان پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن ہماری جماعت مع وتر گیارہ رکعت پڑھتی ہے۔ تو ہمارے بھائی ہمیں سب وشتم اور خدا جانے کیسے غلیظ القابوں سے نوازتے ہیں۔ خدا ان کا بھلا کرے مگر ہاں کوئی صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت پڑھنا پڑھانا یا پڑھنے کا ارشاد فرمانا روایت مرفوعہ صحیحہ غیر مجروحہ سے ثابت کردے تو میں اس کے علم کا اعتراف کروں گا۔ اور معاً بیس رکعت علی الاعلان ادا کروں گا۔ (از خطبہ جمعہ)۔

اخی المکرم ! مگر آپ نے عبد العزیز صاحب کو بدعت کے چکر میں اور وتر کی تعداد کے الجھاؤ میں پھنسا کر دماغ کو منتشر کرنے کی کوشش کی جو کہ آپ کے مزاج مناظرہ کے عین مطابق مگر آپ کی شان ارفع کے بالکل بعید تھی۔

نفس مسئلہ یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی وزنی دلیل بیس رکعت کی ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت کا تقابل کر سکے تو براۓ کرم پیش فرمائیے۔ مگر آپ اپنے بزرگوں کے ارشادات بھی سن لیجئے۔

۱ : حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ ۔ رسالہ "الحق الصریح ، ص۲۲" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ " گیارہ رکعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و مؤکد ہیں "

۲ : حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدّث رح اپنے رسالہ " سرالمنان ، ص۲۹۲ " میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت نہیں جیسا کہ آج کل عمل ہے ۔ ہاں صرف ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آئی ہے ۔ جس میں بیس رکعت ثابت ہے جس کو ابن ابی شیبہ رح نے روایت کیا ہے یہ روایت ضعیف ہے "

۳ : علامہ ابوسعود صاحب " شرح کنز " میں لکھتے ہیں ۔

" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح نہیں پڑھی بلکہ آٹھ رکعت ادا کی ہے "

(ابوسعود ، شرح کنز ، ج ۱ ، ص ۲۶۵ طبع مصر) ۔

۴ : علامہ طحطاوی رح " حاشیہ درمختار " میں فرماتے ہیں کہ ۔

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح آٹھ رکعت ہی پڑھی ہیں ۔ بیس رکعت کا ثبوت نہیں "

۵ : حضرت مولانا انور شاہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند " عرف الشذی ، ص۳۶۹ " میں لکھتے ہیں ۔

" واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنہ ثمان رکعات و اما عشرون رکعۃ فھو عنہ علیہ السلام بسند ضعیف وعلی ضعفہ اتفاق "

۶ : مولانا عبدالحی صاحب رح کے پاس ایک سائل سوال کرتا ہے کہ یا حضرت جو حدیث ابن حبان نے روایت کی ہے کہ

" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں تین رات گیارہ رکعت مع وتر تراویح پڑھائی تو انہیں پڑھنے والا هل یکون تارکا للسنۃ ۔ یعنی کیا گیارہ رکعت پڑھنے والا تارک السنت ہے ؟"

جواب : جمہور سنت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

" جس فعل پر مواظبت رسول ہو اس کو سنت کہتے ہیں لہٰذا اس تعریف سے سنت گیارہ رکعت ہی ہوئیں ۔ اور جو زیادہ ادا کی جاتی ہیں وہ مستحب ہیں "

(ہدایہ حاشیہ ۳ ، ج ۱ ، ص ۱۷۱ ، طبع مصر)

۷ : قال الجوزیؒ عن اصحابنا عن مالک انہ قال ما جمع علیہ الناس احب الیَّ وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوٰۃ رسول اللہ علیہ وسلم قیل احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر قال نعم و ثلاث قریب قال لا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر "

احقر الانام عبدالسلام عابر
یکم رمضان المبارک ۱۴۰۰ ھ



الجواب : حدیث عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے آٹھ تراویح کے لئے استدلال کرنا کئی وجوہ سے مخدوش ہے ۔

۱ : یہ ایسی نماز کے بارے میں ہے جو رمضان وغیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے وہ تہجد ہے رمضان وغیر رمضان کی تصریح حدیث عائشہ رض میں موجود ہے ۔

۲ : تراویح باجماعت پڑھی جاتی ہیں اور اس میں انفرادی نماز کا ذکر ہے ۔

۳ : تراویح دو ۔ دو ۔ رکعت پڑھی جاتی ہیں ۔ حدیث عائشہ رض میں چار چار رکعت ہیں ۔

۴ : یہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ان کی دیگر احادیث صحیحہ سے متعارض ہے ۔

" عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی باللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین ۔ اخرجہ مالک فی المؤطا "

اور ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے ۔

" کان یصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث عشرۃ رکعۃ من اللیل ثم صلی احدی عشرۃ وترک رکعتین ثم قبض وھو یصلی تسع رکعات " اھ

اسی بناء پر بہت سے اہل علم نے صلوٰۃ لیل کے بارے میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو مضطرب کہا ہے ۔ قالہ الحافظ فی الفتح ۔ تین رکعات وتر نکال کر باقی دس یا آٹھ

یا چھ بچتی ہیں۔ پس اس سے آٹھ رکعات کے لئے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے ؟ محققین نے اس اختلاف کو مختلف حالات پر محمول کیا ہے کہ کبھی آٹھ رکعت تہجد ہوتی تھی کبھی کم، کبھی زیادہ۔

مولانا عبدالحی صاحب رح حاشیۂ مؤطا میں فرماتے ہیں۔

ماکان یزید الخ هذا بحسب الغالب والا فقد ثبت عنها انها قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی ثلاث عشرة رکعة ثم صلی احدی عشرة رکعة ثم قبض حین قبض وهو یصلی تسع رکعات وثبت عنها انه صلی الله علیه وسلم کان یصلی ثلاث عشر رکعة اخرجه فی المؤطا وثبت من زید وابن عباس رض ایضا ثلاث عشرة فمن ظن اخذا من حدیث عائشة رض المذکور ههنا ان الزیادة علی احدی عشرة بدعة فقد ابتدع امرا لیس من الدین ۔ اه

بہرحال اس سے آٹھ تراویح کے لئے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

۱ ؛ بیس رکعت تراویح کا ثبوت حدیثِ پاک ، اجماعِ صحابہ رض ، اور اتفاق ائمہ کرام رح سے۔ حدیث ابن عباس رض میں ہے۔

" کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی عشرون رکعة والوتر فی رمضان اخرجه ابن ابی شیبه وعبد بن حمید والبغوی والبیهقی والطبرانی "

اس میں ایک راوی متکلم فیہ ہے لیکن بیس رکعت پر اتفاق صحابہ رض و ائمہ رح سے اس کا ضعف منجبر ہے۔ اور ایسی عملی تائید شاید ہی کسی حدیث کو حاصل ہوگی جو اس حدیث کو حاصل ہے پس کما تعامل صحابہ رض کی موجودگی میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے صرف نظر سکن نہیں۔ مگر ایسے شخص کے لئے جس کی بصیرت ماؤف ہو چکی ہو۔

حدیث عائشہ رض مذکورسے حدیث ابن عباس رض کو معارض قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ان دونوں حدیثوں میں جمع نہ ہو سکتی ہو۔ پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حدیث

عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا دوامی نہیں بلکہ بعض احوال پر محمول ہے وہ بھی نماز تہجد پر۔ پس بیس رکعت تراویح اس سے کیونکر معارض ہوگی۔

مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

لکن الاخذ بالراجح وترك المرجوح انما يتعين اذا تعارضا و لا يمكن الجمع وههنا الجمع ممكن بان يحمل حديث عائشة رض على انه اخبار عن حاله الغالب كما صرح به الباجي في شرح المؤطا ويحمل حديث ابن عباس رض على انه كان ذلك احيانا ۔ " (التعليق الممجد حاشیہ مؤطا امام محمد رح)

دوسری حدیث یہ ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ الحديث ۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے علاوہ خلفاءِ راشدین کی سنت اور طریقے کو بھی لازم و واجب العمل قرار دیا ہے۔ اور تین خلفاءِ راشدین کے زمانے میں جو طریقہ رائج تھا وہ بیس رکعات تراویح ہے پس بموجب فرمانِ نبوی اس طریقے کے واجب الاتباع ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ فعل نبوی سے قول نبوی زیادہ حجت ہے۔ اس میں تین الفاظ لزوم کے لائے ہیں۔ علیکم ۔ تمسکوا بها اور عضوا علیها بالنواجذ ۔ پس اس کا ترک ایک مسلمان کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

۳ ؛ تیسری حدیث ؛ اخرجه البيهقي باسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان وعلى مثله ۔

۴ ؛ چوتھی حدیث ؛ عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في عهد عمر في رمضان بعشرين ركعة (مؤطا)۔

۵ ؛ پانچویں حدیث ؛ وفي المغني عن علي انه امر رجلا ان يصلي

بہم فی رمضان بعشرین رکعۃ وھذا کالاجماع ۔

(اوجز المسالک، ج ۱، ص ۳۹۷)۔

خلفاء ثلاثہ رض اور اتفاق صحابہ رض کے بعد ائمہ اربعہ رح حتیٰ کہ داؤد ظاہری کا مذہب بھی یہی ہے ان میں سے کوئی بھی بیس سے کم کا قائل نہیں ہے۔

وقال ابن رشد فاختار مالک فی احد قولیہ وابو حنیفۃ رح و الشافعی رح واحمد و داؤد القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر۔

(اوجز المسالک، ص ۳۹۶، ج ۱)۔

آثار اس بارہ میں بے شمار ہیں بوجہ اختصار نقل نہیں کیے گئے۔ عہد فاروقی سے لے کر آج تک حرمین شریفین اور عالم اسلام کی تمام بڑی اور مشہور مساجد میں بیس سے کم تراویح نہیں پڑھی گئی۔ من ادعی فعلیہ البیان۔

"فیما ثبت بالسنۃ" میں ہے۔

الذی استقر علیہ الامر و اشتہر من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم ھو العشرون۔ (اوجز، ص ۳۹۰ ج ۱)۔

بزرگوں کے اقوال کا

جواب یہ ہے کہ اوّل تو ان کے ثبوت میں کلام ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ چنانچہ مولانا عبد الحی صاحب رح کی ادھوری عبارت نقل کر کے خیانت کی گئی ہے۔ مندرجہ فی السوال عبارت سے آگے ذیل کی عبارت بھی حاشیہ ہدایہ میں مذکور ہے۔ جس میں تصریح ہے کہ آٹھ تراویح پڑھنے والا سنتِ مؤکدہ کا تارک ہوگا۔

ومحققوھم یعرفونہا (ای السنۃ) بما واظب علیہ الرسول اوالخلفاء والیہ یشیر عبارات الفقہاء فی مواضع شتی وھو المستفاد من حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث اخرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ فان کلمۃ علیکم تدل علی اللزوم وکذا عطف سنۃ الخلفاء علی سنتی (الی ان قال) فعلی ھذا التعریف یکون السنۃ المؤکدۃ ھو عشرون

رکعۃ لثبوت مواظبۃ الخلفاء الثلاثۃ علیہا واما لم یثبت مواظبۃ الرسول علیہا فمؤدی ثمان رکعات یکون تارکا للسنۃ المؤکدۃ۔ اھ (حاشیہ ھدایہ، ج ۱، فصل فی قیام رمضان)۔

۲: حضرت گنگوہی رح نے بھی آٹھ رکعت پڑھنے والے کو تارکِ سنت لکھا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲۔ ص ۴۴)۔ عقل کی بات بھی یہی ہے کہ بیس پڑھی جائیں۔ کیونکہ قیامت میں اگر بیس کا سوال ہوا تو موجود ہوں گی اور اگر آٹھ پڑھی تھیں تو باقی کہاں سے پوری کی جائیں گی؟

۳: اس مسئلہ میں ابن الہمام رح کا تفرد بھی قابلِ قبول نہیں۔ ابن الہمام رح کے عظیم شاگرد علامہ قاسم بن قطلوبغا رح فرماتے ہیں۔

لا عبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الہمام التی خالفت المنقول یعنی فی المذہب ۱۲ (شامی، ج ۱، ص ۲۲۵)۔

برتقدیرِ ثبوت "اقوالِ بزرگان" کا ایک جواب یہ ہے کہ ان سے بھی بڑے بزرگ ائمہ اربعہ رحمہم بیس رکعت تراویح کے "سنتِ مؤکدہ" ہونے کی تصریح فرما چکے ہیں۔ پس بڑوں کے اقوال فرمانِ نبوی، اتفاقِ صحابہ رض کی روشنی میں زیادہ قابلِ ترجیح ہیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مؤرخہ ۱۴ / ۹ / ۱۴۰۰ھ

تراویح میں ختمِ قرآن کے موقعہ پر متفرق آیات پڑھنا بدعت ہے

ایک حافظِ قرآن نے قرآنِ کریم ختم کیا اور دوسری رکعت تراویح میں اولٰئک ھم المفلحون کے بعد متفرق آیاتِ مندرجہ ذیل

ان رحمت اللہ قریب من المحسنین + دعوٰھم فیہا سبحانک

للّٰهم وتحيتهم فيها سلام وآخر دعوٰهم ان الحمد
لله رب العالمين ۞ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ۞
ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و
خاتم النبيين وكان الله بكل شئ عليما ۞ ان الله
وملائكته يصلون على النبى يا ايها الذين آمنوا
صلوا عليه وسلموا تسليما ۞ سبحان ربك رب
العزة عما يصفون ۞ وسلام على المرسلين ۞ والحمد
لله رب العلمين ۞

تک پڑھ کر رکوع کیا۔

۲ : ساتھ ہی اس حافظ صاحب سے کہا بھی گیا کہ اس طرح متفرق آیات پڑھنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ کیا متفرق آیات پڑھنے سے نمازِ تراویح ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں جو طریقہ ختمِ قرآن کریم کا ذکر کیا گیا ہے جس میں مختلف آیات کو ایک رکعت میں جمع کر کے حافظ پڑھتا ہے اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور اس فعل کو اچھا سمجھنا اور اس پر اصرار کرنا بدعتِ سیئہ ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

۲ : لیکن اگر کوئی شخص اسی طرح ختم کرے تو باوجود کراہت کے نمازِ تراویح ادا ہو جائے گی۔ کما یفهم من ابواب زلة القاری۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

ہر چار تراویح کے بعد پڑھے گئے قرآن شریف کا خلاصہ بیان کرنا

آج کل لوگوں نے قرآن مجید کی تعلیمات مسلمانوں میں عام کرنے کی غرض سے یہ طریقہ اختیار کیا ہے

کہ رمضان المبارک میں قیام اللیل کی نیت سے تراویح اس طرح ادا کی جاتی ہیں کہ ہر چار رکعت کے بعد تراویح میں پڑھے جانے والے قرآنِ کریم کی اولاً ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی جاتی ہے اور پھر حافظ صاحب چار رکعت تراویح سناتے ہیں اس طرح ترجمہ اور تشریح میں پینتالیس منٹ اور نماز میں پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بارہ رکعت کے بعد پندرہ منٹ تقریباً چائے وغیرہ کا وقفہ ہوتا ہے۔ اس طرح تقریباً پانچ گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ طریقۂ عبادت بدعتِ حسنہ کی تعریف میں آتا ہے ؟

۲ ا۔ کیا ہمارے اسلاف میں اس طرح کی کوئی مثال ملتی ہے ؟

۳ ا۔ کیا اس سے ترویحہ کی روح ختم ہو جاتی ہے ؟

۴ ا۔ کیا اس طرح مسنون تراویح ادا ہو جاتی ہیں ؟

۵ ا۔ کیا اس طرح قیام اللیل کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے ؟

الجواب ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے۔ اس وقفہ میں کیا کیا جائے یہ نمازیوں کے اختیار پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ مراقی میں ہے

ويستحب الجلوس بعد صلوة كل اربع ركعات بقدرها......
وهم مخيرون فى الجلوس بين التسبيح والقراءة والصلوة
فرادىٰ والسكوت۔ (ص ۲۲۶)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے "نہر" سے نقل کیا ہے۔ واهل مكة يطوفون واهل المدينة يصلون اربعا۔ (ج ۱، ص ۴۷۴)۔

بہرحال مقدارِ ترویحہ میں مقروءہ آیات کا خلاصہ بیان کرنا جائز ہے بشرطیکہ تقلیلِ جماعت کا باعث نہ ہو۔ اور مقدار ترویحہ کے بیان کو شرکاء استراحت تصور کرتے ہوں۔ اس سے زائد چونکہ سلف سے اور کتبِ فقہ میں منقول نہیں اس لئے ترک کر دینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

استفسارات کے جوابات یہ ہیں۔

۱ ا۔ یہ طریقہ بدعتِ حسنہ ہونا محلِ کلام ہے۔

۲ ا۔ ہمارے علم میں نہیں۔

۳ :- ہاں ختم ہو جاتی ہے۔

۴ :- تراویح تو ادا ہو جائیں گی۔

۵ :- یہ بظاہر قیام اللیل کے موضوع کے خلاف ہے۔ قیام اللیل میں اصل ، تلاوت و نماز ہے جس میں صرف سوا گھنٹہ خرچ ہوگا اور درمیانی وقفہ ترویحہ حصولِ راحت اور تجدیدِ نشاط کے لئے ہوتا ہے۔ خود وقفہ مقصود نہیں کہ جس میں تقریباً چار گھنٹے صرف ہوں۔ نیز اتنی دیر کا بیان سننا بھی تکان کا باعث ہوگا۔ تو گویا اصل قیام اللیل نہ رہا۔ بلکہ اصل بیان ہو گیا اور ترویحہ راحت نہ رہا۔ یہ اجتماعی عمل کی بات ہے انفرادی فعل کی حیثیت اور ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۹/۹/۱۴۰۹ھ

تراویح کی نیت میں " سنتِ رسول اللہ " کہنے کا حکم

۱ :- ہمارے شہر میں ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ چار رکعت نماز سنت رسول اکرمؐ کی فرض اللہ کے "سنتِ رسولؐ کی" نیت میں رسولؐ کا نام لینا چاہئے یا نہیں ؟ سنت تراویح ہو یا کوئی سنت ہو ، نیت اللہ کی ہو یا رسولؐ کی۔

۲ :- ہمارے استاذ صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ نماز میں کتا یا بلی کا خیال آجائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ یا اچانک خیال آجائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال سے آنا۔

میرے استاذ صاحب نے فرمایا تھا کہ۔

نماز میں کتا یا بلی کا اچانک خیال آجائے تو نماز ہو جائے گی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال لے آنا ، میرے استاذ نے فرمایا تھا ، تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ لیکن لوگوں نے اس بات کو گوارا نہ کیا۔ آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں ؟

الجواب تراویح کی نیت یہ ہے " دو رکعت نماز سنت تراویح پڑھتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے " سنتِ رسول اللہ " کہنا کوئی ضروری نہیں۔ لیکن یہ لفظ کہ

لینے سے بھی نماز ہو جائے گی۔ کیوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں ادا کرتا ہوں "۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ اللہ کے لئے نہیں۔ فرائض و سنن نوافل سب کے سب اللہ کے لئے ہیں۔ غیر اللہ کے لئے ایک سجدہ بھی حرام ہے۔

والاحتیاط فی التراویح ان ینوی التراویح او سنۃ الوقت او قیام اللیل کذا فی منیۃ المصلی والاحتیاط فی السنن ان ینوی الصلوٰۃ متابعا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ھندیہ : ج ۱ : ص ۶۵)۔

۲ :- حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال درود شریف اور تشہد میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے وقت شرعاً مطلوب ہے۔ چنانچہ مراقی میں ہے

" فیقصد المصلی انشاء ھذہ الالفاظ مرادۃ لہ قاصدا معناھا الموضوعۃ لہ من عندہ کانہ یحی اللہ سبحانہ وتعالی ویسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی نفسہ واولیاء اللہ۔ الخ (ص ۱۵۵)۔

جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ آئے گا اور انشائے سلام کا قصد کرے گا تو حضور پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا خیال آنا ایک لازمی امر ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک خیال سے فسادِ صلوٰۃ کا حکم محل کلام ہے ، نماز نہیں ٹوٹتی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان



باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

خیر المصابیح فی عدد التراویح

بیس۲۰ رکعات تراویح

احادیث، عملِ صحابہؓ اور اجماعِ امّت کی روشنی میں

از

استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول عارف باللہ
حضرت مولانا خیر محمدؒ جالندھری نوراللہ مرقدہٗ
بانی جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد

پاکستان کے اہلِ حدیث بہت زور سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آٹھ ہی کا حکم دیا تھا جمہور مسلمان جو بیس تراویح پڑھتے ہیں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ حالانکہ نہیں سمجھتے کہ عمل سے ہر چیز کا پتہ چلتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہوتیں اور حضرت عمرؓ کا حکم بھی آٹھ ہی کا ہوتا تو حضرات صحابۂ کرامؓ تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، سلفِ صالحین، علماءِ راسخین کا عمل بیس یا بیس سے زائد کا نہ ہوتا۔ حالانکہ مشترکہ ہندوستان میں دو صدی قبل پورے بارہ سو سال تک تمام مساجد شرق و غرب اور جنوب و شمال میں بیس یا بیس سے زیادہ رکعت تراویح ہوتی تھیں۔ حرمین شریفین میں اب تک بیس رکعت یا بیس سے زائد تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں۔ کیا اہلِ حدیث کے سوا، جمہور امت گمراہی میں رہی یا بغیر ثبوت کے ہی بیس یا بیس سے زائد پڑھتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بارہویں صدی تک کسی مسجد میں اگر آٹھ رکعت تراویح پڑھی گئی ہوں تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتمی طور پر آٹھ رکعت نہیں پڑھی۔ بلکہ بیس رکعت پڑھی گئی ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں بھی بیس ہی تراویح پڑھی گئی ہیں۔ ورنہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محقق حسبِ عادت کسی ایک کا مذہب تو آٹھ رکعت کا نقل کرتا۔ مگر تمام صحاحِ ستہ میں کسی ایک کا مذہب آٹھ کا نہیں ہے اور نہ آٹھ رکعت تراویح کسی کا عمل نقل کیا گیا ہے۔

بارہ سو۱۲۰۰ سال تک مسلمانوں کا کیا عمل رہا

امام بیہقی رحمہ نے سننِ کبریٰ ج۲ ص۴۹۶ - میں سائب بن یزید رضہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تو قیام کی شدت کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اور پانچ سطر بعد لکھتے ہیں کہ شتیر بن شکل جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے۔ رمضان میں امامت کرتے تھے اور بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

اس کے دو سطر بعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے۔ یہ صحابۂ کرام رضہ کے زمانہ میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کا حال تھا۔

نافع رح حضرت ابن عمر رضہ کے مولیٰ جو حضرت عائشہ رضہ اور حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت ابورافع رضہ کے شاگرد تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے تو لوگوں کو چھتیس تراویح اور تین وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (قیام اللیل، ص ۹۲، تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۳)۔ نافع رح کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی ہے۔

داؤد بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رح متوفی ۱۰۱ھ اور ابان بن عثمان رح متوفی ۱۰۵ھ کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں کو چھتیس رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز عمر بن عبدالعزیزؒ نے قاریوں کو چھتیس رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (قیام اللیل، ص ۹۱، ۹۲)۔

امام مالک رح متوفی ۱۷۹ھ کے زمانہ تک مدینہ طیبہ میں چھتیس رکعتوں کا معمول تھا۔ کبھی وتر کے اختلاف عدد کی وجہ سے اکتالیس رکعتیں ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ امام ترمذی رح نے اکتالیس کا معمول مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ اہلِ مدینہ پر کیا موقوف ہے۔ بلکہ امام مالک رح کے متبعین جہاں بھی ہوئے وہاں چھتیس پر عمل ہوتا تھا۔ جیسا کہ مذہبِ مالکیہ کی فقہ شاہد ہے کہ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح رح کے زمانہ تک بیس تراویح پر عمل تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) عطاء رح کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی ہے اور نافع بن عمر کا بیان ہے کہ ابن ابی ملیکہ ہم کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔

اور امام شافعی رح متوفی ۲۰۴ھ کا بیس پر عمل تھا۔ اور چونکہ امام شافعی رح خود بیس کے قائل تھے اس لئے ان کے بعد مکہ میں اور مکہ کے علاوہ ہر جگہ جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ فقہ شافعی اس کی شہادت دیتی ہے۔

— حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱، تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵)۔

— کوفہ میں سوید بن یزید (متوفی ۷۵ھ) چالیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱، تحفۃ الاحوذی ج ۲، ص ۷۳)۔

— اور سوید بن غفلہ متوفی ۸۱ھ جو حضرت علی رضہ اور حضرت ابن مسعود رضہ کے صحبت یافتہ ہیں۔ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (بیہقی ج ۲، ص ۴۹۶)۔

— نیز علی بن ربیعہؒ جو حضرت علی رضہ و سلمان رضہ کے شاگرد ہیں وہ بھی بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

— اور سعید بن جبیر جو حضرت ابن عباس رضہ اور دوسرے صحابۂ کرام رضہ کے شاگرد ہیں اور بہت بڑے امام ہیں وہ اٹھائیس اور چوبیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۳)۔

— امام کوفہ سفیان ثوری رح متوفی ۱۶۱ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵)

— امام اعظم ابوحنیفہ رح متوفی ۱۵۰ھ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے اور ان کے مقلدین جس جگہ بھی ہیں تمام بیس رکعت ہی پڑھتے ہیں۔

— بغداد میں امام احمدؒ م ۲۳۵ھ بیس رکعتوں کے قائل تھے۔ حنبلی مذہب کی کتب فقہ شہادت دے رہی ہیں۔ "مقنع: ج ۱، ص ۱۸۳۔ میں ہے۔

"ثم التراویح وھی عشرون رکعۃ یقوم بھا فی رمضان فی جماعۃ"

یعنی تراویح اور وہ بیس رکعت ہیں اس کو جماعت کے ساتھ رمضان میں ادا کرے"

— اسی طرح داؤد ظاہری رح متوفی ۲۷۰ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱، ص ۱۹)

اور ان کے متبعین کا بھی بغداد اور غیر بغداد میں بیس پر عمل تھا۔

— ائمۂ خراسان میں سے عبداللہ بن مبارک رح متوفی ۱۸۱ھ بیس تراویح کے قائل تھے۔ (ترمذی)۔

عہدِ فاروقی سے لے کر تیسری صدی کے قریباً وسط تک مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد خراسان وغیرہ کے علماء اور ائمہ کا عمل رکعاتِ تراویح کے باب میں یہی تھا کوئی بھی آٹھ رکعت تراویح پڑھتا تھا اور نہ ہی اس پر کفایت کرتا تھا اور نہ اس پر کہیں عمل تھا۔ اس کے بعد تیسری صدی سے پہلے ہی ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ رح، امام مالک رح، امام شافعی رح، امام احمد بن حنبل رح اپنی فقہ کی تعلیم اپنے شاگردوں

کو دے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے فقہی مسالک پر عمل ہو چکا تھا اور جو آج تک جاری ہے آج چاروں اماموں کی کتب فقہیہ لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی آٹھ رکعت پر اکتفاء کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بے شک ان ائمہ اربعہ رح کے علاوہ دیگر مجتہد اور امام بھی تھے اور ان کا کچھ عرصہ تک اتباع بھی جاری رہا۔ جیسے حضرت سفیان ثوری رح اور داؤد ظاہری رح مگر وہ بھی آٹھ کے قائل نہ تھے بلکہ بیس کے قائل تھے۔

قول و فعل نبوی سے کوئی عدد معین تراویح کا حتمی طور پر صحیح روایت سے ثابت نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً عدد تراویح کا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس پر علماء کی شہادتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی شہادت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رح کہتے ہیں۔

ومن ظن ان قیام رمضان فیه عدد موقت عن النبی صلی اللہ علیه وسلم لا یزاد ولا ینقص منه فقد اخطأ الخ (فتاوی ابن تیمیہ رح، ج ۲، ص ۴۶)۔

یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکتا وہ غلطی پر ہے۔

دوسری شہادت علامہ سبکی رح لکھتے ہیں۔

اعلم انه لم ینقل کم صلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی تلك اللیالی هل هو عشرون او اقل الخ (شرح منہاج منقول از تحفۃ الاخیار، ص ۱۱۶ - و مصابیح، ص ۲۲)۔

یعنی یہ منقول نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھیں بیس یا کم۔

تیسری شہادت علامہ شوکانی رح نیل الاوطار میں فرماتے ہیں۔

والحاصل الذی دلت علیه احادیث الباب وما یشابهها هو مشروعیة القیام فی رمضان والصلوة فیه جماعة وفرادی فقصر الصلوة المسمات بالتراویح علی

عدد معین وتخصیصها بقراءة مخصوصة لم ترد به سنة الخ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۴۴)

یعنی اس باب کی حدیثوں اور ان کے مشابہ حدیثوں کا حاصل اتنا ہے کہ رمضان میں قیام اور اکیلے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مشروع ہے پس تراویح کو کسی خاص عدد میں منحصر کر دینا اور اس میں خاص مقدار قرأت کا مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی۔

چوتھی شہادت مولوی وحید الزمان رح اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ولا یتعین لصلوة لیالی رمضان یعنی التراویح عدد معین الخ (نزل الابرار، ج ۱، ص ۱۲۶)۔

یعنی رمضان کی راتوں کو تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں ہے۔

پانچویں شہادت ابوالخیر میر نور الحسن خان رح اہل حدیث لکھتے ہیں۔

"وبالجملة عددے معین در مرفوع نیامده" (عرف الجادی ص ۸۴)۔

یعنی تراویح کا کسی حدیث مرفوع میں کوئی عدد معین نہیں آیا ہے۔

چھٹی شہادت نواب صدیق حسن خان مرحوم اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ان صلوة التراویح سنة باصلها لما ثبت انه صلی اللہ علیه وسلم صلاها فی لیالی ثم ترکه شفقة علی الامة ان لا تجب علی العامة او یحسبوها واجبة ولم یأت تعین العدد فی الروایات الصحیحة المرفوعة لکن یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یجتهد فی رمضان ما لا یجتهد فی غیره رواہ مسلم ان عددها کثیر۔ (الانتقاد الرجیح، ص ۶۱)

یعنی اصل نمازِ تراویح سنت ہے اس لئے کہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتوں میں اس کو پڑھا ہے۔ پھر امت پر شفقت کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا کہ کہیں عام لوگوں پر واجب نہ ہو جائے یا اس کو واجب نہ سمجھ بیٹھیں۔ اور عدد معین مرفوع روایتوں میں نہیں ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جتنی محنت و کوشش کرتے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے، سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تراویح کا عدد زیادہ تھا۔ دصرف گیارہ یا تیرہ نہیں تھا بلکہ بیس یا زیادہ تھا۔

ساتویں شہادت

علامہ جلال الدین سیوطی رح لکھتے ہیں۔ ان العلماء اختلفوا فی عددھا ولوثبت ذلک من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلف فیہ ۔ الخ ۔ (مصابیح ، ص ۷۳)۔

ترجمہ ! یعنی علماء کا تراویح کے عدد میں اختلاف ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے کوئی عدد ثابت ہوتا تو اختلاف نہیں ہوسکتا تھا ؟

اہلحدیث کے ۲ دو دعوے

ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ تراویح کا حکم دیا تھا۔

پہلا دعویٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کے ثبوت پر حدیث ذیل پیش کرتے ہیں

" انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل من حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ رض ان عینی تنامان ولاینام قلبی ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴)

ترجمہ :- یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد رمضان میں کیسی تھی ؟ فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں زیادہ گیارہ رکعتوں سے نہیں کرتے تھے۔ چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر تین رکعت پڑھتے تھے۔ کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ سوتے ہیں قبل وتر کے ؟ فرمایا اے عائشہ رض ! میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا "

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تراویح گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر ۔

پہلا جواب

اسی حدیث میں لفظ ولا فی غیرہ یعنی غیر رمضان میں گیارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے جو دلیل اس بات کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے سوال اس نماز تہجد کا تھا کہ جو بارہ مہینے میں پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رض

سے روایت ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحی لیلہ وایقظ اہلہ الخ (بخاری شریف ، ج ۱ ، ص ۲۷۱)۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب اخیر عشرہ رمضان کا داخل ہوتا تو تہبند مضبوط باندھتے اور ساری رات جاگتے اور اپنے اہل خانہ کو جگاتے تو سائل کو خیال آیا کہ شاید تہجد کی رکعتیں بھی زیادہ کر دیتے ہوں ۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے جواب دیا کہ اکثر آپ تہجد کی گیارہ رکعت پڑھتے تھے ۔

جب یہ حدیث نماز تہجد کے بارے میں ہے تو تراویح کا اس سے کیا تعلق ؟

دوسرا جواب

اگر بفرض محال اس کا تعلق بھی تراویح سے ہو تو اس سے بھی ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے ۔ (مشکوۃ شریف ج ۱ ص ۱۱۱)

حافظ ابن حجر رح وغیرہ شارح حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ان دونوں مختلف بیانات میں یوں تطبیق دی ہے کہ یہ بیانات مختلف حالات اور اوقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ عام حالات و اوقات میں گیارہ سے زائد نہیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھی تیرہ بھی پڑھتے تھے۔ لہٰذا آٹھ تراویح میں انحصار باطل ہو گیا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں۔

و الصواب ان کل شئی ذکرتہ من ذلک محمول علی اوقات متعددہ واحوال مختلفۃ الخ (فتح الباری ، ج ۲ ، ص ۱۴)۔

اور مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری رح نے بھی یہ تسلیم کیا ہے۔

انہ قد ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قد یصلی ثلث عشرۃ رکعۃ سوی رکعتی الفجر الخ

(تحفۃ الاحوذی ، ج ۲ ، ص ۳)۔

یعنی یہ ثابت اور محقق ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تیرہ رکعت فجر کی سنتوں کے سوا پڑھتے تھے۔ جب گیارہ سے زیادہ کا ثبوت ہوچکا تو اہل حدیث کا یہ دعویٰ کہ گیارہ سے زیادہ تراویح نہیں ہوتی تھیں یہ دعویٰ باطل ہوگیا۔ اور گیارہ سے زیادہ والی روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت کے مخالف کہنا سخت بھول اور غفلت پر مبنی ہے اسلئے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ کبھی یہ ہوا اور کبھی اس سے زائد ہوا۔

تیسرا جواب

بقول اہلحدیث جب یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہے۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرما رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار چار رکعت پڑھتے تھے اور بہت لمبی پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ اور بہت لمبی پڑھتے تھے تو اس حدیث پر عمل تب ہوگا جب کہ چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جائیں اور تین وتر ایک سلام سے پڑھے جائیں۔ حالانکہ اہلحدیث کا اس پر عمل نہیں کہ دو دو رکعت تراویح پڑھتے ہیں اور تین وتر دو سلام سے پڑھتے ہیں یا ایک ہی وتر پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کل کی کل اہل حدیث کے نزدیک تراویح میں معمول بہا نہیں ہے۔ لہذا اس سے حنفیہ پر حجت قائم کرنا صحیح ہوا۔

چوتھا جواب

امام محمدؒ بن نصر مروزی نے اپنی کتاب " قیام اللیل " میں ایک باب کا عنوان یہ قرار دیا ہے " باب عدد الرکعات التی یقوم بہا الامام للناس فی رمضان" یعنی باب ان رکعتوں کی تعداد کے بیان میں جنہیں امام لوگوں کے ساتھ رمضان میں پڑھے گا۔

اس باب میں وہ رکعات تراویح بتانے کے لئے بہت سی روایتیں لائے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اس حدیث کو جو سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہے ذکر کرنا تو در کنار اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ جس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں ہے بلکہ تہجد کے نوافل سے ہے۔

پانچواں جواب

اس حدیث کے آخر میں ہے۔

قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی الخ

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا آپ سونے ہیں پہلے وتر پڑھنے کے؟ سو فرمایا اے عائشہؓ! بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

ظاہر ہے کہ کسی روایت میں نہیں آتا کہ آپ آٹھ تراویح پڑھ کے سو گئے ہوں، اور صحابہؓ انتظار میں بیٹھے رہے ہوں۔ البتہ گھر میں تہجد پڑھتے تھے اور اس میں کبھی کبھی وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ یعنی اتنام الخ۔ علاوہ ازیں تراویح میں تو حضرت عائشہؓ عورتوں کی صف میں پیچھے مردوں کے کھڑی ہوں گی اگر آپ سوتے تو پہلے مردوں کو خبر ہوتی۔ جب مردوں کو خبر نہیں تو تراویح کا معاملہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ تہجد کا واقعہ ہے۔

چھٹا جواب

علاوہ ازیں قرطبی رہ نے حدیث عائشہ رض کو مضطرب نقل کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رح کہتے ہیں۔

قال القرطبی اشکلت روایات عائشۃ رض علی کثیر من اہل العلم حتی نسب بعضہم حدیثہا الی الاضطراب الخ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۶)۔

یعنی اکثر اہل علم پر حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی مشکل ہوئی ہے۔ حتی کہ بعض محدثین نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا ہے پس اس حدیث سے استدلال کرنا محکم ہے۔

ساتواں جواب

اس حدیث عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مراد تہجد کے نوافل ہیں تراویح مراد نہیں، اس لئے محدثین رہ نے اس پر تعداد تراویح کا باب منعقد نہیں کیا۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ وارد ہے۔ مثلاً ص۱۵۴ میں " باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ "

اس جگہ قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل قرینہ ہے تہجد کا قیام رمضان تراویح کو کہتے ہیں اور قیام اللیل تہجد کو کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں سوال کیفیت سے ہے نہ کہ عدد سے جو کہ مقولہ کم سے ہے۔ اور مثلاً ص۲۶۹ پر باب فضل من قام رمضان اس میں فضیلت بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ عدد۔ اور مثلاً ص۵۰۳، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ اس میں بھی سونے کی کیفیت بیان کرنا ہے نہ کہ عدد تراویح اور مثلاً ص ۱۳۵ ، ج ۱ ۔ میں " باب ما جاء فی الوتر "

اس میں بیان ہے کہ وتر تین رکعت میں عددِ تراویح کا بیان مقصود نہیں۔

کان یصلی احدی عشرۃ رکعۃ کانت تلک صلوتہ تعنی باللیل فیسجد السجدۃ من ذلک قدر ما یقرأ احدکم خمسین اٰیۃ الخ

کس صراحت کے ساتھ نمازِ تہجد کو بیان کیا ہے۔ حدیث میں اس قسم کے اشارات بے شمار ہیں۔

حکمت وظھرلی ان الحکمۃ فی عدم الزیادۃ علی احدی عشرۃ ان التہجد والوتر مختص بصلوۃ اللیل وفرائض النھار الظھر وھی اربع والعصر وھی اربع والمغرب وھی ثلاث وتر النھار فناسب ان تکون صلوۃ اللیل کصلوۃ النھار فی العدد جملۃ وتفصیلاً الخ (فتح الباری ج ۳، ص ۱۴)۔

اور میرے لئے ظاہر ہوا کہ گیارہ رکعت پر زیادتی نہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں اور فرائض دن کے ظہر ہے اور وہ چار رکعت ہیں اور عصر ہے اور وہ چار رکعت ہیں۔ اور مغرب ہے اور وہ تین رکعت ہیں وتر دن کے۔

پس مناسب ہوا یہ کہ ہو رات کی نماز مثل دن کی نماز کے عدد میں (یعنی گیارہ رکعت تہجد)۔

اما مناسبۃ ثلاثہ عشرۃ فبضم صلوۃ الصبح لکونھا نھاریہ الی ما بعدھا الخ (فتح الباری ج ۳، ص ۱۷)

یعنی مناسبت تیرہ رکعت کی صبح کی نماز کو ملانے کے ساتھ بوجہ نہاری ہونے اس کے بعد کے ساتھ۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رح کے اس نکتہ اور حکمت سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ اور تیرہ رکعتیں نماز تہجد میں ہیں نہ کہ تراویح میں۔

تہجد اور تراویح کی نماز الگ الگ ہیں ایک نہیں

تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ ہیں ایک نہیں۔ دونوں میں فرق کئی وجوہ سے ہے۔

پہلی دلیل تہجد کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے اور تراویح کی مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

دوسری دلیل تہجد کی مشروعیت بنصِ قرآنی ہوئی ہے۔ فتھجد بہ نافلۃ لک۔ قم اللیل الا قلیلا۔ اور تراویح کی مشروعیت حدیث سے۔ سننت لکم قیامہ (نسائی)۔ میں نے تمہارے لئے قیامِ رمضان کو مسنون کیا

تیسری دلیل تہجد کی رکعات بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ مع الوتر تیرہ اور کم از کم سات مع الوتر ہیں۔ بخلاف تراویح کے اس کا کوئی معین عدد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے اسلئے ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے۔ کوئی بیس کہتا ہے کوئی چھتیس یا زائد کہتا ہے۔

چوتھی دلیل حنبلی مذہب کی معتبر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ "مقنع" میں ہے۔ ثم التراویح وھی عشرون رکعۃ یقوم بھا فی رمضان فی جماعۃ ویوتر بعدھا فی الجماعۃ فان کان لہ تھجد یوتر بعدہٗ۔ (مقنع ص ۱۸۴)۔

یعنی پھر تراویح ہے اور وہ بیس رکعت ہیں کہ اس کو با جماعت پڑھے۔ اور اگر وہ تہجد بھی پڑھتا ہو تو وتر تراویح کے بعد نہ پڑھے بلکہ تہجد کے بعد پڑھے۔ مقنع کے متعلق مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

ھذا کتاب فی الفقہ علی مذھب ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن حنبل رح الخ۔

یعنی یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق فقہ کی کتاب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رح بھی تراویح اور تہجد کو الگ الگ سمجھتے تھے۔ امام بخاری رح کا بھی یہی عمل تھا۔ کیونکہ رات کے اوّل حصہ میں اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر باجماعت نماز پڑھتے تھے اور اس میں ایک ختم کرتے تھے اور سحری کے وقت اکیلے پڑھتے تھے۔

پانچویں دلیل تہجد کا وقت سونے کے بعد ہوتا ہے اور تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ ہیں ایک نہیں ہیں۔

دوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔

حدثنا محمد بن حمید الرازی ثنا یعقوب بن عبد اللہ ثنا عیسٰی بن جاریۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان لیلۃ ثمان رکعات والوتر فلما کان من القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج الینا فلم نزل فیہ حتی اصبحنا قال انی کرھت اوخشیت ان یکتب علیکم الوتر الخ (قیام اللیل ، ص ۱۵۵)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھے ۔ پس جب کہ آئندہ رات ہوئی اور ہم جمع ہوئے مسجد میں اور امید کی ہم نے کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے ۔ پس ہم وہیں رہے یہاں تک کہ صبح کی ہم نے ۔ فرمایا کہ میں نے مکروہ سمجھا اور تم پر خوف کیا کہ فرض کیا جائے وتر "

جواب حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرنے والا ایک شخص ہے اور وہ عیسٰی بن جاریہ ہے ۔

عیسٰی بن جاریہؒ اس راوی کا حافظ ذہبی رحؒ نے " میزان الاعتدال " میں اور حافظ ابن حجرؒ نے " تہذیب التہذیب " وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے ۔ امام فن جرح و تعدیل یحیٰی بن معین رحؒ نے اس کی نسبت لکھا ہے ۔ لیس بذاک وہ قوی نہیں ہے ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے پاس متعدد روایتیں منکر ہیں ۔ اور امام نسائیؒ و امام ابو داؤد رحؒ نے کہا ہے وہ منکر الحدیث ہے ۔ امام نسائیؒ نے اس کو متروک بھی کہا ہے ۔ اور ساجی عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے ۔ اور ابن عدی رحؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں ۔

یہ چند حضرات ہیں جنہوں نے عیسٰیؒ بن جاریہ پر جرح کی ہے اور ان کے مقابل صرف ایک ابو زرعہؒ ہیں جنہوں نے عیسٰی کو لا باس کہا ہے ۔ (اس میں کوئی مضائقہ نہیں) اور دوسرے ابن حبان رحؒ ہیں جنہوں نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے ۔ اور (اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے) لہذا عیسٰی مجروح قرار پائے گا ۔ بالخصوص جب کہ عیسٰی پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ بہت سخت ہیں ۔ چنانچہ امام نسائیؒ و ابو داؤد رحؒ نے اس کو منکر الحدیث لکھا ہے ۔ اور مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارک پوریؒ اہلحدیث نے " ابکار المنن " میں سخاویؒ کے حوالہ سے بغیر رد و کد کے یہ لکھا ہے ۔

منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق بہ الترک لحدیثہ ۔ (ابکار المنن ص۱۹۱)

یعنی (منکر الحدیث ہونا آدمی کا ایسا وصف ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ

اس کی حدیث ترک کر دی جائے ۔ اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور قبول نہ کی جائے) اس لئے عیسٰی کی یہ روایت قابل قبول نہیں ۔ بالخصوص جب کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کرنے میں عیسٰی متفرد ہے ۔ دوسرا کوئی اس کا مؤید و متابع موجود نہیں ہے ۔ اور نہ کسی دوسرے صحابیؓ کی حدیث اس کی شاہد ہے ۔ جابرؓ سے متفرد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام طبرانی رحؒ نے عیسٰی کی روایت نقل کرنیکے بعد لکھا ہے

لا یروی عن جابر بن عبد اللہ الا بھذا الاسناد ۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے ۔

اس سند کا دوسرا راوی محمد بن حمید الرازی ہے " تقریب " میں ہے کہ حافظ نے اسکی تضعیف کی ہے (تقریب) غرضیکہ یہ حدیث ضعیف ہے دو وجہ سے ۔ ایک عیسٰی بن جاریہ کی وجہ سے کہ اس پر جرح قوی ہے ۔ دوسرے محمد بن حمید الرازی کی وجہ سے ، اس لئے کہ یہ ضعیف راوی ہے ۔

حضرت جابرؓ کی دوسری روایت

وبہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ جاء ابی بن کعبؓ فی رمضان فقال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کان منی لیلۃ شیئ قال وما ذلک یا ابی قال نسوۃ داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی خلفک بصلوتک فصلیت بھن ثمان رکعات و الوتر فسکت عنہ وکان شبہ الرضاء الخ ۔

(قیام اللیل ، ص ۹۰)

اسی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رمضان میں حاضر ہو کر کہا کہ مجھ سے رات میں ایک بات ہو گئی ہے ۔ آپ نے فرمایا وہ کیا کہا ۔ گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے قرآن نہیں پڑھا ہے تو ہم بھی تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیں ۔ میں نے ان کو آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور وتر بھی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ بات رضامندی کے مشابہ تھی ۔

جواب اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی سند بعینہ پہلی ہے ۔ جس میں عیسٰی بن جاریہ واقع ہے اور ان پر کلام گزر چکا ہے ۔ یعنی یہ راوی مجروح ہے ۔ لہذا یہ روایت

ضعیف ہے۔

یہاں تک یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف باجماعت تراویح تین رات ثابت ہوئی ہیں۔ اور ان میں کوئی عدد متعین تراویح کا منقول نہیں ہے۔ لہٰذا عدد میں صحابہ رض کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک اثر گیارہ تراویح کا تھا جو سائب بن یزید سے منقول ہے۔

اہلِ حدیث کا دوسرا دعوےٰ

اس کے ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آٹھ رکعت کا حکم کیا تھا۔

تیسری حدیث مالک عن محمد بن یوسف عن سائب بن یزید انه قال امر عمر بن الخطاب رض ابی بن کعب وتمیم الداری رض ان یقوما للناس باحدی عشرة رکعة الخ

(قیام اللیل، ص ۹۱ - مؤطا امام مالک رح ص ۹۸ مطبع اصح المطابع)

یعنی امام مالک رح روایت کرتے ہیں سائب بن یزید رض سے اور وہ کہتے ہیں۔ امر کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو کہ تراویح پڑھاویں لوگوں کو گیارہ رکعت۔ انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

پہلا جواب سائب بن یزید رض سے نقل کرتے ہیں محمد بن یوسف رح۔ اور ان کے شاگرد پانچ ہیں ۱: امام مالک رح - ۲: یحییٰ بن قطان رح - ۳: عبدالعزیز ابن محمد رح - ۴: ابن اسحاق رح - ۵: عبدالرزاق رح - اور پانچوں میں اختلاف ہے۔

۱: امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حکم دیا ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ کیا عمل ہوا اس کا کوئی ذکر نہیں اور اس میں رمضان کا بھی ذکر نہیں۔

۲: یحییٰ بن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے ابی رض و تمیم رض پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (اس میں حضرت عمر رض کے حکم کا ذکر نہیں ہے اور رمضان کا بھی ذکر نہیں۔

۳: عبدالعزیز بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (اس میں نہ حکم کا ذکر ہے، نہ ابی بن کعب رض و تمیم رض کا نہ رمضان کا)۔

۴: ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں بماہ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس میں بھی حضرت عمر رض کے حکم اور ابی رض اور تمیم رض کا ذکر نہیں ہے۔ گیارہ کی بجائے تیرہ کا ذکر ہے)۔

۵: عبدالرزاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے اکیس رکعت کا حکم دیا۔ (اس میں گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

سائب رض بن یزید
↓
محمد بن یوسف رح
↓

امام مالک رح	یحییٰ بن قطان رح	عبدالعزیز بن محمد رح	ابن اسحاق رح	عبدالرزاق رح
حضرت عمر رض نے ابی بن کعب رض اور تمیم داری رض کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں	حضرت عمر رض نے ابی رض اور تمیم رض پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں بماہِ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے	حضرت عمر رض نے اکیس ۲۱ رکعت کا حکم دیا تھا

جب اس اختلاف میں سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے گیارہ کا امر ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یحییٰ بن قطان رح کی روایت میں گیارہ کا امر نہیں اور عبدالعزیز بن محمد رح کی روایت میں گیارہ کا امر ہے اور نہ رمضان کا ذکر ہے اور ابن اسحاق رح بجائے گیارہ کے تیرہ رکعت ذکر کرتے ہیں۔ اور عبدالرزاق رح کی روایت میں اکیس رکعت ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے خود راوی حدیث ابن اسحاق رح تیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر مالکی رح نے اکیس کو ترجیح دی ہے۔ لہٰذا عدد کے بارے میں یہ مضطرب ہے اور

قابل حجت نہیں۔

دوسرا جواب یہ محمد بن یوسف رح راوی سائب بن یزید رح کے طریق میں گفتگو تھی۔ اب محمد بن یوسف رح کے ساتھی یزید بن خصیفہ رح کی روایت سائب بن یزید رض سے سنن کبریٰ بیہقی، ج ۲، ص ۴۹۶ - میں یہ ہے۔

عن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن سائب بن یزید قال کان یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رض فی شهر رمضان بعشرین رکعة الخ

یعنی ابی ذئب روایت کرتے ہیں یزید بن خصیفہ سے کہ سائب بن یزید رح فرماتے ہیں کہ عہدِ فاروقی میں ان کے زمانہ کے لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس اثر کی سند کو امام نووی رح، امام عراقی رح، امام سیوطی رح وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو (تحفة الاخیار، ص ۱۹۲ - اور ارشاد الساری تحفة الاحوذی، ص ۷۵)۔

اس روایت میں یزید کے شاگرد ابی ذئب ہیں اور یہی بات یزید سے ان کے دوسرے شاگرد محمد بن جعفر نے نقل کی ہے اور وہ روایت امام بیہقی کی دوسری کتاب "معرفة السنن والاثار" میں ہے۔ اس کی سند کو علامہ سبکی رح نے "شرحِ منہاج" میں اور ملا علی قاری رح نے شرحِ موطا میں صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو تحفة الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵۔

دیکھئے یزید کے دونوں شاگرد متفق اللفظ ہو کر یزید سے اور یزید حضرت سائب رض سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عہدِ فاروقی رض میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ برخلاف محمد بن یوسف رح کے کہ ان کے پانچ شاگرد سائب رح کا بیان پانچ طرح نقل کرتے ہیں۔

ایسی حالت میں اصول وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یزید بن خصیفہ رح کی روایت پر اعتماد کیا جائے۔ مگر اہلِ حدیث نے محمد بن یوسف رح کی مختلف فیہ اور مشکوک روایت پر اعتماد کرکے انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے۔



بیس تراویح کا ثبوت

پہلی حدیث عن العرباض بن ساریة رض قال فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ الخ (رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجه)۔

یعنی تم میری سنت کو اور سنت خلفاء راشدین ومہدیین کو لازم پکڑو اور اس پر عمل کرو۔ اور داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

اس حدیث میں سنتِ خلفاء کا عطف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جو مقتضی اس امر کو ہے کہ خلفاء خواہ سنتِ نبوی کو بیان کریں خواہ مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد کریں۔ بہر صورت خلفاء کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے کہ علیکم کلمہ لزوم کا ہے۔ تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ سنتِ نبوی اور سنتِ خلفاء ..... دونوں کے ساتھ لگتا ہے۔

(اور بقول بعض علماء کے خلفاء سے مراد عام ہے۔ شیخ مولانا عبد الغنی صاحب رح محدث دہلوی رح حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں۔

ومن العلماء من عمم کل من کان علی سیرته علیه السلام من العلماء والخلفاء کالائمة الاربعة المتبوعین المجتهدین والائمة العادلین کعمر بن عبد العزیز کلهم موارد لهذا الحدیث۔ (انجاح الحاجة، ص ۵)۔

یعنی جو علماء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہیں جیسے چاروں امام (امام ابوحنیفہ رح، امام مالک رح، امام شافعی رح، امام احمد بن حنبل رح) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبد العزیز رح سب اس حدیث کا مصداق ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہے ایسے ہی سنتِ خلفاء راشدین کی اتباع ضروری ہے بلکہ بعض علماء کے ہاں جمہور مجتہدین کی اتباع لازم ہے۔ اب جمہور صحابہ کرام رض وتابعین رح وتبع تابعین رح وجمہور مجتہدین رح ومقلدین ائمہ اربعہ وعمر بن عبد العزیز رح

بیس تراویح سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ تو بیس تراویح سے کم پڑھنا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنتِ خلفاء راشدین کے بھی خلاف ہے۔ کیوں کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قول ہے۔ کہ تم میری سنت اور خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کے قول اور فعل کی پیروی بھی ضروری ہے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔

خلفاء راشدین کا عمل سنت ہے

بدرالدین عینی حنفیؒ "بنایہ شرح ھدایہ" میں لکھتے ہیں۔

سیرۃ العمرین لاشك فان فی فعلها ثواب وفی ترکها عقاب لانا امرنا بالاقتداء بهما لقوله علیه الصلوۃ والسلام اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر فاذا کان الاقتداء مامور به یکون واجبا و تارك الواجب یستحق العقاب و العتاب الخ (مجموعة الفتاوی ج ۱، ص ۲۱۵)۔

یعنی اس میں شک نہیں کہ افعالِ حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کا اتباع کرنا ثواب ہے اور اس کے ترک میں عذاب ہے۔ کیوں کہ ہمیں ان دونوں حضرات کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

" اقتداء کرو ان دو آدمیوں کی جو میرے بعد ہیں یعنی حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ۔ پس ان کی اقتداء مامور بہ اور واجب ہے۔ اور واجب کے ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہے "

۲ : اور کمال الدین بن ہمام رحؒ " تحریر الاصول " میں لکھتے ہیں۔

قسم الحنفیۃ العزیمۃ الی فرض ما قطع بلزومه و واجب ماظن وسنۃ الطریق الدینیۃ منه علیه الصلوۃ والسلام و الخلفاء الراشدین او بعضهم الخ

یعنی حنفیہ نے عزیمت کی تقسیم فرض کی جانب کی ہے جس کے لزوم کا ذکر ہو۔ اور واجب کی جانب جس میں غلبۂ ظن ہو۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضؓ کی دینی سنت کی جانب۔

۳ : اور مولانا عبدالعلی رحؒ بحرالعلوم "شرح تحریر" میں لکھتے ہیں۔

ینبغی ان یراد اعم من ان یکون طریقۃ دینیۃ مستمرۃ فی الدین عنه صلی اللہ علیه وسلم بان باشره اولا بان استمر الناس علیها باذنه او باذن الخلفاء۔

(مجموعۃ الفتاوی ص ۲۱۵)

یعنی لائق ہے کہ عام مراد لی جائے۔ خواہ دینی طریقہ ہو جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا عملدرآمد رہا ہو۔ آپ نے خود اس پر عمل فرمایا ہو یا نہیں بلکہ لوگ آپ کے یا خلفاء کے حکم سے اس کے پابند رہے ہوں۔

۴ : تمیین شرح حسامی میں ہے۔

وفی عرف الشرع یراد بها طریقۃ الدین اما للرسول او للصحابۃ رضؓ حتی یقال سنۃ الرسول او سنۃ الخلفاء الراشدین رضؓ

(مجموعۃ الفتاوی ج ۱، ص ۲۱۷)

اور عرفِ شرع میں سنت طریقۂ دین کو کہتے ہیں خواہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یا صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا ہو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ خلفاء راشدین رضؓ کی سنت ہے۔

غرضیکہ سنت کا اطلاق عام ہے۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سنتِ خلفاء راشدین پر۔ تو بیس تراویح سنتِ خلفاء راشدین ہے اور بیس رکعت سے کم سنتِ خلفاء نہیں۔

دوسری حدیث

عن یزید بن خصیفۃ عن سائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر رضؓ بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعۃ و قال کانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکؤن علی عصیهم فی عهد عثمان رضؓ بن عفان من شدۃ القیام - (رواہ البیہقی ؛ ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن خصیفہ رحؒ کہتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رضؓ فرماتے ہیں کہ سب لوگ رمضان کے مہینہ میں حضرت عمر بن خطاب رضؓ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور کہا کہ لوگ پڑھتے تھے۔

(سنتے تھے) مسکین کہ حضرت عثمان بن عفان رضؓ کے عہد میں لوگ اپنی لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے بوجہ سخت ہونے قیام کے۔

شبہ اس حدیث میں ایک راوی ابوعبداللہ بن فنجویہ دینوری ہے اور اس کا حال معلوم نہیں کہ ثقہ ہے یا نہیں؟

جواب ابوعبداللہ بن فنجویہ رح کے بارے میں ذہبی رح نے مرنے والے مشاہیر ۴۱۴ھ میں یوں ذکر کیا ہے۔

والمحدث ابوعبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن عبد الله بن فنجويه الثقفي الدينوري النيشافوري. الخ.

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۲۴۴)

یعنی ابن فنجویہ کو لفظِ محدث سے یاد کیا ہے۔ اور ابن اثیر جزری نے لکھا ہے۔

" عرف بها ابوعبد الله الحسين بن محمد بن الحسين فنجويه الفنجوي الدينوري الحافظ روى عن ابى الفتح محمد بن الحسين الازدي الموصلي وابى بكر بن مالك القطعي وغيرهما روى عنه ابواسحاق الثعلبي فاكثر فى تفسيره ويذكر كثيرا فيقول اخبرنا الفنجوي الخ

یعنی اس نسبت فنجوی کے ساتھ حافظ ابوعبداللہ حسین مشہور و معروف ہے۔ وہ ابوالفتح ازدی اور ابوبکر قطعی وغیرہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان سے ابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بکثرت روایات نقل کی ہیں اور وہ ان کا ذکر بہت کرتا ہے۔ اور یوں کہتا ہے کہ ہم کو فنجوی رح نے خبر دی۔

اور سمعانی نے برہان دینوری رح کے شاگردوں میں اس کا نام لیا ہے۔ اور امام بیہقی رح نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایت کی ہے۔

جب ذہبی رح ابن فنجویہ رح کو محدث لکھ رہے ہیں اور ابن اثیر جزری رح اس کو مشہور و معروف اور حافظ لکھ رہے ہیں۔ اور ابوالفتح رح اور ابوبکر بن مالک قطعی رح وغیرہما سے یہ روایت کر رہے ہیں اور اس سے روایت ابواسحاق ثعلبی رح کر رہے ہیں۔ تو اب ثقہ اور عادل ہونے میں کب

شک و شبہ رہا۔

(مقدمہ ابن الصلاح اصولِ حدیث کی مشہور کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں)

عدالة الراوي تارة تثبت بتنصيص العدلين على عدالته وتارة تثبت بالاستفاضة فمن اشتهرت عدالته بين اهل النقل اونحوهم من اهل العلم وشاع الثناء عليه بالثقة والامانة استغنى فيه بذلك عن بينة شاهدة بعدالته تنصيصا هذا هو الصحيح فى مذهب الشافعي رح وعليه الاعتماد فى فن اصول الفقه۔ (ص ۱۰)

یعنی راوی کی عدالت کبھی ثابت ہوتی ہے کہ دو عادل اس کی عدالت پر تصریح کر دیں اور کبھی ثابت ہوتی ہے ساتھ شہرت اور استفاضہ کے۔ پس جس کی عدالت اہل علم کے درمیان مشہور ہو اور اس پر ثقہ ہونے کی اور امین ہونے کی تعریف شائع ہو تو وہ مستغنی ہوتا ہے ایسے بینہ سے جو اس کی عدالت پر صراحۃً شاہد ہو یہی صحیح ہے مذہب شافعی رح میں اور اسی پر اعتماد ہے۔ فنِ اصولِ فقہ میں۔ بلکہ حافظ ابوعمر بن عبدالبر رح نے تو اور توسیع کر کے یہاں تک کہہ دیا ہے)

كل حامل علم معروف العناية به فهو عدل محمول فى امره ابدا على العدالة حتى يتبين الجرحة الخ (مقدمہ، ص ۱۰)۔

یعنی ہر صاحبِ علم جس کا اشتغال علم کے ساتھ معروف ہو عادل ہے اور ہمیشہ عادل قرار دیا جائے گا جب تک اس پر جرح ثابت نہ ہو۔)

اس روایت پر جرح محض تعصب ہے لہذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کے عہد میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ حتی کہ عہدِ عثمان غنی رضؓ میں بوجہ طویل قیام کے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اس حدیث کو بیہقیؒ نے معرفت میں بالاسناد الصحیح روایت کیا ہے۔ نووی رح نے خلاصہ میں اور ابن العراقی رح نے شرحِ تقریب میں۔ اور سیوطی رح نے مصابیح میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

تیسری حدیث عن يزيد بن رومان رح انه قال كان الناس يقومون فى زمان عمر بن الخطاب رض فى

رمضان بثلاث وعشرين ركعة ۔ (رواه مالك اسناده قوى) بیہقی ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن رومان رحؒ کہتے ہیں کہ سب لوگ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔

شبہ :۔ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حجت نہیں ہے۔

پہلا جواب یہ حدیث امام مالکؒ کے مؤطا میں منقول ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مؤطا کے متعلق "حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۰۶، ج ۱" میں فرمایا ہے۔

قال الشافعیؒ اصح الكتب بعد كتاب الله مؤطا امام مالكؒ واتفق اهل الحديث على ان جميع ما فيه صحيح على رأى مالكؒ ومن وافقه واما على رأى غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند به من طرق اخرى وقد صنف فى زمان مالكؒ موطات كثيرة فى تخريج احاديثه ووصل منقطعه مثل كتاب ابن ابى ذئب وابن عيينه والثورى ومعمر الخ

یعنی امام شافعی رحؒ نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب مؤطا امام مالک رحؒ ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالکؒ اور اس کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح اور مقبول مانتے ہیں۔ دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسی نہیں ہے کہ دوسرے طریقوں سے اس کی سند متصل نہ ہو اور امام مالک رحؒ کے زمانہ میں مؤطا کی حدیثوں کی تخریج کے لئے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سے مؤطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئبؒ ابن عیینہؒ ثوریؒ اور معمرؒ کی کتابیں۔

دوسرا جواب (مرسل کے قبول و عدم قبول میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ مطلقاً مقبول ہے) لہٰذا ان حضرات کے مسلک کی بنا پر تو اس اثر کا مرسل ہونا کچھ مضر نہیں ہے۔ (اور امام شافعی رحؒ کے نزدیک اگرچہ مرسل مقبول نہیں ہے مگر وہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی مرسل کی تائید کسی دوسری سند یا مرسل سے ہوتی ہو اور وہ مسند یا مرسل دوسرے طریق اسناد سے مروی ہو تو مقبول ہے) چنانچہ ابن حجرؒ "شرح نخبۃ الفکر" ص ۵۔ میں فرماتے ہیں:

وقال الشافعیؒ یقبل اذا اعتضد بمجیئه من وجه اخر یباین الطریق الاولی مسندا کان او مرسلاً الخ۔

اور شیخ الاسلام زکریا انصاری رحؒ نے یہ تعمیم بھی کی ہے کہ مرسل کا مؤید گو ضعیف ہو تب بھی مرسل مقبول ہو جائے گی۔ (حاشیہ شرح نخبہ)۔

خطیب بغدادیؒ "کفایہ، ص ۳۸۲" میں لکھتے ہیں۔

فقال بعضهم انه مقبول ويجب العمل به اذا كان المرسل ثقة عدلا وهذا قول مالك واهل المدينة وابى حنيفةؒ واهل العراق وغيرهم۔

جب یہ ذہن نشین ہو چکا تو سنئے کہ یزید بن رومان رحؒ کا یہ اثر اگرچہ مرسل ہے مگر اس کی تائید دوسرے کئی مرسلوں سے ہوتی ہے۔ جو عنقریب مذکور ہوں گے۔ لہٰذا بالاتفاق مقبول اور حجت ہے۔ علاوہ اس کے ہمارا اصل استدلال سائبؓ کی حدیث سے ہے۔ اور یزید بن رومان رحؒ کا اثر تائید کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

چوتھی حدیث عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطابؓ امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة رواه ابوبکر ابن ابی شیبة رحؒ فی مصنفه اسناده مرسل قوی۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حکم دیا ایک آدمی کو کہ لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح پڑھائیں۔

پانچویں حدیث عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعبؓ یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث رواه ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه اسناده مرسل قوی۔

یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ رمضان میں لوگوں کو مدینہ طیبہ میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

○

چھٹی حدیث

عن عطاء قال ادرکت الناس وهم يصلون ثلاثا وعشرين ركعة بالوتر۔ (رواه ابن ابی شیبه اسناده حسن)۔

یعنی عطاؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سب لوگ تراویح کی نماز تیئیس رکعت مع وتر کے پڑھتے تھے۔

ساتویں حدیث

عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرين ركعة۔ (رواه البيهقی ، ج ۲ ، ص ۴۹۶ - اسناده حسن)۔

یعنی ابوالخصیب رح کہتے ہیں کہ ہمیں سوید بن غفلہ رح ماہ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

آٹھویں حدیث

عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرين ركعة (رواه ابوبکر بن ابی شیبة اسناده صحیح)۔

یعنی نافع بن عمر رح کہتے ہیں کہ رمضان میں ابن ابی ملیکہ ہم کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

نویں حدیث

عن سعيد بن عبيد ان على بن ربيعة كان يصلی بهم فی رمضان خمس ترويحات ويوتر بثلاث (اخرجه ابوبکر بن ابی شیبه فی مصنفه واسناده صحيح)۔

یعنی سعید بن عبید رح سے مروی ہے کہ علی بن ربیعہ رح انہیں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

دسویں حدیث

عن ابن عباس رضی الله تعالى عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلی فی رمضان عشرين ركعة والوتر الخ (ابن ابی شیبه والبيهقی، ج ۲، ص ۴۹۶)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔

شبہ

اس حدیث کا ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان رح ہے اور وہ مجروح راوی ہے اس لئے اس کی یہ روایت ضعیف قرار دی گئی ہے۔

جواب

ابراہیم کو مجروح ثابت کرنے میں کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ دیکھو ابن عدی رح ابراہیم کے متعلق کہتا ہے۔

له احاديث صالحة وهو خير من ابراهيم بن ابی حية (تہذیب ج ۱ ص ۱۴۵)

اس (ابراہیم) کی حدیثیں درست بھی ہیں اور ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔ اور یزید بن ہارون رح جو امام بخاری رح کے استاذ الاستاذ اور نہایت ثقہ ہیں اور زبردست حافظ حدیث تھے۔ ابراہیم رح کے بڑے مداح تھے فرماتے تھے۔

ماقضى على الناس يعنی فی زمانه اعدل فی قضاء منه الخ (تہذیب)

یعنی ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ عادل کوئی قاضی نہیں ہوا۔

تنبیہ

یزید رح سے بڑھ کر ابراہیم کا پرکھنے والا اور ان کے حالات سے باخبر ان جارحین میں کوئی بھی نہیں ہے اس لئے کہ یزید رح ان کے محکمہ میں کاتب یعنی ان کے منشی تھے۔ اس لئے یزید رح کی شہادت ابراہیم کے علم اور دیانت داری دونوں پر زبردست شہادت ہے۔

راوی کی عدالت

اور کسی راوی کی روایت کو قبول کرنے کے لئے دو باتیں لازمی طور پر دیکھی جاتی ہیں۔ ایک تدین اور دوسرے اس کی قوت حافظہ۔ پس اس شہادت کے بعد ابراہیم کے تدین میں تو کوئی شک نہیں رہتا۔ اب رہی قوت حافظہ۔ تو ابن عدی رح کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم رح کا حافظہ بھی بہت زیادہ خراب نہ تھا۔ اس لئے کہ ابن عدی رح نے اقرار کیا ہے کہ ابراہیم رح کی مرویات میں درست اور ٹھیک حدیثیں بھی ہیں۔

بہر حال ہم کو اتنا تسلیم ہے کہ ابراہیم رح ضعیف راوی ہے۔ اس کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اور ابراہیم رح کی حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہد فاروقی رض کے مسلمانوں کا علانیہ عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے۔ اور ہر چہار ائمہ مجتہدین رح کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہد فاروقی رض کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اضافہ یا اضافہ کے ساتھ اسی کے موافق رہا ہے۔

(مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم نے ایک موقعہ پر اعتراف کیا ہے کہ بعض ضعیف ایسے ہیں

جوامت کی تلقی بالقبول سے رفع ہوگئے ہیں ۔ الخ (اخبار اہلحدیث ، مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۱۰ء)

گیارہویں حدیث

وروینا عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یؤمہم فی رمضان بعشرین رکعۃ والوتر بثلاث وفی ذلک قوۃ الخ

(بیہقی ج ۲ ، ص ۴۹۶)۔

یعنی شتیر بن شکل سے روایت ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ امامت کراتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور اس میں قوت ہے۔ بیہقی نے اخیر عبارت میں تصریح کردی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر قوی ہے۔

عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بہم وروینا ذلک عن وجہ اٰخر عن علی رضی اللہ عنہ (بیہقی ج ۲ : ص ۴۹۶)۔

یعنی ابو عبدالرحمن سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قراء کو رمضان میں بلا کر ان میں ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھلانے بیس رکعت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر خود پڑھاتے اور یہ روایت حضرت علیؓ سے دوسرے طریق سے بھی آئی ہے۔ پہلے اثر علی رضہ کو قوی تبلایا۔ اور دوبارہ کہا دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ تو مجموعہ اتنا قوی تر ہوگیا کہ اس میں کلام کی گنجائش ہی نہیں۔ دوسرا طریق اگرچہ ضعیف ہو تب بھی اس کے لئے مؤید ہونا کوئی مضر نہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے۔

عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا یصلی بہم عشرین رکعۃ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ کذا فی الجواہر النقی بیہقی ، ج ۲ ص ۴۹۶) ۔

یعنی ابی الحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت۔

ابی الحسناء اگرچہ ضعیف راوی ہے مگر اس کا ضعف حدیث کے مؤید ہونے کو مضر نہیں ہے۔

ھذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن مجبر بتعدد طرقہ الخ (ابکار المنن ص ۱۳۱)

یعنی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے۔ لیکن وہ تعدد طرق کے ساتھ مجبر ہے۔

ولو سلم ان کلہا ضعیفۃ فہی مجموعہا تبلغ درجۃ الحسن الخ

(ابکار المنن : ص ۱۳۱)۔

یعنی اگر تسلیم کرلیا جائے کہ حدیث کے سارے طرق ضعیف ہیں تو وہ مجموعی حیثیت سے درجۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

شبہ ابوالحسناء رہ کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابوالحسناء رہ مجہول راوی ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ جس شخص سے دو راوی روایت کریں تو وہ شخص مجہول الذات نہیں ہوتا لہذا جب ابوالحسناء رہ سے ابوسعد رہ اور عمرو بن قیس رہ دو شخص روایت کرتے ہیں تو وہ مجہول کیسے ہوا اس کو تو مستور کہتے ہیں۔ اور مستور کی روایت ایک جماعت کے نزدیک مقبول ہے اور جمہور کے نزدیک اگر اس کا کوئی مؤید ہو تو مقبول ہے اور اس کا مؤید ابو عبدالرحمن سلمی رہ موجود ہے۔

شبہ ابوالحسناء رہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لقا ثابت نہیں لہذا یہ حدیث منقطع ہے۔

جواب ابوالحسناء رہ دو ہیں۔ ایک وہ ہے جو حکم بن عتیبہ رہ سے روایت کرتے ہیں۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔ اور اس سے شریک نخعی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا ابوالحسناء وہ ہے جس سے ابوسعد بقال رہ اور عمرو بن قیس رہ روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے لہذا جب دونوں کے شاگرد اور استاد الگ الگ ہیں تو دونوں ایک کیسے ہوئے ؟

بارہویں حدیث

وقال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان عشرین رکعۃ یطیلون فیہا القراءۃ ویوترون بثلاث الخ

(قیام اللیل ، ص ۹۱)

یعنی محمد بن کعب القرظی رہ سے مروی ہے۔ کہ سب لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں تراویح بیس رکعت پڑھتے تھے۔ لمبا کرتے تھے ان میں قرأت کو اور وتر تین رکعت

پڑھتے تھے۔

تیرہویں حدیث

قال الاعمش كان عبد الله بن مسعودؓ يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث۔ الخ (قيام الليل، ص ۹۱)

یعنی اعمش رح کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

چاروں امام بیس تراویح سے کم کے قائل نہ تھے

۱: فالمسنون عند ابی حنیفة رح والشافعی رح واحمد رح عشرون رکعة وحکی عن مالک رح ان التراویح ست وثلاثون (ہکذا فی حجۃ الاسرار)

یعنی مسنون تراویح بیس رکعت ہیں امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک۔ اور حکایت کیا گیا ہے امام مالک رح سے کہ تراویح چھتیس رکعت ہیں۔

۲: فاختار مالکؒ فی احد قولیه وابوحنیفة رح والشافعی رح واحمد رح وداؤد رح القیام بعشرین رکعة سوی الوتر وذکر ابن القاسمؒ عن مالک رح انه کان یستحسن ستا وثلاثین رکعة والوتر ثلاث رکعات (بدایة المجتهد)۔ (ج ۱: ص ۲۱۰)۔

یعنی امام مالک رح نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعی رح امام احمد رح اور امام داؤد ظاہری رح نے بیس رکعت تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین رکعت وتر اس کے علاوہ۔ اور ابن القاسم رح نے امام مالک رح سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کے قیام کو مستحسن سمجھتے تھے۔

وذکر ابن القاسم رح عن مالک رح انه الامر القدیم یعنی القیام بست وثلاثین رکعة الخ

یعنی ابن القاسم رح (شاگرد امام مالک رح) نے امام مالکؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھتیس رکعت کا قیام قدیم معمول ہے۔ ابن رشد مالکی رح کے اس کلام سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ امام مالکؒ نے بھی بیس تراویح کو پسند کیا ہے۔ اس کی مزید تائید قسطلانی رح کی اس نقل سے ہوتی ہے۔

وقد قال المالکیة انها کانت ثلاثة وعشرین ثم جعلت تسعا وثلاثین۔

یعنی مالکیہ نے کہا ہے کہ تراویح کی رکعتیں مع وتر تئیس تھیں پھر وہ مع وتر انتالیس کردی گئیں۔ دوسرا انہوں نے صرف امام مالکؒ کے دو قول بتائے ہیں۔ ایک بیس رکعت کا دوسرا چھتیس کا۔ اور گیارہ رکعت کے قول کو اپنے مذہب کی روایات میں اتنا کمزور سمجھا کہ اس کو قابل شمار قرار نہیں دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ چاروں امام رح بیس رکعت تراویح پر متفق ہیں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

فقہائے کے کلام سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت

واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی رضؓ وعمر رضؓ وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری رح وابن المبارک رح والشافعی رح وقال الشافعیؒ وهکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة وقال احمد روی فی هذا الوان لم یقض فیه بشئ وقال اسحاق بل نختار احدی واربعین رکعة علی ما روی عن ابی بن کعب رض الخ

(ترمذی شریف، ج ۱، ص ۱۱۲)

یعنی قیام رمضان میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ سو بعض قائل ہیں اکتالیس رکعت مع الوتر کے یہی قول اہل مدینہ کا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے مدینہ میں۔ اور اکثر اہل علم بیس رکعت کے قائل ہیں۔ موافق اس کے حضرت علی رضؓ وحضرت عمر رضؓ وغیرہما اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوری رح اور عبداللہ بن مبارکؒ وشافعی رح کا قول ہے۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔ اور امام احمد رح نے کہا تراویح میں مختلف روایات (بیس سے لے کر اکتالیس تک) ہیں اس پر کوئی حکم نہیں لگایا۔ اور امام اسحاق رح فرماتے ہیں کہ ہم اکتالیس رکعت کو اختیار کرتے ہیں۔ موافق اسکے جو حضرت ابی بن کعب رضؓ سے مروی ہے۔ (انتہیٰ)۔

دیکھو زمانہ نبویؐ میں یا صحابہ کرام رضہ یا تابعین رح یا تبع تابعین رح کے زمانہ میں کہیں جماعت آٹھ کی ہوتی یا اکیلا آدمی مشہور و معروف کوئی فقیہہ یا امام آٹھ رکعت پڑھتا تو امام ترمذیؒ ضرور اسکا تذکرہ کرتے۔ امام سیوطی شافعیؒ لکھتے ہیں۔

ومذھبنا ان التراویح عشرون رکعۃ۔ الخ

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

شیخ منصور بن ادریس حنبلی رح "کشاف القناع عن متن القناع" ص ۲۷۶ میں لکھتے ہیں

"وھی عشرون رکعۃ فی رمضان الخ"

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں۔ "شرح منتھی الارادات" ص ۲۵۶ - ج ۱ میں فرماتے ہیں

"وھی عشرون رکعۃ فی رمضان جماعۃ الخ"

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں جماعت سے۔" توشیح (شافعیہ) میں ہے۔

"والثالث منھا صلوۃ التراویح وھی عشرون رکعات ولو فرادی وتسن الجماعۃ الخ"

یعنی اور ان میں سے تیسری نماز تراویح ہے اور وہ بیس رکعات ہیں اگرچہ اکیلا ہی پڑھ لے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔" اور روضہ میں ہے۔

ومنہ صلوۃ التراویح عشرون رکعۃ کل رکعتین بتسلیمۃ۔ الخ

یعنی صلوۃ تراویح کی بیس رکعت ہیں ہر دو رکعت، ایک سلام سے ہونی چاہیئے۔

(کتب مالکیہ) وتتأکد صلوۃ التراویح فی رمضان عشرون رکعۃ بعد صلوۃ العشاء یسلم من کل رکعتین الخ (انوار ساطعہ)

یعنی رمضان میں نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

(کتب الحنابلہ) التراویح سنۃ مؤکدۃ عشرون رکعۃ برمضان والاصل فی مسنونیتھا الاجماع۔ (نیل المآرب)۔

یعنی رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ان کا سنت ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ الغرض جمہور صحابہ کرام رضہ اور ائمہ اربعہ رح اور جمہور مسلمین کا مذہب یہی ہے کہ تراویح بیس ہیں

آٹھ کسی کا مذہب نہیں۔

تعامل و توارث

وھکذا جری التوارث من زمان امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ الی ھذا الآن وھذا الاحکام مما اتفق علیہ فقھاء المذاھب الاربع من غیر خلاف الخ

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی توارث اور تعامل رہا ہے اور یہ ان احکام میں سے ہے جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں۔

عن علی رضی اللہ عنہ انہ امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ وھذا کالاجماع (مغنی لابن قدامہ ج ۲، ص ۱۶۷)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور یہ مثل اجماع کے ہے۔

امام نووی شافعی رح لکھتے ہیں۔

ثم استقر الامر علی عشرین فانہ المتوارث۔ الخ

یعنی پھر بیس رکعت پر امر مستقر ہو گیا پس یہی متوارث اور مسلسل عمل ہے۔

ابن حجر مکی شافعی رح نے لکھا ہے۔

ولکن اجمعت الصحابۃ رض علی ان التراویح عشرون رکعۃ الخ (مرقاۃ)

لیکن صحابہ رضہ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ وھو الذی یعمل بہ اکثر المسلمین۔ الخ۔

یعنی اور اکثر اہل اسلام اس پر عامل ہیں۔

○

اہل حدیث علماء سے بیس تراویح کا ثبوت

پس منع از بست و زیادہ چیزے نیست الخ (عرف الجادی ، ص ۸۴)

پس منع کرنا بیس تراویح یا زیادہ سے کوئی چیز نہیں ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"پس آتی بزیادت عامل بسنت ہم باشد الخ" (ہدایت السائل ، ص ۱۱۸)

گیارہ سے زیادہ تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

"اما آنکہ جمع از اہل علم این نماز بست رکعت قرار دادہ اند و در ہر رکعتے قرآتے معین را مستحسن داشتہ این عدد بخصوصہ ثابت نشدہ ولیکن مجمل چیزے است کہ بر آں این معنی صادق است کہ

انہ صلوۃ انہ جماعۃ وانہ فی رمضان

پس حکم بتبدیع آں چہ معنی۔ (بدور الاہلہ ، ص ۸۳)

ترجمہ :۔ لیکن جن اہل علم کی ایک جماعت نے اس نماز کو بیس رکعت قرار دیا ہے اور ہر رکعت میں معین قرائت کو مستحسن رکھا ہے یہ عدد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن ایک مجمل چیز ہے جس پر یہ صادق ہے کہ یہ نماز ہے یہ جماعت ہے یہ رمضان میں ہے پس اس کے بدعت ہونے کا حکم لگانے کا کیا معنی؟

نیز فرماتے ہیں۔

ان صلوۃ التراویح سنۃ باصلہا لما ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاہا فی لیالی ثم ترکہ شفقۃ علی الامۃ ان لا تجب علی العامۃ او یحسبوہا واجبۃ ولم یات تعین العدد فی الروایات الصحیحۃ المرفوعۃ ولکن یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی رمضان ما لا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددہا کان کثیراً۔

(الانتقاد الرجیح ، ص ۶۱)

ترجمہ :۔ نماز تراویح اپنی اصل کے لحاظ سے سنت ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے چند راتوں میں تراویح پڑھی ہیں پھر اس اندیشہ سے کہ لوگوں پر واجب نہ ہو جائیں اور عوام انہیں واجب نہ سمجھ لیں، پڑھنا ترک فرما دیا۔ اور روایات صحیحہ مرفوعہ میں کسی (حتمی) عدد کا تعین نہیں آیا لیکن اس حدیث سے کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی رمضان ما لا یجتہد فی غیرہ - رواہ مسلم۔

معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کا عدد کثیر ہے۔

تطبیق اب اگر بالفرض گیارہ کا ثبوت ہو تو یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پہلے گیارہ کا حکم دیا اور قرائت لمبی کی۔ پھر جب اس کو مشقت سمجھا تو قرائت میں تخفیف کر دی اور تعداد بڑھا کر بیس رکعت کر دیں اور وتر تین رکعت اسکے علاوہ ہیں۔ مجموعہ تئیس رکعت ہوئیں۔

علامہ سبکیؒ ابن عبد البرؒ سے اسی طرح تطبیق نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔

قال السبکی عن عبد البر اختاروا فی وقت تطویل القیام فجعلوہا احدی عشرۃ رکعۃ وفی وقت عدد الرکعات فجعلوہا عشرین وقد استقر العمل علی ہذا۔ (ہدایت السائل ، ص ۱۳۸)

یعنی ابن عبد البرؒ سے سبکیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت میں تطویل قرائت کو انہوں نے پسند کیا تو گیارہ رکعت کو مقرر کر دیا۔ دوسرے وقت عدد رکعات بڑھا دیا تو بیس رکعت کو مقرر کر دیا۔ بے شک عمل سب امت کا اسی بیس رکعت تراویح پر مستقر ہوا۔

علامہ قسطلانیؒ شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

قال القسطلانیؒ فی شرح البخاری جمع البیہقی بانہم کانوا یقومون باحدی عشرۃ ثم قاموا بعشرین و اوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فی زمان عمرؓ کالاجماع۔ (اوجز المسالک ، ص ۳۹۵ ج ۲)

یعنی قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ بیہقیؒ نے اس طرح جمع کیا ہے کہ لوگ پہلے گیارہ رکعت سے قیام کرتے تھے۔ پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔ اور تحقیق شمار کیا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں واقع ہوا اجماع کی طرح۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے۔

"من رائی منکم منکرا فلیغیره بیده الخ"

یعنی جو تم سے خلافِ شرع بات ہوتے ہوئے دیکھے تو چاہیئے کہ اس کو ہاتھ سے اور زبان سے اور دل سے بدل ڈالے۔

اگر بیس خلافِ شرع ہوتیں تو ہزاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے زمانہ میں اور مابعد میں لاکھوں علماء ہوئے ہیں کوئی تو اس پر انکار کرتا۔ اور جب کسی نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

وروی اسد بن عمروؒ عن ابی یوسفؒ قال سالت اباحنیفةؒ عن التراویح ومافعله عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه فقال التراویح سنة مؤکدة ولم یتخرصه عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه من تلقاءِ نفسه ولم یکن فیه مبتدعا ولم یأمربه الا عن اصل لدیه وعهد من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کذا فی مراقی الفلاح نقلا من الاختیار (ص ۲۲۴)۔

وفیه اشعار بکون التراویح سنة مؤکدة علی الحال التی امربها عمر رضی اللہ عنه وهی عشرون رکعة۔ الخ۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۴۶)

ترجمہ

اسد بن عمروؒ امام ابو یوسفؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے متعلق سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی طرف سے نہیں گھڑا اور نہ ہی بدون اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل شرعی موجود ہو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کے پاس کوئی دلیل ضرور موجود ہوگی۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیس رکعت تراویح اسی حال پر سنتِ مؤکدہ ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا۔

۲ ؛ ایک تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپ نے اکیس، تئیس کا حکم باعتبار مجموع کے دیا تھا۔ یعنی ہر واحد کو دس دس رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا اور وتر ایک رکعت یا تین رکعت کبھی یہ پڑھائے اور کبھی وہ پڑھائے۔

(اوجز المسالک: ص ۳۹۴ - ج ۲)۔

بیس ۲۰ رکعت کے متعلق دوسرے علماءِ امت کے اقوال

ہر چند کہ تابعین اور اتباع تابعین کے خیر القرون میں بعض اکابر بیس سے زائد رکعت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینۃ الرسول میں جو مہبطِ وحی اور انوارِ رسالت کا مطلع ہے ڈیڑھ دو سو سال تک برابر چھتیس رکعتیں معمول بہا بنی رہیں۔ تاہم انجام کار بیس پر ہی ساری امت کا اتفاق ہو گیا اور حالت بدستورِ سابق عود کر آئی۔ اور اصل یہ ہے کہ گو بعض بزرگ چاروں درمیانی وقفوں میں جن کو ترویحہ کہتے ہیں چار چار رکعتیں بلاجماعت ادا کر کے تعدادِ رکعت چھتیس تک پہنچا دیتے تھے لیکن جماعت بیس ہی رکعتوں کی ہوا کرتی تھی۔ اور گو صراحت کے ساتھ نام بنام سب علماءِ حق کا مسلک کتابوں میں مذکور نہ ہو۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ خیر القرون کے بعد بھی تمام علماءِ اہلِ سنت والجماعت بیس ہی کا حکم دیتے تھے اور ترویحوں کے زائد نفلوں سے دستبردار ہو کر عموماً بیس ۲۰ پر ہی عمل پیرا رہے ہیں۔ ذیل میں ان علماء و صلحاء متاخرین کے اسماءِ گرامی درج کئے جاتے ہیں جن کی نسبت صراحۃً مذکور ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل تھے۔

امام ابنِ عبدالبرؒ :-

حافظ امام ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تئیس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے۔ اور امام مالکؒ کی روایت جس میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) مذکور ہیں وہم ہے۔ امام مالکؒ کے سوا دوسرے محدثین نے اکیس رکعتیں بتائی ہیں اور میں امام مالکؒ کے سوا کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جس نے گیارہ رکعت کی حدیث کا ذکر کیا ہو۔

(المصابیح مترجم مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۵)

حافظِ مغرب شیخ الاسلام امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبرؒ قرطبیؒ ۳۶۸ھ میں اسپانیہ کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ اور اتقان میں اہلِ زمانہ کے استاد تھے۔ باجی کا قول ہے کہ اندلس (اسپین) کے اندر کوئی عالم علم حدیث میں ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں کہ کتاب تمہید ہمارے دوست ابو عمرؒ (ابن عبدالبرؒ) کی تصنیف ہے فقہ، حدیث میں کوئی کتاب اس تصنیف کی ہم پایہ نہیں چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر ہو۔ علامہ ابن عبدالبرؒ تمام علوم میں بیش بہا تالیفات رکھتے ہیں۔ ان کی ایک شہرۂ آفاق کتاب "کافی" جو امام مالکؒ کے مذہب پر ہے پندرہ جلدوں میں ہے۔ کتاب "استیعاب" میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حالات

قلمبند کئے ہیں۔ یہ ایسی بلند پایہ تصنیف ہے کہ جس کی مثل کسی مصنف کی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ ان کی بہت سی دوسری بلند پایہ تصنیفات بھی ہیں۔ جن کے نام " تذکرۃ الحفاظ " میں درج ہیں۔

حدیث، فقہ اور معانی میں بصیرت تام رکھنے کے علاوہ علم نسب و اخبار کے بھی بڑے ماہر تھے ثقہ حجت اور صاحب سنت و اتباع تھے۔ پہلے ظاہری تھے۔ پھر مالکی رح مذہب اختیار کر لیا تھا۔

حمیدی رح کا بیان ہے کہ ابو عمر رح فقیہ، حافظ اور قرأت و خلاف اور علوم حدیث و رجال کے بڑے فاضل اور قدیم السماع بزرگ تھے۔ عمر کی پچانوے منزلیں طے کر کے ۴۶۲ھ میں واصل بحق ہوئے بیہقی رح کے ہمعصر اور عمر میں ان سے سولہ سال بڑے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول صفحہ ۳۲۸)

امام محمد غزالیؒ۔

حکیم الامت امام محمد غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

التراویح وهی عشرون رکعة وکیفیتها مشهورة وهی سنة مؤکدة۔

(احیاء العلوم، جلد اول، ص ۱۳۹)

تراویح بیس رکعت ہیں اور اس کے پڑھنے کا طریقہ مشہور و معروف ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

قطب ربانی سید عبد القادر جیلانی رح۔

حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز رقم فرما ہیں۔

" صلاة التراویح سنة النبی صلی الله علیه وسلم وهی عشرون رکعة۔ "

(غنیة الطالبین: ص ۶۶۴ - ۵۶۷)۔

نماز تراویح حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے بیس رکعت ہے۔

امام ابن قدامہ حنبلی رح۔

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۶۲۰ھ لکھتے ہیں۔

" والمختار عند ابی عبد الله فیها عشرون رکعة وبهذا قال الثوری رح و ابوحنیفة رح والشافعی رح وقال مالك رح ستة وثلاثون وزعم انه الامر القدیم وتعلق بفعل اهل المدینة ولنا ان عمر رضی الله تعالی عنه لما جمع الناس علی ابی بن کعب رض کان یصلی بهم عشرین رکعة۔

(مغنی ابن قدامہ مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۸۰۲)۔

امام احمد رح کے نزدیک بیس رکعت مختار ہیں۔ سفیان ثوری رح ابوحنیفہ رح اور شافعی رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے اور امام مالک رح چھتیس رکعت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر قدیم ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ابیؓ بن کعب رض کی اقتداء پر جمع کیا تو وہ بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

امام نووی رح :- امام محی الدین نووی رح شارح مسلم فرماتے ہیں۔

اعلم ان صلاة التراویح سنة باتفاق المسلمین وهی عشرون رکعة۔ (کتاب الاذکار، ص ۸۳)۔

یاد رکھو کہ نماز تراویح سنت ہے تمام مسلمان اس مسئلہ پر باہم متفق ہیں اور یہ بیس رکعت ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ رح :- شیخ ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں۔

وقد ثبت ان ابی بن کعب رضی الله عنه کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر۔

(فتاوی ابن تیمیہ رح، ج ۱، ص ۱۸۶)۔

یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو رمضان میں تراویح کی بیس رکعت اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اسی بنا پر اکثر علماء بیس رکعت کو ہی سنت قرار دیتے ہیں کیونکہ ابیؓ حضرات مہاجرین و انصار رض کی جماعت میں بیس رکعت کا قیام فرماتے تھے اور ان حضرات میں سے کسی نے کبھی ان پر انکار نہ کیا۔

علامہ سبکی رح :- علامہ سبکی رحمہ اللہ " منہاج " میں لکھتے ہیں کہ۔

" اس بات کا یقین کر لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے ان راتوں میں کتنی کتنی رکعات پڑھائیں اور ہمارا مذہب بیس رکعت پڑھنے کا ہے۔ (المصابیح مترجم، ص ۱۲ مطبوعہ امرتسر)۔

علامہ عینی رح :- علامہ بدر الدین عینی رح شارح بخاری رح بھی بیس رکعت کے قائل تھے چنانچہ انہوں نے شرح بخاری میں اس کے بڑے بڑے دلائل قلمبند کئے ہیں اور اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں۔

وقال ابن عبد البر رح وهو قول جمهور العلماء وبه قال الکوفیون

والشافعی رح واکثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابی بن کعب رض من غیر خلاف من الصحابة رض۔ (عینی شرح بخاری)

حافظ ابن عبدالبر رح نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء کا قول بیس رکعت کا ہے اور مجتہدین کوفہ امام ابوحنیفہ رح او ان کے شاگرد اور سفیان ثوری رح اور شافعی رح اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح طور پر یہی ثابت ہوا ہے۔ اور کوئی صحابی اس مسلک کے خلاف نہیں گیا۔

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رح :۔ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولعلهم فی وقت اجازوا تطويل القيام على عدد الركعات فجعلوها عشرين وقد استقر العمل على هذا۔ (المصابیح: ص ۱۶)۔

اور شاید صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کسی وقت قیام کی طوالت کو مختصر کرکے اور رکعتیں بڑھا کر بیس کردیں اور پھر بیس پر ہی عمل مستحکم و استوار ہو گیا۔

امام عبدالوهاب شعرانی رح :۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ رقم فرماہیں۔

ومن ذلك قول ابی حنيفة، والشافعی، واحمد رحمهم الله ان صلاة التراويح فی شهر رمضان عشرون ركعة وانها فی الجماعة افضل۔ (میزان شعرانی رح: ص ۱۵۲)۔

اور اسی قبیل سے امام ابوحنیفہ رح امام شافعی رح اور امام احمد رحمہم اللہ کے اقوال ہیں کہ نماز تراویح ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت ہے اور اس کا باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔

علامہ شامی رح :۔ علامہ ابن عابدین شامی الدر المختار کی شرح میں لکھتے ہیں۔

التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين اجماعًا بعد صلاة العشاء وهی عشرون ركعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقا و غربا۔ (ردالمحتار: ج ۱: ص ۵۱۱)۔

تراویح بالاجماع سنتِ مؤکدہ ہے کیونکہ اس پر خلفاء راشدین رض نے مواظبت فرمائی۔ اس کا وقت نمازِ عشاء کے بعد ہے اور اس کی رکعتیں بیس ہیں۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر شرق و غرب کے مسلمانوں کا عمل ہے۔

خاتمہ

۱ : اہلِ حدیث گیارہ رکعتیں تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں اپنے سلف کے مخالف ہیں کیا نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اور میر ابوالحسن صاحب، مولوی وحیدالزمان صاحب علامہ شوکانی رح علامہ سبکی رح علامہ ابن تیمیہ رح نے بخاری شریف نہیں پڑھی تھی؟ اس لئے آج کل کے اہلِ حدیث اصح الکتب سے گیارہ کا ثبوت دیتے ہیں۔ گو وَلَدُ فِی غَیرِہٖ کہہ کر بارہ ماہ کی نمازِ تہجد کیوں نہ ہو۔ بہرحال یہ بتلائیں کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا مذکورہ حضرات کو۔

۲ : پہلی رات جب کہ ثلث رات تک تراویح پڑھی تھیں۔ اس میں آٹھ رکعت تھیں اس کے بعد آخر رات تک کچھ نہیں پڑھا۔ صراحۃً کسی دلیل سے ثابت کیا جائے کہ سو گئے تھے یا کچھ اور پڑھتے رہے یا خاموش بیٹھے رہے تھے ایسے خاموش بیٹھے رہنا حدیث (احیٰ لیلہ یعنی ساری رات جاگتے رہے) کے خلاف ہے۔

۳ : عہدِ فاروقی سے لے کر اب تک یعنی بارہ صدی کے اواخر تک بیس رکعت یا بیس رکعت سے زائد کے سب لوگ قائل تھے۔ کہیں اور کسی مسجد میں جماعت آٹھ کی نہیں ہوتی تھی۔ اگر کہیں یا کسی مسجد میں آٹھ رکعت کی ہوتی تھی تو اس کو صاف واضح کیا جائے۔

۴ : نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی تحقیق میں بیس رکعت تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے اور مکروہ نہیں ہے۔

۵ : اہلِ حدیث کی جرح بیس رکعت تراویح پر اصولِ حدیث کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔

۶ : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر جماعت آٹھ رکعت تراویح کی ہوئی ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔

۷ : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر آٹھ رکعت تراویح کی جماعت ہوئی ہو یا کسی نے بیس رکعت تراویح سے انکار کیا ہو تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

۸ : سلف میں سے کس نے مسجد میں آٹھ تراویح باجماعت پڑھی اور اس پر انکار نہیں کیا؟ کس سن میں؟ اور کس شہر میں؟

۹ : بخاری شریف میں قاعدہ لکھا ہے۔

" انما يؤخذ من فعل النبی صلی الله عليه وسلم الأخر فالاخر۔

اس قاعدہ کی رو سے آخری فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل کے لئے ناسخ ہوگا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رات عشاء سے سحری تک تراویح پڑھائی تھیں تو اہلِ حدیث کو چاہئے کہ سنت کی اتباع میں ساری رات قیام کیا کریں یہاں تک کہ سحری ہوجائے۔

۱۰ : اور اس میں عدد کی تصریح ضروری ہے کہ آٹھ رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھیں یا بیس رکعت یا زیادہ بیس سے۔

۱۱ : محمد بن یوسف رح کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔ اس لئے آٹھ رکعت متعین نہ ہوئیں۔ کسی نے آٹھ نقل کی ہیں، کسی نے دس اور کسی نے بیس رکعت روایت کی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ پہلے فعل کو دیکھتے ہیں اور آخری فعل کو نہیں دیکھتے جس پر کہ اہلِ اسلام کا عمل مستقر ہوا جو بیس رکعت ہے۔ جیساکہ امام نووی رح وغیرہم نے نقل کیا ہے۔

ثم استقر الامر علی عشرین رکعة فانه المتوارث ۔

یعنی پھر تراویح کا معاملہ بیس رکعت پر مستقر ہوگیا۔ اور یہی اہلِ اسلام کا مسلسل عمل ہے۔



کتابت

سیف اللہ خالد قادری غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ
شاہ جمال ٹاؤن لاہور

مایتعلق بقضاء الفوائت

بجز تین اوقات کے ہر وقت فوت شدہ نمازیں ادا کرسکتے ہیں

زید کے ذمہ کافی نمازیں قضاء ہیں جن کا اندازہ تین چار سال کے برابر ہے۔ اب وہ ان کو ادا کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ نمازیں صبح کی اذان کے بعد اور نماز یعنی فرائض کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد بھی ادا کرسکتا ہے کیونکہ وقت تھوڑا ہے ؟

الجواب قضاء نمازیں تین اوقات کے علاوہ جس وقت ادا کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ جن تین اوقات میں نماز قضا کرنا درست نہیں وہ یہ ہیں۔

۱ : طلوعِ شمس کے وقت یہاں تک کہ بلند ہوجائے۔

۲ : استواءِ شمس کے وقت یہاں تک کہ زوال ہوجائے۔

۳ : سورج کے زرد ہونے کے وقت سے غروب ہونے تک۔

ان تینوں اوقات میں کوئی فرض نماز قضاء نہیں کی جاسکتی۔ اور نہ نوافل پڑھنا درست ہے۔ "نور الایضاح" میں ہے۔

ثلاث اوقات لا یصح فیہا شیٔ من الفرائض الخ عند طلوع الشمس الی ان ترتفع و عند استوائہا الی ان تزول وعند اصفرارہا الی ان تغرب ۔ (طحطاوی، ص۱۰۱) ثم لیس للقضاء وقت معین بل جمیع اوقات العمر وقت له الا ثلاثة وقت طلوع الشمس ووقت الزوال

ووقت الغروب فانه لاتجوز الصلوة فی هذه الاوقات کذا فی البحر الرائق ـ (عالمگیری، ج ۱، ص ۶۳)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۷/۷/۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

نمازوں کا اضافی ثواب اصل نمازوں میں محسوب نہیں ہوگا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار اور بیت اللہ شریف میں پڑھی ہوئی ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ ملتا ہے ۔ اگر کسی شخص کے ذمہ فرض نمازیں رہ گئی ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بروز قیامت بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی میں پڑھی ہوئی نمازوں کا ثواب ، فرض نمازوں کے بدلے قبول فرمالیں گے ؟

الجواب ضابطہ کے لحاظ سے یہ اضافی ثواب فرضِ وقت کی جگہ محسوب نہیں ہوگا اور اگر وہ ارحم الراحمین محسوب کرلے یا ویسے ہی مطالبہ نہ کرے تو وہ اس کی شان کریمی ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۳/۶/۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

قضاء نماز پڑھنے والا وقتیہ پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کرسکتا

ظہر کی نماز پڑھ لینے کے بعد ایک مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا ۔ وہاں ابھی جماعت تیار ہورہی تھی میرے ذمہ ایک اور دن کی ظہر باقی تھی تو سوچا کہ اس کی قضاء کی نیت سے جماعت میں شریک ہوجاؤں پھر خیال آیا کہ شاید اس طرح جائز بھی ہے یا نہیں ۔ یہ سوچ کر رک گیا ۔ توکیا اس طرح جماعت کے ساتھ کوئی پہلے کی رہی ہوئی نماز قضاء پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

محمد لطف اللہ خالد ۲۵۳/ بی شاہ جمال ٹاؤن ، لاہور

الجواب صحتِ اقتداء کے لئے اتحادِ صلوٰۃ ضروری ہے ۔ ظہرِ فائتہ وقتی ظہر پڑھنے والے کے پیچھے ادا نہیں کرسکتے ۔

وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق ...... الی قولہ ولا مفترض بمتنفل و بمفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلوتین شرط عندنا ۔ (درمختار) (قولہ وبمفترض فرضا آخر) سواء تغایر الفرضان اسما او صفۃ کمصلی ظہر امس بمصلی ظہر الیوم ۔ اھ (شامیۃ، ج ۱، ص ۴۲۹)۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

(نمازوں کے فدیہ میں قیمت ادا کرنا بہتر ہے)

اگر کسی میت کی طرف سے اس کی نمازوں کا فدیہ دیا جائے تو فدیہ میں گندم دینا بہتر ہے یا قیمت ؟

الجواب قیمت دینا بہتر ہے تاکہ وہ حسبِ ضرورت استعمال کرسکے ۔

انہ لکل صلاۃ فدیۃ ھی نصف صاع من بر او دقیقہ او سویقہ او صاع تمر او زبیب او شعیر او قیمتہ وھی افضل لتنوع حاجات الفقیر اھ (مراقی الفلاح)۔ (لتنوع حاجات الفقیر) فانہ قد یکون مستغنیا عن ھذہ الاعیان ویحتاج الی الدراھم لیصرفھا فی حاجاتہ ۔ اھ (طحطاوی، ص ۲۳۸)۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

صاحبِ ترتیب پہلے قضاء پڑھے پھر وقتیہ ادا کرے

زید صاحبِ ترتیب ہے ایک دفعہ اس کی سفر کی حالت میں چار نمازیں قضاء ہو گئی تھیں اور جب وہ گھر پر پہنچا تو عشاء کی جماعت ہو رہی تھی۔ کیا وہ اب وقتی نماز ادا کرے یا پہلے قضاء کرے چاروں نمازوں کی۔ بینوا توجروا۔

احمد یار فاروقی بہاولپور

الجواب اگر زید اصطلاحاً صاحبِ ترتیب ہے تو اسے پہلے قضاء نمازیں ادا کرنی چاہئیں خوفِ فوتِ جماعت عذر نہیں۔

الترتيب بين الفروض الخمسة والوتر اداء وقضاء لازم۔ (الى قوله) الا اذا ضاق الوقت المستحب او نسيت الفائتة اه۔ (در مختار على الشامية، ج ۱، ص ۵۳۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۸/۳/۱۴۱۰ھ

فدیہ کی رقم اپنے بھائیوں کو دینے کا حکم

ہندہ فوت ہوئی اس نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی۔ اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میرے ذمے ایک ماہ کے روزے اور نمازیں باقی ہیں ان کا فدیہ ادا کر دینا۔ اس کا بیٹا بھی زیادہ مالیت نہیں رکھتا۔ وہ کہتا ہے کہ میرے بھائی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ میں فدیہ سے ان بھائیوں پر خرچ کر دوں۔ کیا وہ بھائیوں پر خرچ کر سکتا ہے؟

الجواب زید اگر اپنے مال سے یہ فدیہ دے رہا ہو تو فدیہ کی یہ رقم اپنے بھائیوں کو دے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۴/۵/۱۴۰۳ھ

متعدد نمازوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے

کیا متعدد نمازوں کا فدیہ ایک ہی مسکین کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ مدلل و باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب دے سکتے ہیں۔ اذا مات وعليه فوائت فدفع الوارث عن الميت لكل صلوة نصف صاع من بر اوقيمته لكل مسكين او مسكين واحد عن كل الفوائت يجوز ولا يجوز ان يؤدى عن صلوة للفقيرين اهـ (فتاوى سراجية ص ۱۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۳/۱۴۱۰ھ

قضاء نمازوں کی ادائیگی میں تاخیر کرنا

عوام میں مشہور ہے کہ جو نماز قضاء ہو جائے اس کو کسی اور نماز کے وقت میں قضاء نہ کرے بلکہ اگلے دن اسی نماز کے وقت میں قضاء کرے۔ مثلاً آج کی عشاء قضاء ہو جائے تو اس کو آئندہ دن کی عشاء کے ساتھ قضاء کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب یہ غلط ہے مکروہ وقت کے علاوہ ہر وقت قضاء پڑھ سکتے ہیں۔ لہذا قضاء نماز اولین فرصت میں ادا کر لی جائے۔ خواہ کسی نماز کا وقت ہو۔ بلا عذر نماز کی قضاء کو آئندہ دن تک مؤخر کرنا جائز نہیں۔

وجميع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثة المنهية كمامر۔ اهـ (درمختار) (قوله وقت للقضاء) اى لصحته فيها وان كان القضاء على الفور الا لعذر۔ اهـ (شامية، ج ۱، ص ۵۳۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۷/۱۴۰۸ھ

قضاء نمازوں کا فدیہ اصول وفروع کو دینا جائز نہیں

ہمارے والد صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ انتقال سے پہلے شدید بیماری کی حالت میں تین ماہ کی نمازیں قضاء ہوگئی تھیں۔ قضاء نمازوں کی رقم سگی بیوہ بہن خالدہ کو دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یہ واضح ہو کہ ہماری بیوہ بہن کا کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔ نیز ہماری بہن میت کی سگی بیٹی ہے میت نے مرنے سے پہلے اس سلسلہ میں کوئی وصیت وغیرہ نہیں کی؟

الجواب مسمات خالدہ کو مسمی ناصر کے ترکہ سے اس کی نمازوں کا فدیہ نہ دیا جائے۔ کیونکہ صدقات واجبہ اصول وفروع کو دینے کی اجازت نہیں۔ نمازوں کا فدیہ بھی مسمی ناصر مرحوم کے ذمہ واجب تھا اور اس کی ادائیگی بھی ترکہ سے کی جارہی ہے۔ ولی اگرچہ تبرعاً دے رہا ہے لیکن کفایت تو میت کی جانب سے ہوگی۔

لان محمدا قال فی تبرع الوارث بالاطعام فی الصوم یجزیہ ان شاء الله تعالیٰ الخ (مراقی: ص ۲۳۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۶/۱۴۰۸ھ

طویل بیہوشی میں رہی ہوئی نمازیں معاف ہیں

ایک بیمار کی حالت یہ ہے کہ بے ہوشی کی وجہ سے حواس درست نہیں۔ نماز ادا کرنے پر بوجہ بیماری قادر نہیں کیا وہ فدیہ کی وصیت کرے یا اور کوئی حکم ہے؟

الجواب ایسی بے ہوشی کی حالت میں اگر دن رات سے زیادہ کی نمازیں قضاء ہوجائیں تو وہ ساقط ہیں ان کا ادا کرنا یا فدیہ کی وصیت کرنا واجب نہیں۔

کما فی الدر المختار وان تعذر الایماء برأسہ وکثرت الفوائت بأن زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ اھ (ج ۱ ، ص ۷۱۳)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ھذا۔

مروجہ قضاء عمری کسی نیت سے بھی جائز نہیں

جمعۃ الوداع میں بنوں کی ایک بڑی مسجد میں علماء کرام کے مابین اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا کہ اگر کسی سے عمر بھر کی نمازیں قضاء ہوں تو ہر جمعۃ الوداع میں صرف پانچ نماز بہ نیت قضاء عمری باجماعت مع الاذان والاقامۃ لکل واحد منہا پڑھنے سے ذمہ بری ہوجاتا ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ غلط ہے بلکہ جو نماز قضاء ہوجائے اس کا قضاء پڑھنا ضروری ہے ورنہ ذمہ فارغ نہیں ہوتا اور قضاء عمری مروجہ مذکورہ بالا بدعت ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ آخر نماز تو ہے اس سے تو بہتر ہے کہ لوگ بازاروں میں پھرتے رہیں۔ آیا اس قضاء عمری کا کوئی ثبوت ہے؟

ڈاکٹر پیر گل اکبر شاہ بنوں

الجواب احادیث صحیحہ اور کتب معتبرہ میں قضاء عمری کا مسئلہ نہیں ملتا۔ اور مسئلہ حکم خداوندی کو کہتے ہیں۔ تو جب تک باسناد معتمدہ اس مسئلہ کی نسبت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مجتہدین رح کی طرف ثابت نہ ہو تو یہ شریعت اور خداوند قدوس پر افتراء ہوگا کہ یہ بھی حق سبحانہ کا حکم ہے۔ اور واقعہ میں حکم ہونا ثابت نہیں۔ کفار نے چند من گھڑت مسئلے بنائے تھے حق تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

سیجزیہم بما کانوا یفترون۔ (پ ۸، سورۃ انعام، رکوع ۲)۔

آگے چل کر اسی سلسلہ میں مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم

ان اللہ لا یہدی القوم الظلمین۔ (پ ۸، رکوع ۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بلا سند مسئلہ بنانا افتراء علی اللہ اور نہایت ظلم ہے۔ بس اس سے فریق اول کی غلطی واضح ہوگئی (غلط مسئلہ بہ نیت خیر ایجاد کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ افتراء علی اللہ کی معصیت شدید ترین ہے۔ بعض صوفی مزاج بزرگوں نے لوگوں کی ترغیب کے پیش نظر ثواب کی احادیث وضع

کرنے کی گنجائش نکالی تھی۔ لیکن ائمہ حدیث اور اکابرِ امت نے اسے رد کیا اور ایسے واضعین کو بھی حدیث "من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار" کی وعید کا مستحق بتلایا ہے۔ گو نوعیت اور درجہ کا تفاوت ہو۔ اس سے تیسرے گروہ کی غلطی بھی واضح ہوگئی کہ اس قسم کی ایک نماز رجب بھی پڑھی جاتی تھی باوجودیکہ وہ نماز تھی اور بہت سے لوگ اس میں شرکت کرتے تھے۔ لیکن محققین نے اس سے منع فرمایا۔ اور نہایت شدت سے تردید کی۔

قال ابن الحاج فی المدخل وقد حدثت (ای صلوٰة الرغائب) بعد اربع مائة وثمانين من الهجرة وقد صنف العلماء كتبا فی انكارها وذمها وتسفيه فاعلها ولا يغتر بكثرة الفاعلين لها فی كثير من الامصار۔ (شامی، ج ۱، ص ۵۲۴)۔

قضاء نمازوں کو اس طرح تداعی و تشہیر و جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنا فی نفسہٖ بھی ناجائز ہے۔ کما فی الدر والشامی: ج ۱، ص ۵۲۵۔

وینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضائه لان التاخیر معصیة فلا یظهرها وعلله تقدم فی باب الاذان انه یکره قضاء الفائتة فی المسجد وعلیه الشارح بما هنا من ان التاخیر معصیة فلا یظهرها اھ قلت وظاهره ان ینبغی هنا للوجوب وان الكراهة تحريمية۔ اھ

الحاصل قولِ ثانی صحیح اور قابلِ عمل ہے۔ قضاءِ عمری کے طریقِ مذکور سے منع کیا جائے۔ اگر کوئی قولِ جواز کا ملے تو وہ ساقط الاعتبار ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فرائضِ خمسہ کی فرضیت نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اور فراغِ ذمہ کی اصل صورت ادا ہے اور عدمِ ادا کی صورت میں قضاء ہے۔ اور عملِ مذکور سے سقوطِ قضاءً خلافِ اجماع ہے۔ تاوقتیکہ نہایت ہی قوی سند سے اس کا ثبوت نہ پہنچ جائے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷/۱۱/۱۳۹۲ھ

○

احتیاط کی بناء پر نمازیں قضاء کر رہے ہوں تو مغرب اور وتر چار چار رکعت پڑھیں

کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام و مفتیانِ عظام مسئلہ ذیل میں کہ نمازِ مغرب کی قضائے عمری کے بارے میں سوال ہے۔

۱: قعدۂ اولیٰ میں التحیات کہاں تک پڑھی جائے۔ یعنی تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعاء ضم کی جائے یا نہ؟

۲: دوسرے قعدہ میں "التحیات" کہاں تک پڑھی جائے۔ یعنی تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعاء ضم کی جائے یا نہ؟

۳: قعدۂ اولیٰ سے کھڑے ہو کر تیسری رکعت ثناء سے شروع کی جائے یا الحمد سے۔ اور الحمد کے بعد ضم سورت کی جائے یا نہ؟

۴: دوسرے قعدہ سے کھڑے ہو کر چوتھی رکعت ثناء سے شروع کی جائے یا الحمد سے۔ اور الحمد کے بعد ضم سورت کی جائے یا نہ؟

نعمت علی رنگیلپور، ضلع ملتان

الجواب ایسی نمازیں جو احتیاطاً قضاء کی جا رہی ہوں یہ من وجہ نوافل ہیں۔ لہٰذا مغرب اور وتر چار چار رکعت پڑھیں۔ اور ایسی نمازوں کے ہر قعدہ میں دعاء تک پڑھنا مناسب ہے۔ ایسے ہی تیسری رکعت میں ثناء بھی پڑھیں۔ اور سورت بھی ملائیں۔ چوتھی رکعت میں ثناء نہ پڑھیں سورت ملائیں۔ واضح رہے کہ یہ قضاءِ عمری اوقاتِ مکروہہ میں نہ پڑھیں۔

ومن قضى صلوٰة عمره مع انه لم يفته شئ منها احتياطاً قيل يكره وقيل لا لان كثيرا من السلف قد فعل ذلك لكن لا يقضى فی وقت تكره فيه النافلة والافضل ان يقرأ فی الاخيرتين السورة مع الفاتحة لانها نوافل من وجه فلان يقرأ الفاتحة والسورة فی اربع الفرض على احتماله اولى من ان يدع

الواجب فی النفل ویقنت فی الوتر ویقعد قدر التشہد فی ثالثۃ ثم یصلی رکعۃ رابعۃ فان کان وترا فقد اداہ وان لم یکن فقد صلی التطوع اربعًا ولا یضرہ القعود وکذا یصلی المغرب اربعا بثلاث قعدات ۔ اھ (طحطاوی : ص۲۲۳)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۲/۱۴۱۱ھ

ایک دن رات کی نمازوں کا فدیہ بارہ[۱۲] سیر گندم ہے

ایک عورت جو کہ ساری عمر پانچ وقت باقاعدگی سے نماز ادا کرتی تھی جب مرض الموت میں مبتلا ہوئی تو چالیس روز کی نمازیں قضاء ہوگئیں ۔ اس نے کوئی وصیت بھی نہیں کی اور وہ فوت ہوگئی جب کہ اس کی ایک لڑکی ہے جو کہ اپنی والدہ کی چالیس روز کی قضاء نمازوں کا فدیہ دینا چاہتی ہے ۔ اگر وہ فدیہ دے تو فی نماز کتنا ادا کرے ؟ مرحومہ کے نام جو زمین تھی وہ اپنی لڑکی کے نام لگوادی ہے ۔

الجواب: (ایک نماز کا فدیہ نصف صاع (دو سیر) گندم یا اس کی قیمت ہے ۔ وتر دل کا فدیہ مستقل ہے ۔ گویا بارہ سیر گندم ایک دن کا فدیہ ہے) مراقی میں ہے ۔

وکذا یخرج لصلوۃ کل وقت حتی الوتر نصف صاع من بر او قیمتہ وان لم یوص وتبرع عنہ ولیہ او اجنبی جاز انشاء اللہ تعالی ۔ الخ ۔ (ص۲۳۸) نقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۸/۷/۱۴۰۹ھ

قضاء فوائت کی وجہ سے سنن مؤکدہ ترک نہ کرے

زید کے ذمہ زندگی کی بہت سی نمازیں باقی ہیں وہ چاہتا ہے کہ ان کی قضاء کرتا رہے مگر اطو

فرائض کے ساتھ جو سنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ ہیں ان کی جگہ وہ قضاء نمازیں پڑھ لیا کرے ۔ تو کیا یہ درست ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب: (قضاء نمازوں کی وجہ سے سنن مؤکدہ ترک نہ کرے البتہ سنن غیر مؤکدہ اور عام نوافل کی بجائے قضاء نمازیں پڑھ لینا بہتر ہے ۔)

والاشتغال بالفوائت اولی واھم من النوافل الا السنن المعروفۃ وصلوۃ الضحی وصلوۃ التسبیح والصلوات التی رویت فی الاخبار فیہا سور معدودۃ واذکار معہودۃ فتلک بنیۃ النفل وغیرھا بنیۃ القضاء ۔ اھ (عالمگیری : ج۱ ، ص۶۵) فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۲/۱۴۰۹ھ

(قضاء نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ توبہ بھی ضروری ہے)

فضائل نماز میں مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث لکھی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں ۔

" روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال من ترک الصلوۃ حتی مضی وقتہا ثم قضی عذب فی النار حقبا والحقب ثمانون سنۃ الخ "

اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز چھوڑنے کے بعد اگر بعد وہ قضاء بھی پڑھ لے تو بھی ایک حقب جہنم میں رہے گا ۔ سوال یہ ہے کہ جب اس نے قضاء بھی پڑھ لی تو پھر کیوں معذب ہوگا ؟ تشریح فرما کر مشکور فرمائیں ۔

المستفتی قاری محمد رمضان ، ۵/آر ساہیوال

الجواب: (وقت پر تعمیل حکم نہ کرنا جرم اور گناہ ہے ۔ حق تعالیٰ شانہ کے منادی کی ندا (اذان) کو سن کر اپنے کام میں مشغول رہنا اور دربار ایزدی میں حاضر نہ ہونا بے ادبی اور شدید گستاخی ہے ۔ اگر قضاء کے ساتھ توبہ کے ذریعہ اس گناہ کو معاف نہیں کرایا گیا تو اس کی سزا معمول طور پر ملنی چاہیئے ۔ اپنے فضل وکرم سے حق تعالیٰ شانہ معاف فرمادیں تو الگ بات ہے ۔)

طحطاوی میں ہے ۔ والتأخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل بالتوبۃ

او الحج فالقضاء مزيل لاثم الترك لا لاثم التأخير ۔ (ص ۳۴۴)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۱/۱
۱۳۹۱ھ نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

قدیم فوائت بھی مسقطِ ترتیب ہیں

۱ ؛ ایک آدمی کو یقین ہے کہ زمانہ ماضی میں کافی نمازیں (پانچ سے زائد) اس سے قضاء ہوئی ہیں جن کو ابھی تک ادا نہیں کیا ۔ اب اگر اس کی مثلاً صبح کی نماز فوت ہوگئی اور ظہر کی نماز اس نے فجر صبح کی نماز ادا کئے پہلے پڑھادی ۔ یا درمیانِ نماز میں قعدۂ اخیرہ سے پہلے اس کو صبح کی فوت شدہ نماز یاد آگئی ۔ یاد آنے کے باوجود اس نے ظہر کی نماز پڑھادی ۔ آیا اس کی اور باقی مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہ ؟ اور ترتیب اس کے ذمہ ہے یا نہ ؟

۲ ؛ ایک آدمی امام کے ساتھ نماز میں شریک تھا ۔ قعدۂ اخیرہ میں امام کے ساتھ سلام پھیرنے سے قبل اس مقتدی نے سلام پھیر کر سنتوں کی نیت کھڑے ہو کر باندھ لی ۔ پھر معلوم ہوا کہ امام نے ابھی سلام نہیں پھیرا ۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور امام کے ساتھ سلام پھیرا ۔ آیا اس کی نماز ہوئی یا نہ ؟

الجواب (قدیم فوت شدہ نمازیں مفتی بہ قول کے مطابق مسقطِ ترتیب ہیں) لہٰذا صورت مسئولہ میں امام اور مقتدی کی نماز درست ہے لیکن امام صاحب پر لازم ہے کہ سابقہ فوت شدہ نمازیں بہت جلد قضاء کریں اور آئندہ نماز قضاء کرنے اور پھر دوسری نماز تک مؤخر کرنے سے احتراز کریں ۔ ہندیہ میں ہے ۔

فالحديثة تسقط الترتيب اتفاقا وفي القديم اختلاف المشائخ وذلك كمن ترك صلوة شهر ثم صلى مدة ولم يقض تلك الصلوات حتى لو ترك صلوة ثم صلى اخرى ذاكرا للفائتة الحديثة لم يجز عند البعض وقيل يجوز وعليه الفتوى ۔ (ج ۱ ، ص ۱۲۲)

۲ : مقتدی کی نماز صحیح ہے ۔ امام سے پہلے سلام پھیرنا مکروہ ہے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲/۹
۱۴۰۸ھ نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

قضاءِ فوائت کے سلسلہ میں صاحبِ ہدایہ کی ایک عبارت کی توضیح

صاحبِ ہدایہ علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کا حل بندہ کی سمجھ میں نہیں آیا " ولو قضى بعض الفوائت حتى قل ما بقي الخ ۔" اس کے تحت صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں ۔

روي عن محمد رحمه الله في من ترك صلوة يوم وليلة وجعل يقضي من الغد مع كل وقتية فائتة فالفوائت جائزة على كل حال والوقتيات فاسدة ان قدمها الخ وان اخرها فكذلك ۔

خلاصہ یہ ہے کہ " ولو قضى بعض الخ " متن کے تحت صاحبِ ہدایہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حل تحریر فرمائیں بمع صورت ۔ نیز اس صورت میں بندہ کو یہ خیال ہے کہ مقدم و مؤخر ہر دو صورتوں میں جب وقتیہ فاسد ہے تو پھر قضاء فائتہ کی کیا صورت ہونی چاہئے ۔

(باب قضاء الفوائت ، ص ۱۵۶)

الجواب فائتہ جب قلیل ہو جائیں تو ترتیب لوٹ آئے گی (ہدایہ) امام محمد رحمہ اللہ کی عبارت سے اس پر استدلال کیا ہے ۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ جب زید نے دوسرے دن کی وقتیہ پڑھی تو یہ فاسد ہوگئی ۔ کیونکہ اس کے ذمہ پانچ کل کی قضا ہیں ان کی ادائیگی سے قبل یہ صحیح نہ ہوئی ۔ اب اس کے ذمہ چھ نمازیں ہوگئیں ۔ پھر اسکے بعد قضاء پڑھی تو باقی پانچ رہ گئیں ۔ یہ پانچ ایسی ہیں جو چھ میں سے باقی رہ گئیں ہیں ۔ یعنی کثیر ہونے کے بعد قلیل ہوئی ہیں ۔ آئندہ وقتیہ کو بھی امام محمد رحمہ اللہ نے فاسد کہا ۔ تو معلوم ہوا کہ جو فائتہ قلیل رہ گئی ہوں وہ بھی صحت وقتیہ کے لئے مانع بنتی ہیں ۔ تو امام محمد رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ فوائتِ کثیرہ عود الی القلۃ کے بعد بھی مقتضی ترتیب ہیں ۔ ترتیب ان میں لوٹ آئے گی وهو المطلوب ۔ دوسری وقتیہ کو اگر پہلے پڑھا تو وہ نہ ہوئی ۔ فائتہ پھر چھ ہوگئیں ۔ پھر جب فائتہ پڑھ لی پھر پانچ رہ گئیں ۔ اسی طرح ہوتا رہے گا ۔ اگر قضاء پہلے پڑھتا ہے تو فائتہ قلیل ہی ہیں ان سب کو پڑھ کر پھر

وقتیہ کو پڑھنا چاہیے تھا۔ تب وقتیہ صحیح ہوتیں۔

صحت وقتیہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ادائیگی کے وقت فائتہ یاد نہ ہو۔ اور قضاء فائتہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ پہلے سب قضاء پڑھ لے پھر ادا پڑھے۔ کیونکہ فائتہ قلیل کا یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ، ۳/۳/۷ ۱۴۰۳ھ

(فوت شدہ نمازیں بہت ہوں تو نیت کیسے کرے؟)

بالغ ہونے پر نماز کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ کبھی پڑھ لی کبھی نہ پڑھی۔ جب سے تبلیغی جماعت سے تعلق ہوا ہے اس وقت سے قضاء نمازوں کی ادائیگی کا سلسلہ شروع کیا ہے اس سلسلہ میں پہلے کچھ مسائل آپ سے زبانی پوچھے تھے اب یہ پوچھنا مطلوب ہے کہ آپ کے کہنے کے مطابق میں نے اپنے غالب گمان سے متعین کر لیا کہ میرے ذمہ مثلاً ساٹھ نمازیں باقی ہیں تو اب ان کو ادا کرتے وقت ان کی نیت کیسے کروں؟ وضاحت سے لکھیں۔

صوفی محمد اقبال ممتاز آباد ملتان

الجواب (اگر تو کسی خاص دن کے بارے میں بالتعیین یاد ہو کہ اس دن فلاں نماز نہیں پڑھی تھی پھر تو اسی دن کی تعیین سے نیت کریں۔ مثلاً "میں اتوار ۲۳ ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ کی ظہر کی نماز قضاء پڑھتا ہوں" اور اگر فوائت زیادہ ہوں تو مجموعہ کا حساب لگا کر بوقت قضاء یوں نیت کریں کہ "میرے ذمہ جو اوّل ظہر کی نماز باقی ہے وہ ادا کرتا ہوں۔" اس کی ادائیگی کے بعد جو لگے بعد ہوگی وہ اوّل ہو جائے گی۔ اسی طرح آخر تک نیت کرتے جائیں۔

اور چاہیں تو یوں بھی نیت کر سکتے ہیں کہ "میں اس آخری ظہر کو قضاء کرتا ہوں جو میرے ذمہ ہے" ہر نماز میں اسی طرح کرتے جائیں یہاں تک کہ تمام ادا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق و استقامت عطاء فرمائیں۔)

واذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلوة يقضيها لتزاحم الفروض والاوقات كقوله اصلى ظهر الاثنين ثامن عشر

جمادى الثانية سنة اربع وخمسين والف وهذا فيه كلفة فاذا اراد تسهيل الامر عليه نوى اوّل ظهر عليه ادركه وقته ولم يصله فاذا نواه كذلك فيما يصليه يصير اولا فيصح بمثل ذلك وهكذا (او) ان شآء نوى أخره فيقول اصلى اخر ظهر ادركته ولم اصله بعد فاذا فعل كذلك فيما يليه يصير اخر بالنظر لما قبله فيحصل التعيين ويخالف هذا ما قاله في الكنز في مسائل شتى انه لا يحتاج للتعيين وهو الاصح على ما قاله في القنية من يقضي ليس عليه ان ينوى اول صلاة كذا او أخر فينوى ظهرا على او عصرا او نحوهما على الاصح انتهى وان خالفه تصحيح الزيلعي فقد اتسع الامر باختلاف التصحيح فليرجع للكنز فانه واسع والله رؤف رحيم. (مراقى على الطحطاوى ص ٢٤٢)

وقيل لا يلزمه التعيين ايضا كما في صوم ايام من رمضان واحد و مشى عليه المصنف في مسائل شتى أخر الكتاب تبعا للكنز و صححه القهستاني عن المنية لكن استشكله في الاشباه وقال انه مخالف لما ذكره اصحابنا كقاضى خان وغيره والاصح الاشتراط - اه. قلت وكذا صححه في الملتقى هناك وهو الاحوط وبه جزم في الفتح كما قدمناه في بحث النية وجزم به هنا صاحب الدرر ايضا شامى: ج ١، ص ٥٤٥، مطبوعة كوئٹه - فقط والله تعالى اعلم

كتبه احقر محمد انور عفا الله عنه

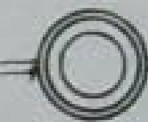
يوم الاحد ثالث وعشرين من ربيع الاول سنة ١٤١١ھ

تم ما يتعلق بقضاء الفوائت

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّ اٰخِرًا

ما یتعلق

بسجود السہو



وتروں میں قعدۂ اولیٰ میں درود پاک پڑھ لیا تو سجدہ سہو کا حکم

وتروں کی نماز میں قعدۂ اوّل میں درود شریف بھی پڑھ لیا۔ پھر حسب قاعدہ تیسری رکعت بھی پڑھ لی۔ کیا نماز صحیح ہوگئی؟ عبدالجبار لیکچرار اسلامیہ کالج خانیوال

الجواب صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

ولا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدة الاولیٰ اجماعًا فان زاد عامدًا کرہ فتجب الاعادة او ساهیا وجب علیه سجود السهو اذا قال اللهم صل علی محمد فقط علی المذهب المفتی به۔ (در مختار) وفی الشامیة قوله (ولا یزید فی الفرض) ای وما الحق به کالوتر والسنن الرواتب (ج ا ص ۴۹۶)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۶/۱۲/۱۳۸۶ھ

فاتحہ سے پہلے سورۃ شروع کردی تو سجدہ سہو کا حکم

زید نماز پڑھ رہا تھا جب دوسری رکعت شروع کی تو بسم اللہ کے بعد سورۃ شروع کردی۔ جب تین چار آیتیں پڑھ چکا تو خیال آیا۔ پھر سورۃ چھوڑ کر فاتحہ شروع کردی۔ پھر فاتحہ کے بعد دوبارہ سورۃ پڑھی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ قاری سعید احمد خطیب مسجد بائیز نقشبند کالونی ملتان

الجواب صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب ہوگیا تھا لہذا اگر کر لیا تھا تو نماز ہوگئی ورنہ وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ درمختار میں واجبات صلوٰۃ میں ہے۔

"وتقدیم الفاتحة علی کل السورة۔" اھ

اس کے تحت علامہ شامی رح لکھتے ہیں۔

حتی قالوا لو قرأ حرفا من السورة ساهیا ثم تذکر یقرأ الفاتحة ثم السورة و یلزمه سجود السهو۔ (بحر) وهل المراد بالحرف حقیقته او الکلمة یراجع ثم رایت فی سهو البحر قال بعد مامر وقیده فی فتح القدیر بان یکون مقدار ما یتأدی به رکن۔ اھ (شامی ج ا ص ۴۶۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۷/۱۴۱۰ھ

منفرد سری نماز میں جہراً قرأت کرے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا

کوئی آدمی سنت مؤکدہ یا فرض پڑھ رہا تھا سری۔ لیکن اس نے قرأت یا تسبیحات کچھ آواز سے پڑھیں کہ پاس والا آدمی سن لیتا ہے۔ یہ جہر شمار ہوگا یا نہیں؟ نیز سجدۂ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب نماز درست ہے سجدۂ سہو نہیں ہوگا۔

فقد ظهر بهذا ان ادنی المخافتة اسماع نفسه او من بقربه من رجل او رجلین اھ (شامی ج ا ص ۴۹۹) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

قال المرتب عفا اللہ عنہ : اگر نمازی منفرد ہو اور سری فرائض میں جہر متحقق ہو جائے تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

والحاصل ان الجہر فی الجہریۃ لا یجب علی المنفرد اتفاقا و انما الخلاف فی وجوب الاخفاء علیہ فی السریۃ وظاہر الروایۃ عدم الوجوب کما صرح بذلک فی التتارخانیۃ عن المحیط وکذا فی الذخیرۃ و شروح الہدایۃ کالنہایۃ و الکفایۃ والعنایۃ ومعراج الدرایۃ وصرحوا بان وجوب السہو علیہ اذا جہر فیما یخافت روایۃ النوادر۔ اھ ۔ فعلی ظاہر الروایۃ لا سہو علی المنفرد اذا جہر فیما یخافت فیہ و انما ہو علی الامام۔ فقط (شامی ص۵۲۸ ج۱)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

قیام چھوڑ کر درمیانی قعدہ کی طرف آئیں تو سجدۂ سہو کا حکم

امام مغرب کی نماز پڑھا رہا تھا کہ قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو گیا۔ مقتدی نے لقمہ دیا تو فوراً واپس بیٹھ گیا۔ قعدۂ آخری میں سجدۂ سہو کیا آیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں نماز درست ہو گئی۔ امام کو واپس نہیں لوٹنا چاہئے تھا یہ اس نے غلط کیا۔ بعض فقہاء نے اس صورت میں فسادِ نماز کا حکم کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔

وفی الدر وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام و سجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض و صححہ الزیلعی وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب و ہو الاشبہ کما حققہ الکمال و ہو الحق بحر۔

(درمختار علی الشامیۃ ج۱، ص۵۰۰) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰ ۴ ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح : بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا

زید نے کسی فرض یا سنت یا نفل نماز میں ایک ہی سورۃ کئی بار پڑھی یا ایک ہی رکعت میں دو سے زیادہ سورتیں پڑھیں الحمد شریف کے ساتھ سورت ملاتے وقت ہر سورۃ شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ بھی پوری پڑھ لیتا ہے۔ کیا اس طرح بسم اللہ شریف پڑھ لینا بہتر ہے۔ اور ایسی صورت میں سجدۂ سہو تو لازم نہیں آتا ؟

الجواب فاتحہ اور سورت کے درمیان اور ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

لا تسن بین الفاتحۃ و السورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا۔ (درمختار)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے تحت لکھتے ہیں۔

وذکر فی المحیط المختار قول محمد وھو ان یسمی قبل الفاتحۃ وقبل کل سورۃ فی کل رکعۃ۔ اھ ولہذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سرا اوجہرا کان حسنا عند ابی حنیفۃ رح ورجحہ المحقق ابن الہمام وتلمیذہ الحلبی لشبہۃ الاختلاف فی کونہا آیۃ من کل سورۃ بحر۔ اھ (رد المحتار، ج۱، ص ۳۲۹ و ۳۳۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۷/۱۴۱۰ھ

ثنا، تعوذ اور تسمیہ کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو کا حکم

ہماری مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا کہ امام صاحب موجود نہ تھے ان کے بیٹے نے نماز پڑھائی اس نے نماز

شروع کرتے ہی تکبیر تحریمہ کے بعد سورۃ فاتحہ شروع کردی اور شروع میں سبحانک اللھم وغیرہ کچھ نہیں پڑھا اور بدون سجدۂ سہو نماز پوری کرادی۔ کیا اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی ؟

طالب حسین ضیاء ملتان

الجواب ثناء اور تعوذ وتسمیہ کا پڑھنا سنت ہے ان کے ترک سے نماز نہ فاسد ہوتی ہے اور نہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ البتہ اگر دانستہ ترک کرے تو غلطی ہے اور اس نماز کا اعادہ کرنا مستحب ہے۔

(وسننھا) ترک السنۃ لا یوجب فسادا ولا سھوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف وقالوا الاساءۃ ادون من الکراھۃ ثم شرع علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون رفع الیدین للتحریمۃ الی قولہ والثناء والتعوذ والتسمیۃ والتامین۔اھ (درمختار)۔

(قولہ لو عامدا غیر مستخف) فلو غیر عامد فلا اساءۃ ایضا بل تندب اعادۃ الصلوۃ کما قدمناہ فی اول بحث الواجبات۔اھ (شامی ج ۱: ص ۴۴۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۶/۱۴۰۴ھ

سجدۂ سہو ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے

سجدۂ سہو ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے یا دونوں طرف سلام پھیر کر کیا جائے ؟

الجواب ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے۔ درمختار میں ہے۔

یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ — فقط

شامی میں اس کی شرح میں لکھا ہے۔

(قولہ واحد) ھذا قول الجمھور منھم شیخ الاسلام وفخر الاسلام وقال فی الکافی انہ الصواب وعلیہ الجمھور اھ (ج ۱ ص ۴۹۶)

ومحلہ بعد السلام سواء کان من زیادۃ او نقصان ولو سجد قبل السلام اجزاہ عندنا ویأتی بتسلیمتین ھو الصحیح والصواب ان یسلم تسلیمۃ واحدۃ وعلیہ الجمھور اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۳/۳/۱۴۱۰ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پہلے بائیں طرف سلام پھیرنے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا

زید نے بھول کر بائیں طرف پہلے سلام پھیر دیا اور پھر دائیں طرف سلام پھیرا۔ اب زید کے لئے سجدۂ سہو ضروری ہے یا بغیر سجدۂ سہو کے نماز ہو جائے گی ؟ بینوا توجروا۔

الجواب نماز ہوگئی سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔ لیکن سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں جانب سلام پھیرا جائے۔ عالمگیری باب سجود السہو میں ہے۔

ولا یجب بترک رفع الیدین فی العیدین وغیرھما ومن ذلک ما لو سلّم عن الشمال اوّلا ساھیا۔اھ (ج ۱ ص ۱۲۵)۔

درمختار کے قول "وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام" کے تحت علامہ شامیؒ لکھتے ہیں "ویسن البداءۃ بالیمین" اھ (شامی ج ۱ ص ۴۴۵)۔

اذا سلم المصلی عن یسارہ قبل السلام عن یمینہ لا سھو علیہ و یسلم عن یمینہ۔ (قاضی خان ج ۱ ص ۵۹)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۲۵/۵/۱۴۰۲ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

رکوع میں فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو کا حکم

اگر کوئی شخص رکوع میں یا سجدے میں التحیات پڑھ لے یا الحمد پڑھ لے تو اس صورت میں

سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟ حافظ محمد عرفان ہاشمی گڑھا شل سنگھ

الجواب بحالتِ رکوع وسجود فاتحہ یا تشہد پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوجائے گا۔

ولو قرأ الفاتحة او اٰية من القراٰن فی القعدة او فی الرکوع او فی السجود او قرأ التشهد فی الرکوع او فی السجود کان علیه السهو ۔اھ (قاضی خان ،ج ۱ ،ص ۵۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ

فاتحہ کی جگہ تشہد پڑھنے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم

۱ : نماز میں بحالتِ قیام آدمی التحیات پڑھ لے۔

۲ : یا بحالتِ التحیات الحمد پڑھ لیتا ہے تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب ۱ : اگر تشہد فاتحہ سے پہلے پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ۔ اور اگر فاتحہ کے بعد پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

ولو تشهد فی قیامه قبل قرأة الفاتحة فلا سهو علیه وبعدها یلزمه سجود السهو وهو الاصح لان بعد الفاتحة محل قرأة السورة فاذا تشهد فیه فقد اخر الواجب وقبلها محل الثناء کذا فی التبیین ۔ اھ (عالمگیری ،ج ۱ ،ص ۶۶)۔

۲ : اگر فاتحہ تشہد سے پہلے پڑھی ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اور اگر تشہد کے بعد پڑھی ہے تو واجب نہیں ہوگا۔

ولو قرأ (ای الفاتحة) فی رکوعه او سجوده او فی تشهده یلزمه وهذا اذا بدأ بالقرأة ثم بالتشهد وان بدأ بالتشهد ثم بالقرأة فلا سهو علیه ۔اھ

(عالمگیری ،ج ۱ ،ص ۶۵)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

چار رکعت پوری کر کے پانچویں کیلئے کھڑا ہوگیا تو کیا کرے

کیا چار رکعت نمازِ عصر کی پڑھ کر اگر پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو جائے تو پھر پانچویں رکعت میں یاد آئے کہ یہ پانچویں رکعت ہے ۔ تو پھر واپس بیٹھ کر سجدۂ سہو کرے یا کہ چھ پوری کرے ؟

الجواب اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کر کے پانچویں کی طرف اٹھا ہے تو پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آجائے تو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرلے ۔ اور اگر پانچویں کے سجدے کے بعد یاد آئے تو اب ایک رکعت اور ساتھ ملالے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے ۔ چار فرض ہوجائیں گے اور دو نفل ۔

رجل صلی الظهر خمسا وقعد فی الرابعة قدر التشهد ان تذکر قبل ان یقید الخامسة بالسجدة انها الخامسة عاد الی القعدة وسلم کذا فی المحیط ویسجد للسهو کذا فی السراج الوهاج وان تذکر بعد ما قید الخامسة بالسجدة انها الخامسة لا یعود الی القعدة ولا یسلم بل یضیف الیها رکعة اخری حتی یصیر شفعا ویتشهد ویسلم هکذا فی المحیط ویسجد للسهو استحسانا کذا فی الهدایة وهو المختار کذا فی الکفایة ثم یتشهد ویسلم کذا فی المحیط والرکعتان نافلة ولا تنوبان عن سنة الظهر علی الصحیح کذا فی الجوهرة النیرة قالوا فی العصر لا یضم الیها سادسة وقیل یضم وهو الاصح کذا فی التبیین وعلیه الاعتماد لان التطوع انما یکره بعد العصر اذا کان عن اختیار واما اذا لم یکن عن اختیار فلا یکره کذا

فی فتاوی قاضی خان۔ (عالمگیری: ج۱، ص ۶۶ و ۶۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۰۷ ۱۴ھ

فاتحہ کا اکثر حصہ پڑھ لیا جائے تو ترکِ باقی کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا

اگر کوئی امام پہلی رکعت میں تلاوتِ سورۂ فاتحہ کے وقت مالك يوم الدين سہواً ترک کردے تو اس نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ آفتاب احمد راولپنڈی

الجواب وفی العالمگیریۃ: ج۱، ص ۶۵۔ وان قرأ اكثر الفاتحة ونسي الباقي لاسهو عليه وان بقي الاكثر كان عليه السهو اماماً كان او منفرداً كذا فی فتاوی قاضیخان۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا۔ لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر سورۂ فاتحہ کا اکثر حصہ بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۲۱/ ۱۳۸۵ھ

عشاء کی چوتھی رکعت میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

امام عشاء کی نماز پڑھا رہا ہے جب تین رکعت پڑھ چکا، دو پہلی رکعت میں قرأت پکار کر پڑھی اور بعد التحیات کے تیسری رکعت میں خاموش قرأت کی اور چوتھی رکعت میں زور سے قرأتِ فاتحہ کی کیا اس سے سجدۂ سہو آئے گا یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں امامِ مذکور پر سجدۂ سہو واجب تھا۔ کیونکہ عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سراً پڑھنا واجب ہے اس واجب کے خلاف کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر امام نے سجدۂ سہو کئے بغیر نماز ختم کرادی تو اس نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے

كما فی الشامیة: ج۱، ص ۳۲۹۔ والاسرار يجب على الامام والمنفرد فيما يسر فيه وهو صلوة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والاخريان من العشاء۔ وكذا فی العالمگیری ج۱، ص ۶۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۹/۷/ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ مفتی جامعہ ہذا۔

سجدہ سے تھوڑا سا سر اٹھا کر پھر سجدہ میں چلے جانے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں

نماز میں جیسے کہ دونوں سجدے فرض ہیں کوئی امام یا منفرد کسی ایک سجدہ میں نسیاناً بالکل تھوڑا سا سر اٹھا کر پھر واپس اسی سجدہ میں رکھ دیتا ہے کہ اس نے پورا سجدہ نہیں کیا یا تھوڑی دیر کیا ہے۔ جس سے تسبیحِ سجدہ پوری نہیں ہوئی۔ لیکن سجدہ سے سر کا اٹھانا سوائے اس نمازی کے اور کسی دیکھنے والے کو معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ دوسرا سجدہ بھی کرتا ہے اس وجہ سے کہ جس میں تھوڑا سا سر اٹھا کر پھر اسی سجدہ میں رکھ دیا تھا اس کو دوسرا نہیں سمجھتا۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب صاحبِ ہدایہ اور صاحبِ نہر نے لکھا ہے کہ اگر بیٹھنے کے قریب ہو جائے تو سجدۂ ثانیہ شمار ہوگا ورنہ نہیں۔ نہر اور شرنبلالیہ میں اسے ہی راجح قرار دیا ہے۔ لہٰذا معمولی سر اٹھانے سے چونکہ زائد سجدہ نہیں بنا اس لئے سجدۂ سہو کی امام و منفرد کو ضرورت نہیں مقتدی کی وہ غلطی جو حالتِ اقتداء میں پیش آئے وہ قابلِ مواخذہ نہیں۔

وصحح فی الهداية انه ان كان الى القعود اقرب صح والا لا و رجحه فی النهر والشرنبلالیه۔ (درمختار مع ردالمحتار ج۱ ص ۳۳۴):

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۴/ ۱۴۰۶ھ

دو کی بجائے تین سجدے کرلئے تو سجدۂ سہو کا حکم

اگر امام بھول کر دو سجدے کے بجائے تین سجدے کردے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں۔ نماز میں اگر سجدۂ سہو نہ کیا گیا ہو تو کیا نماز درست ہوگئی یا نہیں ؟
محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر سجدۂ سہو واجب ہو اور نہ کیا جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

ولا يجب السجود الا بترك واجب او تاخيره او تاخير ركن او تقديمه او تكراره۔ (ج ١ ، ص ١٢٦)۔

مراقی میں ہے۔

ويجب سجدتان لترك واجب بتقديم او تاخير او زيادة او نقص لا سنة۔ (ص ٢٥٠) - فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
٦/١٢/١٤٠٨ھ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسافر امام کا مقیم مقتدی بقیہ نماز میں سہواً قرأت کرے تو سجدۂ سہو کا حکم

اگر امام مسافر سلام پھیر دے، اور مقتدیوں میں سے مقیم مقتدی بقیہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کردیں، جب کہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ تو کیا پڑھنے کے بعد نماز کا اعادہ ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر مقتدی نے بھول کر قرأت کرلی تو مقتدی پر سجدۂ سہو اور اعادہ واجب نہیں کیونکہ مقیم مقتدی حکماً لاحق ہے اور لاحق کے بھول جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں - مراقی میں ہے۔ " لا يسجد اللاحق" (ص ٢٥٣)۔

ہندیہ میں ہے۔

اللاحق وهو الذى ادرك اولها وفاته الباقى لنوم او حدث او بقى قائما للزحام او الطائفة الاولى فى صلوٰة الخوف كانه خلف

الامام لا يقرأ ولا يسجد للسهو۔ (ج ١ ، ص ٤٨)۔

ایک حدیث پاک میں آیا ہے۔

" قال صلى الله عليه وسلم الامام لكم ضامن يرفع عنكم سهوكم وقرأتكم "

اس حدیث کو صاحب مراقی نے ذکر کیا ہے اس پر علامہ طحطاوی رح لکھتے ہیں۔

تؤن رفع السهو برفع القرأة ليفيد انه كما لا اثم على المؤتم بترك القرأة فكذا لا اثم عليه بترك السهو بل هو الواجب عليه وقال فى النهر مقتضى كلا مهم انه يعيدها لثبوت الكراهة مع تعذر الجابر وقد علمت مفاد الحديث - (ص ٢٥٢)۔

علامہ طحطاوی رح کا رجحان اسی طرف ہے کہ حالتِ اقتداء میں سہو موجب اعادہ نہیں لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اعادہ واجب نہیں۔
فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
٣/ج/١٤٠٨ھ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

دوسری اور تیسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم

اگر ایک شخص نماز میں دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ سے قبل ثناء پڑھ لے تو کیا اس پر سجدۂ سہو آئے گا۔ ؟
محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنا موجب سہو نہیں۔
ولو تشهد فى الاخيرين لا يلزمه السهو۔ (هنديه ج ١ ص ١٢٦)

دوسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنے سے سجدۂ سہو کا وجوب مختلف فیہ ہے۔ اصح عدم وجوب ہے۔ سورت فاتحہ کے بعد پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

ولو قرأ التشهد فى القيام ان كان فى الركعة الاولى لا يلزمه شئ وان كان فى الركعة الثانية اختلف المشائخ فيه والصحيح انه لا يجب كذا فى الظهيرية ولو تشهد فى قيامه قبل قرأة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الاصح ۔ (ج ۱ ، ص ۶۶)۔

کبیری میں ہے ۔

عن محمد رح لو تشهد فى قيامه قبل قرأة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه قال السروجى وهو الاصح لانه محل قرأة السورة فقد اخر الواجب انتهى وقد يقال انه بقرأته قبل الفاتحة اخر الفاتحة فقد اخر الواجب ايضا ۔ (ص ۴۳۱)۔ ثنا رتشہد کی طرح ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۸/۶/۱۴۰۸ھ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ ملانے سے سجدہ سہو کا حکم

اگر فرضوں کی تیسری چوتھی یا دونوں رکعتوں میں سورۃ ملا دے تو اس سے سجدۂ سہو وغیرہ تو نہیں آتا ؟

حافظ محمد فاروق نائب امام مسجد ربانیہ نقشبندیہ کالونی ملتان

الجواب ہندیہ میں ہے ۔ ولو قرأ فى الاخريين الفاتحة والسورة لا يلزمه السهو وهو الاصح ۔ (ج ۱ ، ص ۶۵)۔ لہٰذا سجدۂ سہو نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۶/۷/۱۴۰۷ھ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

دعاء قنوت کے بعد کوئی سورۃ پڑھ لینے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم

وتروں میں دعاء قنوت پڑھ کر سہواً سورت پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں ۔ لما قال فى الدر المختار مع الشامية وقرأة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء ۔ (ج ۱ ، ص ۴۴۷)۔ ولما فى المراقى اذا شرع الامام فى الدعاء وهو اللهم اهدنا اه بعد ما تقدم من قوله اللهم انا نستعينك الخ (طحطاوی ص ۲) معلوم ہوا کہ قنوت پر زیادتی بطور دعاء کے جائز ہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۲۶/۱۲/۱۴۰۹ھ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سری نماز میں ایک دو آیت جہراً پڑھ لیں تو سجدہ سہو کا حکم

اگر امام نمازِ سری میں پہلی رکعت میں بھولے سے سورۂ فاتحہ کی ایک آیت یا دو آیتیں بآوازِ بلند پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم آئے گا یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے ۔ لیکن قاضی ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک دو آیت جہراً پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں آتا ۔ البتہ اگر تین آیتیں پڑھ جائے تو پھر ان کے نزدیک بھی سجدۂ سہو لازم آئے گا ۔ پس صورتِ مسئولہ میں اگر نماز سجدۂ سہو ادا کئے بغیر ادا کی گئی ہے تو اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ۔ البتہ آئندہ کے لئے ایسی صورت میں سجدۂ سہو کر لینا چاہیئے[1] فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

[1] والجهر فيما يخافت فيه للامام وعكسه لكل مصل فى الاصح والاصح تقديره بقدر ما تجوز به الصلوة فى الفصلين اه (درمختار)۔

(قوله والاصح) صححه فی الهداية والفتح والتبيين والمنية لان اليسير من الجهر و الاخفاء لا يمكن الاحتراز عنه و عن الكثير يمكن وما تصح به الصلوٰة كثير غير ان ذلك عنده اٰية واحدة وعندهما ثلاث اٰيات ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۴۹۷)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

(وجوبِ سجدۂ سہو میں شک ہو تو غلبۂ ظن کا اعتبار کرے)

اگر قعدۂ اخیرہ میں گمان ہو کہ شاید سجدۂ سہو واجب ہو چکا تھا لیکن ابھی تک کیا نہیں تو کیا کرے ؟ بینوا توجروا ۔ قاری غلام قادر لاہور

الجواب بحر الرائق ، ج ۲ ، ص ۱۰۰ ۔ میں ہے ۔ ولو شك فی سجود السهو فانه يتحرى ولا يسجد لهذا السهو ۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں غلبۂ ظن کے مطابق عمل کرے (اگر کسی جانب کو غلبۂ ظن نہ ہو تو پھر سجدۂ سہو نہ کرنا چاہئے) ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۱/۵/۱۳۸۱ھ
الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ رئیس الافتاء

مغرب کی تیسری رکعت میں شریک ہونے والا بقیہ نماز میں صرف ایک قعدہ کرے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں

ایک شخص مغرب کی جماعت میں تیسری رکعت میں شریک ہوا ۔ اب مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعات میں دو قعدے کرنے تھے ۔ لیکن اس نے صرف ایک آخری قعدہ کیا ۔ کیا اس کی نماز ہو گئی اور سجدۂ سہو اس پر لازم ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور کی نماز ادا ہو گئی ۔ اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں تھا ۔ شامی ، ج ۱ ، ص ۴۱۴ ۔ میں ہے ۔

ويقضى اول صلوته فی حق قراءة واٰخرها فی حق تشهد ۔ فمدرك ركعة من غير فجر يأتی بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما ۔ (درمختار) ۔

وفی الرد (قوله وتشهد بينهما) قال فی شرح المنية ولو لم يقعد جاز استحسانا لا قياسا ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة اولى من وجه ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۱/۶/۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ رئیس الافتاء

آخری قعدہ کے بعد سہواً کھڑا ہو گیا تو واپس لوٹنے کی صورت میں سجدۂ سہو کرے

ایک شخص قعدۂ اخیرہ میں تشہد ختم کر کے غلطی سے کھڑا ہو گیا ۔ پھر یاد آنے پر فوراً بیٹھ گیا ۔ تو کیا وہ دوبارہ تشہد پڑھے اور سجدۂ سہو کرنے کے بعد سہ بارہ تشہد پڑھے ؟

الجواب بیٹھ کر سلام پھیر دے پھر سجدۂ سہو کرے پھر تشہد پڑھے ۔ وفی الدر وان قعد فی الرابعة مثلا قدر التشهد ثم قام عاد وسلم وسجد للسهو ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۷۰۸) ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

تراویح میں بھی سجدۂ سہو کیا جائے

آیا "تراویح" میں سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں ؟

الجواب فرائض ونوافل سجدۂ سہو کے حکم میں یکساں ہیں۔ ہندیہ میں ہے۔

وحکم السہو فی الفرض و النفل سواء۔ (ج۱۔ ص۱۲۵)۔

وفی الیتیمۃ اذا ترک الجہر فی الوتر و فی التراویح یلزمہ السہو۔ (ج۱ ص۱۲۸)

لہ ہندیہ کے مذکورہ بالا جزئیات کی روشنی میں عیدین اور تراویح میں بھی سجدۂ سہو کیا جائے الا یہ کہ مجمع کثیر ہو۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۔۔۔ الجواب صحیح ۔۔۔ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱/۱/۱۴۰۷ھ ۔۔۔ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

لہ السہو فی الجمعۃ و العیدین و المکتوبۃ و التطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسہو فی العیدین والجمعۃ لئلا یقع الناس فی فتنۃ کذا فی المضمرات اھ (عالمگیری ج۱ ص۱۲۸)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

قعدہ میں دعاء مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو کا حکم

اگر باجماعت فرض نماز میں امام درود شریف کے بعد سلام سے پہلے کوئی ایک دعاء دو دفعہ پڑھ لے تو تاخیر سلام کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہ؟ مثلاً ربنا آتنا دو دفعہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(مولانا) محمد سرور (صاحب) عیدگاہ کبیر والا

الجواب اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔ عالمگیری ج۱ ص۱۲۶ میں ہے۔

ولو کرر التشہد فی القعدۃ الاولی فعلیہ السہو لان قال ولو کرر فی القعدۃ الثانیۃ فلا سہو علیہ کذا فی التبیین۔ اھ

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۔۔۔ الجواب صحیح ۔۔۔ بندہ محمد اسحاق عفر لہ
۱۳۸۸ھ ۔۔۔ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

دعاء قنوت مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا

وتروں میں دعاء قنوت دو دفعہ پڑھ گئے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ کما فی مجمع الانہر ج۱ ص۱۴۸ (او کررہ) ای الرکن و فیہ اشعار بانہ لو کرر واجباً لم یجب السہو۔ اھ فقط واللہ اعلم۔

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا ۔۔۔ الجواب صحیح ۔۔۔ بندہ محمد اسحاق عفر لہ
۶/۴/۱۳۸۴ھ ۔۔۔ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدہ سہو کرنے کے بعد شک ہو تو کیا کرے

سجدۂ سہو کرنے کے بعد شک ہوگیا کہ سجدۂ سہو کیا ہے یا نہیں تو اب کیا کرے؟

الجواب اگر سجدہ کرنا یاد ہے تو محض شک و وہم کا اعتبار نہ کرے اس وہم کو دفع کرے۔ لان الیقین لا یزول بالشک۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۳/۲/۱۳۸۱ھ

ترکِ واجب کی وجہ سے اعادہ کی جانے والی نماز میں نئے فرض پڑھنے والے شامل نہ ہوں!

امام قعدۂ اولیٰ بھول گیا سجدۂ سہو بھی نہیں کیا پھر دوبارہ جماعت کرائی گئی۔ کیا اس جماعت میں وہ آدمی شامل ہو سکتا ہے جس نے پہلے فرض نہیں پڑھے؟

الجواب ترکِ واجب کی وجہ سے جو نماز دوبارہ پڑھی جائے اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ یہ نفل جا رہیں اور قواعد کا مقتضیٰ بھی یہی ہے

قال الطحطاوی فی حاشیته علی المراقی والمختار ان المعادة لترک واجب نفل جابر۔ (ص ۲۴۲)۔

پس نئے مقتدی اس اعادہ والی نماز میں شمولیت نہ کریں (اس سے ان کا فرض ادا نہ ہوگا) للزوم اقتداء المفترض خلف المتنفل۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	۱۴/۵	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان	۱۳۸۵ھ	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عیدین میں مجمع "کثیر" نہ ہو تو سجدۂ سہو کیا جائے

بروزِ عید امام سے سہو ہوا یعنی اوّل رکعت میں بعد از ثنا تکبیراتِ زائد کہنا بھول جاتا ہے اور قرأت شروع کر دیتا ہے لیکن درمیانِ قرأت اس کو سہو یاد آجاتا ہے۔ چنانچہ بعد قرأت تینوں تکبیر کہہ کر رکوع کر لیا۔ آیا تکبیروں کو مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگیا اور یہ نماز بلا سجدۂ سہو جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہوگیا تھا لیکن اگر عید کی نماز میں بہت زیادہ لوگوں کا اجتماع ہو تو بغیر سجدۂ سہو ادا کئے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ اور اگر مجمع زیادہ نہ ہو تو سجدۂ سہو ادا کرنا واجب ہوگا۔

کما فی الدر علی الشامیة: ج ۱، ص ۵۰۷ والسهو فی العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة وفی الشامیة (قوله وبه جزم فی الدرر) لکنه قیده محشیها الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک۔ اھ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	۶/	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان	۱۳۸۴ھ	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مقدارِ رکن خاموش کھڑے سوچتے رہنے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم

امام کو نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ فاطر کے دوسرے رکوع کی پانچویں آیت سالم اور چھٹی آیت کل یجری لاجل مسمّٰی پڑھ کر متشابہ لگا اور سورۂ رعد رکوع نمبر ایک آیت نمبر دو۔ کل یجری لاجل مسمی یدبر الامر یفصل الأیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون یہاں تک پڑھنے کے بعد انہیں خیال آیا۔ پھر مقدارِ رکن سے زائد وقت تک خاموش کھڑے رہنے کے بعد دوبارہ سورۂ فاطر کی وہی آیات پڑھیں اور صحیح پڑھتے ہوئے رکوع کیا۔ تو امام پر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں۔ اس صورت میں واجب ترک ہوا اور پھر نماز نہیں لوٹائی تو کیا حکم ہے۔ نیز اس قسم کے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

غلام مصطفےٰ رائیونڈ ضلع لاہور

الجواب اگر امام صاحب تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہنے کی مقدار خاموش کھڑے سوچتے رہے ہیں تو اس کی وجہ سے ان پر سجدۂ سہو واجب ہوگیا تھا اب اس نماز کا اعادہ ضروری ہے تاکہ ادائیگی علیٰ وجہ الکمال ہو جائے۔ امام صاحب کو مسئلے سے آگاہ کر دیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس وجہ سے اعادہ نہ کیا ہو کہ ان کے خیال میں نماز درست ہوگئی ہے۔ ہاں اگر مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی اپنی ضد پر قائم رہیں تو حکم معلوم کر لیا جائے۔

اذا شغله التفکر عن اداء واجب بقدر رکن او شغله عن الوضوء بعد سبق الحدث لشکه انه صلی ثلاثا او اربعا یجب السهو و الا فلا کذا فی الشرح ولم یبینوا قدر الرکن وعلی قیاس ما تقدم ان یعتبر الرکن مع سنته وهو مقدر بثلث تسبیحات۔ اھ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۵۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۱۰/۱۳۹۸ھ

رکوع وسجود میں تشہد پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا

ایک آدمی رکوع یا سجدہ میں بجائے تسبیحات پڑھنے کے تشہد پڑھنے لگا یاد آنے پر تسبیحات پڑھ کے کھڑا ہوگیا۔ کیا اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

الجواب رکوع یا سجدے میں التحیات پورا یا اس کا اکثر حصہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ کما فی الخانیۃ والخلاصۃ او قرأ التشہد فی الرکوع او فی السجود کان علیہ السہو۔ (فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۵۸)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ: ۱۶ / ۲ / ۱۳۸۶ھ

پہلی یا تیسری رکعت پر معمولی دیر قعدہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا

رکعتِ اولیٰ پر معمولی قعدہ کر دیا یا تیسری رکعت پر تھوڑی دیر بیٹھ گیا اور پھر اٹھ گیا تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟ کتنی دیر معاف ہے؟

الجواب ایک دو تسبیح کی مقدار بیٹھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں[ل] ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹ / ۶ / ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح: محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

[ل] والتأخیر الیسیر وھو ما دون رکن معفو عنہ اھ (شامی ج ۱ ص ۴۳۰)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ۔

وجوب کے بعد سجدہ سہو نہ کیا جائے تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ صبح کی نماز میں امام نے پوری سورۂ فاتحہ سراً تلاوت کرلی۔ خاتمہ پر امام کو یاد آیا کہ نماز جہری ہے۔ تو امام صاحب نے سورۂ فاتحہ ابتداء سے

شروع کردی۔ اور بلا سجدۂ سہو نماز پوری کرلی۔ اندریں صورت نمازِ مذکورہ کی اس حالت میں سجدۂ سہو واجب تھا لیکن امام نے ادا نہیں کیا۔ عمداً یا سہواً ترک کردینے میں اعادۂ نماز واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسْمِهٖ تَعَالٰی جَلَّ مَجْدُهٗ

نماز میں جہر کے موقعہ پر امام کے لئے جہر اور اخفاء کے موقعہ پر اخفاء واجب ہے جس کے ترک کرنے پر سجدۂ سہو لازم ہوجاتا ہے مگر سجدۂ سہو بھول جانے سے نماز کے اعادہ کا حکم کسی نے نہیں دیا ہے۔ اگر امام نے بھول کر سلام پھیرنے کے بعد جب تک نماز کے منافی کوئی کام نہیں کیا ہے اور مسجد ہی میں قبلہ کی طرف اس کا رُخ ہے تو وہ سجدۂ صلبیہ اور سجدۂ تلاوتیہ کی طرح سجدہ کرسکتا ہے نیز کہ سجدۂ سہو بھول جائے تو اس کو پوری نماز کا لوٹانا ضروری ہے۔ چنانچہ "تنویر الابصار" باب سجود السہو میں ہے۔

ولو نسی السہو او سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ یلزمہ ذلک ما دام فی المسجد قال فی رد المحتار حاشیۃ الدر المختار (ج ۱ ص ۵۰۵) لما فی البدائع من ان السجود لا یسقط بالسلام ولو عمدا الا اذا فعل فعلا یمنعہ من البناء بان تکلم او قہقہ او احدث عمدًا او خرج من المسجد او صرف وجہہ عن القبلۃ۔ نیز در مختار میں ہے۔

وبیانہ انہ لا یمکن العود الی سجودہ لان سجودہ ما یکون جابرا والجابر بالنص ھو الواقع فی آخر الصلوۃ ولا آخرلہا بعد التمام فقلنا بانہ تمت صلوتہ وخرج منہا (شامی ج ۱ ص ۵۵۵)

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

احقر محمد لطافت الرحمٰن بقلم خود

مہر محمد لطافت الرحمٰن: مفتی جامعہ اسلامیہ بہاولپور: ۶ / ۹ / ۱۹۸۰ء

بخدمت جناب مفتی صاحب خیر المدارس ملتان: السلام علیکم۔
ایک استفتاء مع جواب پیشِ خدمت ہے اس کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کریں۔ حکیم محمد شریف، ماڈل ٹاؤن بہاولپور

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

قال فی الدر المختار لھا واجبات لا تفسد بترکھا وتعاد وجوبا فی العمد و السھو ان لم یسجد لہ وان لم یعدھا یکون فاسقا آثما۔ (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱، ص ۳۰۶ - بحث واجبات)۔

اور شامیہ میں ہے۔

وقد علمت ایضا ترجیح القول بالوجوب فیکون المرجح وجوب الاعادۃ فی الوقت وبعدہ۔ اھ (ج ۱، ص ۵۳۶، بحث قضاء الفوائت)۔

تصریحاتِ بالا کی موجودگی میں منسلکہ فتویٰ کی یہ عبارت قابلِ تعجب ہے "سجدہ سہو بھول جانے سے نماز کے اعادہ کا حکم کسی نے نہیں دیا"۔ درمختار کی عبارتِ بالا میں یہ مصرح ہے کہ بصورتِ سہو اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادہ واجب ہے اور تارک اس کا فاسق ہوگا۔ جو مسئلہ منسلکہ فتویٰ میں تحریر کیا گیا ہے کہ بعدِ سلام بھی اگر سجدۂ سہو یاد آجائے تو سجدہ کرے۔ تاوقتیکہ مسجد سے نہیں نکلا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں یہ مسئلہ درست ہے۔ لیکن صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ اگر سلام کے بعد بھی سجدۂ سہو نہیں کیا۔ تو اب کیا حکم ہے جب کہ بعدِ سلام خروج عن المسجد بھی پایا گیا ہے۔ اس خروج کا مفتی صاحب نے جواب نہیں لکھا۔

بیانہ انہ لا یمکن العود الی السجود اھ سے بحوالہ درمختار جو عبارت نقل کی ہے یہ درمختار کی نہیں بلکہ علامہ شامی رہ کی عبارت ہے وہ اس کے ناقل ہیں۔

ثانیاً یہ عبارت غلط نقل کی گئی ہے۔ صحیح یوں ہے۔

والجابر بالنص ھو الواقع فی آخر الصلاۃ ولو اخرلھا قبل التمام فقلنا بانہ تمت صلاتہ وخرج منھا قطعا للدور - اھ (شامی ج ۱، ص ۵۰۳)

ثالثاً - یہ کہ یہ عبارت ایک خاص صورت سے متعلق ہے وہ یہ کہ اگر کسی مسافر شخص پر سجدۂ سہو تھا اس نے سلام پھیر دیا اب اسے سجدۂ سہو یاد آیا اور اس نے اسی وقت اقامت کی نیت بھی کر لی تو اس کی نیت معتبر ہوگی یا نہیں۔ تو صحیح یہ ہے کہ اس کی نیتِ اقامت معتبر نہیں۔ بعد میں سجدۂ سہو کر لیا ہے یا نہیں کیونکہ بصورتِ سجدۂ سہو اگر اس کی نیتِ اقامت معتبر مانیں تو یہ وسطِ صلوٰۃ میں واقع ہوگا حالانکہ نص سے

ثابت ہے کہ جابر آخر صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔ ولو اخرلھا قبل التمام تو اس مجبوری سجدۂ سہو کی بنا پر کہنا پڑے گا کہ سلام سے خروج موقوف نہیں ہوا بلکہ قطعی خروج ہو گیا ہے جس کی بنا پر نیتِ اقامت معتبر نہیں ہوگی۔ تمت صلوتہ سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ تمامیت بدرجۂ ارکان وشروط میں ہے وہ سب پائے گئے ہیں پس یہ منافیٔ وجوبِ اعادہ نہیں۔ کیونکہ یہ ترکِ واجب کی وجہ سے ہے نہ کہ ترکِ فرض کی وجہ سے۔ علامہ شامی رہ نقل فرماتے ہیں۔

قال فی شرح التحریر وھل تکون الاعادۃ واجبۃ فصرح غیر واحد من شراح اصول فخر الاسلام بانھا لیست بواجبۃ وانہ بالاول یخرج عن العھدۃ وان کان علی وجہ الکراھۃ علی الاصح وان الثانی بمنزلۃ الجبر والا وجہ الوجوب۔ (شامیہ ج ۱، ص ۶۲۸)۔

دیکھئے خروج عن العھدۃ کے باوجود وجوبِ اعادہ کا حکم دیا گیا ہے۔ الحاصل صورتِ مسئولہ میں اعادۂ صلوٰۃ واجب ہے اور منسلکہ فتویٰ صحیح نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۳۰/۱/۱۴۰۰ھ



خیر المدارس ملتان کے جواب "نماز کے وجوبِ اعادہ پر" مولانا لطافت الرحمٰن صاحب نے دوبارہ مفصل جواب لکھا۔ جس میں ثابت کیا کہ صورتِ مسئولہ میں اعادہ لازم نہیں۔ یہ سوال و جواب جب دوبارہ آیا تو سوال کی عبارت

" عمداً یا سہواً ترک کر دینے سے سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟

کے لفظ "عمداً[1]" پر یہ حاشیہ تحریر تھا۔

[1] یہ لفظ غلط ہے اصل صورت نسیان کی ہے جس پر میری تحریر میں تین بار تصریح موجود ہے۔

لطافت الرحمٰن

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

سجدۂ سہو کی اس منسلکہ صورتِ مسئلہ میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اور پھر اس پر حکیم محمد شریف صاحب کے عزیز منفع استفتاء پر مفتی عبد الستار صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس بارہ میں ایک مختصر تمہید ضروری ہے

جس کے بعد یہ واضح ہو جائے گا کہ صورتِ مسئولہ میں نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

تمہید

وہ یہ کہ عمد، سہو، نسیان۔ تینوں کے احکام شرعاً مختلف ہیں جس کی وضاحت اس حکم شرعی سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ اگر روزہ دار نے عمداً وقصداً بلا کسی شرعی عذر کے نیتِ روزہ کے بعد نہارِ رمضان میں روزہ توڑا تو اس پر کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس نے سہواً وخطاءً اس طرح کیا تو اس کا روزہ تو ٹوٹ جاتا ہے اس پر قضاء لازم ہو جاتی ہے مگر کفارہ نہیں۔ اور اگر بھول کر اس نے کھایا پیا تو کچھ نہیں ہوا۔ روزہ اپنی جگہ قائم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا اور پلایا بھی۔ حدیث کا لفظ کتنا پیارا ہے۔

من نسی وهو صائم فاکل وشرب فلیتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه۔ (فتح الملهم ج ۳، ص ۱۷۱)۔

اب اس تمہید کے بعد میرا یہ کہنا کہ سجدۂ سہو بھول جانے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں، اپنی جگہ صحیح ہے جب کہ مجھ سے انہیں الفاظ میں پوچھا گیا تھا کہ امام صاحب سجدہ کرنا بھی بھول گئے۔ تو کیا اب یہ تمام لوگ نماز کا اعادہ کریں گے یا نہیں۔ بہرکیف مستفتی اور مفتی دونوں سہو اور نسیان کے درمیان شرعی فقہی فرق جاننے کی زحمت نہیں اٹھاتے۔ اور نسیان کو سہو قرار دے کر صورتِ مسئولہ میں اعادۂ نماز کا حکم دیتے ہیں اور میرے فتوے کی تغلیط اور مسکت جواب کا سامان فرما رہے ہیں۔ میری یہ بات کوئی مولویانہ تخمین نہیں ہے۔ بلکہ عبدالستار صاحب کی تحریر کے آغاز ہی میں درمختار کی عبارت

ولها واجبات لا تفسد بترکها وتعاد وجوبا فی العمد والسهو ان لم یسجد له وان لم یعدها یکون فاسقا آثما۔

نقل کرنے سے صاف واضح ہے کہ وہ نسیان اور سہو کے درمیان فرق بھول گئے ہیں اور سہو کے اس حکم کو جو قطعی اتفاقی اور یقینی بھی نہیں ہے اس کو نسیان کی صورت پر لاگو کر رہے ہیں۔ غرض یہ کہ میرا عدم اعادہ کا لکھنا تو بھول جانے کی صورت میں ہے اور صاحبِ شامی کا یہ فرمانا کہ فیکون المرجح وجوب الاعادة فی الوقت وبعده سہو کی صورت میں ایک رائے ہے۔ پھر عبدالستار صاحب نے میرے الفاظ میں تین بار آیا ہوا "بھول جانے" کا لفظ نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ موجودہ بالا تصریحات کی موجودگی میں مسلکہ فتوے کی یہ عبارت قابلِ تعجب ہے کہ سجدۂ سہو بھول جانے سے اعادہ کا حکم کسی نے نہیں دیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ "درمختار" کی عبارت بالا میں مصرح ہے کہ بصورتِ سہو اگر سجدہ نہ کیا تو اعادہ واجب ہے اور تارک اس کا فاسق ہے۔ خیر اس میں کوئی ابہام نہیں کہ مفتی صاحب پر اپنے مستفتی کی طرح نسیان اور سہو کے درمیان ابہام مسلط رہا ہے۔ اور مستفتی صاحب نے تو قلم بازی کر کے میری تحریر میں بھول جانے کا لفظ نظر انداز کر دیا اور اپنی ہی طرف سے نہایت غیر محتاط عامیانہ، ناواقفانہ انداز میں عمداً یا سہواً لکھ مارا۔ گویا اس بے چارے کو پتہ ہی نہیں کہ ان تین امور میں فرق ہے یا نہیں۔ اور یہ کہ صورتِ مسئولہ ان تینوں صورتوں میں سے کون سی صورت ہے۔ اس طرح کے مواقع کے لئے ایک عربی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ؏

اقول له زیدا فیسمع خالدا

واکتبه بشرا ویقرءه عمرا

پھر ایک عامی آدمی سے تو گلہ نہیں بے غوری اور قلتِ تأمل کا گلہ تو مفتی صاحب سے ہے۔ وما احسن ما قاله سعد الدین التفتازانیؒ۔ ومفاسد قلة التأمل مما یضیق عنه نطاق البیان۔ (مطول بحث تصریف علم المعانی)۔

مفتی صاحب نے میری نقل کردہ عبارت میں قبل وبعد کی فروگزاشت درمختار اور ردالمحتار کے حکم پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اس طرح تمت صلوٰۃ پر استدلال کو غلط قرار دیا ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں بے مقصد ہیں۔ اسی طرح انہوں نے فتاویٰ شامیہ کے قضاءِ فوائت کی طویل غیر متعلقہ بحث کی عبارت سے وجوبِ اعادہ یا ترجیح اعادہ کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر ایک تو وہ بحث ما نحن فیہ سے بمعزل ہے۔ اور دوسری عبارت اور فقیہ صاحب کا فیصلہ عدم اعادہ کا ہے۔ مثلاً اس کلیہ۔

کل صلاة ادیت مع الکراهة تعاد۔ ای وجوبا فی الوقت واما بعده فندبا۔

پر جو لمبا چوڑا بیان ہے اس میں یہ بھی ہے۔

وقال فی البحر نقل القولین لا وجوب بعد الوقت۔

بہرکیف اصل مسئلہ میں میری طرف سے عدم اعادہ کے لئے ذیل کے چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

۱:۔ خلاصة الفتاویٰ، ج ۱، ص ۱۲۵۔ میں ہے۔

واذا سلّم الرجل وعلیه سجدتا السهو فطلعت الشمس بعد

السلام قبل ان یسجد للسهو او استوت الشمس او احمرت سقطت عنه سجدتا السهو ۔

۲ :- "کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة" : ص ۳۴۱ ، میں ہے ۔

حکم سجود السهو عند الحنفیة قالوا سجود السهو واجب علی الصحیح یاثم بترکه ولا تبطل صلاته وانما یجب اذا کان الوقت صالحا للصلوٰة فلو طلعت الشمس عقب الفراغ من صلوٰة الصبح وکان علیه سجود سهو تسقط عنه لعدم صلاحیة الوقت للصلوٰة الی ان قال وکذا اذا خرج من المسجد بعد السلام ونحو ذلک مما یقطع البناء کما تقدم ففی کل هذه الصُّور تسقط عنه سجود السهو ولا یجب علیه اعادة الصلوٰة ۔

۳ : فتاویٰ عالمگیری : ج ۱ : ص ۱۲۹ ۔ میں ہے ۔

وان سلّم بنیة القطع من وجب علیه سجود سهو فهو فی الصلوٰة ان سجد للسهو والا لا عندهما وهو الاصح وعند محمد رح وزفرؒ هو فیها وان لم یسجد فبعد السلام ان اقتدی به رجل صح عند محمد رح مطلقا وعندهما صح ان سجد للسهو ان قهقه انتقض الوضوء عنده خلافا لهما وصلوته تامة اجماعا وسقط عنه سجود السهو ۔

۴ :- مغنی ابن قدامہ : ج ۱ : ص ۶۸۲ ۔ میں ہے ۔

الکلام فی هذه المسئلة فی فصول. الفصل الاوّل اذا نسی سجود السهو ثم ذکره قبل طول الفصل فی المسجد فانه یسجد سواء تکلم او لم یتکلم وبهذا قال مالک رح والاوزاعی رح ۔ وقال ابو حنیفةؒ ان تکلم بعد الصلوٰة سقط عنه سجود السهو لانه اتی بما ینافیها فاشبه ما لو احدث ۔

میں حیران ہوں کہ مفتی عبد الستار صاحب کی نگاہ تو فتاویٰ شامیہ کیا متزاحم ، متعارض اور

مانحن فیہ سے الگ تھلگ ہی مرکوز ہے ۔ اور باقی کسی واضح چیز پر نگاہ ڈالنے کی زحمت یا ہمت نہیں ہے ۔ ع

خفظت شیئا وغابت عنک اشیاء

باقی اس مقصد پر تو کتب فقہ میں لتنے حوالے موجود ہیں کہ کتاب کھولتا ہوں تو یہی کچھ ہے جو ان چار حوالہ جات کا مابہ الاشتراک ہے ۔ یعنی یہ کہ سجدۂ سہو بھول جانے اور پھر نہ کرنے پر نہ تو سجدہ کرنا ضروری ہے اور نہ ہی اس نماز کا اعادہ جس میں سجدۂ سہو اپنے مقررہ امور کے سبب ہوا تھا ۔

آخر میں مفتی صاحب سے اپنے بعض الفاظ کی تیزی پر معذرت خواہ ہوں ۔ ع

والعذر کرام الناس مقبول

العبد الخاطی المذنب الحیران محمد لطافت الرحمٰن کان اللہ له ولوالدیه واحسن الیهما والیه ۔ استاذ العلوم الشرعیه والادب العربی اسلامیه یونیورسٹی بہاولپور ، تاریخ ۱۹ ذالقعدہ ۱۴۰۰ھ ؛ ۳۰/۹/۱۹۸۰ء

نوٹ :- ہر صاحب عقل اس چیز کو جانتا ہے کہ مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ فسلک فتویٰ غلط ہے یہ صرف لطافت الرحمٰن کی تغلیط نہیں بلکہ میری نقل کردہ چار کتابوں کے علاوہ پوری فقہ کو غلط بتانا ہے جس کی جرأت بلکہ جسارت تو کچھ عبد الستار صاحب کی طرح کا بہادر شخص ہی کر سکتا ہے ۔ اعاذنا اللہ من مثل هذه الجسارة والخسارة ۔ اللّٰهم آمین ۔

لطافت الرحمٰن غفرلہٗ ۳۰/۹/۱۹۸۰ء



الجواب :- تمہید غیر متعلق ہے کیونکہ یہ روزے کے بارے میں ہے ۔ نماز سے متعلق کوئی جزئیہ نقل کرنا چاہیے تھا ۔ صوم میں تو اکل ناسیاً[1] اور مخطیاً کا فرق مسلّم ہے لیکن مفسداتِ نماز میں ایسا نہیں ۔ مثلاً دیکھیے ۔ اکل عمداً ہو یا نسیاناً دونوں صورتوں میں مفسدِ صلوٰۃ ہے بلکہ اصل تو یہ تھا کہ زیرِ بحث مسئلہ سجدۂ سہو میں نسیان و سہو کا فرق باحوالہ لکھا جاتا ۔ مگر مسائلِ سجدۂ سہو کے بارے میں صرف دعوائے فرق پر اکتفار کیا گیا ہے جو بلا دلیل مقبول نہیں ۔

جب فرقِ مذکور ان مسائل میں ثابت نہیں بلکہ اتحادِ سہو و نسیان کا تو تعدد دلائل سے ثابت ہے ۔ تو

---

[1] واضح رہے کہ یہ فرق صوم میں بھی نسیان و خطاء کے درمیان ہے سہو و نسیان میں نہیں ۔ منہ ۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فاضل مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ

" عبدالستار صاحب نسیان وسہو کے درمیان فرق کو بھول گئے۔ (الیٰ ان قال) غرضیکہ میرا عدم اعادہ کا لکھنا تو بھول جانے کی صورت میں اور صاحبِ شامی کا یہ فرمانا کہ فیکون المرجح وجوب الاعادۃ فی الوقت وبعدہ؛ سہو کی صورت میں ایک رائے ہے۔ اھ "

سب بنار الفاسد علی الفاسد ہے۔ نیز فاضل موصوف کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ اگر نسیان کو سہو کے درمیان فرق نہ ہو تو فتویٰ خیر المدارس میں تحریر کردہ درمختار کی عبارت کے تحت موصوف بھی اعادے کے قائل ہوجائیں گے۔ کیونکہ عبارتِ دُرّ میں بصورتِ سہو سجدہ نہ ہوسکنے کی شکل میں وجوبِ اعادہ مصرح ہے۔ وان لم یسجد ھا یکون فاسقا آثما اھ

فاضل موصوف کی کلام سے مزید معلوم ہوتا ہے کہ بھول جانا نسیان کا ہی ترجمہ ہوسکتا ہے سہو کا نہیں۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

" مجھ سے انہیں الفاظ میں پوچھا گیا تھا کہ امام صاحب سجدۂ سہو کرنا بھی بھول گئے۔ تو کیا اب یہ تمام لوگ اس نماز کا اعادہ کریں "

ذیل میں ہم ان دونوں لفظوں (سہو و نسیان) کا تقریباً مترادف ہونا ثابت کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ سہو کا ترجمہ بھی بھول جانا ہوسکتا ہے۔

١ :- قاموس میں ہے " سہا فی الامر کدعا سہوا او سُہُوًّا نسیہ وغفل عنہ "

٢ : مصباح اللغات میں ہے " سہا یسہو ...... فی الامر وعن الامر۔ غافل ہونا بھولنا۔ اھ (ص ٤٠٤)۔

٣ :- ابن ماجہ شریف میں ہے۔ " باب السہو فی الصلوۃ " اور اس کے اثبات کے لیے جو حدیث لائے ہیں۔ اس میں ہے۔

قال انما انا بشر انسیٰ کما تنسون فاذا نسی احدکم فلیسجد سجدتین (الخ)۔

نیز " باب فیمن سلم من ثنتین اوثلاث ساھیا " میں ہے۔

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہا فسلم فی الرکعتین فقال لہ رجل .... یارسول اللہ اقصرت الصلوۃ او نسیت الحدیث (الخ)۔

٤ :- سب سے فیصلہ کن تصریح علامہ حصکفیؒ کی ہے باب سجود السہو کے شروع میں لکھتے ہیں۔
وھو ای السہو (ناقل) والنسیان والشک واحد عند الفقہاء۔

٥ : وذکر فی التحریر انہ لا فرق فی اللغۃ بین النسیان والسہو وھو عدم الاستحضار فی وقت الحاجۃ۔ (ج ٢، ص ٩٨ - بحر)۔

واضح رہے کہ مسائلِ سجدۂ سہو میں ان دونوں کے مابین فرق ثابت نہیں۔ جو اس وقت مقصود ہے اس کے علاوہ کسی نے فرق رکھا ہو تو وہ ما نحن فیہ سے خارج ہے۔ بلکہ تفلسف فی اللغۃ ہے۔

٦، ٧ :- حضرت تھانوی قدس سرہ نے بہشتی زیور میں سجودِ سہو کے جو مسائل ذکر کیے ہیں۔ سب میں سہو کا ترجمہ بھول جانا کیا ہے۔ نیز حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی لکھا ہے۔
" سہو کہتے ہیں بھول جانے کو " اھ

تصریحاتِ بالا سے یہ واضح ہے کہ سہو و نسیان میں توحّد ہے اور بھول جانا سہو کا ترجمہ ہوسکتا ہے (پس فاضل مفتی صاحب کا فرمان درست نہیں)۔

علاوہ ازیں فاضل موصوف درمختار کی اس عبارت " ولھا واجبات لا تفسد بترکھا و تعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ الخ " کو بھی صحیح نہیں سمجھ سکے مسئلہ تو یہ ہے کہ ترکِ واجب اگر سہوًا ہو اور سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادہ واجب ہے اور موصوف یہ سمجھے ہیں کہ سجدہ سہو اگر سہوًا نہیں کیا تو یہ حکم ہے اور اگر نسیاناً سجدۂ سہو ترک ہوگیا تو یہ حکم نہیں۔ حالانکہ عبارتِ دُرّ میں جو سہو مذکور ہے۔ وہ موجبِ سجدۂ سہو مطلقاً ہے۔ خواہ عمدًا ہوا ہو یا نسیاناً وسہوًا ہو دونوں صورتوں میں نماز واجب الاعادہ ہوگی جب کہ وقت صالح للسجدۃ تھا۔ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند نور اللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

سوال :- ترکِ سجدۂ سہو بھول میں اور عمدًا میں فرق ہے کہ نہیں۔ اعادۂ نماز کرے یا نہ کرے؟

الجواب : قضاء اس نماز کی واجب ہے۔ اور ترکِ سجدۂ سہو عمدًا و سہوًا برابر ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید : ج ٤، ص ٣٨٤)

ایک ایسے ہی دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

" اور باوجود وجوبِ سجدۂ سہو کے اگر سجدۂ سہو نہ کیا۔ نماز میں نقصان آیا۔ اعادہ واجب ہے "

(ج ٤، ص ٤٠٨)

اب موصوف خود ہی غور فرمالیں کہ تفتازانی رحمہ اللہ کا قول ومفاسد قلة التأمل کس پر صادق آتا ہے۔ بہرحال درمختار اور شامیہ کے جزئیات، نیز فتاویٰ بالاکی رو سے صورتِ مسئولہ میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔ راجح یہی ہے۔ کما صرح بہ فی الشامیة اور ابن نجیم کا یہ قول فعلی القولین لا وجوب بعد الوقت قابلِ اعتماد نہیں۔

قال فی المنحة نقل خیر الرملی عن العلامة المقدسی انه یجب ان لا یعتمد علی هذا لما ذکره قریبا من قولهم کل صلوة ادیت مع الکراهة سبیلها الاعادة۔ اھ

بعدازاں فاضل موصوف نے اصل مسئلہ کے لئے چار عبارات نقل فرمائی ہیں۔ پہلی، تیسری، چوتھی میں بعض صورتوں کے اندر سقوطِ سجدہ کا ذکر ہے۔ ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ ان لوگوں سے سجدۂ سہو کا مطالبہ نہیں سلام پھیرنے کے بعد جب کوئی منافیٔ نماز مثلاً کلام یا خروج عن المسجد وغیرہ پایا گیا تو سجدۂ سہو کا وقت جاتا رہا سجدۂ سہو کے بقا و ثبوت میں بحث ہی نہیں۔ بات تو یہ ہے کہ ترکِ واجب کی وجہ سے جو نماز میں نقص آگیا تھا اس کی تلافی بذریعہ سجدۂ سہو ناممکن ہوگئی ہے۔ اور یہ امتناع بھی عذر سماوی طلوعِ شمس وغیرہ سے نہیں۔ بلکہ فعلِ اختیاری کلام وغیرہ سے ہے۔ تو ایسی صورت میں اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟ درمختار وغیرہ میں تصریح موجود ہے کہ۔ "اندریں صورت اعادہ واجب ہے۔ اعادہ نہ کیا تو گناہ گار و فاسق قرار پائے گا کمامر۔

پس یہ تینوں عبارتیں محلِ نزاع میں غیر مفید ہیں۔ صلاته تامة الخ کا جواب پہلے فتویٰ میں ہم لکھ چکے ہیں۔ البتہ عبارت ۲ میں یہ ہے۔

یسقط عنه سجود السهو ولا تجب علیه اعادة الصلوة ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فاضل مفتی صاحب نے اس عبارت کے بعد والے استثناء کو حذف کر دیا ہے جس کی وجہ سے غلط فہمی ہو رہی ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔ ولا تجب علیه اعادة الصلوة الا اذا کان (ناقل) سقوط السجود بعمل مناف لها عمدا۔ (دیکھئے کتاب مذکور)۔ یعنی جب سقوطِ سجدۂ سہو کسی عملِ منافی للصلوة کی وجہ سے ہوا تو عدمِ وجوب اعادہ کا حکم نہیں بلکہ اعادہ کا حکم ہوگا۔ (محصلہ)۔

یہی تفصیل علامہ شامی رحمہ اللہ نے ایک مقام پر کی ہے۔ طلوعِ شمس نمازِ فجر میں ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اگر سجدۂ سہو ساقط ہوگیا ہو تو اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟ لکھتے ہیں۔

لکن اذا سقط السجود فهل یلزمه الاعادة لکون ما اداه اولا ناقصا

بلا جابر والذی ینبغی انه ان سقط بصنعه کحدث عمد مثلا یلزم والا فلا تأمل۔ (۳؍۱: ص ۶۹۲)۔

حاصل یہ ہے کہ فاضل مفتی صاحب نے پہلے اور بعد والے فتوے میں جو عبارتیں نقل کی ہیں سب بے محل ہیں بحث سقوطِ سجدہ کی نہیں بلکہ وجوبِ اعادۂ نماز کی ہے۔ ان عبارات میں اعادے کا نفیاً یا اثباتاً کوئی ذکر نہیں۔ صرف " کتاب الفقه " کی عبارت میں نفیٔ اعادہ ہے۔ جب کہ اسی کے استثناء سے اعادہ مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہ ہمارے فتوے کی تائید میں ہے۔ پس ان عبارات سے فاضل مفتی صاحب کا دعویٰ ثابت نہ ہوسکا۔ یہ کسی کتاب یا پوری فقہ کی تغلیط نہیں ہے۔ اور اس کے برعکس ہم نے درمختار ردالمحتار۔ کتاب الفقہ۔ فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ کی تصریحات سے یہ ثابت کیا ہے کہ بصورتِ سہو اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادۂ نماز واجب ہے۔ اور بقول علامہ حصکفی رحمہ اللہ۔ وان لم یعدها یکون اثما فاسقا۔

جہاں تک مسئلے کی وضاحت اور جواب کا تعلق تھا وہ لکھ دیا گیا ہے۔ باقی فاضل مفتی صاحب کے بقول ان کے تیز الفاظ سے صرفِ نظر کیا گیا ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ۱؍۱؍۱۴۰۱ھ

بدون سلام سجدۂ سہو کرنے کا حکم

زید پر نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا۔ مگر بے خیالی میں بدون سلام پھیرے سجدۂ سہو کرلیا۔ تو کیا سجدۂ سہو ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب

سجدۂ سہو کا وقت تو سلام کے بعد ہی ہے لیکن کسی نے بدون سلام بھی کرلیا تو سجدۂ سہو ادا ہو جائے گا۔

ومحله بعد السلام سواء کان من زیادة او نقصان

ولو سجد قبل السلام اجزأه عندنا هكذا رواية الاصول۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مُفتی جامعہ خیر المدارس مُلتان

سجدۂ سہو میں سہو کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر سجدۂ سہو واجب تھا جب وہ آخری تشہد میں بیٹھا تو سجدۂ سہو بھول گیا، سلام پھیرنے والا تھا کہ یاد آیا کہ مجھ پر سجدۂ سہو ہے۔ آیا سجدۂ سہو میں بھول کی وجہ سے دوسرا سجدۂ سہو واجب ہوگا یا ایک ہی کافی ہے؟

الجواب اگر سجدۂ سہو میں بھول واقع ہو جائے تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہندیہ میں ہے۔ السهو في سجود السهو لا يوجب السهو لانه لا يتناهى كذا في التهذيب۔ (ص ۶۷۔ ج ۱)۔ ایک نماز میں کئی مرتبہ بھولنے سے ایک ہی سجدۂ سہو کافی ہے۔ ولو سها في صلوته مرارا يكفيه سجدتان كذا في الخلاصة۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۶۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا

۱۳/۸/۱۴۱۰ھ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مایتعلق بسجود التلاوۃ

ایک ہی جگہ بیٹھ کر پورا قرآن مجید پڑھا تو کتنے سجدے واجب ہونگے

اگر کوئی شخص ایک ہی جگہ پر نماز میں یا غیرِ نماز میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآنِ پاک کی تلاوت کرے اور قرآنِ پاک کے اختتام پر وہ سجدۂ تلاوت ایک کرے تو کیا ایک سجدہ کرنے سے باقی تیرہ سجدوں کی ادائیگی ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب سجدوں میں تداخل کے لئے آیت اور مجلس کا ایک ہونا شرط ہے۔ آیات یا مجالس کے متعدد ہونے کی صورت میں ان مجالس و آیات کے مطابق سجدوں کا وجوب ہوگا۔ ہندیہ میں ہے۔

وشرط التداخل اتحاد الأية واتحاد المجلس حتى لو اختلف المجلس واتحدت الأية او اتحد المجلس واختلفت الأية لا تتداخل كذا في المحيط، (ج ۱، ص ۶۹)۔

لہٰذا شخص مذکور پر چودہ سجدے پورے کرنا ضروری ہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۶/۹/۱۴۰۸ھ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدۂ تلاوت قبل وجوب سے پہلے ادا کرنیکا حکم

تراویح میں آیتِ سجدہ سے پہلے امام نے سجدہ کرلیا تو وہ سجدۂ تلاوت کے لئے کافی ہوگا یا نہیں ؟

الجواب آیتِ سجدۂ تلاوت کرنے سے پہلے یا بیچ میں سجدہ کرلینے سے سجدۂ تلاوت کا وجوب ادا نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم

خیر محمد عفی عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان : ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

سجدۂ تلاوت نماز کے سجدہ میں بلا نیت بھی ادا ہو جاتا ہے

ایک حافظ صاحب تراویح میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے سجدہ والی آیت پر رکوع میں چلے جاتے ہیں کہ نیت کرلینے سے سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جاتا ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ اگر نہیں تو کیا کرنا چاہیئے ؟۔

الجواب سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر فوراً رکوع کرلیا جائے تو رکوع میں سجدہ کی نیت کرلینے سے سجدہ ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر مقتدیوں نے نیت نہ کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا۔ لہذا امام صاحب کو چاہیئے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے تاکہ سجدۂ نماز میں جاکر سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے۔ کیونکہ سجدۂ تلاوت جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً یا چھوٹی دو تین آیتیں پڑھنے کے بعد رکوع کردے اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کرے تو ادا ہو جائے گا۔ اور اگر رکوع میں نیت نہ کرے تو نماز کے سجدہ میں بغیر نیت کے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ اور اگر رکوع میں نیت نہ کرے تو نمازیوں کو علیحدہ نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر امام نے رکوع میں نیت کرلی اور مقتدیوں نے نہ کی تو امام کا سجدۂ تلاوت تو ادا ہو جائے گا اور مقتدیوں کا پھر آگے سجدہ میں جاکر بھی ادا نہیں ہوگا۔ اس لئے آسان صورت یہی ہے کہ امام رکوع میں نیت نہ کرے تو "سجدۂ صلوۃ" میں سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہٗ

الجواب صحیح ، محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ

آیتِ سجدہ کا ترجمہ سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جائے گا

سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب

ہوتا ہے یا نہیں ؟

محمد شفیع کالی موری حیدر آباد۔

الجواب (سجدۂ تلاوت کی آیت کا ترجمہ کرنے اور سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے) قاضیخان میں ہے۔ ولو تلا بالفارسية تجب عليه وعلى من سمعها السجدة فهم السامع او لم يفهم اذا اخبر السامع ان قرأ اية السجدة اھ (ج ۱ ص ۸۶)

فقط واللہ اعلم
محمد عبداللہ غفرلہٗ ، مفتی خیر المدارس ملتان

سجدۂ تلاوت کے احکام

وہ مکان جس میں امام کی اصل آواز سن کر یا اس کو دیکھ کر ایک طرف نماز پڑھنے والے کی اقتداء دوسری طرف نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہو سکتی ہے ایک مجلس کے حکم میں ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اتنا بڑا کمرہ (ہال) جو مذکورہ بالا معیار ے بڑا ہو۔ اس میں مجلس بدلنے کا کیا طریقہ ہوگا۔ ایک یا تین قدم چلنے سے مجلس بدل جائے گی۔ ایک کونے یں پڑھ کر دوسرے کونے میں جاکر (وہی آیت دہرانے سے) مجلس بدلے گی اور دوسرا سجدہ واجب ہوگا ؟

۲ : کیا کمرہ کی کوئی بڑی وسعت ایسی بھی ہے جس پر اس کمرہ کو میدان کا حکم دیا جائے جہاں تین قدم چلنے سے مجلس بدل جائے ؟

۳ : کتنا بڑا مکان ہو جس کے ایک کمرے سے چل کر دوسرے کمرے میں آجائے۔ یا برآمدہ یا صحن میں آجائے تو مجلس بدل جائے گی ؟

الجواب وفى الشامية ثم الاصل على ما فى الخانية والخلاصة ان كل موضع يصح الاقتداء فيه بمن يصلى فى طرف فيه يجعل كمكان واحد . (ج ۱ ص ۵۷۳)۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جس مکان میں ایک طرف پڑھنے والے کی اقتداء دوسری طرف پڑھنے والے کے پیچھے درست ہو وہ مکانِ واحد کے حکم میں ہے۔ اس کے اندر چلنے پھرنے سے تبدل مجلس نہیں ہوگا۔ شامی میں ہے۔ ولا يتكرر الوجوب فيه ۔ لہذا بڑا کمرہ یعنی ہال بحوالۂ بالا مسجد کے حکم میں ہے اس میں ایک طرف پڑھنے والے کی اقتداء دوسری طرف پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ پس اس میں تبدل مجلس کا طریقہ یہ ہوگا۔ کہ جب ایک کام کر رہا ہو تو دوسرا کام شروع کرنے سے مجلس بدل جائے گی۔ تین یا زیادہ

قدم چلنے سے ایسے شخص کی مجلس نہیں بدلے گی۔

والحاصل ان ما لہ حکم المکان الواحد المسجد والبیت لا یضر الانتقال فیہ باکثر من ثلاث خطوات ما لا یقترن بعمل اجنبی (شامی ج ۱ ص ۴۲۶)

(۱) نہیں۔ (۲) نہیں۔ (۳) بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ چالیس ذراع کا مکان کبیر ہے۔ اور اس سے کم صغیر ہے۔ وبعضھم قال ان کانت اربعین ذراعًا فھی کبیرۃ والا فصغیرۃ ھذا ھو المختار۔ (شامی، ج ۱: ص ۵۴۲)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح، عبد الستار عفا اللہ عنہ

آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا علم ہو یا نہ ہو!

زید نے سجدۂ تلاوت کی آیت بلند آواز سے پڑھی تو کیا سامعین پر سجدۂ تلاوت واجب ہو گیا؟ جبکہ ان کو معلوم بھی نہیں اور نہ ہی ان کو بتلایا گیا۔ زید مطلع نہ کرنے پر گناہ گار ہو گا یا نہیں؟

المستفتی: حاجی عبد السلام ماوے والے، حیدر آباد۔

الجواب سامعین پر سجدۂ تلاوت تو واجب ہو گیا لیکن اگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ زید نے آیت سجدہ تلاوت کی ہے اور زید نے بھی ان کو اطلاع نہیں دی تو وہ سجدہ نہ کرنے میں عند اللہ معذور ہیں۔ واذا قرأ اٰیۃ السجدۃ بالفارسیۃ فعلیہ و علی من سمعھا السجدۃ فھم السامع اولا اذا اخبر السامع انہ قرأ اٰیۃ السجدۃ وعند ھما ان کان السامع یعلم انہ یقرأ القراٰن یلزمہ والا فلا کذا فی الخلاصۃ وقیل تجب بالاجماع ھو الصحیح کذا فی محیط السرخسی ولو قرأ بالعربیۃ یلزمہ مطلقا لکن یعذر بالتأخیر ما لم یعلم اھ (عالمگیریہ، ج ۱، ص ۶۸)۔ (تلاوت کنندہ پر لازم ہے کہ ان لوگوں کو اطلاع کر دے کہ میں نے آیت سجدہ تلاوت کی ہے سجدہ کر لیں)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، ۳۱/۶/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنے کے لئے نیت ضروری ہے!

فرض یا تراویح میں آیاتِ سجدہ پر رکوع کرنے سے کیا سجدہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب آیتِ سجدہ مکمل کر کے رکوع کریں اور رکوع کرتے وقت سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی بھی نیت کر لی تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ وفی الھندیۃ ولو لم یسجد ورکع ونوی السجدۃ یجزیہ قیاسا وبہ نأخذ (ج ۱: ۶۹)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

ٹیپ ریکارڈ سے آیتِ سجدہ سننے کا حکم

ٹیپ ریکارڈر، لاؤڈ سپیکر یا ٹی وی پر سجدۂ تلاوت پڑھنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب ٹیپ ریکارڈ سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ واجب نہیں۔ ٹی وی سے ٹیپ شدہ پروگرام نشر ہو رہا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر براہِ راست پروگرام نشر ہو رہا ہو تو سجدہ کیا جاوے اور سپیکر سے آیت سجدہ سننے پر بھی سجدہ واجب ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ ٹیپ اور ٹی وی سے آیت سجدہ سننے پر بھی سجدۂ تلاوت کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۵/۳/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔

دورانِ نماز غیر نمازی سے آیتِ سجدہ سنے تو سجدہ کب کرے

ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا آدمی اس کے قریب آیت سجدہ پڑھتا ہے آیا وہ اس حالت میں سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب نماز کے بعد سجدہ کرے نماز کے اندر نہیں۔ ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیھا لانھا غیر صلاتیۃ بل یسجد بعدھا اھ (در مختار علی الشامیۃ: ج ۱ ص ۵۴۲)۔

فقط واللہ اعلم، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، ۶/۳/۱۴۰۱ھ

اساتذۂ حفظ کیلئے سجدۂ تلاوت کا ایک حکم

درجۂ حفظ کے اساتذہ کو دن میں بہت سی آیاتِ سجدہ سننے کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو کیا ہر آیت پہ سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ نیز گزشتہ سجدوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: مختلف بچوں سے ایک ہی آیت ایک ہی مجلس میں سنے تو سننے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا۔ اور اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیات سنیں تو جتنی آیات ہوں اتنے سجدے واجب ہوں گے۔ اور اگر مجلس بدل جائے تو جتنی مجلسیں ہوں اتنے سجدے واجب ہوں گے۔

وشرط التداخل اتحاد الأية واتحاد المجلس حتى لو اختلف المجلس واتحدت الأية او اتحد المجلس واختلفت الأية لا تداخل كذا فى المحيط۔اھ (عالمگیری، ج۱، ص ۶۹)۔

گزشتہ سجدوں کو بھی ادا کیا جائے۔ صحیح تعداد یاد نہ ہو تو ظنِ غالب کا اعتبار کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۵/۱۴۰۰ھ

سجدۂ تلاوت کیلئے قبلہ رُو ہونا ضروری ہے

الاستفتاء: سجدۂ تلاوت کیلئے قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر غیر قبلہ کی طرف منہ کرکے سجدہ کیا تو سجدہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب: سجدۂ تلاوت کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ (وشرط لصحتها ان تكون (شرائط الصلوة) موجودة فى الساجد الطهارة من الحدث والخبث وستر العورة واستقبال القبلة الخ (مراقی الفلاح ص ۲۷۱)۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۸/۱۱/۱۴۰۷ھ

سجدۂ تلاوت رکوع یا سجدہ میں ادا کرنے کا معمول نہ بنایا جائے

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا ہوتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ فوراً یا آیت سجدہ کے ایک دو آیت بعد رکوع میں چلا جائے اور سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کرے۔ ایسے ہی سجدۂ نماز میں بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ سجدہ فوراً ہو۔ لیکن تراویح میں حافظ صاحب کو چاہئے کہ وہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کریں۔ کیونکہ صرف امام کی نیت کافی نہیں۔ اگر وہ رکوع میں نیت کرے گا تو صرف اسی کا ادا ہوگا مقتدیوں کا رہ جائے گا۔ واجب ان کے ذمہ بھی ہے۔ لہذا مستقل ادا کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تراویح میں آیتِ سجدہ تلاوت کرکے سجدہ نہ کیا تو

اگر تراویح میں امام نے آیتِ سجدہ تلاوت کرکے سجدہ نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر امام صاحب نے آیتِ سجدہ تلاوت کرتے ہی رکوع کر لیا اور رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ کے ضمن میں سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو گیا۔ لہذا کسی پر گناہ نہیں۔ اور اگر یہ صورت نہیں پائی گئی تو سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوا۔ اب قضا بھی نہیں ہو سکتی توبہ لازم ہے۔

ولم تقض الصلاتية خارجها ركنز۔ اى خارج الصلوة لان السجدة المتلوة فى الصلوة افضل من غيرها لان قراءة القرآن فى الصلوة افضل منها فى غيرها فلم يجز اداءها خارج الصلوة لان الكامل لا يتأدى بالناقص..... الى قوله ثم مقتضى قواعدهم انه اذا لم يسجد فى الصلوة حتى فرغ فانه يأثم لانه لم يؤد الواجب ولم يمكن قضاءها لما ذكرنا وهذا من الواجبات الذى اذا فات وقته تقرر الاثم على المكلف والمخرج له عنه التوبة كسائر الذنوب اھ (بحر الرائق ج ۲ ص ۲۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۹/۷/۱۳۹۸ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مکروہ وقت میں آیتِ سجدہ پڑھی تو سجدہ کب کرے؟

سجدۂ تلاوت زوال، طلوع اور غروب کے وقت بھی ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: ویصح اداء ما وجب فیها مع الکراهة کجنازة حضرت وسجدة آیة تلیت فیها۔ (نور الایضاح)۔

عبارتِ ہذا سے معلوم ہوا کہ اگر ان اوقات میں آیتِ سجدہ پڑھی ہے اور اسی وقت سجدہ بھی کر لیا تو سجدہ ہو گیا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ دوسرے وقت میں کرے۔ اور اگر کسی دوسرے وقت میں آیتِ سجدہ پڑھی تو طلوع، غروب اور زوال کے وقت میں سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۵/۱۰/۱۳۹۵ھ

سجدۂ تلاوت کی ادائیگی میں تاخیر کرنا

سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے فوری بعد ادا کرنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر بھی کر سکتے ہیں تاخیر کرنے سے قضاء تو نہ ہوگا؟

محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب: اگر آیت سجدہ نماز میں تلاوت کی ہے تو فوری ادا کرنا ضروری ہے۔ تاخیر سے گناہ ہوگا۔ وصفتها الوجوب علی الفور فی الصلوة وعلی التراخی ان کانت غیر صلاتیة۔ اھ (مراقی)۔

(قوله علی الفور) ای فور التلاوة وظاهره انه لو اخرها الی رکعة ثانیة اثم قال فی الشرح واذا اخرها حتی طالت التلاوة تصیر

قضاء ویأثم ثم قال وکذا کره تحریما تأخیر الصلاتیة عن وقت القراءة۔ اھ (طحطاوی ص ۲۶۰)۔

اور اگر خارج نماز آیتِ سجدہ تلاوت کی ہے تو اگر وقت مکروہ نہ ہو تو تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ وغیرها تجب موسعا ولکن کره تأخیره السجود عن وقت التلاوة فی الاصح اذا لم یکن مکروها لانه بطول الزمان قد ینساها فیکره تأخیرها تنزیها۔ اھ (مراقی الفلاح)۔

(قوله اذا لم یکن مکروها) ای اذا لم یکن وقت التلاوة وقتا مکروها بان کان احد الاوقات الثلاثة فلا یکره تأخیرها عنه لیؤدیها فی کامل۔ اھ (طحطاوی ص ۲۶۱)۔

لیکن صورتِ ثانیہ میں جب بھی ادا کریں گے ادا ہوگا قضا نہیں ہوگا۔

ولا تجب علی الفور حتی لو سجد لها بعد سنة او اکثر تقع اداء لا قضاءً لعدم التقید بالوقت اھ (کبیری ص ۴۶۵)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدۂ تلاوت کے لئے بھی وضو ضروری ہے

زید کا استنجاء ہے وضو نہیں اور تلاوت قرآن کی کر رہا ہے اگر آیت سجدہ آ جائے تو کیا سجدہ اسی وقت ادا کرے یا کہ وضو کرنا ضروری ہے؟

الجواب: وضو ضروری ہے بدون اس کے سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا۔ وشرائط هذه السجدة شرائط الصلوة الا التحریمة۔ اھ (عالمگیری سجود التلاوة ج ۱)۔

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۲۹/۳/۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح:۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا۔

محفل قرأت میں آیت سجدہ پڑھنا

اگر کہیں محفل قرأت منعقد ہو تو اس میں ایسی سورۃ بھی پڑھ سکتے ہیں جس میں سجدہ ہو۔ یا نہ پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب اگر تو محفل خواص کی ہو اور معلوم ہو کہ یہ حضرات باوضو ہیں اور اہتمام سے سجدۂ تلاوت ادا کریں گے پھر تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ورنہ بہتر ہے کہ ایسی سورت نہ پڑھی جائے۔

ولو قرأ اٰية السجدة و عنده ناس فان كانوا متوضئين متأهبين للسجدة قرأها جهرًا و ان كانوا غير متأهبين ينبغي ان يخفض قراءتها لانه لو جهر بها لصار موجبا عليهم شيئا ربما يتكاسلون عن ادائه فيقعون فى المعصية ـ اهـ (بحرالرائق: ج ۲: ص ۱۳۸) ـ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۴۰۲/۱۱/۱۴ھ

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے۔ بینوا توجروا؟

سائل: رشید احمد دکاندار لاہور

الجواب اگر خارج صلوٰۃ سجدۂ تلاوت ادا کرنا ہو تو اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں اور پھر سجدہ میں تسبیحات اور دعائیں جو چاہیں پڑھیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائیں۔ دائیں بائیں سلام پھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔

ومما يستحب لادائها أن يقوم فيسجد لان الخرور سقوط من القيام والقرآن ورد به وهو مروى عن عائشة رضى الله عنها وان لم يفعل لم يضره ـ اهـ (بحرالرائق، ج ۲، ص ۳۷) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ؛ الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سجدۂ تلاوت فوراً ممکن نہ ہو تو یہ کلمات پڑھ لیں

اگر کسی وجہ سے سجدۂ تلاوت فوراً ادا کرنا متعذر ہو تو کیا کیا جائے۔ بینوا توجروا؟

الجواب یہ کلمات پڑھ لیں "سمعنا و اطعنا غفرانك ربنا واليك المصير" پھر جب اتفاق ہو سجدہ کر لیں۔

وفى التتارخانية عن الحجة ويستحب للتالى او السامع اذا لم يمكنه السجود ان يقول سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير انتهى يعنى ثم يقضيها ـ اهـ (مراقى على الطحطاوى ص ۲۷۱)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲۷/۲/۱۴۱۰ھ

سوئے ہوئے سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ کرنا لازم ہے

ہمارے مدرسہ رائے ونڈ میں ایک طالب ہے جو نیند میں مسلسل کئی پارے متواتر پڑھ جاتا ہے تو ایسی حالت میں اگر وہ سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھے تو سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب اس حالت میں اگر وہ آیت سجدہ تلاوت کرے تو سامعین پر سجدہ واجب ہے

تلا اٰية سجدة وهو نائم فسمعه رجل تلزمه السجدة ـ اهـ (بحر الرائق: ج ۱، ص ۱۶۱) ـ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

سجدہ سے بچنے کے لئے آیت سجدہ کو چھوڑنا

میرا معمول ہے کہ دوران سیر تلاوت کرتا رہتا ہوں۔ چونکہ زبانی پڑھنا ہوتا ہے تو بسا اوقات

وضو نہیں ہوتا۔ تو ایسی صورت میں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آیت سجدہ کو چھوڑ دیا کروں تاکہ سجدہ واجب نہ ہو۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب ایسا کرنا مکروہ ہے۔ سجدہ فوراً تو واجب ہی نہیں۔ بعد میں جب با وضو ہوں تو ادا کر لیا کریں۔

ویکره ان یقرأ سورة فی صلوة اوغیرها ویترك اية السجدة لانه یشبه الفرار عن السجدة والاستنكاف عنها و ذالیس من اخلاق المؤمنین۔ اھ (کبیری، ص ۷۰۴)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۳/۱۴/ ۱۴۰۸ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

آیتِ سجدہ کی کتابت سے سجدہ کا حکم

بندہ کا ذریعۂ معاش کتابت ہے۔ تو اگر قرآنِ حکیم کی کتابت کے دوران آیت سجدہ آجائے تو اس کی کتابت سے سجدہ واجب ہوگا یا نہیں ؟

العبد سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب (کتابت کے دوران زبان سے نہ پڑھیں تو محض کتابت سے سجدہ واجب نہیں ہوگا۔)

وکذا لا تجب بالکتابة او النظر من غیر تلفظ لانه لم یقرأ ولم یسمع اھ (کبیری، ص ۴۶۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — ۲۲/ ۱۲/ ۱۴۰۹ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

رئیس الافتاء، جامعہ خیر المدارس ملتان — ۲۲/ ۱۲/ ۱۴۰۹ھ

مایتعلق

بصلوٰۃ المسافر

مسافتِ قصر کتنی ہے

کتبِ فقہ میں باب المسافر میں دیکھنے سے واضح و لائح ہوتا ہے کہ صحیح مذہب میں تعدادِ امیال مسافت میں کوئی جزئی نہیں۔ چنانچہ در مختار باب المسافر میں ہے۔ ولا اعتبار بالفراسخ علی المذهب۔ تو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ جن جن چھوٹی موٹی کتب میں تعدادِ امیال لکھی ہیں۔ ہر صاحب نے تخمیناً لکھی ہے۔ اور صحیح تو شتربانوں سے دریافت کر کے عمل کرنا چاہئے کہ (مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها) من اقصر ایام السنة ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اھ او بالسیر الوسط مع الاستراحة المعتادة (ص ۵۰۹ ج ۱) سے خوب بیّن ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق ہونے کے وقت اونٹ چلے سیرِ متوسط اور استراحت معتادہ (یعنی راستہ میں پیشاب وغیرہ کرتا چلے) اور دوپہر تک جس قدر سفر کر سکے۔ اسی طرح تین روز کی مسافت ہو۔ تو جس قدر ان تین دنوں میں مسافت ہوگی وہ سفرِ شرعی ہے۔ مختلف شتربانوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بعض اندازہ فی یوم چھ کوس، بعض سات کوس، آخری آٹھ کوس بتاتے ہیں۔ احتیاطاً ہر روز نو کوس کا حساب کر کے مسمی زید لوگوں کو حکم سفرِ شرعی بتاتا ہے اس حساب سے کل ستائیس کوس بنتے ہیں۔ انگریزی میل کے حساب سے فی کوس ڈیڑھ میل یا اس سے زائد ہے۔ زید خود بھی اس پر عمل کرتا ہے اور مستفتی شخص کو بھی کم از کم ستائیس کوس کا حکم دیتا ہے۔

الجواب: یہ صحیح ہے کہ ظاہر الروایۃ میں فراسخ یا میلوں کے ساتھ تقدیر نہیں کی گئی ہے بلکہ تین دن کا سفر معتاد مذکور ہے اس لئے یا تو آپ تقدیر نہ کریں اور اگر آپ میلوں یا فراسخ کے ساتھ تقدیر کرتے ہیں تو پھر آپ اور ہماری تقدیر اور تحقیق کے بجائے متأخرین کی تحقیق اور تقدیر زیادہ صحیح ہے۔ جو کہ (۲۱، ۱۸، ۱۵) فرسخ کے تین قول شامی میں مذکور ہیں۔ بعد میں ترجیح اٹھارہ کو ملی ہے اس لئے آپ کا فتویٰ صحیح نہیں ہے آئندہ احتیاط فرمائیں بہشتی زیور میں جو اڑتالیس میل کو مسافت قصر قرار دیا ہے یہ صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ خادم الافتاء

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

مسافت قصر کے بارے میں تحقیق انیق

گرامی قدر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتکم العالیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کتب احناف میں مسافت قصر کے بارے میں تین قول منقول ہیں۔ پندرہ فرسخ، اٹھارہ فرسخ، اکیس فرسخ۔ ان میں سے مفتیٰ بہ قول کون سا ہے؟ نیز حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ "ارجح الاقاویل" میں ہے کہ "الغرض مذہب مختار کے مطابق مسافت قصر تین منزل یا اڑتالیس میل انگریزی ہیں" (جواہر الفقہ: ج ۱، ص ۴۳۸)۔

کیا اڑتالیس میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دینا صحیح ہے؟ اڑتالیس میل انگریزی ان تینوں اقوال میں سے کس کے مطابق ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مسافت قصر ظاہر مذہب کے مطابق مقدر بالایام ہے کہ تین دن کی مسافت پر قصر وغیرہ احکام سفر ثابت ہو جائیں گے۔ ہدایہ میں ہے۔ السفر الذی یتغیر بہ الاحکام ان یقصد مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیہا اھ

اور امام ابو حنیفہ رح کی ایک روایت تقدیر بالمراحل کی بھی ہے۔ وعن ابی حنیفۃ رح التقدیر بالمراحل وھو قریب من الاول (ہدایہ: ج ۱، ص ۱۲۳)۔

تقدیر ایام و مراحل کے باوجود عامۂ مشائخ حنفیہ نے تقدیر فراسخ کو اختیار کیا ہے اور اس زمانہ کے لحاظ سے سہولت بظاہر اسی میں ہے۔ اس لئے علماء ہند و پاکستان اکابر و اصاغر سب میلوں سے ہی اس کی تعیین فرماتے ہیں۔ مشائخ حنفیہ کا پھر فراسخ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ قول اول اکیس فرسخ۔ قول ثانی اٹھارہ فرسخ۔ اور قول ثالث پندرہ فرسخ کا ہے۔ اور ان میں سے ائمہ خوارزم کا فتویٰ قول ثالث پر ہے۔ اور صاحب کفایہ وغیرہ نے محیط سے قول ثانی پر فتویٰ نقل کیا ہے۔ اور اول کا مفتیٰ بہ ہونا نظر سے نہیں گزرا۔

ثم اختلفوا فقیل احد وعشرون (فرسخا) وقیل ثمانیۃ عشر وقیل خمسۃ عشر والفتوی علی الثانی لانہ الاوسط وفی المجتبیٰ فتوی ائمۃ خوارزم علی الثالث اھ (شامیہ ج ۱، ص ۵۲۷)۔

اس سے دونوں مفتیٰ بہ قول متعین ہو گئے۔ پندرہ فرسخ اور اٹھارہ فرسخ۔ اور فرسخ بالاتفاق تین میل شرعی کا ہوتا ہے۔ قال فی الشامیۃ والمراد (من المیل) ھنا ثلث الفرسخ (ج ۱، ص ۵۲۷)۔

پس مسافت قصر پینتالیس میل شرعی یا چوّن میل شرعی ہوئی۔ یہ مسافت انگریزی میلوں کے حساب سے علی الترتیب اکیاون میل ایک فرلانگ بیس گز۔ یا اکسٹھ میل تقریباً تین فرلانگ بنتی ہے۔ اس حساب میں انگریزی میل ۱۷۶۰ گز۔ اور ہر گز انگریزی ۳۶ انچ کا لیا گیا ہے۔ جب کہ شرعی میل چار ہزار ذراع کا۔ اور ہر ذراع چوبیس انگل مساوی اٹھارہ انچ کا ہوتا ہے۔

وفی الہندیۃ اقرب الاقوال ان المیل وھو ثلث الفرسخ اربعۃ آلاف ذراع طول کل ذراع اربع وعشرون اصبعا اھ (باب القصر، عالمگیری ج ۱)

وفی منحۃ الخالق قال صاحبنا ابو العباس احمد شہاب الدین ابن الہائم والیہ یرجع فی ھذا الباب البرید اربعۃ فراسخ والفرسخ ثلاثۃ امیال والمیل الف باع والباع اربعۃ اذرع والذراع اربعۃ وعشرون اصبعا والاصبع ست شعیرات مرصوصۃ بالعرض والشعیرۃ ست شعرات بشعر البرذون انتہی کلامہ وھو موافق لما فی الزیلعی (الی ان قال) اقول تحصل من ھذا کلہ ان ما نقلہ الزیلعی ھو المعول اھ ملخصا (حاشیۃ بحر ج ۲، ص ۱۲۸)۔

الغرض ثابت ہوا کہ قول راجح اور مختار و معتمد یہی ہے کہ میل چار ہزار گز
وفی ارجح الاقاویل:

کا ہے جس میں گز متاخرین کا اعتبار کرکے چوبیس انگشت کا قرار دیا گیا ہے جو انگریزی گز سے نصف یعنی اٹھارہ انچ ہے۔" انتہی - (ج ۲ - ص ۴۳۳)۔

حساب بالا کے مطابق میل شرعی مروجہ میل سے دو سو چالیس انگریزی گز بڑا ہوا۔ کیونکہ ذراع شرعی معروف گز کا نصف ہے۔ تو میل شرعی دو ہزار انگریزی گز کا ہوا۔ پس میل شرعی کا میل انگریزی سے دو صد چالیس گز بڑا ہونا ثابت ہو گیا۔ جس کی بنا پر مسافت قصر اکیاون میل تقریباً ایک فرلانگ، یا اکسٹھ میل تقریباً تین فرلانگ (انگریزی) بنتی ہے۔ پس مسافت قصر اڑتالیس میل انگریزی قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

" ارجح الاقاویل " میں غالباً میل شرعی کو صرف دو سو چالیس گز شرعی بڑا خیال کر لیا گیا ہے جس کی بنا پر پینتالیس میل شرعی کو اڑتالیس میل انگریزی کے مساوی قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ میل شرعی ۲۰۴۰ انگریزی گز بڑا ہوتا ہے۔ پس ۴۵ میل شرعی - ۲۰ گز، ایک فرلانگ اکیاون میل انگریزی ہوگا۔ نہ کہ اڑتالیس میل انگریزی کے مساوی۔

اب قابل تحقیق یہ امر ہے کہ ان میں سے کس قول پر فتویٰ دیا جائے۔ اکیاون میل پر یا اکسٹھ میل والے پر۔ بندہ کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں کی بجائے ایک تیسرے قول پر عمل ہونا چاہیے۔ یعنی اڑتالیس میل شرعی مساوی تقریباً چوّن (۵۴) میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دیا جائے۔ وجوہ ترجیح یہ ہیں۔

۱ :- یہ قول ظاہر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ہے باقی اقوال تخریجات مشائخ ہیں حدیث نبوی ؐ قول صحابی رض یا قول امام اعظم رح نہیں ہے۔ اور ثلث ایام ولیالیھا کے الفاظ بھی سب اقوال پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ محولہ بالا حدیث عبداللہ بن عباس رض یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اھل مکۃ لا تقصروا الصلوٰۃ فادنی من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۳۱)۔

گو اس حدیث میں ایک راوی ضعیف ہے۔ اور احناف نے خلاف مذہب سمجھتے ہوئے اس حدیث کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ مگر یہ مخالفت اسی وقت تک ہے۔ جب تک ہم ظاہر مذہب احناف پر عمل کرنا چاہیں۔ لیکن جب ظاہر مذہب کے بجائے مشائخ احناف کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور ان میں سے کوئی قول لیا جائے گا تو یہ مخالفت مضر نہیں۔ کیونکہ ایسی مخالفت تو اقوال مشائخ کے ساتھ بھی موجود ہے۔

۲ :- موافقت ائمہ۔ قال ابن رشد فی البدایۃ والعلماء اختلفوا فی ذلک اختلافا کثیرا فذھب مالک رح والشافعی رح واحمد رح وجماعۃ کثیرۃ الی ان الصلوۃ تقصر فی اربعۃ برد (کذا فی الاوجز) وفی العمدۃ وعن مالک رح لا یقصر فی اقل من ثمانیۃ واربعین میلا بالھاشمی و ذلک ستۃ عشر فرسخا وھو قول احمد رح - (کذا فی الاوجز، ج ۲، ص ۷۰)۔

کفایہ میں ہے۔

والشافعی رح بیوم ولیلۃ وفی قول یومان ولیلتان وفی قول اثنا عشر بریدا کل برید اربعۃ امیال وکل ثلاثۃ امیال فرسخ فیکون ثمانیۃ واربعین میلا ویکون بالفراسخ ستۃ عشر میلا۔

(فتح القدیر، ج ۲، ص ۴)۔

۳ : (موافقت علماء ثقات ہندوستان کے بعض قدیم اکابر علماء کا فتویٰ بھی اڑتالیس میل شرعی یا اڑتالیس کوس ہے۔ خصوصاً حضرت گنگوہی قدس سرہٗ جیسا کہ ذیل کے فتوے سے ظاہر ہے۔

سوال :- کتنی مسافت سفر میں نماز قصر کرنا چاہیے۔ حسب احادیث صحیحہ۔

الجواب :- چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں۔ حدیث مؤطا مالک سے ثابت ہوتی ہے مگر مقدار میل کی مختلف ہے۔ لہٰذا تین منزلیں جامع سب اقوال کو ہو جاتی ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ (جواہر الفقہ، ج ۱، ص ۴۳۷)۔

مخفی نہیں کہ چار برید اڑتالیس ۴۸ میل شرعی ہیں نہ کہ انگریزی۔ جیسا کہ منحۃ الخالق کی عبارت گزشتہ سے ظاہر ہے مگر " مقدار میل مختلف ہے " کے الفاظ سے بھی یہی ظاہر ہے۔ کیونکہ میل شرعی کی مقدار میں اختلاف ہے۔ میل انگریزی تو متعین ہے۔ ۱۷۶۰ گز۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ کے بعض فتاویٰ سے ۴۵ میل شرعی۔ بعض سے ۵۲ میل شرعی۔ اور بعض سے ۴۸ میل شرعی مسافت قصر معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھئے - (ج ۴، ص ۴۴۵ - ج ۴، ص ۴۶۵ - فتاویٰ دار العلوم جدید)

" مالا بدمنہ " میں ہے۔

مسئلہ شخصے کہ از خانہ خود بر آید بہ نیت سفر سہ مرحلہ ہر مرحلہ شانزدہ کردہ..... آں شخص

فرض چہار گانہ را دوگانہ گزارد۔ اھ (ص ۴۴)

ظاہر ہے کہ یہ اڑتالیس میل انگریزی نہیں ہیں بلکہ اڑتالیس کروہ ہیں۔ اور کروہ کوس کو کہتے ہیں جو انگریزی میل سے کافی بڑا ہوتا ہے

فتاویٰ دارالعلوم جدید میں ہے

" در حاشیہ مالا بد منہ لیکن آنست کہ در مذہب حنفیہ اعتبار امیال وفراسخ نیست و در عالمگیری از ہدایہ آرد ولا معتبر بالفراسخ اما چہل وہشت چنانکہ مصنف اختیار کردہ مذہب شافعی راست۔ جب کہ حنفیہ کے نزدیک میل وفرسخ کا اعتبار نہیں تو جہاز کے سفر میں کس طور نماز قصر پڑھیں گے ؟

الجواب :- اصل مذہب بے شک یہ ہے کہ منازل کا اعتبار ہے یعنی تین دن کی مسافت معتبر ہے۔ لیکن اڑتالیس میل بھی تین منزل ہوتے ہیں۔ اس لئے معمول بہ یہی ہے اور مالا بد منہ میں اسی کو لیا گیا ہے۔ اھ (ج ۴، ص ۴۶۶)

سوال وجواب سے ظاہر ہے کہ مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ بھی اڑتالیس میل انگریزی نہیں لے رہے ہیں بلکہ اڑتالیس میل شرعی کو معمول بہ قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ یہی مالا بد منہ میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اسی کو معمول بہ قرار دے رہے ہیں۔ اور وہ اڑتالیس کروہ ہے جو اڑتالیس میل شرعی کے قریب بنتا ہے

الحاصل اڑتالیس میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دینا سمجھ میں نہیں آیا یہ مسافت کم از کم ۴۸ یا ۵۴ میل شرعی ہونی چاہیئے درمیانی قول کو راجح اور معمول بہ بنایا جائے بوجوہ بالا تو اولیٰ ہوگا۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۲۰/۴/۱۴۰۰ھ

عورت شادی کے بعد میکے میں قصر کرے یا اتمام

شادی کے بعد عورت جب اپنے والدین سے ملنے کے لئے آئے اور وہاں پندرہ دن

سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو وہاں قصر کرے یا پوری نماز پڑھے ؟

الجواب :- رخصتی کے بعد اقامت وسفر میں عورت خاوند کے تابع ہے۔ والدین کا گھر اس کا وطن نہیں رہا۔ لہٰذا اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہو تو قصر کرے۔

ثم المعتبر فی السفر والاقامة نية الاصل دون التبع كالخليفة والاجير مع الجند والزوج مع زوجته۔ اھ الکبیری ص ۴۹۸) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسافر آخری قعدہ میں شرکت کرے تو بھی اتمام کرے

اگر مسبوق مسافر، مقیم امام کے پیچھے صرف تشہد میں شرکت کرے اور کوئی رکعت اس کو نہ ملے تو کیا وہ ظہر، عصر اور عشاء میں پوری رکعتیں پڑھے ؟

الجواب :- وان اقتدى مسافر بمقيم يصلى رباعية ولو فى التشهد الاخير۔ اھ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ص ۲۳۳)

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ مسبوق مسافر اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں شریک جماعت ہو تب بھی اتمام واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۳ شوال ۱۳۸۱ھ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سفر کے ارادے سے اسٹیشن پر پہنچ جائیں تو اسٹیشن پر اتمام کریں یا قصر

سفر کے ارادہ سے جب آدمی اپنے شہر کے اسٹیشن پر پہنچ جائے اور نماز کا وقت ہو جائے تو نماز قصر کرے گا یا پوری ؟

الجواب اگر اسٹیشن شہر کی آبادی ہی کا حصہ ہو تو وہاں نماز پوری پڑھیں۔

من فارق بیوت موضع هو فيه من مصر او قرية ناويًا الذهاب الى موضع بينه وبين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافرًا فلا يصير مسافرا قبل ان يفارق عمران ماخرج منه من الجانب الذى خرج منه حتى لوكان ثمه محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلة به لا يصير مسافرا مالم يجاوزها ولوجاوز العمران من جهة خروجه يصير مسافرا اذ المعتبر جانب خروجه وان كانت هناك قرية متصلة بربض المصر فلابد من مجاوزتها على الصحيح وان كانت متصلة بفنائه دون ربضه لا تعتبر مجاوزتها على الصحيح (كبیری، ص ۵۹۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۴ / ۱۲ / ۱۴۱۰ھ

سفر میں سُنن مؤکدہ ادا کرنے نہ کرنے کے بارے میں تفصیل

زید کہتا ہے کہ حالتِ سفر میں سنن و نوافل معاف ہیں کیا اس میں کوئی اختلاف ہے یا نہیں۔ اگر اختلاف ہے تو دلائل برہانیہ سے واضح کیجئے۔ زید کہتا ہے ابوداؤد میں روایت آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ کیا کوئی روایت ابوداؤد میں ہے۔ اگر ہے تو اس کا کیا جواب ہے ؟

الجواب وفى البحر وقيد بالفرض لانه لا قصر فى الوتر و السنن واختلفوا فى ترك السنن فى السفر فقيل الافضل هو الترك ترخيصا وقيل الفعل تقربا وقال الهندوانى الفعل حال النزول والترك حال السير وقيل يصلى سنة الفجر خاصة

وقيل سنة المغرب ايضا وفى التجنيس والمختار انه ان كان حال امن وقرار يأتى بها لانها شرعت مكملات والمسافر اليه محتاج وان كان حال خوف لا يأتى بها لانه ترك بعذر بحر وعلى هامشه (قوله وقال الهندوانى الخ) قال الرملى قال فى شرح المنية المصلى والاعدل ما قاله الهندوانى اهـ (حاشیہ بحر ج ۲ ص ۱۳۱)

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں سنن مؤکدہ کے بارے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں لیکن افضلیت اس میں ہے کہ سفر کے دوران چلتے ہوئے ترکِ سنن افضل ہے اور ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں ادائے سنن افضل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ

۱۳ / ۱۱ / ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

جو نماز سفر میں ادا نہیں کر سکے حالتِ اقامت میں اس کی قضا کیسے کریں

اگر کسی آدمی کی حالتِ سفر میں نماز قضا ہو جائے تو کیا وہ اپنے مقام پر پہنچ کر نماز قصر ادا کرے یا پوری ادا کرے ؟

الجواب اگر سفر ہی میں اس نماز کا وقت ختم ہو گیا اور ادا نہیں کی تو گھر پہنچ کر قصر قضا کرے

والقضاء يحكى اى يشابه الاداء سفرًا وحضرًا لانه بعد ماتقرر لا يتغير اهـ (درمختار) (قوله سفرًا وحضرًا) اى فلو فاتته صلوة السفر وقضاها فى الحضر يقضيها مقصورة كما لو اداها وكذا فائتة الحضر تقضى فى السفر تامة۔ اهـ (شامی، ج ۱، ص ۵۸۸)۔

۲۔ والمعتبر فى تغيير الفرض آخر الوقت وهو قدر ما يسع التحريمة فان كان المكلف فى آخره مسافرًا وجب ركعتان والا فاربع لانه المعتبر فى السببية عند عدم الاداء قبله اهـ (درمختار على الشامية، ج ۱، ص ۵۸۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان - ۲ / ۱۰ / ۱۴۰۹ھ

مسافر امام کا مقیم مدرک مقتدی بقیہ رکعتوں میں قرأت نہ کرے

جب امام مسافر ہو تو وہ دو رکعت پر سلام پھیر دے گا۔ جب مقیم مقتدی کھڑے ہو کر باقی دو رکعت پڑھیں گے تو وہ اس میں قرأت کریں یا نہ کریں؟

حافظ حبیب اللہ

جامع مسجد۔ اڈہ چیچہ وطنی۔ ضلع ساہیوال

الجواب مقیم مقتدی بقیہ رکعتوں میں قرأت نہ کریں بلکہ فاتحہ کی مقدار خاموش کھڑے رہ کر رکوع میں چلے جائیں۔ فاذا صلی المسافر رکعتین یسلم ویقوم المقیم فیتم صلوته بغیر قرأة فی الاصح وقیل یتم بقراءة لانه منفرد ولذا یجب علیه سجود السهو لوسها وجه الاصح انه بالنظر الی کونه مقتدیا تحریمة حیث ادرك اول صلوة الامام تکره له القراءة تحریما و بالنظر الی کونه غیر مقتد فعلا وقد سقطعنه فرض القرأة تستحب له القرأة واذا دار فعل بین کونه مستحبا وحراما رجحت الحرمة۔ اھ (غنیة المستملی، ص ۵۰۰)۔

فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان - ۱۳ / ۹ / ۱۴۰۴ھ

فوجی کا قیام ایک جگہ پر نہ ہو تو اتمام کرے یا قصر؟

فوجی اپنے گھر سے نکلا اور فوج میں جہاں قیام ہوا وہاں فوجی کو علم نہیں ہوتا کہ میں یہاں کتنے دن

قیام کروں گا افسر کی نیت پر اطلاع بعض دفعہ مشکل ہوتی ہے۔ بعض دفعہ اچانک دس دن کے اندر دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم ہو جاتا ہے اور ہمیشہ ایک جگہ قیام نہیں ہوتا۔ تو ایسی صورت میں نماز قصر ہوگی یا پوری؟

الجواب صورت مسئولہ میں سپاہی اور فوجی قصر کریں گے تا وقتیکہ افسر کی نیت اقامت کا علم نہ ہو جائے۔

ولا بد من علم التابع بنیة المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامة ولم یعلم التابع فهو مسافر حتی یعلم علی الاصح وفی الفیض وبه یفتی کما فی المحیط وغیرہ۔ (درمختار، ج ۱، ص ۷۴۵۔ شامی)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵ / ۱۰ / ۱۳۹۱ھ

مسافر کو خلیفہ بنانے کا حکم

اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے تو مسافر مقتدی کو خلیفہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: (مولانا) غلام مرتضیٰ، جامعہ اشرفیہ، شاہ کوٹ شیخوپورہ

الجواب امام مسافر مقتدی کو بھی خلیفہ بنا سکتا ہے۔

وکل من یصلح اماما للامام الذی سبقه الحدث فی الابتداء یصلح خلیفة له ومن لا یصلح اماما له فی الابتداء لا یصلح خلیفة له کذا فی المحیط۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۵۰)۔

اور رباعی میں اقتدار کی وجہ سے مسافر مقتدی کے فرض بھی چار ہی ہوں گے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ ہذا۔ ۱۷ / ۲ / ۱۳۹۶ھ

سفر میں تکلیف نہ ہو تو بھی قصر کرے

اگر دوران سفر کسی قسم کی تکلیف نہ ہو تو بھی محض سفر کو سبب بنا کر قصر کرے یا نہ کرے۔ آج کل سفر میں بہت سہولتیں ہیں؟

الجواب: سفر میں بہر حال قصر کرے پوری نماز پڑھنے سے گناہگار ہوگا۔ فیکرہ الاتمام عندنا حتی روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ قال من اتم الصلوۃ فقد اساء وخالف السنۃ۔ اھ۔ (شامی ج۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	۲۹ / ۱۲ / ۱۳۹۹ھ

مسافت قصر اڑتالیس میل شرعی ہے نہ کہ انگریزی

مسافر کی نماز قصر کے سلسلہ میں نماز حنفی میں "اڑتالیس کوہ" کا لفظ ہے بعض لوگ موجودہ میل کے بارے میں بھی اڑتالیس میل کا فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ کوہ میل سے بڑا ہوتا ہے۔ لہذا اس کی وضاحت فرمائیں کہ کوہ سے مراد کون سا میل ہے۔ اور میل کے اعتبار سے کتنے میل مسافت ضروری ہے اور کلومیٹر کے اعتبار سے کتنی مسافت بنتی ہے؟

الجواب: مسافت قصر میں ۴۸ میل سے مراد میل شرعی ہے جس کے انگریزی میل تقریباً ۵۴۔ اور کلو میٹر کے حساب سے ستاسی کلو میٹر بنتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان - ۹ / ۲ / ۱۴۰۶ھ

سفر شرعی تک جانے کا ظن غالب ہو تو قصر واجب ہے

لوگ وعظ کرتے کرتے دور دراز تک چلے جاتے ہیں، مثلاً تبلیغی جماعت والے تو قصر کریں یا نہ؟

الجواب: جس شہر کا قصد ہے اگر وہ مسافت شرعی پر واقع ہے تو مقیم امام کا مقتدی نہ ہونے کی صورت میں قصر کرے گا۔ ورنہ اتمام کرے گا۔ اگر شہر کی تعیین نہیں تو غلبۂ ظن پر مدار ہے۔ اگر اس کا غلبۂ ظن مسافت شرعیہ کو سفر کے پہنچنے کا ہے۔ تو قصر کرے۔ یقین ضروری نہیں۔ کما فی الھندیۃ ویکفی فی ذلک القصد غلبۃ الظن یعنی اذا غلب علی ظنہ انہ یسافر قصر ولا یشترط فیہ التیقن اھ (ج۱، ص۷۲)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی - ۱۰ / ۸ / ۱۴۰۸ھ

ملازمت والا وطن اقامت وطن اصلی کے حکم میں ہے

زید پشاور کا رہنے والا ہے اور لاہور بسلسلہ ملازمت رہائش اختیار کی ہوئی ہے۔ اب وہ کسی کام کے لیے ملتان جاتا ہے اور ارادہ یہ ہے کہ واپسی پر چھ دن لاہور رہ کر بڑے دن کی چھٹیوں پر جو کہ یقینی ہیں پشاور چلا جاؤں گا تو اب وہ ان چھ دن میں لاہور قصر کرے یا پوری نماز پڑھے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں لاہور اور پشاور دونوں اس کے وطن اصلی ہیں پشاور بوجہ جائے پیدائش ہونے کے اور لاہور اس لئے کہ وہاں ملازمت کی وجہ سے قرار کیا ہوا ہے گو بال بچے یہاں نہیں ہیں۔ اور بیوی بچے بھی لاہور ہوں تو بطریق اولیٰ وطن اصلی ہوگا۔ وطن اصلی کی تعریف یہ ہے۔

ھو موطن ولادتہ او تأھلہ او توطنہ اھ (درمختار)۔ قال فی الشرح او توطنہ ای عزم علی القرار فیہ وعدم الارتحال وان لم یتأھل۔ اھ (شامی ج۱، ص۷۴۲)۔

لہذا لاہور سے باہر قصر کرے گا اور لاہور میں خواہ چھ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو نماز پوری پڑھی جائے گی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفر لہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا۔ ۷ / ۴ / ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

فوجی جنگل میں ٹھہرے ہوئے ہوں تو نیتِ اقامت کے باوجود قصر کریں

اسلامی لشکر جنگی مشقوں کے لئے جاتا ہے۔ اتنا سفر اپنی چھاؤنی سے طے کر جاتا ہے جس میں قصر کی اجازت ہوتی ہے جہاں پڑاؤ ڈالتا ہے۔ کبھی کرنل صاحب مدتِ قیام متعین کر دیتے ہیں کبھی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ فوجی حکموں کے اعتبار سے مستقل اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتے بلکہ ہر کمانڈر بالا کمانڈر کے اختیار میں ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کس کمانڈر کی نیتِ قیام پر عمل کرے۔ قصر کرے یا پوری پڑھے۔ اگر پوری پڑھے تو قابلِ اجر ہے یا گناہ ہوگا ؟

غلام زین العابدین
اوکاڑہ کینٹ ، ساہیوال

الجواب: موجودہ کرنل کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر وہ بتلادے کہ پندرہ دن قیام کرنا ہے تو پوری نماز پڑھی جائے جب کہ پڑاؤ کسی شہر، قصبہ یا بستی کے متصل ہو۔ اور اگر پڑاؤ جنگل میں ہے تو پندرہ روز قیام کی نیت ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قصر واجب ہے۔

قال شمس الائمة الحلوانی عسكر المسلمين اذا قصدوا موضعًا ومعهم اخبيتهم وخيامهم وفساطيطهم فنزلوا مفازة فی الطريق ونصبوا الاخبية والفساطيط وعزموا فيها على اقامة خمسة عشر يومًا لم يصيروا مقيمين لانها حمولة وليست بمساكن كذا فی المحيط - (ہندیہ ۱۳۰۱ ، ص ۷۲)-

اتمام کرنا جائز نہیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان - ۲۸ / ۱۱ / ۱۳۹۹ھ

جنگی قیدی دار الحرب میں قصر کریں یا اتمام

ہم پاکستانی جنگی قیدی اس وقت انڈیا میں مقیم ہیں کیا ہم قصر کریں یا پوری نماز ادا کریں ؟

المستفتی حافظ عطاء اللہ خان و مولوی محمد صادق
جنگی قیدی پاکستانی - انڈیا

الجواب: آپ سب پوری نماز ادا کریں قصر نہ پڑھیں۔ کیونکہ آپ لوگ اس وقت بھارتی افسروں کی تبعیت میں مقیم ہیں مسافر نہیں ہیں نیز اگر آپ کے کیمپ کسی شہر یا قصبہ کے فناء میں واقع ہیں تو جمعہ و عیدین بھی ادا کریں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی - ۲۱ / ۱۱ / ۱۳۹۲ھ

کم از کم مسافت جس پر احکامِ سفر شروع ہو جاتے ہیں

کتنی مسافت طے کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے کہ اس پر مسافر والے احکام مثلاً قصر صلوٰۃ وغیرہ لاگو ہو جائیں۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی مرحوم کی کتاب "علم الفقہ" میں مسیرۃ ثلاثۃ ایام کی مسافت چھتیس ۳۶ میل تحریر کی ہے کہ یومیہ بارہ میل بنتی ہے اور یومیہ مسافت صبح سے دوپہر تک تحریر کی ہے۔ نہ کہ صبح سے شام تک چلنا۔ کیا یہ درست ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی اس پر عمل کرے تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب: مسافتِ قصر کے بارے میں مشائخ حنفیہ کے تین قول ہیں۔ کم از کم پندرہ فرسخ لکھا ہے جس کے پینتالیس ۴۵ میل شرعی اور ۵۱ میل انگریزی ایک فرلانگ اور بیس گز ہوتے ہیں۔ پس ۳۶ میل پر قصر کرنا درست نہیں۔ نہ معلوم "علم الفقہ" میں یہ مقدار کیسے لکھی گئی ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ - ۷ / ۱۰ / ۱۳۹۶ھ

مسافر چار رکعت کی نیت کر کے نماز شروع کر دے تو کیا کرے

میں مسافر تھا جب میں مصلی پر امامت کے لئے کھڑا ہوا تو چار رکعت نمازِ ظہر کی نیت باندھ لی۔ دفعتاً خیال آیا کہ میں مسافر ہوں مجھے تو دو رکعت نماز پڑھنی ہے۔ اس کشمکش و پیچ میں تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر میں نے نماز توڑ دی۔ میں نے یہ سمجھا کہ نیت فرض ہے۔ اگر نیت درست نہیں تو نماز نہیں ہوگی۔

۱ : کیا نماز کی نیت کے فوراً بعد میرا یہ عمل درست تھا ؟

۲ : کشمکش و پیچ میں مبتلا رہنے کے بعد میرا یہ عمل درست تھا ؟

۳ : کیا اس کا کوئی متبادل نماز کی حالت میں ممکن ہے ؟

۴ : نماز میں سے ایسے وقت میں نکلنے کا کوئی خاص طریقہ اپنانا چاہیئے تھا۔ مثلاً دونوں طرف کھڑے ہو کر سلام پھیرنا وغیرہ ہے یا نہیں ؟

۵ : دوستوں نے کہا کہ مجھے اس وقت قیام کی نیت کر لینی چاہیئے تھی یا مکمل پڑھ لینی چاہیئے تھی۔

الجواب

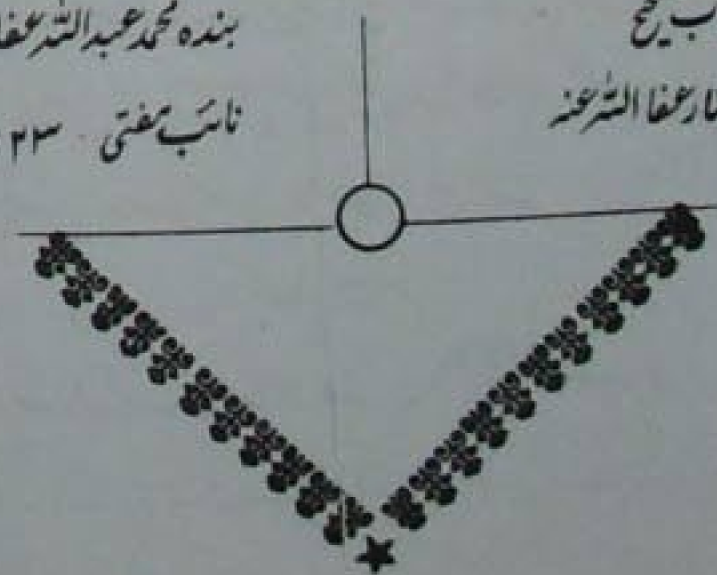
تعداد رکعات کا تذکرہ نیت کے وقت شرعاً ضروری نہیں بلکہ خلاف واقعہ ذکر ہو جانے سے بھی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہندیہ میں ہے۔

ولا یشترط نیة عدد الرکعات هکذا فی شرح الوقایة حتی لو نواها خمس رکعات وقعد علی رأس الرابعة أجزاه وتلغو نیة الخمس (ج ۱ ص ۶۶)۔

اس لئے آپ کو نماز توڑنی نہیں چاہیئے تھی مسافر والی نماز پڑھا کر سلام پھیر دیتے اور یہ اعلان کر دیتے کہ میں مسافر ہوں تم اپنی نماز پوری کرو۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۹/۲۳ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ



اسلامی فوج نے دار الحرب کے کسی علاقہ پر قبضہ کیا ہوا ہو تو وہاں قصر کریں یا اتمام ؟

ہم راجستان میں دار الحرب کی مقبوضہ زمین میں رہتے ہیں چونکہ رمضان شریف کا مہینہ آ رہا ہے ہمارے لئے روزوں کا کیا حکم ہے۔ کیونکہ سحری کھانا مشکل ہے رات کو آگ جلانا یا حرکت کرنا دشوار ہے اب تک ہم یہاں قصر پڑھتے ہیں لیکن اب بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اب ہم کو زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اس لئے ہم کو پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور نمازِ جمعہ و عید کا کیا حکم ہے۔

الجواب

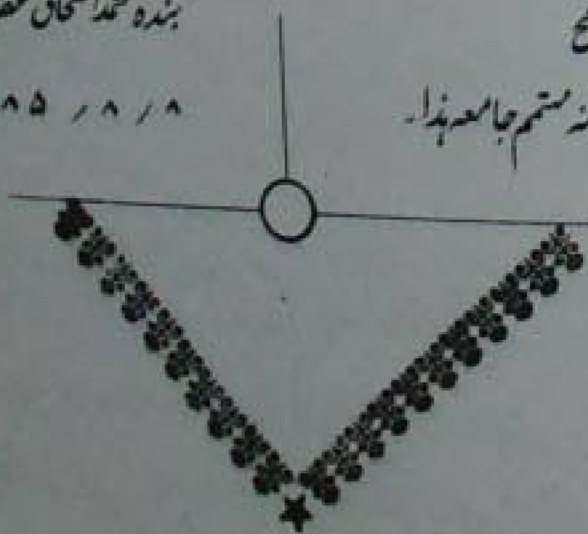
وفی البحر عن التجنیس اذا غلبوا علی مدینة الحرب ان اتخذوها دارا أتموا والا بل ارادوا الاقامة بها شهرا او اکثر قصروا لبقائها دار حرب وهم محاربون فیها بخلاف الاول۔اھ۔ (شامیة ج ۱ ص ۷۳۸)۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ حکومتِ پاکستان جب تک مقبوضہ علاقوں کو اپنا علاقہ تصور نہ کرے اس وقت تک یہ علاقے دارِ حرب رہیں گے جیسا کہ حکومت کے اعلانات سے ظاہر ہے۔ لہٰذا آپ حضرات ان علاقوں میں اب تک مسافروں کے حکم میں ہیں۔

روزہ کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر رکھ سکتے ہوں تو بہتر ہے۔ ورنہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور قضاء لازم ہے۔ تراویح اگر پڑھ سکتے ہوں تو بہتر ہے چھوڑنے کی بھی اجازت ہے۔ فرائض میں قصر لازم ہے جمعہ اور عید کی نماز آپ لوگوں کے ذمہ فرض نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی
۸/۸/ ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا۔



وطن اقامت مشابہ بہ وطن اصلی میں ایک دفعہ

بہ نیتِ اقامت پندرہ دن ٹھہرنا ضروری ہے

زید اپنے وطن اصلی سے تقریباً ساٹھ میل دور کسی جگہ بسلسلہ ملازمت قیام پذیر ہے اور وہ ہر ہفتہ گھر چلا جاتا ہے ایک یوم کے لئے تو گویا کہ وطن اقامت میں چھ دن رہتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں وطن اقامت میں قصر کرے گا؟ پہلے ہمارا اسی پر عمل تھا۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے سنا ہے کہ مفتیان خیر المدارس نے اپنا فتویٰ تبدیل کر دیا ہے۔ کہ وطن اقامت اس وقت تک باطل نہ ہوگا جب تک کہ وہاں سے ترک سکونت نہ کرے کیا یہ صحیح ہے؟

مستفتی سلمان احمد۔ ٹوبہ

الجواب وطن اقامت بننے کے لئے اس جگہ میں ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت سے قیام کرنا ضروری ہے۔ لعدازاں وطن اقامت میں اتمام کیا جائے۔ خواہ مدتِ اقامت سے کم قیام کیا جائے (اور اگر کسی دفعہ بھی پندرہ دن کی نیت سے قیام نہیں کیا تو اس وطن اقامت میں قصر کی جائے۔ یہ درست ہے کہ جب تک ترک سکونت نہ کی جائے، ایسا وطن اقامت سفر سے یا وطن اصلی کی طرف جانے سے باطل نہیں ہوتا۔)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
رئیس الافتاء۔ جامعہ خیر المدارس ملتان	۸ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

مسافر امام نے اتمام کیا تو مقتدیوں پر بہرحال اعادہ واجب ہے

زید سفر پر گیا وہاں امامت کرائی اور نماز پوری پڑھائی۔ بعد میں خیال آیا۔ بعض علماء سے پوچھا گیا تو انہوں نے گنجائش نکالی کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قصر نہیں ہے۔ لهذا انتشار کے خطرہ

کی وجہ سے نماز درست ہوگئی۔ نیز فتاویٰ دار العلوم دیوبند وغیرہ میں ہے۔

و ذلک بما ورد فی رد المحتار ان الاعتبار لاعتقاد المفسد ولا اعتبار لاعتقاد الامام الخ۔ وضاحت فرمادیں۔

مستفتی حافظ یعقوب احسن

بگویہ جامع مسجد بھیرہ ضلع سرگودھا

الجواب صورت مسئولہ میں مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ انہیں اطلاع دینا ضروری ہے تاکہ وہ فرض سے سبکدوش ہو سکیں (انتشار کوئی عذر نہیں جو مانع ہو)۔ سوال میں مذکور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کے لئے جب امام کی آخری دو رکعت نفل میں تو اس کی نماز اقتدا کی وجہ سے فاسد ہو جائے گی۔ امام خواہ نہیں نفل کی حیثیت سے پڑھ رہا ہو یا شافعی ہونے کی بنا پر فرض کی حیثیت سے پڑھ رہا ہو مگر چونکہ مقتدی حنفی ہے اور اس کے لحاظ سے آخری دو رکعتیں نفل ہیں۔ لهذا اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ وہاں جانا بھی ضروری نہیں اطلاع ضروری ہے۔ جہاں تک ممکن ہو کوشش کر کے اطلاع دی جائے

فلو اتم المقیمون صلوتہم معہ فسدت اھ۔ (شامی، ج ۱، ص ۷۴۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲/۱/۱۳۹۹ھ

مسافر اتمام کرے تو اس کی نماز کا حکم

ایک آدمی سفر میں جاتا ہے۔ بمقدار سفر اتنی ہے کہ اس میں قصر نماز پڑھی جاتی ہے۔ لیکن بوجہ غلبۂ نسیان کے وہ بھول گیا اور بالکل یاد نہیں رہا اور بجائے قصر کے پوری نماز پڑھتا رہا۔ اسی حالت میں امامت بھی کی اور اکیلے نماز بھی ادا کی گھر آنے پر یاد آیا۔ اب اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب ۱۔ فان صلی اربعا وقعد فی الثانیۃ قدر التشہد اجزأتہ والاخریان نافلۃ ویصیر مسیئا التاخیر السلام۔ اھ

(عالمگیری، ج ۱، ص ۱۳۹)۔

۲ ، لو اقتدی مقیمون بمسافر واتم بهم بلانیة اقامة وتابعوه فسدت صلوتهم الخ (شامی ج۱، ص ۵۴۴)۔

عبارت اوّل سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں مسافر کی نماز صحیح ہے خواہ امام ہو یا منفرد۔ بشرطیکہ قعدہ اولیٰ کیا ہو۔ اور کراہت بھی نہیں۔ کیونکہ نسیاناً ہوا ہے۔ (کذا فی الدر، ج ۱، ص ۳۶)۔ عبارتِ ثانی کی بناء پر ان مقتدیوں کی نماز البتہ فاسد ہے۔ جو مسافر امام کے پیچھے پوری نماز پڑھتے رہے ہیں۔ اس لئے امام مذکور پر لازم ہے کہ وہ حتی الامکان ان مقتدیوں کو اطلاع کرے کہ وہ اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

محمد عبداللہ عفراللہ مفتی مدرسہ ہذا

۲۳/۲/۱۳۷۹ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان

صرف زمین یا مکان کا باقی رہنا وطن اصلی کے ختم ہونے کے لئے مانع نہیں ہے

میری زرعی اور سکنائی جائیداد ضلع لائلپور میں ہے۔ لیکن تقریباً عرصہ تیس سال سے وہاں کی سکونت بالکل ترک کردی ہے اور ضلع بہاول پور میں زرعی اور سکنائی جائیداد بنا رکھی ہے اور رہائش بھی اسی جگہ اختیار کرلی ہے۔ اور ضلع لائلپور میں جہاں جائیداد ہے وہاں دوبارہ سکونت پذیر ہونے کا کوئی خیال نہیں ہے لیکن اقرباء کی ملاقات کے لئے یا اپنی جائیداد کی آمدنی وصول کرنے کے لئے سال بھر میں ایک دو دفعہ جانا ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر میں وہاں جاؤں اور تین روز اقامت کا ارادہ بھی ہو تو نماز قصر ادا کروں یا نہ۔ اگر ایک شخص کی جائیداد دو، تین یا اس سے زائد جگہ میں ہے اور سکونت اس کی ایک جگہ ہے مستقل۔ تو جب وہ اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کرنے جائے اور تین روز رہائش کا ارادہ ہو تو کیا وہ قصر کر سکتا ہے یا صرف جائیداد کا ملکیت میں ہونا وطن اصلی کے لئے کافی ہے؟

الجواب

(الوطن الاصلی یبطل بمثلہ) اذا لم یبق لہ بالاول اھل ای وان بقی لہ فیہ عقار۔ قال فی النھر ولو نقل اھلہ ومتاعہ ولہ دور فی البلد لا تبقی وطنا لہ وقیل تبقی کذا فی المحیط وغیرہ (درمختار مع الشامی ج۱، ص ۵۸۶)

(عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ وطن اصلی کے بطلان کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ وہاں سے بالکلیہ ترک سکونت کر کے مستقل طور پر رہائش دوسری جگہ پر کرلی جائے۔ پہلے وطن میں اپنے مکان یا جائیداد کا باقی رہنا وطن اصلی کے بطلان کے لئے مانع نہیں۔ پس صورتِ مسئولہ میں جب لائلپور جائیں اور وہاں پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ ہو تو قصر کرنا پڑے گی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفراللہ مفتی مدرسہ ہذا

۹/۱۱/۱۳۷۹ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان

ملازمت کی جگہ کبھی ہفتہ سے زائد نہ ٹھہرے ہوں تو قصر کریں یا اتمام

۱ ، ہم اپنے گاؤں سے ایک سو میل دور پشاور میں ملازم ہیں۔ ہم ہر ہفتے باقاعدگی سے اپنے گاؤں جاتے ہیں اور ہر ہفتے کے دن واپس پشاور آجاتے ہیں۔ یہ معمول گزشتہ پانچ سال سے جاری ہے اور آئندہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔ تو نماز قصر ہے یا پوری؟

۲ ، اگر قصر ہے تو گزشتہ پانچ سال جو ہم نے پوری نماز پڑھی ہے کافی ہے یا قصر کی قضا کریں۔

الجواب

۱ ، اگر جائے ملازمت میں کسی ایک مرتبہ پندرہ روز بہ نیت اقامت مقیم نہیں ہے تو آپ اس جگہ مسافر ہی متصور ہوں گے۔ نماز قصر کریں۔ بصورت دیگر آپ مقیم ہوں گے۔ آئندہ کے لئے خواہ تھوڑے دن ہی قیام رہے تب بھی پوری نماز پڑھی جائے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز جماعت سے ادا کریں۔ درمختار میں ہے۔

فیقصر ان نوی الاقامة فی اقل منه ای فی نصف شهر الخ (شامی ج ۱، ص ۵۵۲)۔

۲ ، اگر مسافر قصداً پوری نماز پڑھے تو اس کی نماز مع الکراہت درست ہے۔ بشرطیکہ درمیانی قعدہ کرلیا ہو۔ فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدة الاولی تم فرضه ولکنه اساء لو عامداً۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار، ج ۱، ص ۵۵۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

۲/۵/۱۴۰۸ھ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

زرعی زمین کی دیکھ بھال کے لئے جائیں تو وہاں قصر کریں یا اتمام

زید کا آبائی وطن ملتان ہے یعنی اس کا مولد، اس کا خاندان، اس کا مکان، بیوی کا بچے اور آبائی قبرستان یہیں ہے لیکن اس شہر میں اس کا ذریعہ معاش کوئی نہیں۔ اس کا ذریعہ معاش زمین کا ایک قطعہ ہے جو کہ مضافات شہر بہاول نگر میں ملتان سے تقریباً ڈیڑھ صد میل پر واقع ہے۔ زید کا بھال زمیندارہ ہے۔ وہیں اس کا اپنا ملکیہ مکان بھی ہے۔ بلکہ پوری ایک بستی ہے جو زید کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے دیگر خاندان کی زمینیں اور مکانات بھی عرصۂ قدیم سے وہاں ہیں۔ زید کا وہاں جانا تقریباً مہینہ میں دو مرتبہ ہو جاتا ہے۔ لیکن قیام شاذ ہی چودہ دن تک ممتد ہوتا ہے۔ سال میں ایک دو مرتبہ زید اپنے بیوی بچے بھی وہاں لے جاتا ہے۔ زید کے آرام کا سامان بستر، ملازمین وغیرہ بھی مکان میں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ نیز زید کے والد کی بھی جائیداد ملحقہ موضع میں تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے اور وہاں والد صاحب کی دوسری اہلیہ اور بچے بھی ہیں اور وہاں زید کے والد کا قیام بھی مستقل ہے۔ اندریں صورت مسئلہ درپیش یہ ہے کہ کیا جب زید اپنی بستی میں جائے اور اس کی نیت وہاں پندرہ دن سے کم قیام کی ہو تو کیا وہ شرعاً اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر قصر کرے یا مقیم دو وطن سمجھ کر نماز پوری پڑھے۔ نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ اگر زید اپنے والد کے گھر میں جائے تو کیا وہ قصر کرے یا پوری نماز پڑھے ؟

الجواب اگر زید قبل ازیں مسئولہ وطن میں پندرہ دن کے قیام کی نیت کے ساتھ ٹھہر چکا ہے تو یہ وطن اقامت مشابہ بوطن اصلی ہے لہٰذا یہاں اتمام کیا جائے۔ البتہ اگر سیدھا والد کے گھر جائے تو وہاں قصر کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان	۱۰/۱/ ۱۴۰۷ھ	الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

ایک ہی شہر میں رہ کر مختلف مساجد میں تبلیغی کام کرنا

ہو تو بصورت نیتِ اقامت اتمام کریں

ہماری تبلیغی جماعت کی تشکیل ہوتی ہے۔

(۱) بسا اوقات ایک بڑے شہر میں ہم جاتے ہیں وہاں چھوٹی چھوٹی مسجدیں ہوتی ہیں اور پندرہ دن سے زیادہ اس شہر کے اندر رہنے کے ارادہ سے جاتے ہیں تو اس شہر میں ایک مسجد سے دوسری مسجد میں جب جائیں گے تو قصر کریں یا نہیں ؟

قریب قریب کے مختلف دیہاتوں میں پندرہ دن

سے زیادہ ٹھہرنا ہو تو "قصر" کریں

(۲) بسا اوقات ایک ایسے علاقے کی طرف تشکیل ہوتی ہے کہ اس میں چھوٹے چھوٹے دیہات ہوتے ہیں۔ اس پورے علاقے میں تو پندرہ دن سے زیادہ قیام کرتے ہیں لیکن کسی ایک دیہات میں پندرہ دن سے کم ٹھہرتے ہیں اور یہ دیہات کبھی تو ایک دوسرے سے آدھے میل کے فاصلے پر ہوتے ہیں اور کبھی ایک میل اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔ تو اس علاقے میں ہم قصر کریں گے یا پوری نماز پڑھیں گے۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد صدیق۔ نائب امیر مرکز میران شاہ

الجواب (۱) اس صورت میں پندرہ دن قیام کی نیت کرنے پر اتمام کریں گے۔

(۲) قصر کریں گے۔ ولو نوى الاقامة خمسة عشر يوما فى موضعين فان كان كل منهما اصلا بنفسه نحو مكة ومنى والكوفة والحيرة لا يصير مقيما وان كان احدهما تبعا للآخر حتى تجب الجمعة على سكانه يصير مقيما اھ (عالمگیری ج ۱، ص ۱۴۰)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان	۲۳/۵/ ۱۴۱۰ھ	الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بحری جہاز میں نیتِ اقامت درست نہیں

ہمارے ایک بزرگ حاجی صاحب نے حج کے لئے بحری سفر ایسا اختیار کیا کہ جس میں پندرہ دن سے زائد جہاز میں رہنا تھا تو انہوں نے اس دوران خود بھی نماز پوری پڑھی اور دوسرں

کو بھی یہی کہتے رہے۔ اور دلیل یہ دی کہ چونکہ جہاز میں ایک طرح کی بستی آباد ہے اور تمام ضروریاتِ زندگی یہاں مل جاتی ہیں اور ہم نے پندرہ دن سے زائد یہاں رہنا ہے۔ لہٰذا ہم مقیم ہیں اور ہمیں نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔ کیا ان کا یہ عمل اور قول درست ہے یا نہیں؟

الجواب حاجی صاحب موصوف نے پوری نماز پڑھ کر غلطی کی ہے قصر ضروری تھی نیز ان کی دلیل بھی درست نہیں۔ کیوں کہ نیتِ اقامت اس جگہ صحیح ہوتی ہے جو جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو۔ کشتی یا بحری جہاز میں مستقل رہائش کوئی نہیں رکھتا۔ لہٰذا کشتی یا جہاز کے سفر میں قصر ہی ضروری ہے خواہ کتنے دن اس میں سفر کرنا ہو۔

ولا تصح نية الاقامة فی مفازة لغير اهل الاخبية لعدم صلاحية المكان فی حقه۔ اه (مراقی الفلاح) (قوله ولا تصح نية الاقامة فی مفازة) مثلها الجزيرة و البحر و السفينة و الملاح مسافر و سفينته ليست بوطن۔ اه (طحطاوی، ص ۲۳۲)۔ فقط والله اعلم۔

احقر محمد انور عفا الله عنه مفتی جامعہ ہذا

مقیم بننے کے لئے پندرہ دن مسلسل قیام کی نیت ضروری ہے

محترم جناب مہتمم صاحب جامعہ خیر المدارس ملتان۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند مسائل پیشِ خدمتِ اقدس ہیں اگر ان کے شرعی حل سے مشرف فرمائیں تو مشکور ہوں گا۔ مسائل درج ذیل ہیں۔

۱ : حج کے دنوں میں چند حاجی صاحبان مکہ مکرمہ ایسے وقت پہنچتے ہیں کہ اگر پہنچنے والے دن سے شمار کیا جائے تو سات ذی الحجہ تک پندرہ دن پورے نہیں ہوتے۔

۲ : اگر آٹھ ذی الحجہ تک دن گنے جائیں تو بھی پندرہ دن پورے نہیں ہوتے۔

۳ : چند حاجی صاحبان سات یا آٹھ ذی الحجہ کے دن سے پچیس دن قبل مکہ مکرمہ پہنچے مگر صرف

پانچ دن رہ کر مدینہ منورہ چلے گئے وہاں آٹھ دن گزار کر پھر مکہ مکرمہ آگئے۔ مگر اب سات یا آٹھ ذی الحجہ تک صرف بارہ دن رہتے ہیں۔

اوپر بیان شدہ صورتوں میں سے کن کن صورتوں میں حاجی صاحبان مسافر رہیں گے۔ اور کن کن صورتوں میں مقیم رہیں گے؟

الجواب تینوں صورتوں میں مذکورہ حجاج مسافر ہیں۔ پندرہ روز قیام کی نیت سے مقیم بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس دوران کوئی سفر درپیش نہ ہو۔ درمختار میں ہے۔

فلو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته لانه يخرج الی منی وعرفة فصار كنيته الاقامة فی غير موضعها و بعد عودها من منی تصح۔ (شامية، ج ۱، ص ۵۲۸)۔

فقط والله اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۱۴۰۹/۹/۴ھ

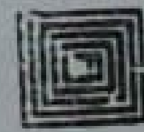
مستقل وطنِ اقامت سفر سے باطل نہیں ہوتا

اس بارے میں منڈی بہاؤ الدین سے ایک استفتاء آیا تھا جس کا جواب حضرت الشیخ العلامۃ مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے یہ دیا کہ ایسا وطن اقامت سفر سے باطل نہیں ہوتا۔ یہ جواب حضرت العلامہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بغرضِ تصدیق بھیجا گیا تو انہوں نے بھی اس کی تصویب فرمائی۔

یہ پوری خط و کتابت دار الافتاء جامعہ خیر المدارس کے رجسٹروں میں موجود ہے اور مرتب طور پر "احسن الفتاویٰ" جلد چہارم میں بنام " وطن الارتحال یبقی ببقاء الاثقال " شائع ہو چکی ہے۔ چونکہ "احسن الفتاویٰ" میں جامعہ خیر المدارس کے جواب سے متعلق ایک زائد سوال و جواب بھی ہے اس لئے یہ خط و کتابت تمام یہیں سے نقل کی جاتی ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِيٓ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

وطنُ الارتحال
يبقى
ببقاء الاثقال



سفر مع ترکِ اثقال سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا

مخدوم مکرم جناب حضرت مفتی صاحب مدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی
ایک مسئلہ برائے تحقیق و تصدیق ارسال خدمت ہے اُمید ہے کہ مُدلّل جواب سے نوازیں گے۔ مدرسہ
میں بحمد اللہ خیریت ہے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہم العالی بھی بخیریت ہیں۔ فقط والسلام
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۹/۱۳۹۶ھ

سوال : میں منڈی بہاءُالدین میں خطیب ہوں اور مستقل طور پر ملازمت کر رہا ہوں۔ مجھے محکمۂ اوقاف کیطرف سے ایک رہائشی مکان بھی ملا ہوا ہے۔ میرے بال بچے مع گھریلو سامان کے بھی میرے ہمراہ ہی مکان میں رہائش رکھتے ہیں۔ البتہ میرا وطن اصلی سلانوالی ضلع سرگودھا ہے، وہیں کا رہنے والا ہوں اور وطن اقامت یہ منڈی بہاءالدین ہے۔ ایک عالم فاضل فرماتے ہیں کہ سفر شرعی کے لئے منڈی بہاءالدین سے باہر جب کبھی میں جاؤں اور پھر واپس منڈی میں آؤں تو نماز قصر کروں تاوقتیکہ واپسی کے بعد منڈی میں پندرہ یوم ٹھیرنے کا ارادہ نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی سفر شرعی سے واپسی کے بعد ہفتہ عشرہ تک کہیں دوبارہ سفر پر جانا ہو تو قصر لازم ہوگی اور پوری نماز مقتدیوں کو نہیں پڑھا سکتے۔ قابلِ دریافت امر یہ ہے کہ منڈی بہاءالدین میں باقاعدہ رہائش رکھنے اور بال بچے موجود ہونیکے باوجود پھر بھی کیا سفر شرعی سے واپسی کے بعد اقامت شرعی کے لئے پندرہ روز کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں۔ اور منڈی سے باہر اکثر جانا ہی پڑتا ہے۔ اور گاہ گاہ یہ اسفار مختصر وقفات کے بعد مسلسل ہوتے ہیں تو میں امامت کیسے کراسکتا ہوں؟ مدلّل ارقام فرمایا جائے۔

الجواب : فاضل موصوف کا مذکورہ بالا فتوی غالباً متون کے اطلاق سفر پر مبنی ہے۔ متون کی عبارت یہ ہے ویبطل الوطن الاصلی بمثلہ والسفر ووطن الاقامۃ بمثلہ و السفر والاصلی (کنز وغیرہ) اس عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وطن اقامت سے محض خروج بنیت سفر اسکے لئے مبطل ہے۔ لیکن اس کے ظاہر کو کافی سمجھنے کی بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی صحیح مراد تک پہنچنے کے لئے دیگر عبارات فقہیہ پر بھی نظر کرلی جائے۔ عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن اقامت سے محض سفر کرنا ہی مبطل نہیں بلکہ دراصل سفر بصورت ارتحال مبطل ہے۔ یعنی یہ بطلان اسوقت ہوگا جبکہ وطن اقامت سے

بنیت سفر جاتے وقت اپنا سامان وغیرہ بھی ہمراہ لیجائے جس سے یہ سمجھا جائے کہ شخص مذکور کا ارادہ فی الحال یہاں واپس آنیکا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وطن اصلی سفر سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ وطن اصلی سے سفر کرنا ترک توطن بالوطن الاصلی یا اعراض عن التوطن پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اہل وعیال وغیرہ کی موجودگی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جانیوالا اس مقام پر واپس لوٹ آنے کے قصد وارادہ سے جارہا ہے حتیٰ کہ اگر وطن اصلی سے جانے والا اہل وعیال سمیت چلا جائے اور دُوسری جگہ وطن اصلی بنالے تو پہلے وطن اصلی کی وطنیت بھی ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مصرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراصل بطلان وطن کا مدار سفر وغیرہ مع ترک توطن یا اعراض عن التوطن پر ہے محض خروج بنیت سفر پر نہیں۔ پس جس وطن سے بھی ترک توطن کا عزم کرلیا اور وہاں سے نکل پڑا یا دُوسری جگہ وطن بنالیا وہ وطن باطل ہوجائے گا خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت، البتہ ان دونوں وطنوں سے سفر کرنے میں عام طور پر ایک فرق ہوا کرتا ہے جس کی وجہ سے ان دونوں اوطان کے متعلق سفر کا حکم مختلف بتلایا گیا کہ سفر وطن اصلی کے لئے مبطل نہیں اور وطن اقامت کے لئے مبطل ہے وہ فرق یہ ہے کہ وطن اصلی سے سفر عام حالات میں بدون ارادۂ ترک توطن ہوتا ہے۔ کسی حاجت کے لئے سفر ہوا واپس پھر وہیں آنا ہوتا ہے اور یہ سفر بصورت ارتحال نہیں ہوتا اور وطن اقامت سے سفر عموماً بارادۂ ترک توطن ہوتا ہے۔ کیونکہ اصلی رہائش تو کسی دوسری جگہ ہے یہاں قیام برائے حاجت تھا ضرورت پوری ہونے پر یہاں سے جانا ہی ہوگا جیسے اسفار تجارت وملاقات وحج وغیرہ۔ پس یہ سفر عموماً بصورت ارتحال ہی ہوتا ہے۔ اس فرق کے پیش نظر یہ کہا گیا ہے کہ سفر وطن اقامت کے لئے مبطل ہے کیونکہ وطن اقامت کے بارے میں سفر کا عام معروف ومعتاد فرد ایسا سفر ہی ہوتا ہے والمطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل، پس متون کی تعبیر سفر کے اسی فرد مطلق کے بارے میں ہوگی تمام سفروں کے بارے میں نہیں، چنانچہ بدائع کی تعلیل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو سفر وطن اقامت کے لئے مبطل ہے وہ کونسا سفر ہے؟ اور متون میں اس مقام پر جو لفظ سفر مذکور ہے اس سے کیا مراد ہے؟ ملک العلماء امام ابوبکر الکاسانی تحریر فرماتے ہیں۔ وینقض بالسفر ایضاً لان توطنہ فی ھذا المقام لیس للقرار ولکن لحاجۃ فاذا سافر منہ یستدل بہ علی انقضاء حاجتہ فصار معرضا عن التوطن بہ فصار ناقضاً لہ دلالۃً (ص۲۸۰ ج ۱)

دلیل سے ظاہر ہے کہ یہ وہ سفر ہے جو اس امر کی دلیل بن سکے کہ اب یہاں رہائش کی حاجت نہیں رہی اور جانے والا اس مقام کی وطنیت کو ختم کرچکا ہے اور یہ اس سفر میں ہوتا ہے جو کہ بصورت ارتحال ہوتا ہے اور جس شہر میں زید کے بیوی بچے ہیں اور کامل رہائش ہے ایک دو دن کے لئے اگر زید کہیں جائے تو زید کا یہ سفر قضاء حاجت، اعراض عن التوطن اور نقض توطن کسی امر پر بھی ہرگز دلالت نہیں کرتا بلکہ بقاء ثقل بقاء توطن کی قطعی دلیل ہے اور اگر لفظ سفر سے مراد سفر شرعی کا ہر فرد ہو خواہ وہ بصورت ارتحال ہو یا بصورت ارتحال نہ ہو تو دلیل اور دعوی میں انطباق کیسے ہوگا؟ جبکہ دعوی عام اور دلیل خاص ہے۔

اس کے علاوہ صاحب بحر وغیرہ نے اس امر کی تصریح نقل کی ہے کہ بقاء ثقل سے وطن اقامت باقی رہتا ہے گو دُوسری جگہ بھی مقیم ہوجائے اس تصریح سے تعلیل بدائع کا مفہوم بالکل واضح ہوجاتا ہے۔ وھذا انصہ وفی المحیط ولو کان لہ اھل بالکوفۃ واھل بالبصرۃ فمات اھلہ بالبصرۃ وبقی لہ دور وعقار بالبصرۃ لا تبقی وطنا لہ وقیل تبقی وطنا لانھا کانت وطنا لہ بالاھل والدار جمیعا فبزوال احدھما لا یرتفع الوطن کوطن الاقامۃ یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع اٰخر اھ (ص۱۳۸ ج ۲) اور بحوالہ محیط بعینہ یہی جزئیہ مجمع الانہر (ص۱۶۳ ج ۱) میں بھی موجود ہے صاحب بحر اور صاحب نہر نیز منحۃ الخالق میں علامہ شامیؒ نے اس پر کوئی کلام نہیں فرمایا۔

فائدہ:

تفصیل بالا اور دیگر عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت درحقیقت اسوقت باطل ہوتے ہیں جبکہ ان کے شمار کردہ مبطلوں میں دلالۃ علی نقض الوطن السابق پائی جائے۔ دیکھئے وطن اصلی کے لئے دوسرے وطن اصلی کو مبطل قرار دیا گیا ہے اور متون میں یہ بطلان مطلق ہے کسی قید کے ساتھ مقید نہیں حالانکہ دوسرا وطن اصلی علی الاطلاق پہلے کے لئے مبطل نہیں بلکہ اس صورت میں مبطل ہے جبکہ پہلے سے نقض وطنیت کرتے ہوئے دوسرے کو بھی وطن اصلی بنالے ورنہ اگر پہلے وطن کو حالت سابقہ پر رکھتے ہوئے دوسرا مقام پر بیوی کرلیتا ہے اور اسے بھی مستقل رہائش کے لئے تجویز کرلیتا ہے تو پہلا وطن اصلی اس سے باطل نہیں ہوگا۔ کما فی البحر وغیرہ قیدنا بکونہ انتقل عن الاول باھلہ لانہ لو لم ینتقل بھم ولکنہ استحدث اھلا فی بلدۃ اخری فان الاول لم یبطل ویتم فیھما (ص۱۳۸)

بلکہ علامہ طحطاویؒ نے لکھا ہے۔ کہ دو سے زائد بھی وطن اصلی ہو سکتے ہیں اور متون میں دوسرے نمبر پر مبطل وطن اقامت کو شمار کیا گیا ہے کہ دوسرا وطن اقامت پہلے کے لئے مبطل ہے، اور الفاظ میں یہاں بھی اطلاق ہے اور بظاہر کوئی قید موجود نہیں حالانکہ جیسے صورتِ اولیٰ میں بطلان مقید ہے ایسے ہی یہاں بھی مقید ہے۔ یعنی دوسرا وطن اقامت پہلے کے لئے تب ہی مبطل ہوگا جبکہ پہلے کی وطنیت کو ختم کر کے وطن اقامت بنایا گیا ہو۔ اور اگر پہلے کی وطنیت کو ختم نہیں کیا گیا بلکہ اسکی رہائش بدستور باقی ہے بیوی بچے اور سامان دہیں ہے اور دوسرے مقام میں شرعی اقامت کے ساتھ مقیم ہو گیا تو اس سے پہلا وطن اقامت باطل نہیں ہوگا جیساکہ جزئیہ محیط میں مصرح ہے کوطن الاقامۃ یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع اٰخراھ پس جیسے ان دونوں مبطلوں میں الفاظ مطلق ہیں لیکن مراد خاص ہے اسی طرح مبطل ثالث (سفر) کے بارے میں کہا جائیگا کہ گو لفظوں میں عموم ہے مگر مراد خاص سفر ہے جو بصورت ارتحال ہوتا ہے جیساکہ تعلیل بدائع سے مفہوم ہوتا ہے۔

بقاءِ اہل وثقل سے بقاءِ اقامت وتوطن رہتا ہے عرف سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے چنانچہ جو شخص بال بچوں سمیت ایک شہر میں ہو گو یہ اسکا وطن اصلی نہ ہو محض ایک دو دن کے لئے سفر پر چلے جانے سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ یہاں سے ترک سکونت کر گیا ہے نہ اس سفر کو کوئی ترکِ سکونت کہتا ہے اور نہ ہی سفر سے واپسی کو کوئی تجدید توطن یا استیناف سکونت قرار دیتا ہے۔ البتہ اگر بیوی بچے وغیرہ بھی ہمراہ لیجائے اور ارادہ یہاں واپسی کا نہ ہو تو اب یقیناً کہا جاتا ہے کہ وہ یہاں سے رہائش ترک کر گیا ہے۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہے اور اسکا ذریعہ معاش بھی اسی شہر سے متعلق ہو تو اسکا یہ توطن تب باطل ہوگا جبکہ اس شہر سے رہائش ختم کر کے چلا جائے، محض عارضی اور وقتی اسفار سے اسکا یہ وطنِ اقامت باطل نہیں ہوگا اور متون کے جزئیہ کا یہی مطلب ہے کہ وطن اقامت سے جب سفر بصورت ارتحال ہوگا تو یہ اسکے لئے مبطل ہوگا۔ پس صورتِ مسئولہ میں سائل سفر کے بعد جب بھی منڈی بہاء الدین پہنچے گا مقیم تصوّر کیا جائیگا اور نماز پوری پڑھیگا۔ بلکہ بعض عبارات سے تو ایسے مقام کے وطن اصلی ہونیکا شبہ ہوتا ہے۔ کتاب الفقہ للعلامۃ عبد الرحمٰن الجزری مطبوعہ مصر میں وطن اصلی کی تعریف یہ کی گئی ہے۔ وھو الذی ولد فیہ اولہ فیہ زوج فی عصمتہ اوقصد ان یرتزق فیہ وان لم یولد بہ ولم یکن لہ بہ زوج اھ (باب المسافر) فقط واللہ اعلم۔ عبد الستار نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۹ ۔ ۹

الجواب باسم ملھم الصّواب

مسئلہ صحیح ہے کہ بقاءِ ثقل سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا، البتہ تحریر میں اُمور ذیل قابلِ اصلاح ہیں۔

① کتاب الفقہ کی عبارت "اوقصد ان یرتزق فیہ" سے اس پر استدلال یا اسکی تائید صحیح نہیں۔ کیونکہ قصد ارتزاق سے مقصد یہ ہے کہ قصد ارتزاق علیٰ سبیل الدوام ہو، جیسا کہ مطلقاً تولد یا تزوج سے وطن اصلی نہیں بن جاتا جب تک کہ اس میں اقامت علیٰ سبیل الدوام کا قصد نہ ہو۔ قال فی الخانیۃ المسافر اذا جاوز عمران مصرہ (الیٰ قولہ) ان کان ذلک وطناً اصلیاً بان کان مولدہ وسکن فیہ اولم یکن مولدہ ولکنہ تأھل بہ وجعلہ داراً الخ (خانیۃ علیٰ ھامش العالمگیریہ ص ۱۶۳ ج ۱)

اس سے ثابت ہوا کہ موضع تولد وتأھل وطن اصلی جب ہوگا جبکہ اسمیں سکونت وجعل دار کا قصد بھی ہو، اثبات مسئلہ کے لئے جو دوسرے دلائل تحریر کئے گئے ہیں وہ کافی ووافی ہیں۔

② اس امر کی توضیح ضروری ہے کہ بقاءِ وطن اقامت کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہاں اہل وعیال چھوڑ کر گیا ہو یا سامان اپنے مقبوض مکان میں رکھ کر گیا ہو۔ اگر سامان کسی کے پاس ودیعت رکھ کر گیا تو وطن اقامت باطل ہو جائے گا اس لئے کہ اسے عرف میں سکونت نہیں کہا جاتا۔ وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قولہ حلف لایساکن فلاناً) فان کان ساکناً معہ فان اخذ فی النقلۃ وھی ممکنۃ والا حنث قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فان کان وھب لہ المتاع وقبضہ منہ وخرج من ساعتہ ولیس من رأیہ العود فلیس بساکن وکذلک ان اودعہ المتاع او اعارہ ثم خرج لایرید العود، بحر (رد المحتار ص ۸۰ ج ۳)

③ تحریر میں عبارت "دراصل بطلان وطن کا مدار (الیٰ) خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت" کی ترمیم ضروری ہے۔ کیونکہ وطن اصلی صرف اعراض عن التوطن سے باطل نہیں ہوتا بلکہ اعراض کے ساتھ توطن بوطن آخر بھی شرط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ
۱۴ رمضان المبارک سنہ ۸۶ ہجری

مسئلہ مذکورہ بالا سے متعلق متضاد جوابات میں فیصلہ

مخدوم العلماء جناب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی، گرامی نامہ بوساطت حضرت مولانا خیر محمد صاحب دامت برکاتہم موصول ہوا۔ مسئلہ وطنِ اقامت کے بارے میں بعینہٖ فتویٰ قاسم العلوم مع تحریر خیر المدارس ارسالِ خدمت ہے۔ اُمید ہے کہ رائے عالی سے جلد مطلع فرمایا جائیگا۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہٗ

از دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

فتویٰ قاسم العلوم

هو المصوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبارات فقہیہ متون وشروح وحواشی پر غور کرنے سے بظاہر جو معلوم ہوتا ہے وہ فی الواقع تدبر وتأمل کے بعد بھی اس کی صحیح مراد ہے وہ یہ کہ وطن اقامت مطلق خروج بنیّت سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ خواہ خروج مذکور کے وقت یہاں واپس آنیکا کوئی ارادہ نہ ہو یا خروج کے وقت چند روز کے بعد کسی وقت اس وطن اقامت میں واپس آنے کے ارادے سے سفر پر گیا ہو۔ نیز ساز وسامان، متاع وثقل ساتھ لیجا چکا ہو یا اسی وطن میں سامان وثقل چھوڑ چکا ہو بہرصورت سفر شرعی سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔ متون و شروح کی عبارتوں پر بار بار غور فرمالیں یہی مطلب صاف طور پر سمجھ میں آئے گا۔ اور یہی چیز ہی وطن اصلی اور وطن اقامت کے درمیان ما بہ الامتیاز ہے۔ وطن اقامت کے لئے سفر شرعی کا ہر فرد مبطل ہے اور وطن اصلی کے لئے سفر شرعی کا کوئی فرد مبطل نہیں۔ چنانچہ وطن اصلی سے نکلنے والا بقصد اعراض عن توطنہٖ اگرچہ سارا ساز وسامان اہل وعیال وغیرہ یہاں سے اُٹھالے، کوئی گھر مکان وغیرہ بھی اس کا یہاں نہ رہ جائے۔ دُور دراز سفر کرتا پھرے کئی مقامات کو یکے بعد دیگرے محض وطن سکنیٰ یا وطن اقامت بنالے تب بھی اسکا وہ وطن اصلی باطل نہیں ہوتا ہے اور یہ اسفار کے افراد کا ملہ نیز یہ اوطانِ اقامت وطنِ اصلی کے لئے ہرگز مبطل نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ کسی مقام کو وطن اصلی (دائمی رہائش گاہ) نہ بنالے۔ کما قال

...ی تحت قول التنویر الوطن الاصلی یبطل بمثله (ص۵۵۶ ج۱) (قوله یبطل بمثله) ...و کان بینهما مسیرة سفر اولا۔ ولا خلاف فی ذلک کما فی المحیط قهستانی ...ید بقوله بمثله لانه لو انتقل منه قاصداً غیره ثم بدا له ان یتوطن فی مکان ...نه لم یتوطن غیره۔ نهر۔ وفی الدر المختار ایضاً (ص۵۵۶ ج۱) ...یبطل (وطن الاقامة بمثله و) بالوطن (الاصلی) و بانشاء (السفر) وقال الشامی ...نه مطلقاً (قوله و بانشاء السفر) ای منه وکذا من غیره اذا لم یمر فیه علیه ...ل سیر مدة السفر الخ

باقی بحر کی عبارت بحوالہ محیط "کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام ...ضع آخر" سے بمثلہ کی تقیید معلوم ہوتی ہے نہ کہ والسفر کی تقیید۔ اور اس عبارت ...طلب یہ ہوگا کہ بدون انشاءِ سفر اگر ایک شخص وطن اقامت سے نکل کر کسی دوسری ...ب جگہ کو وطن اقامت بنالے تو بنا بر اطلاق اس عبارت متون کے کہ "ووطن الاقامة ...له" بہرصورت وہ پہلا وطن اقامت باطل ہو جائے گا لیکن محیط نے یہ قید لگادی ہے ...ہ بطلان تب ہوگا کہ ساز وسامان ثقل وغیرہ منتقل کرکے قریب کی دوسری جگہ میں ...ت اقامت کرچکا ہو۔ اور اگر ثقل منتقل نہ کیا ہو تو پہلا وطن اقامت بھی بدستور باقی ہے ...وہ دوسرا بھی وطن اقامت اس کا بن گیا ہے۔ هذا هو الظاهر۔ هکذا نفهمه ...بدائع کی عبارتِ مذکورہ میں دعویٰ عام ہے اور تعلیل خاص ہے اور ایسا استدلال فقہاء ...کلام میں متعدد مقامات میں موجود ہے۔ نیز رسم المفتی کا اصول ہے کہ تعلیلات ...سے احکام فقہیہ ثابت نہیں ہوا کرتے۔ اس کے لئے نقل یا اصل درکار ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ عبد اللطیف معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ر رمضان سنہ ۸۶ھ

جواب از خیر المدارس

مدرسہ قاسم العلوم کے نائب مفتی صاحب اپنا جواب تحریر کرکے مدرسہ خیر المدارس میں خود تشریف لائے تھے۔ زبانی بات چیت ہوتی رہی۔ جواباً ہم نے ان کی خدمت میں یہ

عرض کر دیا تھا کہ :

(۱) آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ" ہر سفرِ شرعی وطنِ اقامت کے لئے مبطل ہے"۔ اور اس کی دلیل میں جو عبارات آپ نے پیش کی ہیں یہ وہی عام عبارات ہیں جن میں سے ایک عبارت ہم اپنی تحریر کے شروع میں لکھ چکے ہیں اور یہ عبارات اثباتِ استغراق کے لئے ناکافی ہیں۔ کیونکہ کوئی لفظ دال علی الاستغراق موجود نہیں۔ ورنہ ہر وطن اصلی پہلے وطن اصلی کے لئے مبطل ہو جائے گا اور ہر وطن اقامت پہلے وطن اقامت کے لئے مبطل بن جائیگا (حالانکہ آپ ان میں جوازِ تعدّد کے قائل ہیں) کیونکہ متون میں تینوں مبطلوں کی تعبیر تقریباً یکساں ہے۔

(۲) عبارت محیط کو صاحب بحر نے کسی مبطل کی تقیید کے لئے نقل نہیں کیا بلکہ دوسرے وطنِ اصلی کی بحث میں اس کا تذکرہ آگیا ہے اور نیز یہ کہ اس عبارت میں جو" ان اقام بموضع آخر" موجود ہے اس" موضع آخر" کو مادون السفر کی قید کے ساتھ مقید کرنا بلا دلیل ہے اور جیسا کہ اس کے مشبہ وطن اصلی میں ایسی کوئی قید موجود نہیں بظاہر اس مشبہ بہ میں بھی ایسی کوئی قید موجود نہیں۔

(۳) تعلیل بدائع کے متعلق یہ عرض کیا گیا تھا کہ تعلیل ہذا سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ کم از کم صاحب بدائع یقیناً اس لفظ سفر کو ہر سفر کے لئے عام نہیں لے رہے ہیں بلکہ سفر کا وہ مخصوص فرد سمجھ رہے ہیں جس میں دلالت علی نقض الوطن پائی جائے۔ پس اس لفظِ سفر سے یہی مراد لینا چاہئے اور اگر کسی فقیہ کے کلام سے اس لفظ کا عموم اور تمام افرادِ سفر کو شامل ہونا متحقق ہو جائے گا تو تسلیم کر لیا جائے گا۔

باقی یہ کہنا کہ" فقہاء کے کلام میں ایسا استدلال متعدد مقامات پر موجود ہے" اسکے معنیٰ تو یہ ہوئے کہ فقہاء ایسے دعویٰ اور دلیل کے عدم انطباق کو نہیں سمجھتے اور صاحب بدائع بھی اس موٹی سی بات سے بے خبر ہیں۔ یہ بات کم از کم ہم تو تسلیم کرنے سے قاصر ہیں۔

تعلیل مسئلہ سے صورتِ مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ تتبع کرنے سے اس کی بے شمار نظائر مل سکتی ہیں۔ فقط

خادم بندہ :
عبدالستار عفا اللہ عنہ
۲۸ / ۱۰ / ۱۳۸۶ھ

الجواب باسم ملهم الصّواب

قاسم العلوم کے فتویٰ میں جزئیہ محیط کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ اسمیں" بدون انشاءِ سفر کسی دوسری قریب جگہ کو وطنِ اقامت بنالے" کی قید بلا دلیل ہے اگر صورت زیرِ بحث میں دوسری جگہ وطن اقامت بنالینا سابق وطن اقامت کے لئے مبطل نہیں تو انشاءِ سفر کیوں مبطل ہے؟ دونوں میں مابہ الفرق کیا ہے؟

جب وطنِ اقامت مبطل نہیں تو سفر بطریقِ اولیٰ مبطل نہ ہوگا کیونکہ سفر کی بنسبت وطن قوی ہے یہ امر معقول ہونے کے علاوہ عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ جملہ کتب میں یہ مصرح ہے کہ وطنِ اصلی کے لئے سفر مبطل نہیں اور دوسرا وطنِ اصلی مع الاعراض عن الاول مبطل ہے اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی بنسبت وطن میں قوتِ ابطال زیادہ ہے۔ وھو ظاھر جدًا۔ وطنِ اقامت کا مبطل نہ ہونا اور سفر کا مبطل ہونا بالکل غیر معقول ہے۔ تعلیل بدائع سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی قرینِ قیاس نہیں۔ اگرچہ حکمِ عقلیہ پر احکام شرعیہ کے وجود و عدم کا مدار نہیں ہوتا مگر علت پر معلول کا مدار لازم ہے۔ وہ علت کیا ہوئی جس پر معلول کا مدار نہ ہو؟

ہاں ایسے مواقع کہ جہاں وجود علت ایسا مخفی ہو کہ اسکا علم حاصل کرنا متعسّر ہو وہاں شریعت مقدسہ نے سبب کو علت کے قائم مقام قرار دیکر حکم نافذ کر دیا ہے جیسے کہ نوم کو خروجِ ریح اور سفر کو مشقت کا قائم مقام قرار دیکر نقضِ وضوء اور قصر و افطار کے احکام جاری کئے گئے ہیں۔ مسئلہ زیرِ بحث اس نوعیت کا نہیں کہ اسمیں سبب یعنی سفر کو علت یعنی اعراض عن التوطن کے قائم مقام کر کے نفس سفر پر ہی ابطال وطن کا حکم لگایا جا سکے بلکہ ایجاد علت خود مسافر کے اختیار میں ہے اور اس کی نیت پر موقوف ہے۔

خلاصہ یہ کہ بندہ کی نظر میں خیر المدارس کا جواب صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد عفا اللہ عنہ
۳۰ ذی قعدہ سنہ ۸۶ ہجری

سوال مثل بالا

بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب سے درج ذیل مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہے۔ ملتان کے ایک عالم اور مفتی صاحب کی تحقیق بھی پیشِ خدمت ہے۔ بغور مطالعہ فرمانے کے بعد اس کی تائید یا تردید بالدلائل تحریر فرمائیں

تاکہ تشفی ہو، اُمید ہے کہ جناب والا اپنی تحقیق سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔

سوال : زید ملتان میں ملازمت کرتا ہے، یہیں اسکی رہائش ہے، یعنی ملتان اسکا وطن اقامت ہے اس کا گھریلو سامان ، بیوی بچے اسکے ساتھ ملتان میں رہائش پذیر ہیں، جبکہ اس کا وطن اصلی لائل پور ہے۔ اب وہ سفر شرعی کے لئے ملتان سے باہر جاتا ہے اور واپسی پر ملتان میں پندرہ روز ٹھیرنے کا ارادہ نہیں کرتا ، کیونکہ ہفتہ عشرہ تک اس کو دوبارہ کہیں سفر پر جانا ہے تو اس حالت میں وہ قصر کریگا یا اتمام ؟ سفر شرعی سے وطن اقامت میں واپسی کے بعد اتمام صلوٰۃ کے لئے پندرہ روز اقامت کی نیت شرط ہے یا نہیں ؟

جواب :

یہ جواب بھی مفتی عبدالستّار صاحب ہی کا نوشتہ ہے۔ اسمیں بھی مضمون اور دلائل کا اکثر حصہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔ اس لئے اس جواب میں سے صرف وہ امور نقل کئے جاتے ہیں جو سابق جواب سے زائد ہیں۔ مرتب

جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچّوں سمیت رہائش رکھتا ہو تو اسکا یہ وطن تب باطل ہوگا جبکہ وہ اس شہر سے رہائش ختم کرکے چلا جائے، محض عارضی اور وقتی اسفار سے اسکا یہ وطنِ اقامت باطل نہیں ہوگا اور متون کے جزئیہ کا یہی مطلب ہے کہ وطن اقامت سے جب ارتحال ہوگا تو یہ اس کے لئے مبطل ہوگا محض سفر مبطل نہیں ہوگا۔

جس وطن سے ترک وطن کرلیا وہ وطن باطل ہوگیا خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت البتہ وطن اقامت سے سفر عام طور پر چونکہ ایسا ہی ہوتا تھا یعنی ارتحال ہوتا تھا کیونکہ یہاں پر قیام برائے حاجت تھا ضرورت پوری ہونے پر ارتحال ہی ہوگا۔ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ آمد و رفت کے موجودہ ذرائع مفقود تھے لہٰذا نفس سفر کو اس سفر کے لئے مبطل قرار دیا ہے اور کسی قید کی حاجت نہیں سمجھی گئی جیسا کہ دوسرے وطن اصلی کو پہلے کے لئے بلا کسی قید کے مبطل ٹھیرایا ہے حالانکہ یہ بطلان پہلے کے ترک کے ساتھ متقید ہے (اسکی قدرے تفصیل آگے آرہی ہے) مگر چونکہ عام طور پر جب دوسرے مقام کو مستقل وطن بنایا جاتا ہے تو پہلے کو چھوڑ کر ہی بنایا جاتا ہے لہٰذا اس قید کی تصریح کی "متون" میں ضرورت نہیں سمجھی گئی تو گویا کہ متون کی تعبیر وطن اقامت سے ایک خاص سفر کے بارے میں ہے تمام سفروں کے بارے میں نہیں۔

وطنِ اقامت سفر سے باطل ہوجاتا ہے۔ کتاب الفقہ لعبدالرحمٰن الجزیری میں اس کی

تعبیر ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ ثانیہا یبطل بشئنیا فاو سافر مسافۃ قصر الی مکان صالح للاقامۃ واقام بہ خمسۃ عشر یوماً ناو یاً ثم ارتحل عنہ الی مکان اٰخر واقام بہ کذالک الخ

یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ شرعی سفر ہو بلکہ وطنِ اقامت میں اپنا سامان وغیرہ چھوڑ کر کسی قریبی مقام میں چلا جائے کیونکہ یہ تقیید بلا دلیل ہے اور موضع آخر مطلق ہے جو کہ دونوں صورتوں سفر اور ما دون السفر کو شامل ہے اور اگر متون کے اطلاق سفر کو دلیل تقیید قرار دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ چونکہ متون میں شرعی سفر کو وطنِ اقامت کے لئے مطلقاً مبطل قرار دیا گیا ہے خواہ یہ ارتحال ہو یا محض سفر شرعی، لہٰذا پیش نظر جزئیہ ہذا کو مادون السفر کے ساتھ مقید کیا جائیگا، تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکے برعکس کیوں نہیں کرلیا جاتا (یعنی جزئیہ محیط کو مطلق رکھا جائے اور متون کے اطلاق کو مقید کیا جائے) وجہ ترجیح کیا ہے ؟ خصوصاً جبکہ متون کے اطلاق کی دلیلِ تقیید صاحب بدائع کی تعلیل سے واضح ہوجاتی ہے۔ پس جب دونوں امر محتمل ہوئے تو تقیید کا ثبوت نہ ہوسکے گا اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ محیط کا جزئیہ مادون السفر پر محمول ہے تو بھی نفس مسئلہ کے ثبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ جزئیہ ہذا میں یہ بھی مصرح ہے کہ دوسرے موضع میں مقیم ہوجانے سے پہلا وطنِ اقامت باطل نہ ہوگا بلکہ موجودگی سامان کیوجہ سے باقی رہے گا (جیسا کہ دوسرا وطن اصلی بنا لینے سے پہلا وطن اصلی باطل نہیں ہوگا تا وقتیکہ پہلے کو قصداً باطل نہ کرے اور وہاں سے رہائش وغیرہ ختم نہ کردے) حالانکہ متون میں دوسرے وطنِ اقامت کو پہلے کیلئے مبطل لکھا ہے پس جزئیہ ہذا سے "بقاء ثقل" کا وطن اقامت کے لئے مانع بطلان ہونا ثابت ہوگیا اور یہی مطلوب تھا۔ پس جیسے دوسرے وطنِ اقامت سے اندریں صورت پہلا وطنِ اقامت باطل نہیں ہوتا ایسے ہی سفر سے بھی باطل نہیں ہوگا کیونکہ وجود مقتضی اور وجود مانع میں دونوں برابر ہیں (متون کے اطلاق کے اعتبار سے ۱ میں) دوسرا وطن اقامت بنالینا مقتضی بطلان ہے (اور جزئیہ محیط کے اعتبار سے) بقاء ثقل مانع بطلان ہوا، اسی طرح ۲ میں سفر شرعی کرنا مقتضی اور بقاء ثقل مانع بطلان۔

یمین کے بارے میں بھی فقہاءؒ نے اسی امر کو مبنیٰ قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شہر میں، نہ رہنے کی قسم کھالے تو شہر سے محض چلے جانا برِ یمین کے لئے کافی نہیں ہوگا بلکہ اس کے

ساتھ عدم عود کا عزم ہونا بھی ضروری ہے اور اگر واپس آنیکے ارادہ سے گیا ہے تو اس سفر کے باوجود شہر مذکور کے اعتبار سے اسکی سکونت کو باقی تصوّر کیا جائیگا گو وہ وہاں موجود نہو بلکہ صاحب نہر نے اس پہ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ بال بچوں سمیت چلا جائے تو حنث سے بچیگا ورنہ نہیں۔ گو رملیؒ وغیرہ نے اسکی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ضروری نہیں البتہ عزم عدم عود لازمی ہے۔

نفی الکنز والبحر: لایسکن ھذہ الدار او البیت او المحلۃ فخرج وبقی متاعہ واھلہ حنث لانہ یعد ساکنًا ببقاء اھلہ ومتاعہ فیھا عرفًا (الی ان قال) قید بالثلاثۃ والسکۃ کالمحلۃ لانہ لو کان الیمین علی المصر او البلدۃ لا یتوقف البر علی نقل المتاع والاھل کما روی عن ابی یوسفؒ لانہ لایعد ساکنًا فی الذی انتقل عنہ عرفًا بخلاف الاول وقال ابن عابدینؒ فی منحۃ الخالق وفی النھر وفی مصر نایعد ساکنًا بترک اھلہ ومتاعہ فیھا ولو خرج وحدہ فینبغی ان یحنث قال الرملی کونہ یعد ساکنًا مطلقًا غیر مسلم بل انما یعد ساکنًا اذا کان قصد العود اما اذا خرج منھا لابقصد العود لایعد ساکنًا ولعلہ مقید بذلک کما یفھم مما یاتی من قولہ و کذا لوابت المرأۃ الخ (بحر ص۳۰۶ ج ۴) وکذا فی الشامیۃ (ص۸۰ ج ۳) ومسئلۃ لوابت المرأۃ ان تنتقل وغلبتہ وخرج ھو ولم یرد العود الیہ (الی قولہ) لم یحنث (بحر ص ۳۰۶ ج ۴) وکذا فی الشامیۃ ص۸۰ ج ۳

"ولم یرد العود الیہ" کی قید سے معلوم ہوا کہ بیوی اسی شہر میں چھوڑ کر بنیت واپسی اگر شہر سے چلا گیا تو حانث ہوجائیگا۔ اور لایسکن فی ھذا المصر میں اسے صادق نہیں تصوّر کیا جائیگا بلکہ اسکی سابقہ سکونت واقامت کو باقی سمجھا جائیگا۔ سکونت اور اقامت شرعی دونوں کا مصداق تقریبًا ایک ہی ہے جیسا کہ جزئیہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ وفی الواقعات لایساکن فلانًا فنزل منزلہ فمکث فیہ یومًا او یومین لایحنث لانہ لایکون ساکنًا معہ حتی یقیم معہ فی منزلہ خمسۃ عشر یومًا وھذا بمنزلۃ ما لو حلف لایسکن الکوفۃ فمر بھا مسافرًا فنوی اربعۃ عشر یومًا لایحنث فان نوی خمسۃ عشر یومًا یحنث (بحر ص ۳۲۴ ج ۴)

اور صاحب نہر اور رملی کے کلام سے پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ ایک باشندہ جب کسی شہر سے سفر پہ جائے اور اسکے بیوی بچے وہیں ہوں اور واپسی کا ارادہ بھی ہو تو شہر میں اسکی سکونت باقی تصوّر کیجاتی ہے تو جیسے اس صورت میں سکونت کو باقی قرار دیا جاتا ہے اسی طرح ایسی صورتمیں اقامت کو بھی باقی سمجھا جائیگا تاکہ اقامت وسکونت میں جیسے حدوثًا مساوات ہے ایسے ہی زوالًا بھی مساوات باقی رہ سکے۔

واضح رہے کہ بقاء نقل سے یہ مراد ہے کہ سامان پر اس کا قبضہ بھی باقی ہو اور اگر کسی کے پاس سامان ودیعت رکھ دیا یا کسی کو عاریت پر دیدیا تو اس سامان کا بقاء موجب بقاء اقامت و سکنی نہیں ہوگا۔ کما یدل علیہ قول محمدؒ الآتی حلف لایساکن فلانًا فان کان ساکنًا معہ فان اخذ فی النقلۃ وھی ممکنۃ والاحنث قال محمدؒ فان کان وھب لہ متاعہ وقبضہ منہ وخرج من ساعتہ ولیس من رأیہ العود فلیس بمساکن وکذلک ان اودعہ المتاع او اعارہ ثم خرج لایرید العود الخ (شامی ج ۳ ص ۸۰)۔

پس صورت مسئولہ میں زید سفر کے بعد جب بھی وطن ملتان پہنچے گا خود بخود مقیم تصوّر ہوگا اور نماز پوری پڑھے گا۔ نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ موضع اشتباہ میں اتمام لازم ہے۔ مزید یہ کہ وطن اقامت کا جہاں بیوی بچے موجود ہوں محض عارضی سفر سے باطل نہ ہونا اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ عارضی سفر سے واپسی پر بلا تجدید نیت اقامت اسکا مسافر رہنا بعید ہے اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے کہ اس کی سابقہ اقامت کو باقی سمجھا جائے۔ اگر سفر سے وطن اقامت باطل ہوگیا ہوتا تو یہ شخص ہمیشہ مسافر رہتا تا وقتیکہ پندرہ روز ٹھہرنیکی جدید نیت نہ کرلیتا، تو معلوم ہوا کہ محض سفر سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا، فقط واللہ اعلم

عبدالستار نائب مفتی خیرالمدارس ملتان ۹/۱/۸۶

الجوابُ باسم ملھم الصّوابُ

بندہ کے نزدیک یہ جواب صحیح ہے۔ کچھ عرصہ قبل اسی مسئلہ سے متعلق خیرالمدارس اور قاسم العلوم ملتان کے متضاد جوابات خیرالمدارس کی طرف سے بندہ کے پاس بھیجے گئے تھے اسوقت بھی جانبین کے دلائل پر غور کرنے کے بعد بندہ نے خیرالمدارس کے جواب کو صحیح قرار دیا تھا اور اسکے مطابق فیصلہ لکھا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

رشید احمد عفا اللہ عنہ

۱۵ر جمادی الاولیٰ سنہ ۹۶ھ

مایتعلق

باحکام المساجد

مساجد میں جہرِ معتدل کیساتھ اجتماعاً یا انفراداً ذکر کرنا

حضراتِ مشائخ کا ذکر کے بارے میں مختلف معمول ہے۔ کچھ حضرات صرف ذکرِ قلبی کرتے ہیں کچھ معمولی جہر کے ساتھ اور بعض حضرات جہر سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ ذکر کی جملہ اقسام مشروعہ تفصیل سے تحریر فرمادیں نیز مانعینِ جہر جن دلائل سے استنباط کرتے ہیں ان کا جواب بھی تحریر فرمادیں اور یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ جہر کے ساتھ اجتماعاً یا انفراداً مسجد میں بھی جائز ہے یا صرف خارج مسجد جائز ہے پوری تفصیل سے بیان فرمادیں

المستفتی : احقر محمد صفدر الحق

خطیب مرکزی جامع مسجد ، محلہ اندرکوٹ دہوار ، تحصیل تونسہ شریف

الجواب

قرآنِ حکیم اور احادیثِ مرفوعہ صحیحہ سے مجلسِ ذکر کا جواز بلکہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

" انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والاشراق و الطیر محشورة کل له اواب الآیة ، (پ ۲۳ ، سورة ص)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالےٰ اس آیت کے تحت مسائل السلوک میں لکھتے ہیں۔

" یؤخذ منه امر ان الاجتماع علی الذکر تنشیطاً للنفس وتقویة للهمة و تعاکس برکات الجماعة من بعض علی بعض "

(بیان القرآن)

اور احادیث شریفہ سے محض استنباطی طور پر نہیں بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات سے مجلسِ ذکر کا ثبوت ملتا ہے۔ اور حضراتِ محدثین نے بھی ان احادیث پر مجالس الذکر یا حلق الذکر کے ابواب منعقد کئے ہیں۔ دیکھئے مسلم شریف ، ریاض الصالحین اور حیاۃ الصحابہ رض وغیرہ۔

۱ :- آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان لله (تبارك وتعالی) ملئکة سیارة فضلا یبتغون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلسا فیه ذکر قعدوا لهم الخ

ترجمہ :- اللہ تعالےٰ کے کچھ ملائکہ صرف اسی کام کے لئے مخصوص ہیں کہ وہ زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور ذکر کی مجلسیں تلاش کرتے ہیں۔ جہاں کوئی ذکر کی مجلس ملتی ہے اس میں بیٹھ جاتے ہیں "

اس حدیث پاک سے " مجالسِ ذکر " میں حاضری کی ترغیب معلوم ہوتی ہے کہ ملائکہ کی طرح اہلِ اسلام کو بھی ایسی مجالس کی تلاش وجستجو کرنی چاہئے۔ تاکہ انہیں بھی اس رحمت سے حصہ ملے جو ان مجالس پر نازل ہوتی ہے۔ شبہ نہ کیا جائے کہ ان مجالس سے مراد وعظ و تقریر کی مجالس ہیں کیونکہ یہ تخصیص خلافِ دلیل ہے۔ اسی حدیث پاک میں آگے صراحۃً مذکور ہے۔

" یسبحونك و یکبرونك و یهللونك و یحمدونك و یسئلونك "

اس سے اجتماعی ذکرِ تسبیح ، تکبیر اور تہلیل وغیرہ کا ثبوت ظاہر ہے۔ ہاں ثانوی درجہ میں مجلسِ وعظ بھی مجالسِ ذکر کے حکم میں ہوں تو اس کا مضائقہ نہیں۔ نیز یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ یہ حدیث ایسی مجالسِ ذکر کے بارے میں ہے جن میں اجتماع کا قصد نہ ہو۔ بس ایسے ہی بیٹھے بیٹھے ذکر کرنے لگ گئے ہوں۔ کیونکہ یہ دعوائے تخصیص بھی بلا دلیل ہے۔

بظاہر حدیث پاک اپنے اطلاق وعموم کی وجہ سے دونوں قسم کی مجالسِ ذکر کو شامل ہے۔ بلکہ آخرِ حدیث سے یہ عموم صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ اصل تو اس مجلسِ ذکر میں وہی لوگ تھے جو قصداً

اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی تھے جو بلا قصد اس مجلس میں شامل ہوگئے تھے۔ جب فرشتوں نے بارگاہِ خداوندی میں ایسے لوگوں کا غیر قصدی طور پر شامل ہونا عرض کیا تو ارشادِ خداوندی ہوا کہ رحمت سب کو پہنچے گی ایسے لوگ بھی محروم نہیں رہیں گے۔

" ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم " (مسلم شریف، ج ۲ ص ۳۴۴)۔

علامہ نووی رح اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں۔

وفی ھذا الحدیث فضیلۃ الذکر وفضیلۃ مجالسہ والجلوس مع اھلہ وان لم یشارکھم۔ (نووی، مسلم شریف، ص ۳۴۴)۔

۲ :- ارشادِ نبوی ﷺ ہے

" لا یقعد قوم یذکرون اللہ عزوجل الا حفتھم الملئکۃ و غشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ " (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۵)۔

۳ :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو لوگ بھی اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہو، تو ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے۔ اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔ (احمد بزار، ابو یعلی وغیرہ)۔

۴ :- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو مختلف جگہوں اور مختلف قبیلوں سے آکر ذکر کے لئے جمع ہوگئے ہوں اور اللہ کا ذکر کر رہے ہوں۔ (طبرانی باسناد حسن)

۵ :- ایک صحابی رض نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجالس ذکر کا مال غنیمت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " مجالس ذکر کی غنیمت جنت ہے جنت ہے "۔

(اخرجہ الطبرانی واحمد)

۶ :- حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک ایسی جماعت میں تھے جو ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو یہ حضرات چپ ہوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ ذکر کئے جاؤ میں نے رحمت کو دیکھا ہے کہ تم پر اتر رہی ہے تو میں نے اچھا سمجھا کہ تمہاری اس رحمت میں شرکت کروں۔ (ابو نعیم فی الحلیہ)۔

۷ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن رواحہ رض کے پاس سے گزرے۔ یہ اپنے اصحاب کو ذکر کرا رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بے شک تم ایسی جماعت ہو کہ اللہ پاک نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے آپ کو تمہارے ساتھ رکھوں۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ واصبر نفسک الآیۃ (اخرجہ الطبرانی)

۸ :- عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون۔ (رواہ احمد وابو یعلی وابن حبان والحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد)۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔

۹ :- عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما مرفوعا اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم مراؤن۔ (اخرجہ الطبرانی)۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر خوب کرو حتی کہ منافق کہیں کہ یہ ریاکار ہیں۔ مجنون وریاکار جب ہی کہا جائے گا جب کہ زور سے ذکر کیا جائے آہستہ ذکر کرنے میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔

۱۰ :- حضرت عبد اللہ ذو البجادین رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک صحابی ہیں جو بچپن میں یتیم ہوگئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے اور وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں کپڑے چھین کر گھر سے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی۔ لیکن پھر ماں تھی۔ ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دے دی۔ جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کرکے ایک سے ستر ڈھکا اور دوسرا اوپر ڈال لیا۔

مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پڑے رہتے تھے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے کہ اس طرح سے ذکر کرتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ اواہین

۱؎ یہ احادیث حیاۃ الصحابہ رض سے ماخوذ ہیں۔ ۲؎ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا۔
صحابہ رضؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا"۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش میری ہوتی۔ (فضائل ذکر: ص ۳۹)

۱۱ :- یقول اللّٰہ عز وجل لیعلم اھل الجمع الیوم من اھل الکرم قیل من اھل الکرم یا رسول اللّٰہ قال اھل مجالس الذکر من المساجد۔ (ابن حبان طبرانی کبیر ابویعلی بحوالہ حصن حصین)
اللہ تعالٰی قیامت کے دن فرمائیں گے کہ اہلِ محشر کو آج معلوم ہو جائے گا کہ اہلِ کرم کون ہیں صحابۂ کرام رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اہلِ کرم کون ہیں؟ فرمایا مساجد میں ذکر اللہ کی مجلسوں والے۔

۱۲ :- حدیثِ قدسی میں ہے۔ جس نے میرا اکیلے ذکر کیا میں اسے اکیلا یاد کرتا ہوں۔ اور جس نے کسی مجلس میں میرا ذکر کیا میں اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (مشکوۃ)

۱۳ : ابن ابزیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کا سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سبحان الملك القدوس پڑھتے اور تیسری مرتبہ بلند آواز سے کہتے۔
قال المظهر هذا يدل على جواز الذكر برفع الصوت بل على

؎ حاشیہ صفحۂ گزشتہ :- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان کو ریاکار کہنے سے یہ مستفاد ہوا کہ حضرت عمرؓ کو نفسِ ذکرِ جہر پر اعتراض نہ تھا بلکہ اندیشۂ ریا کی وجہ سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندیشۂ ریاکاری کی تردید فرماتے ہوئے انہیں "اوّابین" میں سے قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر اوّابین کی علامت ہے جبکہ ریاکاری سے خالی ہو۔

الاستحباب۔ اھ وقال الشيخ المحدث الدهلوي فى الحديث دليل على شرعية الجهر وهو ثابت فى الشرع بلا شبهة لكن الخفى منه افضل فى غير الماثور انتهى (حاشية المشكوة)

۱۴ :- حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا "ذکر کے حلقے"۔ (اخرجه احمد والترمذى وحسنه)۔

۱۵ :- حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں صبح سے طلوعِ شمس تک ذکر اللہ کرنے والی جماعت کے ساتھ بیٹھوں، یہ مجھے اولادِ اسماعیلؑ میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اور عصر سے غروبِ شمس تک اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھوں یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (اخرجه ابوداؤد قال العراقى اسناده حسن)۔
چار عمل ہیں جن پر یہ فضیلت وارد ہے۔ ذکر اللہ؛ اس کے لئے بیٹھنا؛ ذکر اللہ کے لئے جمع ہونا؛ اور صبح سے طلوع تک اسے لمبا کرنا۔ قاله البيضاوى (كذا فى تحفة الذاكرين للشوكانى)۔

بعض دلائلِ ممانعت کے جوابات

باقی رہا اثر ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ما اراکم الا مبتدعین جس سے بظاہر اجتماعی ذکر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ تو حضرات علماء و مشائخ نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔

۱ :- بعض نے اس کے ثبوت میں کلام کیا ہے جیسا کہ "راہِ سنت" میں بحوالۂ علامہ سیوطیؒ اور تفسیر روح البیان، ذکر بالجہر کی بحث میں نقل کیا گیا، لیکن حضراتِ فقہاء نے اس اثر کو صحیح کہا ہے۔ اور اس کی سند مسند دارمی۔ ص ۸۳۔ پر موجود ہے۔

۲ :- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انکار کرنا کسی ہیئتِ خاصہ کی بناء پر تھا نفسِ اجتماعی ذکر پر نہ تھا۔ اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں۔ یا ایک کہلائے اور باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دہرائے جیسے بچوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔ اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محلِ کلام ہیں۔ اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں، کسی دوسرے کے ذکر کی طرف

قطعاً متوجہ نہ ہوں۔ وقت ومحل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے لیکن نفسِ ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے یہ درست ہے پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار پہلی دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔

۳:- حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ اپنے مکتوبات میں اجتماعی ذکر کی احادیثِ مرفوعہ صحیحہ نقل کر کے اس اثر کی مندرجہ بالا توجیہ کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ۔

" ان مرفوعاتِ صحیحہ کے مقابلہ میں دارمی کی یہ روایت کیا حیثیت رکھتی ہے جب کہ یہ موقوف ہے ..... اور اگر معارضہ کیا جائے گا تو احادیثِ مرفوعہ ہی کو ترجیح ہوگی خصوصاً جب کہ آیاتِ ذکر ان کی مؤید ہیں فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم وغیرہ جن سے اجتماع اور انفراد سب کا ثبوت ہوتا ہے "۔ (مکتوباتِ شیخ الاسلامؒ ، ج ۲ ، ص ۹۴)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی یہی جواب دیا ہے۔

" قلت ھذا الاثر عن ابن مسعود رضؓ ...... علی تقدیر ثبوتہ معارض بالاحادیث الکثیرۃ الثابتۃ وھی مقدمۃ علیہ عند التعارض "۔ (الحاوی ، ج ۲ ، ص ۱۳۴)۔

خصوصاً جب کہ اجتماعی ذکر کی کسی خاص صورت کو ضروری اور واجب بھی نہ قرار دیا جائے اور تارک پر نکیر بھی نہ کی جاوے۔

واضح رہے کہ جن بعض روایات سے ذکرِ جہر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ روایات جہرِ مفرط یا جہرِ موذی پر محمول ہیں۔ بلکہ قساوتِ قلبی کے علاج کی غرض سے اگر شیخ جہرِ مفرط تجویز کرے تو علاجاً اس کی بھی اجازت ہے۔ لیکن ایسی جگہ کیا جائے جہاں پر کسی کی نماز ، تلاوت یا نیند وغیرہ میں خلل نہ آئے

آیتِ شریفہ واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجھر من القول الآیۃ کے فائدہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

" حاصل ادب کا یہ ہے کہ دل میں ہیئت میں تذلل اور خوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہرِ مفرط نہ ہو یا تو بالکل آہستہ ذکر ہو یعنی مع حرکتِ لسانی کے۔ یا جہرِ معتدل ہو۔ اور جہر فی نفسہ ممنوع نہیں جن حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے مراد اس سے جہرِ مفرط ہے۔ البتہ اگر کسی عارض کی وجہ سے مثل دفع خطرات یا دفع قساوت وتحصیل رقت وغیرہ کسی شیخ محقق نے تجویز کیا ہو ، کسی کو ایذاء نہ ہو اس جہر

کو قربت نہ جانتا ہو بلکہ علاج سمجھتا ہو تو اجازت ہے۔ کیونکہ جو مفاسد علل نہی کے تھے وہ اس میں نہیں ہیں "۔ (بیان القرآن)

ویسے عقلی طور پر بھی یہ امر بالکل ناقابلِ فہم ہے کہ ہر بات چیت کرنے ، شعر پڑھنے ، سبق یاد کرنے وغیرہ کے لئے جہرِ معتدل کی اجازت ہو اور حق جل شانہ کا نام لینے پر یہ پابندی ہو کہ کوئی نہ سنے

اہلِ بدعت کی مساجد اور جلسے جلوسوں میں اجتماعی طور پر سپیکر پر بیک زبان درود شریف پڑھنے کا طریقہ رائج ہے اور اس میں شمولیت نہ کرنے والے کو بے دین سمجھا جاتا ہے۔ اور صیغۂ درود وسلام بھی ایسا ہے جس سے عوام کے عقیدۂ فاسدہ کی تائید ہوتی ہے۔ سپیکر پر ہونے کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ طریقہ بدعت و ناجائز ہے۔ ویسے تو ہر عبادت سے تزکیۂ قلب میں مدد ملتی ہے لیکن کلمۂ طیبہ اور اسم ذات وغیرہ اس مقصد کے لئے بالاجماع خاص تاثیر رکھتے ہیں۔ اسی لئے تمام سلاسلِ حقہ میں نفی واثبات واسم ذات کا ذکر بڑی بڑی تعداد میں تجویز کیا جاتا ہے۔

۴:- آیتِ شریفہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین۔

سے بھی علی الاطلاق ذکر بالجہر کی ممانعت کے لئے استدلال کرنا محلِ نظر ہے۔ کیونکہ دعا میں اعتداء (حد سے گزرنا) چلا چلا کر دعاء کرنا ہے یا مثلاً یوں کہنا ہے " یا اللہ مجھے جنت الفردوس کے دائیں جانب سفید محل عنایت فرما "۔ جیسا کہ بعض احادیث میں وارد ہے۔

(معارف القرآن کاندھلویؒ)

اور عرفِ عام بھی یہی ہے کہ معمولی آواز سے پڑھنے یا بات چیت کرنے والے کو معتدی نہیں سمجھتے۔ ہاں بلا ضرورت شور مچا دے یا چیخے چلائے تو اسے حد سے تجاوز تصور کیا جاتا ہے۔

ابن جریجؒ سے اعتداء کی تفسیر " رفع صوت اور چلانے کے ساتھ منقول ہے "۔

(حاشیہ جلالین شریف)

اور اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اکثر دعائیں قرآن پاک میں لفظِ نداء کے ساتھ مذکور ہیں۔ لغوی لحاظ سے نداء کا ادنیٰ مصداق جہرِ معتدل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء فرمائی ، حضرت ہارون علیہ السلام نے سن کر اس پر آمین کہا۔ قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما الآیۃ (یونس)۔

سننے کے لئے ظاہر ہے کہ کم ازکم جہرِ معتدل ضروری ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطورِ تعلیم اور ویسے بھی معمولی جہر سے دعائیں کرنا بے شمار مواقع پر ثابت ہے جنہیں حضرات صحابہ رض نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نقل فرمایا۔

الحاصل ذکر کی چار اقسام ہیں۔ قلبی، ذکرِ لسانی خفی (مسموع النفس)، جہرِ معتدل، اور جہرِ مفرط۔ ان میں سے صرف "جہرِ مفرط" "لایحب المعتدین" کے تحت داخل ہو کر ممنوع ہے۔ جہرِ معتدل اعتداء میں داخل نہیں ورنہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرضئ خداوندی کے خلاف کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہے اور آیتِ کریمہ ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا سے بھی معمولی جہر ثابت ہوتا ہے۔

٣ :- حدیثِ پاک میں ہے۔

ايها الناس اربعوا على انفسكم انكم لا تدعون اصمّ ولا غائبا انكم تدعون سميعا قريبا وهو يعلم الخ وفى رواية انكم لا تنادون اصمّ ولا غائبا -(مسلم ج ٢ ص [illegible])

اس سے بھی "جہرِ مفرط" کی مخالفت معلوم ہوتی ہے، معمولی جہر کی نہیں۔ کیونکہ بہرے شخص کو دور سے بلانے کے لئے جہرِ مفرط اور چیخ چیخ کر بلانے کی حاجت ہوتی ہے۔ اس کی ممانعت فرماتے ہوئے معمولی جہر سے ذکر کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسے پاس بیٹھے سننے والے سے باتیں کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے کان میں بات تو نہیں کی جاتی بلکہ عام عادت کے مطابق معمولی جہر کے ساتھ اس سے گفتگو کی جاتی ہے جسے وہ سن سکے۔ حدیث شریف میں ذکر کردہ تعلیل کا یہی حاصل اور مفاد ہے کہ جہرِ مفرط نہ چاہئے۔ یہ الگ بات ہے کہ حق جل شانہ کے جاننے کے لئے بالکل آہستہ آواز سے ہونا بھی کافی ہے۔ بلکہ ان کے لئے تو سرے سے آواز کی حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ ان کی ذاتِ عالی تو خطراتِ قلبیہ پر بھی مطلع ہے۔ لیکن اس وجہ سے کسی نے ذکرِ خفی کی ممانعت کے مسئلہ کا استنباط نہیں کیا۔

اس حدیثِ پاک کے خط کشیدہ الفاظ سے بھی اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مشقت جہرِ مفرط میں ہوتی ہے معمولی جہر میں نہیں۔ اور "نداء" کا لفظ بھی اس طرف مشعر ہے۔ یہ سب

اسی صورت میں ہے کہ بلا ضرورت مشقت میں پڑے بوقتِ ضرورت اس کی گنجائش ہے۔ اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وفيه خفض الصوت بالذكر اذا لم تدع حاجة الى رفعه فان دعت حاجة الى الرفع رفعه۔ (ج ٢ - ص ٣٤٦)۔

اس حدیث کے جواب میں "لمعات" کے اندر لکھا ہے۔

" المنع من الجهر للتيسير والارفاق لا لان يكون الجهر غير مشروع اھ

سوال :- رفعِ صوت کے ساتھ ذکر کرنے کو بعض فقہاء نے منع لکھا ہے؟

جواب :- یہ ہے کہ معتدل جہر اور "رفعِ صوت" میں فرق ہے۔ "رفعِ صوت" جہرِ مفرط کے قبیل سے ہے جو ممنوع ہے اور "جہرِ معتدل" منع نہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے۔

قال ابوبكر رض أمّر الاقرع وقال عمر رض امّر القعقاع فقال ابوبكر رض ما اردت الا خلافى فقال عمر رض كذلك فتماريا ورفعت اصواتهما۔

روایت بالا سے ظاہر ہے کہ جو گفتگو عام لہجے میں ہوئی تو اسے دونوں جگہ "قال" سے تعبیر کیا گیا۔ اور جب یہی گفتگو نزاع کی صورت اختیار کر گئی اور بلند آوازی پیدا ہو گئی تو اسے "رفعِ صوت" سے تعبیر کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ عام گفتگو اور "رفعِ صوت" میں فرق ہے۔

نیز آگے علامہ شامی رح کے حوالہ سے اس کی تصریح بھی آ رہی ہے کہ "مطلق جہر" اور "جہرِ مفرط" دونوں الگ الگ ہیں۔

سوال :- مذاہبِ اربعہ کے علماء نے نماز کے بعد ذکر بالجہر کو منع کیا ہے؟

(شرح مسلم شریف، ج ١، ص ٢١٧)

جواب :- یہ ہے کہ علماء کا یہ فیصلہ نماز کے متصل بعد ذکر بالجہر کے مسنون نہ ہونے کے بارے میں ہے۔ علی الاطلاق ذکر بالجہر کی ممانعت کے متعلق نہیں۔ چنانچہ علامہ نووی شافعی رح، علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رح، امام شعرانی شافعی رح، علامہ شامی حنفی رح وغیرہ حضرات نے احادیثِ ذکر میں تطبیق دیتے ہوئے ذکر بالجہر کو جائز لکھا ہے۔

علامہ سیوطی رح متعدد احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

ــــ اذا تأملت ما اوردنا من الاحاديث عرفت من مجموعها ــــ انه لا كراهة البتة في الجهر بالذكر بل فيه ما يدل على استحبابه اما صريحا او التزاما كما اشرنا اليه و اما معارضة بحديث خير الذكر الخفي فهو نظير معارضة احاديث الجهر بالقرآن بحديث السر بالقرآن كالسر بالصدقة وقد جمع النووي بينهما بان الاخفاء افضل حيث خاف الرياء او تأذى به مصلون او نيام والجهر افضل في غير ذلك لان العمل فيه اكثر ولان فائدته تتعدى الى السامعين ولانه يوقظ قلب القارى ويجمع همه الى الفكر و يصرف سمعه اليه و يطرد النوم و يزيد في النشاط ۔ اھ ــ (الحاوی للفتاوی، ج۲، ص۱۳۳)

علامہ شامی رح لکھتے ہیں۔

و اما رفع الصوت بالذكر فجائز كما في الاذان و الخطبة و الجمعة و الحج اھ وقد حرر المسئلة في الخيرية وحمل ما في فتاوى القاضي على الجهر المضر وقال ان هناك احاديث اقتضت طلب الجهر واحاديث طلب الاسرار و الجمع بينهما بان ذلك يختلف باختلاف الاشخاص و الاحوال فالاسرار افضل حيث خيف الرياء او تأذى المصلين أو النيام والجهر افضل حيث خلا مما ذكر لانه اكثر عملا ولتعدى فائدته الى السامعين ويوقظ قلب الذاكر فيجمع همه الى الفكر و يصرف سمعه اليه و يطرد النوم و يزيد النشاط ۔ اھ

(شامی، ج۵، ص۲۶۳)

ــــ امام شعرانی رح سے منقول ہے۔

وفي حاشية الحموي عن الامام الشعراني رح اجمع العلماء سلفا و خلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم او مصل او قارئ الخ ۔ (شامی ج۱، ص۴۹۹ مطبوعہ کوئٹہ)۔

امام شافعی رح فرماتے ہیں۔

و احب اظهار التكبير جماعة وفرادى في ليلة الفطر و ليلة النحر مقيمين و سفرا في منازلهم ومساجدهم و اسواقهم الى قوله واحتج بقول الله تعالى في شهر رمضان" ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم" و عن ابن المسيب وعروه و ابي سلمة و ابي بكر يكبرون ليلة الفطر يجهرون بالتكبير ۔

(مختصر المزنی باب صلاۃ العیدین ص۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے بھی معمولی جہر کے ساتھ دعا کرنا منقول ہے۔ آپ کی مسجد کے مؤذن کا بیان ہے کہ

"جب سب لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر نکل گئے تو امام صاحب رح نے نماز شروع کی پھر واپس آیا تو فجر طلوع ہونے کے قریب تھی میں آیا تو آپ کھڑے ہوئے اپنی داڑھی کو پکڑ کر کہہ رہے تھے۔

يا من يجزى بمثقال ذرة خير خيرا و يا من يجزى بمثقال ذرة شر شرا اجر النعمان عبدك من النار وما يقرب منها و ادخله سعة رحمتك ۔ اھ

(عقود الجمان، ص۲۳۵)۔

قاضی صیمری رح نے بکر سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک رات ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ نماز پڑھتے ہوئے رو رو کر دعاء کر رہے تھے

رب ارحمني يوم تبعث عبادك وقني عذابك واغفر لي ذنوبي يوم يقوم الاشهاد ۔ اھ (عقود الجمان، ص۱۱)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فریقین کے دلائل پر مفصل بحث کرنے کے بعد آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"بعد از ثبوت مشروعیت جہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت سے ..... ہر طور سے جائز ہے۔" (امداد الفتاویٰ: ج ۵، ص ۱۵۴)

ہاں حالات واشخاص کے اعتبار سے اس کی افضلیت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ البتہ ذکر بالجہر میں یہ شرط ہے کہ بطور ریا نہ ہو۔ کسی نائم یا مصلی کو اذیت نہ ہو۔ بلا تجویز شیخ جہر مفرط نہ ہو۔ پھر اس جہر مفرط اور اس کی ہیئات خاصہ کو قربت مقصودہ نہ سمجھے، تارک پر نکیر نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ھذا

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

للہ در المجیب

نقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان



مسجد کا پیسہ ذاتی ضروریات میں استعمال کرنیکا حکم

ہمارے محلہ میں ہمارے مسلک کی کوئی مسجد نہ تھی۔ ہم نے چندہ کر کے مسجد کے لئے پلاٹ خریدا۔ اہل محلہ نے مجھے ہی متولی بنا دیا مجھے جو چندہ ملتا میں لسے لکھ لیتا اور یہ سمجھتا کہ مسجد کے اتنے پیسے میرے ذمہ ہو گئے اور پیسے اپنی ضرورت میں خرچ کر لیتا۔ اب مسئلہ معلوم ہوا ہے کہ ایسا کرنا درست نہ تھا۔ اب اہل محلہ کو یہ بتا بھی نہیں سکتا۔ دل پریشان رہتا ہے کہ کسی طرح اس غلطی کا تدارک ہو جائے؟



الجواب: مسجد کا پیسہ اپنی ضروریات میں استعمال کرنا جائز نہ تھا یہ سخت غلطی کی ہے اب اصل حکم تو یہ ہے کہ جن جن افراد نے چندہ دیا تھا ان کو ان کا پیسہ واپس کریں یا ان سے دوبارہ اجازت حاصل کر کے اپنے پاس سے مسجد میں جمع کرا دیں۔ ان میں سے کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر اتنے پیسے بہرحال مسجد کو واپس کر دیں نیز توبہ واستغفار کرتے رہیں امید ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں مواخذہ نہ فرمائیں گے واللہ یعلم المفسد من المصلح۔

رجل جمع مالا من الناس لینفقه فی بناء المسجد وانفق من تلك الدراهم فی حاجة نفسه ثم رد بدلها فی نفقة المسجد لا یسعه ان یفعل ذلك واذا فعل ذلك ان كان یعرف صاحب المال رد الضمان علیه او یسأله لیأذن له بانفاق الضمان فی المسجد وان لم یعرف صاحب المال یرفع الامر الی القاضی حتی یأمره بانفاق ذلك فی المسجد فان لم یقدر علی ان یرفع الامر الی القاضی قالوا نرجو له فی الاستحسان ان ینفق مثل ذلك فی المسجد فیجوز و یخرج عن الوبال فیما بینه وبین اللہ تعالیٰ۔ (قاضیخان: ج ۴، ص ۷۱۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان



مسجد اگر معروف مربع شکل پر نہ ہو تو اُسے گرانے کا حکم

شہداء کے ایصال ثواب کیلئے عوامی چندہ کیا گیا پھر اس چندہ سے ایک مسجد تعمیر کی گئی جو مربع شکل پر ہونے کے بجائے سات ضلعی شکل پر بنائی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ راکٹ جیسا مینار بنایا گیا ہے۔

۱: مسجد نبوی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مربع تعمیر کیا۔ شیخ محمد بن مسعود مدنی متوفی ۷۶۴ھ نے اپنی کتاب "الدرة المشیدہ فی تاریخ مدینہ" میں تصریح کی ہے۔

بنی النبی صلی اللہ علیه وسلم مسجده مربعا وجعل قبلته الی بیت المقدس۔

۲ : تمام دنیا میں مساجد مربع شکل میں تعمیر ہوتی ہیں ۔ مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر فتویٰ عنایت فرمائیں کہ ایسی مسجد کا شرعاً کیا حکم ہے ۔ کیا اس کو شہید کر کے مربع شکل پر تعمیر کر دیا جائے یا رہنے دیا جائے ؟

الجواب مسجد نبوی اور عالم اسلام کی اکثر مساجد فی الجملہ مربع شکل میں ہیں ۔ اس لئے تعمیر مسجد میں ابتداءً اس کا لحاظ رکھنا مطلوب ہے اور سوال میں ذکر کردہ عبارات سے بھی تربیع کی مطلوبیت معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن اس سے آگے کسی دوسری شکل کا ممنوع ہونا ، یا مسجد بن جانے کے بعد بغرض تربیع کسی مسجد کا واجب الہدم ہونا یہ امر عبارات مذکورہ سے معلوم نہیں ہوتا ۔ اور نہ کسی دوسری کتاب میں اس کی تصریح ملی ہے ۔ اور بدون سخت شرعی مجبوری کے مسجد کا گرانا درست نہیں ۔ کیونکہ اس میں اضاعتِ مال اور تبذیر ہے ۔ نیز یہ امر احترام مساجد کے بھی خلاف ہے ۔

علاوہ ازیں اہل سلام میں تشویش اور نزاع وجدال کا بھی موجب ہے ۔ کعبہ مکرمہ کی عمارت عہدِ رسالت میں اگرچہ بنائے ابراہیمی سے بہت مختلف تھی ۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تشویش سے بچانے کے لئے اسے باقی رکھا ۔ اور امام مالک رحؒ نے بھی خلیفۂ وقت کو بڑی سختی سے ایسے ارادے سے منع کیا ۔ جب کہ خلیفۂ وقت اس کا عزم کر چکا تھا ۔

الغرض تربیع کی مطلوبیت تو فی الجملہ ثابت ہے ۔ لیکن غیر تربیع کا ممنوع یا حرام ہونا کہ جس کی وجہ سے ایسی مساجد کو شہید کرنا واجب قرار دے دیا جائے ، ثابت نہیں ۔ پس مسجد شہداء مذکور کو بغرض تربیع شہید کرنا درست نہ ہو گا ۔

ایک حدیثِ پاک کی تشریح سے تربیع کے علاوہ مسجد کے لئے دوسری شکلوں کا جواز معلوم ہوتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفدِ بنی حنیفہ کو ان کے گرجا گھر کے متعلق ارشاد فرمایا تھا ۔

فاکسروا بیعتکم وانضحوا مکانھا بھذا الماء واتخذوھا مسجداً ۔ (مشکوٰۃ ، ص ۶۹/۱۰۲ بحوالہ نسائی شریف) ۔

اس کی تشریح میں ملا علی قاری رحؒ فرماتے ہیں ۔

" فاکسروا ای غیّروا محرابھا وحوّلوہ الی الکعبۃ وقیل خرّبوہ اھ (مرقاۃ) ۔

احتمالِ اول کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گرجا گھر کو تحویل کے بعد مسجد قرار دیا معلوم ہوا کہ مسجد کی کوئی خاص شکل واجب نہیں ۔ جس کی مخالفت ہو جانے پر مسجد کو واجب الہدم کہا جا سکے ۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ گرجا گھر کی شکل مساجدِ معروفہ سے قطعاً مختلف ہوتی ہے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۹/۶/۱۳۹۸ھ

کنوؤں پر بنی ہوئی پرانی مساجد کا حکم

یہ جو دیہات میں رواج ہے کہ ہر کنوئیں پر ایک تھلہ نما مسجد ہوتی ہے جس کو نماز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور چار کونوں پر چھوٹے مینار کی شکل میں علامتیں بھی بنا دی جاتی ہیں اور احترام وغیرہ میں وہ مسجد کے برابر تصور ہوتی ہے ۔ جانوروں کے دخول سے حفاظت اور بوسیدگی کی وجہ سے لیپنا وازیں قسم کے لوازمات کا التزام کیا جاتا ہے جو کہ مساجد سے مخصوص ہیں اور ہر آدمی کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی ہے ۔

۲ : اس قسم کی مساجد غیر مسلم لوگوں کے کنوؤں پر بنا دی جاتی تھیں جن کے مزارع مسلمان ہوتے تھے اور اس میں بھی ہر مسلم نماز پڑھنے کے لئے آجاتا تھا ۔ اس طرح کی مساجد کا شرعاً کیا حکم ہے کیا یہ حقیقۃً مساجد ہیں جو کہ ہر طرح سے حفاظت اور احترام کے لائق ہیں ۔ یا کہ وقتی طور پر جائے نماز کا حکم رکھتی ہیں جن کو توڑا جا سکتا ہے ۔ یہ بات بھی غور کے لائق ہے کہ اکثر مقامات پر ایسی مساجد کے بنانیوالے راہئ ملکِ عدم ہو چکے ہیں ۔ ان کی نیت پر اطلاع پانا بھی مشکل ہے ۔ جواب با صواب سے نوازیں ؟

الجواب مسجد شرعی بننے کے لئے اصل اعتبار تو مالکِ زمین کی نیت کا ہے ۔ اگر مالکِ اول نے مسجدِ شرعی کی نیت نہیں کی مگر مالکِ ثانی نے نیت کر لی تھی تو بھی وہ مسجد شرعی بن جائے گی ۔ دم تم جبراً ۔

غیر مسلم مالکِ اراضی نے اگر وہ زمین کسی مسلمان کو تملیکاً دے دی ، کہ اس میں مسجد بنا لو ۔ تو بھی ان کے بنانے اور نیت کرنے سے وہ مسجد بن جائے گی ۔ جن مساجد کی تعیین متعذر ہو جائے ان میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے انہیں مسجد ہی سمجھا جائے ۔ ظاہر یہی ہے کہ پہلے سادہ لوگ مسجد میں

لغوی وشرعی کا فرق کم کرتے تھے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۱ ۔ ۳ ۔ ۱۴۰۳ھ

مسجد میں رومال وغیرہ رکھ دینے سے جگہ مخصوص ہوتی ہے یا نہیں

زید کہتا ہے کہ اگر ایک آدمی مسجد میں جگہ مقرر کر کے نماز پڑھتا ہے تو یہ جائز نہیں ۔ یا وضو کرنے کی غرض سے اپنی جگہ پر کپڑا رکھ دیتا ہے اور ابھی جماعت کھڑی ہونے میں دیر ہے تو اس کا کپڑا اٹھا کر پیچھے رکھ دیا جائے تو ایسا کرنا منع نہیں ۔

عمر کہتا ہے کہ جگہ مقرر کر کے نماز پڑھ سکتا ہے ۔ اور درست ہے ۔ اور اگر ابھی جماعت کھڑی ہونے میں دیر ہے تو اس کپڑے کو اٹھا کر پیچھے رکھنا بھی منع ہے ۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مقررہ مقصورہ میں نماز پڑھتے تھے ۔ مقصورہ وہ جگہ جہاں مکبر یا سلطانِ وقت کھڑے ہو کر نماز ادا کریں ۔ اگر جگہ مقرر کر کے نماز پڑھنا ناجائز ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل کا کیا حکم ہے ؟

الجواب اگر کوئی شخص کسی جگہ پر پہلے سے بیٹھا ہو ، پھر بضرورتِ وضوء وغیرہ رومال وغیرہ رکھ کر چلا گیا تو اس جگہ کا وہی زیادہ مستحق ہے ۔ اگر کوئی اور بیٹھ گیا تو یہ اس کو اٹھا بھی سکتا ہے ۔ بدون اس حالتِ مذکورہ کے درست نہیں ہے ۔

(عزیز الفتاویٰ : ج ۱ : ص ۲۳۷)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل حفاظتی انتظام کے طور پر تھا ۔ عام حالات کے لئے اسے دلیل نہیں بنا سکتے ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۸ / ۵ / ۱۴۰۷ھ

سینما کے مالک کو مسجد کمیٹی کا صدر بنانا

ایسا شخص جو سینما کا مالک ہے اور خود بھی سینما چلا رہا ہے ۔ اس کا ذریعۂ معاش بھی سینما کی

کمائی ہے ۔ کیا وہ کسی مسجد اور اس کے ساتھ ملحقہ دینی درس کا صدر بنایا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب یہ ذریعہ معاش شرعاً جائز نہیں ۔ اور ایسا شخص دینی صدارت کا اہل نہیں ۔

فقط واللہ اعلم ؛ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح ؛ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۶ / ۲ / ۱۴۰۶ھ

زیر تعمیر مسجد میں سگریٹ پینا

زیر تعمیر مسجد میں جب کہ وہاں جماعت سے نماز ادا نہ ہو رہی ہو ، سگریٹ پینا کیسا ہے ؟

۲ : کوئی آدمی نماز کے اوقات کے علاوہ مسجد میں آکر پنکھا چلا کر سو جائے تو کیسا ہے ؟ اور مسافر کے لئے کیسا ہے ؟

الجواب مسجد جب ایک دفعہ مسجد بن جائے ۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہوتی ہے ۔ لہذا وہ زیرِ تعمیر بھی ہو تو بھی اسمیں سگریٹ پینا منع ہے اور جائز نہیں ہے ۔

۲ : جو شخص اس مقصد کے لئے یعنی صرف آرام کے لئے مسجد میں آئے ، اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے ۔ اور جو عبادت کے لئے مسجد میں آئے ۔ اور اسی مقصد کے لئے درمیانی وقفہ میں ٹھہرا رہے تو اس کے لئے بعد از اجازت گو عرفاً ہو ۔ پنکھے وغیرہ کا استعمال جائز ہے ۔ اور مسافر کے لئے مسجد میں سونا بھی جائز ہے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس
۸ / ۸ / ۱۴۰۱ھ

محراب والی دیوار کو شیشے کے ٹکڑوں سے آراستہ کرنا

مسجد کے محراب میں چندہ کے پیسوں سے شیشے کی ٹکڑیاں اور پھول وغیرہ بنوانے جائز ہیں یا نہ ؟

الجواب جو چندہ تعمیرِ مسجد کے لئے دیا گیا ہو اس سے اس قسم کے تکلفات کرنے درست نہیں ۔ کوئی شخص اپنے ذاتی حلال پیسے سے اس قسم کے نقش و نگار کرانا چاہتا

ہے تو گنجائش ہے۔ مگر قبلہ والی دیوار اور محراب میں پھر بھی کراہت ہے۔ کیوں کہ اس سے بار بار نمازیوں کی توجہ ہٹتی رہے گی۔ اور مسجد کی اصل غرض "خشوع وخضوع کے ساتھ ذکر الٰہی" ختم ہوجائے گی۔ واضح رہے کہ یہ حکم زائد از ضرورت تکلفات کا ہے۔ مناسب صفائی اور خوب صورتی مطلوب شریعت ہے۔

ولا بأس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهي المصلي ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا في جدار القبلة - اهـ (درمختار على الشامية ج ١ ص ٦١٦ مطبعة الكبرى الاميريه) - فقط والله اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
١٩ / ١١ / ١٣٩٧ھ

مسجد کی الماری مستقل طور پر ذاتی استعمال میں رکھنا

امام مسجد صاحب مسجد کی ایک الماری کو اپنے قبضہ میں رکھتے ہیں۔ اور اس میں اپنی کتب وغیرہ رکھتے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے۔؟

الجواب مستقل طور پر مسجد کی الماری کو ذاتی کتب کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔

للعلة التي كره بها احضار مبيع فيه وفي الشامية لان المسجد محرز عن حقوق العباد وفيه شغله بها - اهـ (شامی ج ٢ ص ٤٤٢)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ٦/٢٥/١٤٠٠ھ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی

مسجد میں پڑھانے کا حکم

مسجد میں دینی مدرسہ کھولا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مساجد کے ساتھ مکاتب کا قدیم سے دستور چلا آرہا ہے۔ اور اگر ضرورت شدیدہ ہو تو مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا بھی جائز ہے۔

ولو جلس المعلم في المسجد والوراق يكتب فان كان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلا بأس به لانه قربة وان كان بالاجرة يكره الا ان يقع لهما الضرورة اهـ (عالمگیری ج ٥ ص ٣٢١) - فقط والله اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
٢٢ / ٣ / ١٣٩٨ھ

مسجد کی دیوار کو مسجد کی دوکان کے لئے استعمال کرنا

١۔ مسجد کی بنیاد اٹھارہ انچ چوڑی رکھی گئی۔ پھر اس پر مسجد کی دیوار ساڑھے تیرہ انچ تیار کی گئی اب مغرب کی طرف مسجد کے مفاد کے لئے دوکانیں بنائی ہیں۔ کیا مسجد کی بنیاد جو ساڑھے چار انچ مغرب کی طرف ہے اس پر مسجد کی دوکانوں کی دیوار بنائی جاسکتی ہے؟

٢ ۔ نیز محراب جو کہ مسجد کی دوکانوں میں آتا ہے اسے الگ خالی چھوڑا جائے یا اس پر دوکان کی چھت بنائی جاسکتی ہے؟

الجواب ١۔٢۔ مسجد کی دیوار اور محراب کو کسی صورت دوکانوں کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں۔

ولا يوضع الجذع على جدار المسجد وان كان من اوقافه - اهـ (شامی ج ٣ ص ٣٨٢) - فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
٢٧ / ٢ / ١٣٩٧ھ

فضاء مسجد میں گھر اور بیت الخلاء بنانے کا حکم

محلہ کمنگران میں احاطہ مسجد میں ایک مکان برائے امام صاحب تعمیر کیا جارہا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ چھت پر لینٹر ڈال کر کچھ حصہ لینٹر کا فضاء میں بڑھایا جارہا ہے جو کہ دیوار

سے زائد ہے۔ اور لینٹر کا یہ حصہ فضاءِ مسجد کے اس حصہ میں آتا ہے جہاں کہ نماز پڑھی جاتی ہے تو کیا مکان کا حصہ جو فضاءِ مسجد میں آتا ہے، درست ہے یا نہیں؟ اور اس حصہ میں بیت الخلا بنانے کا بھی ... وہ ہے۔

الجواب مسجد تا عنانِ سماءِ مسجد ہوتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ تعمیر کا جو حصہ فضاءِ مسجد میں آتا ہے وہ درست نہیں۔ وہاں رہائش یا بیت الخلاء بنانا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے۔

وکرہ تحریما الوطء فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء وفیہ واکل ونوم الا لمعتکف اوغریب اھ (شامی: ج ۱ ص ۶۱۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۲ / ۸ / ۱۳۹۶ھ

گوبر ملی ہوئی مٹی سے مسجد کی لپائی کرنا

مسجد کی لپائی گوبر والی مٹی سے کی گئی اور اوپر سے قلعی کر دی گئی ہے کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ یا اس کو اتار دیا جائے؟

الجواب مٹی میں گوبر ملا کر مسجد کی دیواروں وغیرہ کو لیپنا جائز ہے۔ کما فی الشامی ج ۱ ص ۶۱۳: ولا تطیینہ بنجس فی الفتاوی الھندیۃ یکرہ ان یطین المسجد بطین قد بل بماء نجس بخلاف السرقین اذا جعل فیہ الطین لان فی ذالک ضرورۃ وھو تحصیل غرض لا یحصل الا بہ کذا فی السراجیہ۔ بندہ اصغر علی غفرلہٗ نائب مفتی

گو گوبر ملی مٹی سے لیپنا جائز ہے جیسا کہ شامی کی عبارت میں مذکور ہے۔ مگر یہ مشروط معلوم ہوتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ دیوار کی مضبوطی اور صفائی کی غرض اس کے سوا دوسری چیز سے

پوری نہ ہو سکتی ہو۔ چونکہ بھوسہ وغیرہ ملانے سے یہ غرض پوری ہو سکتی ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں مساجد کے لیپنے میں گوبر ملانے سے احتراز اولیٰ و احوط ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ: ج ۱ ص ۶۹)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۳/۱۳۷۵ھ

مساجد میں ملکی حالات پر تبصرہ کرنے کا حکم

مساجد میں عوام کو ملکی حالات سے باخبر رکھنے کے لئے ملک کے واقعات اور خبریں پیش کرنا اور ان پر اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق تبصرہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب اگر وعظ و نصیحت کے ضمن میں کچھ ملکی حالات عبرت و موعظت کی غرض سے بیان کئے جائیں تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس میں کسی کی غیبت نہ ہو، کسی کی توہین نہ ہو، اور کسی پر استہزاء نہ ہو۔ اور مستقل طور پر ملکی حالات سنانے کے لئے مسجد میں مجلس منعقد کرنا ٹھیک نہیں۔ کیوں کہ مساجد کی تعمیر ذکرِ الٰہی اور قرآن مجید پڑھنے اور عبادت کے لئے ہے نہ کہ کسی اور مقصد کے لئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ۔ ۳ صفر ۱۳۷۵ھ

ہندوؤں کی متروکہ زمین کو بلا اجازت مسجد بنانا درست نہیں

۱: ہندوؤں کے چھوڑے ہوتے مکان کو معمولی تبدیلی کے بعد بلا اجازتِ حکومت مسجد قرار دیا جائے جب کہ اس میں چوری کی کڑیاں اور اینٹیں بھی استعمال کی گئی ہوں۔ تو کیا یہ حقیقۃً مسجد بن گئی اور اس میں نماز صحیح ہے؟

۲: مسجد تو پہلے سے ہو لیکن اس میں توسیع کرنے کے لئے ہندوؤں کے متروکہ مکان کو بلا اجازتِ حکومت ملا لیا گیا ہو۔ نیز چوری کا سیمنٹ ٹھیکہ داروں سے خرید کر اور بعض مہاجرین

سے ہندوؤں کے مکانات کی اینٹیں وغیرہ سستے داموں خفیہ خرید کر مسجد میں لگائی گئی ہوں تو کیا یہ ٹھیک ہے اور نماز درست ہے ؟

۳ : اب حکومت قابضین سے ہندوؤں کی متروکہ جائیداد کی قیمتیں وصول کر رہی ہے اگر حکومت ان مکانوں ، جنہیں بلا اجازت مسجد بنا لیا گیا ہے ، کی قیمت طلب کرے تو کیا قیمت ادا کرنے سے انکار کرنا شرعاً جائز ہے ؟ اور کیا ایسی مساجد شرعاً مساجد کا حکم رکھیں گی ؟ اور ان میں نماز بلا کراہت درست ہے ؟

الجواب

۱ : نماز تو ایسی مساجد میں ہو ہی جاتی ہے لیکن ان کو مسجد کی حیثیت اس وقت حاصل ہوگی جب حکومت سے باقاعدہ منظوری حاصل کر لی جائے گی اور جب تک حکومت سے اجازت حاصل کر کے اس کو مسجد نہ بنا لیا جائے اس وقت تک اس میں نماز مکروہ ہوگی ۔

۲ : جتنی مسجد پہلے تھی اس کے تو مسجد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔ اور نماز بھی اس میں بلا کراہت جائز ہے ۔ اور جو حصہ حکومت کی اجازت کے بغیر اضافہ کیا گیا ہے اس کا وہی حکم ہے جو کہ اوپر ہم جواب نمبر ا میں لکھ چکے ہیں ۔ اور جو چوری کا سیمنٹ اس میں لگایا گیا ہے ۔ تو فرش پر جس جگہ وہ لگایا گیا ہے اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے ۔ خواہ پہلی مسجد کے حصہ میں ہو یا اضافہ میں ۔ اس کا حل یہ ہے کہ سیمنٹ وغیرہ کو اکھاڑ کر دوسرے پاک مال سے دوبارہ فرش بنا لیا جائے ۔ یا ان ٹھیکہ داروں سے کہا جائے کہ اس سیمنٹ کی قیمت حکومت کے خزانے میں داخل کر دو ۔ پھر بھی پاک ہو جائے گا اور جو ایسا سامان مسجد کی چھت یا دیواروں میں لگا ہوا ہے ۔ اس کی وجہ سے نماز تو مکروہ نہیں ہوتی لیکن سخت گناہ ہے ۔ جس کا ازالہ بھی وہی ہے جو اوپر تحریر کر دیا گیا ہے ۔ کذا فی امداد الفتاویٰ ، ص ۶۰۵ و ۶۰۶ ۔ ج ۲ ۔

۳ : ایسے مکانات جو کہ بلا اجازت حکومت کے مسجد بنا دیئے گئے ہیں اگر اہل حکومت ان مکانات کی قیمت طلب کرے تو بلا تأمل قیمت ادا کر دی جائے تاکہ وہ مکانات صحیح معنی میں مسجد بن جائیں ورنہ ان کے اندر نماز مکروہ ہوتی رہے گی ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ اصغر علی غفرلہٗ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ، مفتی خیر المدارس ملتان ۔ پاکستان

مسجد تنگ ہو تو جبراً کسی کی زمین مسجد میں شامل کرنے کا حکم

قصبہ مخدوم عالی میں لوگ ایک مسجد کی توسیع کر رہے ہیں ۔ رمضان شریف میں جمعہ کے دن لوگ نہیں سما سکتے ۔ قریب ہی لوگوں کے مکان ہیں وہ نہیں دیتے باوجودیکہ ان کو معاوضہ بھی دیا جا رہا ہے ۔ کیا از روئے شریعت ان لوگوں سے جبراً زمین لے سکتے ہیں ؟

الجواب

اگر صرف رمضان المبارک کے جمعہ میں لوگوں کو تنگی ہوتی ہو تو اس کے رفع کرنے کا کوئی دوسرا انتظام کرنا چاہئے پڑوسیوں کے مکانات جبراً لے کر مسجد میں شامل کرنا درست نہیں ہوگا ۔ البتہ انہیں رضامند کر لیا جائے تو جواز ظاہر ہے ۔ مسجد کے لئے جبراً اراضی حاصل کرنے کا حکم اس صورت میں ہے ۔ جب شہر میں دوسری مسجد نہ ہو ۔

قال فی نور العین ولعل الاخذ کرها لیس فی کل مسجد ضاق بل الظاهر ان یختص بما لم یکن فی البلد مسجد اخر اذ لو کان فیه مسجد اخر یمکن دفع الضرورة بالذهاب الیه نعم فیه حرج لکن الاخذ کرها اشد حرجا منه (شامی ۔ مطبعة الکبریٰ الامیریة ، ج ۳ ، ص ۳۹۶) ۔

" نعم فیه حرج " ، سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ یہ جزئیہ اس مسجد کے بارے میں ہے جس کے اندر پنج وقتہ نماز کے لئے تنگی ہوتی ہو ۔ کیونکہ جمعہ یا عیدین کے لئے جامع مسجد یا عیدگاہ میں جانا باعث حرج نہیں مطلوب و مامور شرعی ہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبد اللہ عفا اللہ عنہ ، ۷/۱۲/۱۳۷۷ھ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۔

مسجد کے اندر بیٹھ کر وضو کرنے کا حکم

ایک صاحب مسجد کے اندر وضو کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا کہتے ہیں جبکہ مسجد کے متصل وضو کے لئے الگ جگہ بنی ہوئی ہے ۔ ان کا یہ فعل کیسا ہے ؟

الجواب مسجد میں اس طرح وضوء کرنا کہ وضوء کا پانی مسجد میں گرے جائز نہیں۔ ان حضرات کو اس عمل سے بہرصورت منع کر دیا جائے۔ وتکرہ المضمضة و الوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمة موضع اعد لذالک ولایصلی فیه ولو لم یتوضا فی اناء کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۰)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد میں بیٹھ کر انگریزی کتب پڑھنا پڑھانا جائز نہیں

ایک شخص مسجد میں انگریزی پڑھ رہا تھا، دوسرے نے اعتراض کیا کہ انگریزی پڑھنا گناہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تورات پڑھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا۔ پہلے نے جواب دیا کہ آج کل قرآن مجید کا بھی انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے۔

۲ ، بعض دینی مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ انگریزی، ریاضی، اور سائنس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیا مسجد میں دوسرے علوم کی تعلیم جائز ہے؟

الجواب انگریزی زبان سیکھنے میں اگر کسی معصیت کا ارتکاب ہو، اور دین میں اس سے نقصان نہ آئے تو سیکھنا درست ہے۔ (کذا فی فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۹۱)

اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اچھی نیت سے پڑھنا موجب ثواب ہے۔ اور غلط نیت سے پڑھنے میں گناہ ہے۔ لیکن مسجد میں اس کا پڑھنا پڑھانا بہرحال درست نہیں۔ کیونکہ بعض عام مباح امور جو فی ذاتہ جائز ہیں۔ مسجد میں ان کو بھی کرنا جائز نہیں۔ نیز انگریزی کتب میں عام طور پر تصاویر ہوتی ہیں اور تصاویر مسجد میں لانا جائز نہیں۔

۲ ، تنخواہ دار ملازم کا بلاضرورت مسجد میں بیٹھ کر قرآن وحدیث پڑھانا بھی درست نہیں۔ چہ جائیکہ یہ علوم پڑھائے جائیں۔ واضح رہے کہ درس وتقریر اور چیز ہے اور تعلیم اور چیز ہے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد بن جانے کے بعد اس پر رہائشی مکان بنانے کا حکم

مسجد کی چھت پر جس کے اندر نماز ادا کی جاتی ہے۔ رہائشی مکان بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مسجد کا جو حصہ نماز ادا کرنے کے لئے ہوتا ہے اس کی چھت پر مکان تعمیر کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد ہوتی ہے۔

" لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع الی قوله فیجب هدمه۔ اھ (شامی ج ۳ ص ۳۸۲ مطبعة الکبری الامیریه)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی

۱۷ / ۱ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

تعمیر مسجد میں اہل تشیع سے چندہ لینے کا حکم

بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو کہ اہل تشیع سے محبت رکھتے ہیں۔ اور تھوڑا سا اندرونی عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ مکمل رافضی نہیں اور نہ ہی تابوت اپنا نکالتے ہیں۔ اور نمازیں سب ہمارے پیچھے پڑھتے ہیں۔ جمعہ اور عیدین بھی ہمارے پیچھے پڑھتے ہیں۔ یعنی ہاتھ باندھ کر، ہم جیسی پڑھتے ہیں۔ اور بعض اہل تشیع جو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں وہ بھی کسی کے کہنے اور ترغیب دینے پر۔

دونوں قسم کے مسجد کی تعمیر میں امداد دینا چاہتے ہیں۔ کیا ان سے امدادی رقم لے کر مسجد کی تعمیر میں لگائی جا سکتی ہے یا نہ۔ انکار کی صورت میں بوجہ قریبی ہمسائیگی دل شکنی ہوتی ہے نیز کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ کی امداد کعبہ کی تعمیر میں لگائی گئی تھی؟

الجواب غیر مسلک کے لوگ بعض اوقات چندہ دینے کے بعد اپنے حقوق جتلانے لگتے ہیں۔ اور مستقل درد سر بنے رہتے ہیں۔ اگر یہ احتمال نہ ہو نیز یہ خدشہ بھی نہ ہو کہ کل کو وہ سنیوں پر احسان جتائیں گے تو شرعاً ان کا چندہ لے سکتے ہیں۔

(امداد الفتاویٰ : ج ۲ : ص ۶۰۴)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۹ / ۲ / ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مسجد کا پیسہ بنک میں رکھنے کا حکم

مسجد کی رقم بنک میں جمع ہے اس پر سود لگتا ہے کسی آدمی نے مشورہ دیا ہے کہ یہ رقم بنک کی بجائے کسی کاروبار میں لگائیں۔ نفع اور نقصان میں برابر کے شریک ہوں گے۔ آیا مسجد کے فنڈ سے کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا ویسے ہی بنک میں پڑی رہے، وہ درست ہے؟

الجواب مسجد کا پیسہ کاروبار میں نہ لگایا جائے۔ بنک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھ دیں یا کسی ایسے امین کے پاس رکھ دیں جو حفاظت پر قادر ہو۔

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۱ / ۴ / ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

محراب مسجد کے لئے راستے کا کچھ حصہ لینے کا حکم

حیدرآباد کی اکثر مساجد کی محرابیں باہر روڈ پر نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور اس روڈ پر نکلی ہوئی محراب پر نہ تو حکومت کو اور نہ ہی اہل محلہ کو کسی قسم کا کوئی اعتراض ہوتا ہے۔ بصورت دیگر اگر محراب روڈ پر نہ نکالی جاتے تو ایک صف کی جگہ کا نقصان تصور کیا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد کی محراب کا حصہ باہر روڈ پر نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بر تقدیر صحت سوال صورت مسئولہ کی مذکورہ جزئیہ سے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ قوم بنوا مسجدا و احتاجوا الی مکان لیتسع المسجد واخذوا من الطریق وادخلوہ فی المسجد ان کان یضر باصحاب الطریق لا یجوز وان کان لا یضر

رجوت ان لا یکون بہ بأس کذا فی المضمرات وھو المختار کذا فی خزانۃ المفتیین۔ اھ (عالمگیری ج ۲ ص ۴۴۸)

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۷ / ۱ / ۱۴۰۸ھ

ملحق برآمدے کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم

بانی اول نے مسجد کے ایک طرف برآمدہ بنایا۔ لیکن نیت یہ کی کہ جب کبھی دنیاوی باتوں کی ضرورت ہوگی تو اس جگہ بیٹھ کر کریں گے۔ یعنی مسجد سے خارج رکھا۔ اب متولی مسجد بوجہ ضرورت توسیع مسجد اس کو مسجد میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ کیا داخل کر سکتا ہے؟

الجواب متولی مسجد جعل منزلا موقوفا علی المسجد مسجدا وصلی الناس فیہ سنین ثم ترک الناس الصلوۃ فیہ فاعید منزلا مستغلا جاز لانہ لم یصح جعل المتولی ایاہ مسجدا۔ اھ (ج ۲ ص ۴۴۷، عالمگیری)۔

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ اس ملحقہ جگہ کو مسجد میں شامل کرنے کے بعد بھی یہ تمام احکام میں پہلی کے مماثل نہیں بنے گی۔ البتہ ضرورت کے تحت ملانے میں کوئی حرج نہیں۔

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۳/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے لئے وقف قرآن مجید کو مدرسہ میں لے جانے کا حکم

مسجد کا قرآن شریف مدرسہ میں لے جاکر پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور ایسے ہی صفیں بھی؟

الجواب اگر قرآن مجید اور صفیں مسجد کے لئے وقف ہیں۔ تو جب تک وہ قابل انتفاع ہیں۔ انہیں کسی اور جگہ لے جاکر استعمال کرنا جائز نہیں۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۲/۱۱/۱۴۰۱ھ

مسجد کی جگہ کو راستہ کیلئے لینا جائز نہیں

ایک مسجد کے شرقی کونہ کی طرف سڑک ہے اس میں ٹرک وغیرہ گزارنے میں تکلیف ہوتی ہے کیا مسجد کی زمین سے ایک فٹ جگہ رفاہ عامہ کیلئے لی جاسکتی ہے ؟

الجواب مسجد کی جگہ اس مقصد کے لئے لینی درست نہیں ۔

" ان ارادوا ان یجعلوا شیأ من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذالک وانہ صحیح کذا فی المحیط ۔ اھ (عالمگیری : ج ۲ ، ص۴۵۶) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۳ / ۴ / ۱۳۹۹ ھ

مسجد کے قریب خالی جگہ میں ہسپتال بنانے کو ترجیح دیجائے یا مدرسہ کو

تعمیر شدہ مسجد کو آباد کرنا مقدم ہے یا اس کے بالمقابل رفاہ عامہ کے لئے ہسپتال بنانا ، جب کہ ہسپتال بنانے کا مقصد مسجد کی تخریب ہو ۔ اور تبلیغی اور تدریسی مشن کو روکنا پیش نظر ہو حالانکہ متبادل رقبہ بھی موجود ہے ۔ نیز مسجد کی تخریب کرنے والے کے بارے میں کیا وعیدیں آئی ہیں ؟

الجواب اگر ہسپتال کے لئے کوئی متبادل جگہ موجود ہو تو بہتر یہی ہے کہ مسجد کے ساتھ ملحقہ زمین میں مدرسہ یا کوئی دینی مرکز تعمیر کرلیا جائے ۔ کیوں کہ ہسپتال وغیرہ کے لئے تو اور جگہیں بھی مل سکتی ہیں ۔ اور مدرسہ کے لئے ملنا بہت مشکل ہے ۔ مساجد کو بے آباد ، اور ویران کرنے والے کو قرآن حکیم میں بڑا ظالم کہا گیا ہے ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۰ / ۵ / ۱۳۹۸ھ

مسجد کا سپیکر شادی بیاہ کے لئے دینے کا حکم

مسجد کا سپیکر مسجد سے باہر کسی شادی بیاہ کے لئے جہاں گانے بجانے اور ہر قسم کے خرافات ہوتے ہیں ، دینا جائز ہے یا نہ ؟ اگر نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں ۔ اسی طرح مسجد کی دوسری اشیاء مثلاً ٹاٹ وغیرہ کو مسجد سے باہر لے جانا ۔ اور ذاتی استعمال میں لانا کیسا ہے ۔ نیز مسجد کے پانی سے ایسے لوگ آکر غسل کرتے ہیں جو نماز ہرگز نہیں پڑھتے ۔ ان کے لئے یہ جائز ہے یا نہ ؟ ان کو روکنا جائز ہے یا نہ ؟

الجواب مسجد کا سپیکر شادی بیاہ میں گانے بجانے کے لیے ہرگز نہ دیا جائے ۔ دینے والے سخت گناہ گار ہوں گے ۔ اس سلسلہ میں لینے والوں کو مسئلہ بتا دیا جائے ۔ اس کے بعد بھی وہ ناراض ہوں تو ان کی ناراضگی کی مطلقاً پرواہ نہ کی جائے ۔ مسجد میں استعمال کرنے کے لئے مسجد کی وقف اشیاء کو مسجد سے باہر لے جاکر ذاتی ضرورت میں استعمال کرنا گناہ ہے ۔ اس لئے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی بچایا جائے ۔ اور غیر نمازی کا مسجد میں آکر نمازیوں کی ضرورت کے پانی کو استعمال کرنا درست نہیں ۔ جو آدمی ناجائز امور سے روکتا ہے وہ درست کرتا ہے اس کی تائید کرنی چاہئے ۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مسجد کبھی بھی فروخت نہیں ہوسکتی

اہل بستی نے ایک قطعہ اراضی واقع موضع بالیاں اوتاڑ ، بنام مسجد خریدا ۔ رجسٹری مسجد کے نام کی گئی ۔ پھر مسجد تعمیر کردی گئی ۔ ایک عرصہ تک وہاں نماز پڑھی جاتی رہی ۔ وہاں سرکاری سڑک تعمیر ہورہی تھی ۔ چند افراد نے مسجد محکمہ کے ہاتھ بیچ دی ۔ وہاں دفتر بنایا گیا ۔ مسجد کے اندر کرسیاں ڈال کر رہائش رکھی گئی ۔ ریڈیو بجتا رہا ۔ بعد ازاں اسے مسمار کرکے سڑک میں شامل کرلیا گیا ۔ اب اس کا شرعاً کیا حکم ہے ۔ اور ایسا کرنے والے آدمیوں کا کیا حکم ہے ؟

الجواب مذکورہ قطعہ جب اہل بستی نے خرید کر اس میں مسجد تعمیر کردی تو یہ وقف ہوگیا ۔ اب تا قیامت یہ جگہ مسجد رہے گی ۔ اس کی خرید وفروخت باطل اور کالعدم

ہے۔ دیدہ و دانستہ بیچنے اور خریدنے والوں کو انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ اور اس جگہ کی بازیابی اور دوبارہ تعمیر مسجد کے لئے تعاون کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔

فقط واللہ اعلم ، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح ؛ محمد صدیق عفرلہٗ ، مدرس خیر المدارس ملتان ۲۳/۴/۱۳۹۸ھ

(روافض کو اہلسنت کی مساجد میں ہرگز نہ داخل ہونے دیا جائے)

ہمارے چک نمبر ۱۰۴/ای۔بی۔ میں اکثریت سنیوں کی ہے۔ اور تھوڑے سے گھر شیعوں کے ہیں۔ شروع سے اس میں اہلِ سنت والجماعت اذان و اقامت کے ساتھ نمازیں ادا کرتے آئے ہیں۔ اور پیش امام بھی ہمیشہ سے جب سے مسجد بنی ہے آج تک اہلِ سنت کا ہوتا ہے چند دن قبل شیعوں نے اسی مسجد میں اپنی اذان واقامت شروع کردی ، اور اپنی جماعت بھی کرانی شروع کردی۔ یعنی دو اذانیں اور دو جماعتیں ہونے لگیں۔ اہلِ سنت کی بھی اور اہلِ تشیع کی بھی۔ کچھ فساد ہوا تو عدالت نے مسجد سیل کردی۔

بعدہٗ عدالت بورے والا سے "اے ۔سی" صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ مسجد اہلِ سنت کی ہے اس میں نماز باجماعت ادا کرسکتے ہیں۔

مگر شیعوں نے پھر اپیل کر رکھی ہے کہ ہمیں بھی جماعت کرانے کی اجازت دی جائے۔ اب آپ فرمائیے کہ اہلِ سنت کی مسجد میں شیعہ اپنی اذان و اقامت کے ساتھ دوسری جماعت کرا سکتے ہیں یا نہیں ؟ حضراتِ شیعہ کہتے ہیں کہ ہم نے مسجد میں چندہ دیا ہے اس لئے ہمارا حق ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب (امداد المفتین ، ج ۱ ص ۷۴۱۔ میں ہے کہ روافض کو مساجد اہلِ سنت میں آنے سے روکنا جائز ہے۔ نیز ان کو اجازت دینے میں فسادات کا دروازہ کھولنا ہے۔ کیونکہ اہلِ سنت کے پیشواؤں کو برا کہنا ان کے مذہب کا جزو ہے۔ بناءً علیہ شریعت و انتظام کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ان کو سنیوں کی مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ چندہ دینے سے استحقاق ثابت نہیں ہوتا)

قال فی الاشباہ ویکرہ دخولہ یعنی المسجد عن اکل ذاریح کریھۃ ویمنع منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ اھ۔ (الاشباہ والنظائر احکام المسجد)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

(کسی مسجد میں دوسرے فرقے کو دوسری اذان وجماعت کی اجازت دینا فساد وخونریزی کو دعوت دینا ہے۔ چہ جائیکہ شیعوں کو اہلسنت والجماعت کی مساجد میں اس کی اجازت دیکائے یہ ہرگز جائز نہیں۔)

والجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۵/۷/۱۳۹۸ھ

طائفہ نے جو مسجد اپنے مہر کی رقم سے تعمیر کرائی ہو اس میں نماز کا حکم

مسماۃ ہندہ طائفہ نے ایک مسجد تعمیر کرائی ہے۔ مسماۃ مذکورہ حلفیہ بیان دیتی ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں اس نے اپنے نکاح شرعی کی مہر والی رقم صرف کی ہے۔ نیز اس بیان پر متشرع پابند صوم وصلوٰۃ شخص ، جو کہ اس کا قریبی رشتہ دار بھی ہے ، کی تصدیق موجود ہے۔

تو سوال طلب امر یہ ہے کہ کیا مسماۃ مذکورہ کا حلفیہ بیان اور اس شخص کی تصدیق شرعًا معتبر ہے یا نہیں ؟ اور اس کی تعمیر کردہ مسجد کا کیا حکم ہے ؟ اس میں نماز پڑھنا جماعت کرانا شرعًا جائز ہے یا نہیں ؟۔

المستفتی قاری عبد الرحمٰن مدرسہ عربیہ حفظ القرآن کھروڑ پکا۔

الجواب مذکورہ مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا درست ہے۔ "کذا فی امداد المفتین" ج ۲ ؛ ص ۵۶۶۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۵/۱۲/۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے کلاک کو سپیکر سے اس طرح جوڑنا کہ گھنٹے کی آواز سپیکر سے نشر ہو

آج کل ایسا گھڑیال ایجاد ہوا ہے جو مساجد میں لگایا جاتا ہے اور اس کو مسجد کے سپیکر کے ساتھ منسلک کر دیا جاتا ہے۔ جس سے ہر گھنٹہ کی آواز ٹن ٹن اور زور سے لاؤڈ سپیکر سے نکلتی ہے۔ بظاہر اس کا فائدہ مسجد کو کوئی نہیں ہے۔ اور رات کو اس کی آواز زیادہ آتی ہے جس سے سونے والوں اور خاص کر مریضوں اور بچوں کے آرام اور سکون میں خلل آتا ہے۔ کیا اس کی مشابہت عیسائیوں کے گرجا گھر کی گھنٹی، اور ہندوؤں کے مندر کی گھنٹی سے نہیں ملتی۔؟ کیا اس گھنٹی کی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے لئے اس وقت رد نہیں فرما دیا تھا جب اذان کا معاملہ زیر غور آیا تھا؟ ایسا گھڑیال مسجد میں لگانا شرعاً جائز ہے یا نہ؟

الجواب علاوہ مذکورہ مفاسد کے اتنی بلند آواز آداب مسجد کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا ایسی گھڑی مسجد میں نصب کرنا درست نہیں۔ آداب مسجد میں لکھا ہے۔

والسادس ان لا یرفع فیہ الصوت من غیر ذکر اللہ تعالیٰ

(عالمگیری: ج ۴ ؍ صـ۹۲)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتا خیر المدارس

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان
۴ ؍ ۱ ؍ ۱۴۰۹ھ

میوزیکل کلاک مسجد میں لگانے کا حکم

ہمارے محلہ کی مسجد میں نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کرنے کی سہولت کے لئے ایک الارم نما کلاک آویزاں ہے۔ ہر پندرہ منٹ بعد ساز نما آواز دیتا ہے۔ جس کی نوعیت پندرہ منٹ، آدھ گھنٹہ، پون گھنٹہ، اور گھنٹہ پر مختلف ہوتی ہے۔ نوعیت یوں ہے پندرہ منٹ پر ٹوں۔ ٹاں۔ ٹاں۔ ٹوں۔ ٹوں

— آدھ گھنٹہ پر۔ ٹوں۔ ٹاں۔ ٹاں۔ ٹاں۔ ٹوں۔

— پون گھنٹہ پر۔ ٹوں۔ ٹوں۔ ٹاں۔ ٹوں۔ ٹوں۔

مندرجہ بالا صورت میں یہ کلاک مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ایسا کلاک مسجد میں آویزاں نہ کریں۔ ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

فقط واللہ اعلم : احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۷ ؍ ۶ ؍ ۱۴۰۸ھ

شیعہ کی دی ہوئی گھڑی مسجد میں نصب کرنا

ایک شیعہ نے مسجد کو گھڑی خرید کر دی ہے۔ آیا اس کو لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب اگر اس گھڑی دینے میں کوئی غرض فاسد نہ ہو، نیز آئندہ چل کر احسان جتلانے یا کسی اور ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو لے لینے کی گنجائش ہے فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۶ ؍ ۵ ؍ ۱۴۰۸ھ

پانچ سال کے بچوں کو مسجد میں لانے کا حکم

ایک مسجد کے خطیب صاحب ہیں وہ مسجد کے اندر نماز کے بارے میں بہت متشدد ہیں خاص کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بارے میں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں پانچ سال سے کم عمر کے بچے نہ آئیں۔ اگر آ بھی جائیں تو سختی کے ساتھ منع فرما دیتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے کتنی عمر تک کا بچہ داخل ہو سکتا ہے اس مسئلہ میں قرآن و حدیث یا دیگر ماخذ شریعت میں کیا ہدایت ہے۔ اور بچے کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب پانچ سال یا اس سے کم عمر کا بچہ عموماً بے سمجھ ہی ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ایسے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع کیا گیا ہے۔

لما اخرجہ المنذری مرفوعا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم۔ (شامی ج ۱ صـ۶۵۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳ ؍ ۱ ؍ ۱۴۰۸ھ

محض کپڑے کے ذریعہ جگہ پر قبضہ کرنے والوں کو اس سے منع کرنا چاہئے

اکثر لوگ جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو اپنی جگہ

کو محفوظ رکھنے کے لئے کپڑا رکھ دیتے ہیں۔ اور اگر اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیں تو الٹا ناراض ہو جاتے ہیں۔ شرعی طور پر فیصلہ صادر فرمائیں ؟

الجواب

جو شخص پہلے آکر مسجد میں نہ بیٹھا ہو۔ تو وہ اپنا کپڑا کسی جگہ مسجد میں قبضہ کرنے کی غرض سے رکھ دے، یہ شرعاً جائز نہیں۔ اور اس سے اس کا حق بھی قائم نہیں ہوتا۔ خواہ وضوء کے لئے جائے یا کسی اور غرض سے۔ پس جو محض جگہ قبضانے کے لئے ایسا کرتے ہیں ان کو اس سے منع کرنا چاہیئے۔ کذا فی امداد المفتیین : ج ۲، ص ۵۶۲۔ نقلاً عن الشامیہ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲۸/۱۱/۱۴۰۳ھ

مسجد کی کوئی چیز ضائع کردی تو اس کی تلافی کی صورت

۱ : مسجد کی تعمیر کے لئے بانس اور پھٹے بنوائے گئے۔ فارغ ہونے پر وہ بیچ کر رقم مسجد پر لگ سکتی ہے ؟

۲ : پھٹے مسجد سے مانگ کر لے گیا۔ پھر واپس نہیں کئے۔ مسجد والوں کو بھی بھول گئے اب خاموشی سے اس کی قیمت دے سکتا ہوں یا بتا کر ادا کروں ؟

۳ : قیمت موجودہ وقت کے حساب سے دوں یا اس وقت کے حساب سے جب مسجد سے لئے تھے ؟

۴ : ایسے ہی کسی کی چیز اٹھالی یا اس سے لے کر ضبط کرلی۔ اب اس کی واپسی کا خیال آتا ہے چیز موجود نہیں۔ اس کی قیمت بتا کر واپس کرے۔ یا اگر واپس کرنے میں عار ہو تو اس کی قیمت صدقہ کرکے ثواب اس کو پہنچا دے۔ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

۱ : اب اگر مسجد کو ضرورت نہ ہو، تو بیچ کر قیمت مسجد میں جمع کرا دی جائے۔

۲ : موجودہ وقت کے حساب سے قیمت دے دے۔ بتانے میں شرم محسوس ہو تو وضاحت کئے بغیر مسجد کے فنڈ میں وہ پیسے دے دے۔ فان لم یقدر علی مثلہ فعلیہ قیمتہ یوم یختصمون اھ۔ (ھدایہ، ج ۳ ص ۲۷۲)۔

۴ : جب تک مالک یا اس کا وارث شرعی موجود ہو اس کو قیمت دے وضاحت نہ کر سکتا ہو تو اتنا کہہ دے کہ میں کسی وجہ سے یہ آپکو دینا چاہتا ہوں۔ جب اصل مالک یا اس کے وارث کا ملنا ممکن نہ ہو تو اس کیطرف سے بہ نیت ثواب صدقہ کردے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۸ / ۶ / ۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مسجد میں ذی روح کی تصویر آویزاں کرنا ناجائز ہے

ایک مسجد میں خانہ کعبہ کی تصویر جس میں لوگ بھی نظر آتے ہیں۔ اور ساتھ دوعدد تصویر مرغ کی بھی بنی ہوئی ہے، سامنے دیوار پر لگی ہوئی ہے۔ اور مسجد میں جماعت بھی ہوتی ہے کیا نماز میں تو کوئی نقصان واقع نہیں ہوگا ؟

الجواب

اگر مسجد میں کسی جاندار کی تصویر معلق ہو اور وہ بلا تکلف نظر آتی ہو۔ اس کا سر اور منہ کا حصہ مٹایا بھی نہ گیا ہو تو ایسے مکان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قال فی الھندیۃ ویکرہ ان یصلی وبین یدیہ او فوق رأسہ او علی یمینہ او علی یسارہ او فی ثوبہ تصاویر۔ ج ۱ ص ۵۹)۔

لہٰذا مرغ اور انسان کی تصاویر جو بلا تکلف نظر آتی ہیں تو نماز مکروہ ہے۔ فقہاء رح نے یہ حکم عام مکانات کا بیان فرمایا ہے، مسجد میں تصویر ذی روح کی رکھنا قطعاً حرام ہے۔

فقط واللہ اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد میں سے یہ تصویر الگ کر دی جائے۔

والجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۷/۱۴۰۳ھ

مسجد میں چٹائی کی ٹوپیاں رکھنے کا حکم

اکثر لوگ ثواب کی نیت سے مساجد میں چٹائی کی ٹوپیاں نمازیوں کے استعمال کے لئے رکھ دیتے ہیں جن سے برہنہ سر لوگ اپنے سر کو نماز کے وقت ڈھانپ لیتے ہیں۔ کیا یہ فعل شرعاً

جائز ہے ؟ ۔ اگر ناجائز ہے تو عدم جواز کی دلیل دیں ۔

عند البعض ایسی ٹوپیوں کو مسجد میں رکھنا ناجائز اور ان سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی کہتے ہیں ۔ اور وجوہ ذیل بتلاتے ہیں ۔

۱ : یہ ٹوپیاں رکھنا احترام مسجد کے خلاف ہے ۔ بالخصوص جب ان کے تنکے نکل کر مسجد میں بکھرتے ہیں ۔ اور ان پر میل کی تہہ نظر آتی ہے ۔ پسینہ کی بو آتی ہے ۔ ان ٹوپیوں کو پہن کر آدمی دوسروں کے سامنے نہیں نکلتا بلکہ شرماتا ہے ۔

الجواب مذکورہ ٹوپیوں کی جو کیفیت سوال میں تحریر ہے ۔ اس لحاظ سے تو کراہت میں شبہ نہیں ۔ لیکن ہر ٹوپی اس طرح نہیں ہوتی ، ہر جگہ ذہن بھی یہ نہیں ہوتا ۔ پہننے والے بہرحال بہ نیتِ ادب پہنتے ہیں ۔ لہٰذا علی الاطلاق کراہتِ تحریمی کا حکم لگانا صحیح نہیں ۔ جہاں اہتمام کے ساتھ صاف ستھری ٹوپیاں رکھی ہوں ، پہننے والے بہ نیتِ ادب پہنتے ہوں ، اور وہاں کے عرف میں انہیں پہننا معیوب نہ سمجھا جاتا ہو ، تو وہاں منع صحیح نہیں ۔ معہذا اگر انہیں ترک ہی کر دیا جائے اور گھر سے اہتمام کے ساتھ سر ڈھانپنے کے لئے کپڑا لے کر چلیں تو احسن ہے ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

یکم ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

مسجد میں سائیکل کھڑی کرنا

امام مسجد صاحب یا کسی دوسرے شخص کے لئے مسجد میں سائیکل رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب مسجد میں سائیکل رکھنا بے ادبی ہے ۔ اس سے بچا جائے ۔ اور اگر ٹائروں پر نجاست لگی ہوئی ہو تو ناجائز ہے ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰ / ۹ / ۱۳۹۹ھ	الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ، ملتان

مساجد کے لئے چندے کا معروف طریقہ جائز نہیں

عرض خدمت ہے کہ ہماری مسجد میں جمعہ کے دن صبح فجر کی نماز کے بعد بچے لاؤڈ سپیکر پر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور مسجد کے لئے چندہ اکٹھا کرتے ہیں ۔ کسی کا نام وغیرہ نہیں لیتے ۔ یعنی فلاں شخص نے اتنے دیئے ہیں ۔ صرف قرآن پاک کی آواز سن کر لوگ اپنے گھروں سے مسجد میں پیسے بھیج دیتے ہیں ۔ تو کیا اس طرح سپیکر پر قرآن مجید پڑھ کر چندہ اکٹھا کرنا جائز ہے یا نہ ؟

الجواب چندہ جمع کرنے کا مذکورہ طریقہ درست نہیں ۔ گویا قرآن پاک کو حصول چندہ کا ذریعہ بنایا گیا ہے ۔ یہ قرآن مجید کی شان اور عظمت کے خلاف ہے ۔ ہندیہ میں ہے ۔

من جاء الی تاجر یشتری منه ثوبا فلما فتح التاجر الثوب سبح الله تعالی او صلی علی النبی صلی الله علیه وسلم اراد به اعلام المشتری جودة ثوبه فذالک مکروه ۔ (ج ۴ ص ۳۱۵)

مسجد کی ضروریات کے لئے ایک آدھ مرتبہ اپیل کرنے کی گنجائش ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۲۷ / ۵ / ۱۴۰۶ھ	الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے پرانے ملبے کا حکم

ایک مسجد نئی تعمیر کر رہے ہیں تو اس کے پرانے ملبے کا کیا حکم ہے ۔ کیا کوئی شخص ذاتی استعمال کے لئے اپنے گھر اٹھا کر لے جا سکتا ہے یا اسے فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ نیز اگر امام مسجد از خود بغیر اجازت مقتدیوں کے اٹھا کر لے جائے اور اپنے تصرف میں لائے تو کیا اس کی امامت اور نمازوں میں اقتداء صحیح ہو گی یا نہیں ؟

الجواب اگر وہ ملبہ آئندہ مسجد کے کسی کام نہ آ سکتا ہو تو منتظمین مسجد اسے فروخت کر سکتے ہیں اور اگر کچھ قیمت نہ رکھتا ہو تو ویسے بھی پھینکنا درست ہے ۔ بہر دو صورت لینے والا اسے استعمال کر سکتا ہے ۔ امام صاحب اس ملبہ کی قیمت مسجد کو دے دیں ۔

حشیش المسجد اذا اخرج من المسجد ایام الربیع ان لم یکن لها قیمة لا بأس بطرحه خارج المسجد ولا بأس بدفعه

والانتفاع به ۔اھ (خلاصۃ الفتاوی ، ج ۴ ، ص ۴۲۵)۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۱ محرم ۹۴ھ

جا نماز زائد از ضرورت ہوں تو فروخت کرنے کا حکم

ایک مسجد میں مصلے بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں کیا ان کو فروخت کر کے مسجد کے لئے صف خریدنا درست ہے ؟ المستفتی : محمد شفیع کالی موری ، حیدر آباد سندھ ۔

الجواب اگر اتنے زیادہ ہوں کہ آئندہ ضرورت پڑنے کا امکان نہ ہو تو فروخت کرنا درست ہے یا صفوں کی بجائے مصلے ہی استعمال میں لائے جائیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۳ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

مسجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا

کسی صاحب نے مسجد کی محراب کے لئے رنگین بلب و مرچیں وغیرہ دی ہیں ۔ کیا کبھی کبھی روشن کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ المستفتی ، عبدالحمید رشید آباد کالونی ملتان

الجواب اسراف سے بچا جائے ۔

فقط واللہ اعلم ، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۶ / ۳ / ۱۳۹۶ھ

جواریوں سے چھینی ہوئی رقم مسجد میں لگانے کا حکم

جوا کھیلنے کے پیسے پولیس سے لے کر مسجد کو دے دیئے کیا وہ مسجد کی کسی جگہ پر لگائے جا

سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب مذکورہ رقم مسجد پر خرچ نہ کی جائے مالکوں کو واپس کرنی چاہئے ۔ گو کچھ مدت کے بعد واپس کر دی جائے ۔

نقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۶ / ۶ / ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

بیت اللہ کی تصویر والا قالین مسجد میں آویزاں کرنے کا حکم

ایک قالین جس میں خانہ کعبہ کا فوٹو ہے اور اس میں ذی روح کی تصویریں ہیں ، لیکن نظر نہیں آتیں ۔ اور اسی طرح دو مرغ کی تصویریں بھی ہیں لیکن ان کو ٹیپ وغیرہ کے ذریعہ سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے ۔ وہ قالین مسجد کے سامنے والی دیوار پر بہت اونچا کر کے لٹکایا گیا ہے ۔ خارج صلوۃ کی نظر پڑتی ہے ۔ اور نمازی کی نظر نہیں پڑتی کیا ایسے قالین کو لٹکانے سے نمازیوں کی نماز میں تو کچھ حرج نہیں پڑے گا ؟

۲ : ایک آدمی دوسرے لوگوں کو وسوسے میں مبتلا کر کے اس مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے سے نفرت دلا کر خود بھی باجماعت نماز ادا نہیں کرتا ۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی روکتا ہے کیا اس کا یہ کام درست ہے ؟

الجواب اس قالین کو دیکھا ۔ اس میں کسی انسان کا فوٹو بلکہ کوئی عضو نظر نہیں آتا ۔ البتہ مرغ نظر آتے ہیں ان کو مٹا کر یا رنگ لگا کر مسجد میں اس قالین کو لگا کر اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے ۔ جب کہ نمازی کی نظر دوران نماز اس قالین پر نہ ٹھہرتی ہو ۔ اس قالین کو لٹکانے کے متعلق جو فتوے پہلے خیر المدارس سے لیا گیا ، اس کے سوال میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے ۔

۲ : درست نہیں ہے ۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۲۱ / ۷ / ۱۴۰۳ھ

مالِ حرام سے بنی ہوئی مسجد کو منہدم کرانے کا حکم

ا:۔ اگر مالِ حرام مثلاً سود ، مغصوب ، رشوت ، شراب کی آمدن وغیرہ سے کوئی مسجد تعمیر کردی گئی ہو تو اس تعمیر کو برقرار رکھا جاسکتا ہے یا گرادی جائے ۔ اگر رائے کے ساتھ دلیل بھی بیان فرمادیں تو کرم ہوگا ۔

(مولانا مفتی) عبدالرحیم (صاحب) دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی۔

الجواب گرانے کے لئے تو دلیل کی حاجت ہوگی ۔ برقرار رکھنے کے لئے تو دلیل کی ضرورت نہیں۔ خصوصاً جب کہ حسبِ سوال جمیع علماء و مشائخ کا عمل بھی اسی پر ہے ۔ نیز فتاویٰ میں عموماً یہ لکھا ہے کہ ایسی مسجد شرعی مسجد نہیں اور اس کی بیع بھی جائز ہے تو گرانے کے بجائے کوئی ایسا شرعی حل تجویز ہونا چاہئے ۔ جس کے ذریعہ ایسی مسجد شرعی مسجد بن جائے ۔ " مجموعۃ الفتاویٰ " میں ہے کہ اگر کوئی شخص حلال مال سے عقدِ صحیح کرکے خرید کرکے وقف کردے تو مسجدِ مقبول بن جائے گی ۔ (بالمعنیٰ): ج ا ص ۱۸۴ ۔ اس پر غور کیا جائے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۸ / ۴ / ۱۴۰۸ھ

" یا محمد " لکھی ہوئی اینٹیں مسجد میں نصب کرنا

ایک مسجد کو شہید کرکے پکی خشت کی نئی مسجد تیار کرانی ہے ۔ جس کے لئے مینار وخشت خریدے ہیں ۔ کچھ اینٹوں پر " یا اللہ " " یا محمد " لکھا ہوا ہے ۔ جو رقم مسجدِ مذکور کے لئے وقف کی تھی اس رقم سے یہ اینٹیں خریدی ہیں ۔ اب سوال یہ ہے مسجدِ مذکور پر ایسی اینٹیں لگانا جس پر " یا اللہ یا محمد " لکھا ہوا ہے ۔ جائز ہے یا نہ ؟ ۔

الجواب " یا محمد " کے لفظ سے اہل بدعت کے غلط عقیدہ کی طرف ایہام ہوتا ہے ۔ لہٰذا مذکورہ اینٹیں نہ لگائیں ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ٦ / ٨ / ۱۴۰٦ھ

مسجد میں مٹی کے تیل کا چراغ جلانا جائز نہیں

مٹی کے تیل والا لیمپ مسجد میں جلاسکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب مسجد میں کوئی بھی بدبودار چیز لانا جائز نہیں ۔ اس لئے مٹی کے تیل کا چراغ بھی درست نہیں ۔ اگر کوئی اور صورت نہ ہوسکتی ہو تو مٹی کے تیل کا لیمپ مسجد سے باہر رکھا جائے ، اتنی دور کہ روشنی مسجد میں پڑتی رہے ۔

للحدیث الصحیح فی النھی عن قربان اکل الثوم والبصل المسجد قال الامام العینی فی شرحہ علی صحیح البخاری قلت علۃ النھی اذی الملئکۃ واذی المسلمین ولایختص بمسجدہ علیہ السلام بل الکل سواء ویلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ مأکولا اوغیرہ (شامی ، ج ا ، ص ٦١٩) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی	الجواب صحیح
۲۹ / ۱۲ / ۱۳۹۷ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

راستہ کی صرف اتنی مقدار مسجد میں شامل کرسکتے ہیں جس سے لوگوں کو ضرر نہ ہو

گورنمنٹ کے منظور شدہ احاطہ سے دس فٹ زائد جگہ سرکاری گلی کی ، مسجد میں لے لی گئی اور اب اس مسجد کی نئی تعمیر کرانے لگے تو چار فٹ مزید جگہ لے لی گئی ۔ گاؤں کا ۳/۴ حصہ اس مزید جگہ لینے پر رضامند ہے ۔ مگر ۱/۴ حصہ جن کا راستہ متأثر ہوتا ہے ، وہ رضامند نہیں ہیں آپ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں ۔

تنقیح : جو لوگ رضامند نہیں اس تجاوز سے ، ان کو کیا نقصان ہورہا ہے ؟

جواب تنقیح : اب اس گلی سے ٹرالی اور لدا ہوا گڈا نہیں گزرسکتے ۔ اور وہ لوگ زراعت پیشہ ہیں ۔ ان کو ہر وقت ان چیزوں سے کام رہتا ہے ۔

الجواب جوابِ تنقیح میں مذکور ہے کہ اب اس رستہ سے ٹرالی اور گڈا نہیں گزر سکتے اور زمینداروں کے لئے یہ چیزیں ضروریات سے ہیں۔ لہذا مسجد کا اس حد تک بڑھانا ان کے لئے ضرر ہے۔ سڑک سے جس قدر وہ سب بخوشی دیں، لے لیا جائے۔ اس سے آگے تجاوز نہ کیا جائے۔

فی الدر المختار جعل شئ من الطريق مسجدا لضيقه ولم يضر بالمارين جاز وفي رد المحتار افاد ان الجواز مقيد بهذين الشرطين۔ اھ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۶۲۳)۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
مفتی خیر المدارس ملتان	۱۶ / ۵ / ۱۴۰۰ھ

اعلانِ گمشدگی کے ممنوع ہونے میں بچہ اور سامان برابر ہے

آجکل پورے ملک میں یہ رواج پھیلا ہوا ہے کہ تمام مساجد میں ہر وقت گمشدہ اشیاء اور بچوں کا اعلان ہوتا رہتا ہے۔ حالانکہ قرآن وحدیث اور فقہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ گمشدہ کا اعلان مساجد میں نہیں ہونا چاہئے۔ جیساکہ آیتِ قرآنی وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدًا اور احادیثِ مبارکہ جو صحاحِ ستہ میں موجود ہیں مثلاً مسلم شریف میں یہ الفاظ ہیں۔

انه سمع ابا هريرة رضـ يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك فان المساجد لم تبن لهذا۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۱۰)۔

ایسی عبارات ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۶۸۔ ابن ماجہ شریف ص ۵۶۔ میں بھی موجود ہیں۔ اور شامی ج ۱ ص ۲۸۸ میں بھی اس طرح موجود ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۹۳ سے بھی یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت گنگوہی رح اور حضرت شاہ صاحب رح نے انہی علتوں کو ذکر کیا ہے مگر ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ بچوں کی گمشدگی کا اعلان اس میں داخل

نہیں۔ اور اس پر وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ ضالہ ممنوعہ سے مراد متاع ہے اور بچے متاع نہیں ہیں اس لئے بچوں کی گمشدگی کا اعلان جائز ہے۔ لہذا آپ براہِ کرم قرآن وحدیث وفقہ کی رو سے جواب صادر فرمائیں۔

الجواب صحیح یہی ہے کہ مساجد میں گمشدگی کا اعلان منع ہے۔ گمشدہ خواہ کسی جنس سے ہو، جائز کہنے والے صاحب کا قول قرینِ صواب نہیں۔ ضالہ کو متاع کے ساتھ خاص کرنا اور بچوں کو اس سے مستثنیٰ کرنا بلا دلیل ہے۔ نیز یہ تخصیص علتِ منع کے بھی منافی ہے مجمع بحار الانوار کی عبارت سے بھی عموم معلوم ہوتا ہے۔

ويدخل فيه كل مالم يبن له المسجد۔ اھ (ج ۳ ص ۴۱۰)۔

وفيه ضالة المؤمن حرق النار وهي الضائعة من كل ما يقتنى من الحيوان وغيره۔ (ج ۳ ص ۴۱۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	۲۳ / ۶ / ۱۴۰۶ھ

متولی مسجد کسی کو مسجد میں آنے سے روک سکتا ہے یا نہیں

کسی مسجد کے متولی نے اہلِ محلہ کے کسی فرد کو یا کسی نماز پڑھنے والے کو روک دیا ہے کہ میری مسجد میں نماز نہ پڑھا کریں۔ کیا ایسی مسجد میں ممنوع آدمی وغیرہ اگر نمازِ جمعہ یا کوئی اور نماز ادا کرے تو نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بنا بر جوازِ ممنوعیت ممنوع کو نماز ادا کرنا کسی دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب اگر روکنا کسی شرعی وجہ سے نہیں تو درست نہیں۔ ممنوع کی نماز بہر صورت مسجد میں ادا ہو جائے گی۔ متولی کے روکنے سے اس کی نماز پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۲/۲/۱۳۹۷ھ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی

مسجد میں داخل ہوکر لوگوں کو سلام کرنے کا حکم

جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو اس وقت ان میں سے بعض لوگ نماز و تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہوں تو اس صورت میں اگر آنے والا شخص سلام نہ کرے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ شخص گنہگار ہوگا؟ یعنی کیا اس پر لازم ہے کہ سلام کرے یا خاموشی سے آکر بیٹھ جائے۔ بحوالہ وضاحت فرمائیں۔

الجواب اگر کچھ لوگ فارغ بیٹھے ہوں تو اس طرح سلام کرے کہ جو عبادت میں مشغول ہوں ان کی عبادت میں خلل نہ آئے۔ "السلام تحیة الزائرین والذین جلوا فی المسجد للقراءة والتسبیح او لانتظار الصلوٰة ماجلسوا فیه لدخول الزائرین فلیس هذا اوان السلام فلایسلم علیهم ولهذا قالوا لو سلم علیهم وسعهم ان لایجیبوه" (عالمگیری ج۵ ص۳۲۵)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
رئیس الافتا خیر المدارس ملتان	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۶/۵/۱۴۰۷ھ

غیر مسلم مسجد میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں

غیر مسلم چمار عیسائی وغیرہ کے بچے مسجد میں امام صاحب کے پاس قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں اور ہاتھ لگا سکتے ہیں، جب کہ دیگر مسلم بچوں کے ساتھ مل کر کلمات و نماز وغیرہ سننے سنانے میں بھی شرکت کرتے ہیں۔

الجواب غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ باقی قرآنِ مجید کا پڑھنا پڑھانا، نماز کا سیکھنا وغیرہ اسلام لانے کے بعد ہونا چاہئے۔ صبی ممیز کا اسلام معتبر ہے اس لئے اس کو اسلام کی دعوت دی جائے۔

لابأس بدخول اهل الذمة المسجد الحرام وسائر المساجد و هو الصحیح۔ (هندیه ج ۱ ص ۱۰۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

نمائندہ کارکنان جس حصے کو نماز پڑھنے کے لئے متعین کردیں وہ ہمیشہ اسی کے لئے وقف رہے گا

بستی ارائیں واہن کی مسجد کو گرا کر اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے اس کا صحن پہلے کی نسبت وسیع کیا گیا ہے۔ احاطہ مسجد کی چاردیواری بھی تیار ہوچکی ہے۔ مسجد کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ مشرق میں وسط سے قدرے جنوب کی طرف اور دوسرا دروازہ شمالی طرف ہے۔ وضوء کی جگہ بھی تیار ہوچکی ہے۔ مسجد کے صحن میں پختہ فرش سابق مسجد کی حدود سے کچھ زائد جگہ تک لگایا گیا ہے۔ باقی صحن میں پختہ فرش نہیں ہے البتہ ۱۹۷۳ء میں تعمیرِ مسجد کا اہتمام کرنیوالے چھ اشخاص نے بذریعہ بند صحن مسجد کا تعین اور حد بندی کردی۔

حال ہی میں بستی کے چند نوجوانوں نے مل کر دروازہ کلاں کی جنوبی جانب کنارہ میں طہارت خانے تعمیر کردیئے۔ اس پر بعض صاحبان نے اعتراض کیا کہ یہ طہارت خانے اس حد کے اندر تعمیر ہوئے ہیں جو بذریعہ بند صحن مسجد میں شامل ہوچکی تھی۔ یہ اعتراض چار پانچ آدمیوں کی طرف سے اٹھایا گیا ہے۔ اس کے برخلاف طہارت خانے تعمیر کرنے والے نوجوانوں کا مؤقف یہ تھا کہ یہ جگہ صحن مسجد میں شامل ہی نہیں۔ کیوں کہ یہاں کوئی بند وغیرہ نہیں تھا۔ نیز اگر بند ہو بھی تو بذریعہ بند ان پانچ چھ اشخاص کو اس ٹکڑا کو مسجد کے صحن میں شامل کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ پھر اب تک اس ٹکڑا اور اس پورے کچے صحن کو بطور مسجد استعمال نہیں کیا جاتا رہا۔ اس حد میں جوتوں کے ساتھ آمد و رفت اور اس جگہ وضوء اور غسل کرنے کا عمل مسلسل چلا آرہا ہے۔ بند لگانے والے اشخاص بھی یہی عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے اس ٹکڑے کو خارج از مسجد شمار کرتے ہوئے ہم نے مسجد کی سخت ضرورت کے لئے طہارت خانے تعمیر کردیئے۔

جب بند لگانے والے اصحاب سے دریافت کیا گیا کہ آپ صاحبان نے اس کچے صحن میں جس کو آپ بذریعہ بند مسجد کا صحن تصور کرتے ہیں، کیوں اب تک احترام مسجد کو ملحوظ نہیں رکھا؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ ہماری غلطی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ جدید طہارت خانے اور ان کے مخادی ٹکڑا اراضی جو اصل میں آبادی دِہ ہے، جس کے مالکان بروئے کاغذات سرکاری آبادیٔ دِہ کے لوگ ہیں۔ صحن مسجد میں اس کو شامل کرنے والے کل چھ اشخاص ہیں۔ باقی لوگوں سے اس معاملہ میں مشورہ نہیں کیا گیا۔ ان حالات میں شرعًا ان چھ اشخاص کا اس کو بذریعہ بند صحن مسجد میں شامل کرنا درست ہوگا یا کہ مسجد میں شامل کرنے کے لئے اہلِ دیہہ کی رضا حاصل کرنا ضروری ہوگی۔ ان طہارت خانوں کے گرانے کا اہلِ دیہہ میں سے چھ اشخاص تقاضا کرتے ہیں باقی سب لوگ ان کے باقی رکھنے کے حق میں ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نقشہ مسجد دیکھنے سے یہ امر محقق ہے کہ جدید طہارت خانے (صحن) فرشِ مسجد کی اس حد بندی کے اندر ہیں جو صحن مسجد کی تعیین و حد بندی سنہ ۱۹۷۳ء میں تعمیر مسجد کا اہتمام و انتظام کرنے والے اصحاب نے پختہ بند لگا کر کردی تھی اور تین سال کا عرصہ اس پر گزر چکا ہے۔ اب قابلِ تحقیق امر یہ ہے کہ ان کی یہ حد بندی شرعًا معتبر ہے یا نہیں؟ ظاہر یہی ہے کہ شرعًا یہ معتبر ہے اور یہ پورا صحن مسجد بن چکا ہے بوجوہ ذیل۔

۱: منتظمینِ مسجد کا یہ فعل انفرادی و شخصی نہیں بلکہ بحیثیتِ نمائندہ و کارکنانِ اہالیانِ دِہ ہے۔ عادۃ معروفہ یہی ہے کہ اہلِ دیہہ یا اہلِ محلہ چند افراد کو منتخب کرکے ایسے کام ان کے سپرد کر دیتے ہیں اور کام ہوتا رہتا ہے۔ پایۂ تکمیل تک پہنچنے پر یہ کام سب کا سمجھا جاتا ہے نہ کہ خاص ان افراد کا۔

دورانِ کار مشورے بھی ہوتے رہتے ہیں اور افہام و تفہیم بھی ہوتی رہتی ہے لیکن بستی یا اہلِ محلہ کے ہر فرد صغیر و کبیر، مرد و زن سے صراحۃً مشورہ یا رضامندی حاصل کرنا جیسے متعذر ہے ایسے ہی خلافِ عرف و عادت بھی ہے۔ الغرض ان کا یہ فعل سب کی جانب سے ہے۔ اور عرصہ تین سال میں کسی نے ذاتی خصومت کرکے اس کے نقض کا مرافعہ نہیں کیا۔

۲: اہلِ دیہہ کی یہ حقیقی ملک ہو یا حکمی کہ انہیں خصوصیت کے ساتھ ایسے قطعات سے انتفاع کا حق حاصل ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کا حکم زیادہ سے زیادہ طریقِ عامہ کا ہوگا۔ اور طریقِ عامہ میں اگر ایک شخص بھی مسجد بنا دے اور اس میں اضرار نہ ہو تو مسجد بن جاتی ہے اور اس کے نقض کی اجازت نہیں۔

ذکر فی المنتقی عن محمد رح فی الطریق الواسع بنی فیه اهل المحلة مسجدا وذالك لا یضر بالطریق فمنعهم رجل فلا بأس ان یبنوا کذا فی الحاوی۔ (الهندیة ج ۲ ص ۴۵۴)

وفی موضع آخر رجل اخرج الی الطریق کنیفا او میزابا فلکل واحد من عرض الناس ان یقلع ذالك ویهدمه اذا فعل ذالك بغیر اذن الامام (الی ان قال) هذا اذا بنی علی طریقة العامة بناءً لنفسه وان بنی شیئا للعامة کالمسجد وغیره لا ینقض ولا یضر کذا روی عن محمد کذا فی النهایة۔ (هندیه ج ۲ ص ۱۹۵)۔

وفی الدر المختار وهذا کله اذا بنی لنفسه بغیر اذن الامام وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوه او بنی باذن الامام لا ینقض۔ اه۔ (شامیه ج ۵ ص ۳۹۲)۔

جب طریقِ عامہ کا یہ حکم ہے تو احاطۂ برائے مسجد میں حدودِ مسجد بطریقِ اولیٰ ناقابلِ نقض ہوں گی۔

۳: اگر مسجد ہونے کے لئے ہر فرد کی رضا کو ضروری قرار دیا جائے تو مسقف حصہ بھی مسجد نہ بنے گا ـــــ کیونکہ صراحۃً رضا ہر فرد کی تو حاصل نہیں اور یہ اسی مسجد تک محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ ایسی آبادیوں میں تعمیر شدہ تمام مساجد مسجدِ شرعی بننے سے خارج ہو جائیں گی۔

بہرحال امور بالا سے یہی واضح ہے کہ بند کے اندر کا حصہ مسجد بن چکا ہے پس اس کے اندر طہارت خانے بنانے درست نہیں۔ انہیں فورًا بند کر دیا جائے۔ باقی اس حصہ کے ساتھ معاملہ مسجد جیسا نہ کرنا یہ ایک غلطی اور گناہ ہے۔ عوام کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ پختہ فرش لگنے ہی سے احکامِ مسجد ثابت ہوں گے اور چھت مکمل ہو جانے کے بعد ہی ادب و احترام لازم ہوتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ اس لئے خام صحن مسجد کے ساتھ لوگ مسجد جیسا برتاؤ نہیں کرتے رہے۔ هذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب

فقط : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۵/۱۰/۱۳۹۶ھ

غصب شدہ زمین پر بنائی ہوئی مسجد میں نماز مکروہ ہے

ہماری مملوکہ زمین قدیم سے مسجد کے ساتھ متصل چلی آرہی ہے۔ اب مسجد کی تعمیر جدید کے وقت کچھ لوگوں نے جبراً ہماری زمین مسجد میں شامل کرلی ہے۔ کیا ایسا کرنا درست ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب اگر واقعۃً یہ مسجد کسی کی مملوکہ زمین میں اس کی رضا مندی کے بغیر تعمیر ہورہی ہے تو اس حصہ میں نماز مکروہ ہے اور تعمیر درست نہیں۔

وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ...... الی قولہ وارض مغصوبۃ او للغیر۔ اھ (درمختار علی الشامیہ ج ۱ ص ۳۵۲)۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
مفتی خیر المدارس ملتان	خیر المدارس ملتان ۱۵/۸/۱۳۹۹ھ

مسجد کی بجلی ذاتی استعمال میں لانے کا حکم

مسجد کی بجلی اگر کوئی استعمال کرے اور سارا خرچہ خود دے، تو کیا یہ جائز ہے ؟

۲ : نیز اگر مسجد کا لاؤڈ سپیکر کرایہ پر دیا جائے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب دونوں صورتوں میں مسجد کا نفع ہے لہذا جائز ہے لیکن لاؤڈ سپیکر کے بارے میں مسجد کے اوقات ضروریہ کا ضرور خیال رکھیں۔ نیز مسجد سے کنکشن دینے میں اگر کسی قانونی نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	۱۹/۶/۱۳۹۸ھ

سرکاری زمین میں بلا اجازت بنائی گئی مسجد کا حکم

سرکاری اراضی میں بلا اجازتِ حکومت مسجد تعمیر کی جائے تو وہ مسجد شرعی مسجد کہلائے گی یا غیر شرعی کہلائے گی۔ حکومتِ پاکستان نے اسے غیر شرعی مسجد قرار دے دیا ہے۔ اور اس میں نماز پڑھنے والے کو مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب بھی نہیں ملے گا۔ اس کے بارے میں آپ ہماری تشفی فرمائیں۔

الجواب حکومت سے اجازت حاصل کئے بغیر بنائی گئی ہر مسجد کو غیر شرعی مسجد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ اسے توڑا جاسکتا ہے۔

ففی الخانیۃ طریق العامۃ وھی واسع فبنی فیہ اھل محلۃ مسجدا للعامۃ ولا یضر ذالک بالطریق قالوا لا بأس بہ وھکذا روی عن ابی حنیفۃ و محمد لان الطریق للمسلمین والمسجد لھم ایضا بحر الرائق، ج ۵ ؛ ص ۲۶۸، فتاویٰ عالمگیری ، ج ۲ ، ص ۴۵۶۔ میں بھی ایسے ہی ہے۔

وان بنی المسلمین کمسجد ونحوہ ...... لا ینقض درمختار ، ج ۵ ، ص ۳۸۰)۔

یہ عام جگہ راستے وغیرہ میں بنائی گئی مسجد کے متعلق کہا ہے۔ اہلِ اسلام کو ہر محلہ میں مسجد بنانے کا حکم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور ای فی المحلات والقبائل۔ ابوداؤد شریف۔ بذل المجھود۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۲/۵/۱۴۰۳ھ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد کی بوسیدہ صفوں کا حکم

مسجد کی بوسیدہ صفیں ہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے آیا ان کو جلا دینا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جلا دیا جائے

تو کیا اس کی راکھ کو کسی محفوظ جگہ پر ڈالا جائے یا عام گندگی کی جگہ پر ڈال دیا جائے۔

الجواب اگر وہ صفیں ناکارہ ہیں اور مسجد والوں نے بے کار کرکے فارغ کر دی ہیں تو انہیں جلا سکتے ہیں۔ کوئی لے جانا چاہے تو لے جا بھی سکتا ہے۔

حشیش المسجد اذا اخرج من المسجد امام الربیع ان لم یکن له قیمة لا بأس بطرحه خارج المسجد ولا بأس برفعه والانتفاع به۔ (خلاصة الفتاوی ج ۴ ص ۴۲۵)۔

راکھ کو محفوظ جگہ ڈالا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۷/۱۱/۱۴۰۸ھ

مساجد میں پرائمری سکول کھولنا ناجائز ہے

مساجد میں اردو تعلیم دینا صحیح ہے یا نہیں؟ گورنمنٹ نے پرائمری سکول مساجد میں کھولے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب چند وجوہ سے مساجد میں اردو تعلیم دینا درست نہیں۔

۱:۔ بالکل چھوٹے بچوں کا مسجد میں جانا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے۔

"ویحرم ادخال الصبیان والمجانین حیث غلب تنجیسهم والا فیکره۔" (شامی ج ۱ ص ۶۵۶)۔

بچے پاکی اور پلیدی کا خیال نہیں کر سکتے۔

"اخرج المنذری مرفوعا۔ جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشراءکم ورفع اصواتکم وسل سیوفکم واقامة حدودکم وجمروها فی الجمع واجعلوا علی ابوابها المطاهر۔ (شامی ج ۱ ص ۶۵۶)۔

۲: مسجد نماز، تلاوت اور ذکر اللہ کے لئے ہے دنیوی تعلیم کے لئے نہیں۔

"ان المسجد ما بنی لامور الدنیا" (هندیه ج ۴ قدیم۔ ص ۹۴)۔

۳: دنیاوی باتیں کرنا مسجد میں منع ہے۔

کما قال علیه الصلوة والسلام یأتی علی الناس زمان یکون حدیثهم فی مساجدهم فی امر دنیاهم فلا تجالسوهم فلیس للہ فیهم حاجة رواه البیهقی فی شعب الایمان (مشکوة شریف ج ۱ ص ۷۱)۔

ترجمہ:۔ لوگوں پر عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ اپنی دنیا کی باتیں اپنی مسجد میں کیا کریں گے۔ لہذا تم ان کے پاس نہ بیٹھنا۔ کیونکہ اللہ تعالی کو ایسے لوگوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

۴: پہاڑے کہلوانے میں شور ہوتا ہے۔ اور مسجد میں ذکر اللہ کے علاوہ آواز بلند کرنا منع ہے۔

ان لا یرفع فیه الصوت من غیر ذکر اللہ تعالی۔ (عالمگیری ج ۲ ص ۹۰)

۵: ایسے مدرس کا مسجد میں پڑھانا جو اجرت لیتا ہو مکروہ ہے۔

کمافی الهندیة ولو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسه فلا بأس به لانه قربة وان کان بالاجرة یکره۔ (هندیه قدیم ج ۴ ص ۹۳)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱/۳/۱۴۰۷ھ

مسجد میں سونا

غیر معتکف کے لئے مسجد میں سونا کیسا ہے؟

المستفتی: قاری محمد رمضان، ساہیوال۔

الجواب مکروہ ہے۔ یکره النوم والاکل فی المسجد لغیر المعتکف۔ اھ (شامی: ج ۲ ص ۱۸۴ مطبعة الکبری الامیریه)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس
۲۳/۶/۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح
محمد شریف جالندھری مہتمم خیر المدارس ملتان

مسجد کیلئے زمین وقف کر دینے کے بعد واقف اس میں اپنی قبر نہیں بنوا سکتا

ایک مسجد کی حدودِ اربعہ تینتیس فٹ لمبی اور بارہ فٹ چوڑی ہے۔ صحن تقریباً پینتیس ۳۵ چھتیس فٹ لمبا اور چوبیس، پچیس فٹ چوڑا ہے۔ اب مالکِ زمین کا ارادہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو دونوں طرف سے مزید رقبہ ملا دیا جائے۔ جو کہ اس مالکِ زمین کا پختہ ارادہ ہے اب اگر مالکِ زمین وہاں قبر بنانا چاہے تو کیا بنا سکتا ہے؟

الجواب مذکورہ مسجد کے رقبہ میں مالک اپنی خوشی سے اضافہ کر سکتا ہے۔ نیز مسجد کے لئے وقف کر دینے کے بعد تو قبر نہیں بنائی جا سکتی ہے۔ اور وقف کرنے سے پہلے مالک کی ملکیت ہے جو چاہے بنالے۔ لیکن اس طرح علیحدہ قبر بنانا درست نہیں۔ عام قبرستان میں دفن زیادہ پسندیدہ ہے۔

بل ينقل الى مقابر المسلمين و مقتضاه انه لا يدفن فى مدفن خاص كما يفعله بعض من يبنى مدرسة ونحوها ويبنى له بقربها مدفنا. اھ (شامی: ج ۱، ص ۸۳۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جو جگہ ایک دفعہ مسجد بن جائے تو پھر وہاں دوکانیں نہیں بن سکتیں

ایک مسجد برلب سڑک واقع ہے اور اس کا محراب بھی سڑک کی طرف ہے۔ مسجد بوجہ بوسیدہ ہونے کے شہید کر دی گئی ہے۔ اس وقت نئی تعمیر شروع ہے اہلِ محلہ کے کچھ لوگ اس حق میں ہیں کہ آگے سڑک کی طرف دوکانیں بنا دی جائیں۔ محراب اور مسجد کو نو یا دس فٹ پیچھے کر دیا جائے دوکانیں بن جانے سے مسجد کو خود کفیل بنا دیا جائے گا۔ کیوں کہ مسجد کے امام صاحب کی تنخواہ اور دوسرا خرچہ یعنی بل بھی یا چھوٹی موٹی مرمت کی صورت میں اہلِ محلہ اور باہر سڑک کے دوکانداروں سے چندہ مانگنا پڑتا ہے کوئی چندہ دیتا ہے اور کوئی نہیں دیتا۔ صرف اس خرچہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دوکانیں بنانے کے حق میں ہیں۔ اور کچھ لوگ اس حق میں ہیں کہ مسجد کے محراب کے

دونوں طرف چھوٹی چھوٹی الماریاں بنا دی جائیں اور وہ دوکانوں کی صورت میں استعمال ہوں۔ اور اندر سے مسجد کی زمین نہ لی جائے۔ صرف مسجد کی دیوار میں سے تھوڑی سی دیوار مصرف میں لائی جائے۔

نوٹ: دونوں صورتوں میں مسجد ڈبل سٹوری ہو گی۔ لہذا التماس ہے کہ علمائے دین شریعت کی رو سے رہبری فرمائیں۔

الجواب دوکانیں تعمیر کرنے کی دونوں صورتیں صحیح نہیں۔ کیوں کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد شرعی بن جاتی ہے پھر وہ تا قیامت مسجد ہی رہتی ہے۔ دوسری صورت میں بھی مسجد کی جگہ اور فضا۔ کو ذاتی سامان رکھنے کے لئے استعمال کرنا ہے جو کہ جائز نہیں۔

ولا يوضع الجذع على جدار المسجد وان كان من اوقافه.

(شامی۔ ج ۳۔ ص ۳۸۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴/۲/۱۴۰۷ھ

مسجد میں نمازِ جنازہ کا اعلان کرنے کا حکم

نمازِ جنازہ، بچہ کی گم شدگی یا کسی جانور کی گم شدگی کا اعلان مسجد میں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا گم شدہ اشیاء کے ملنے پر اعلان کیسا ہے علیحدہ علیحدہ حکم بتائیں۔

الجواب اگر سپیکر مسجد کے اندر ہو تو بجز جنازہ کے باقی اعلانات مسجد میں کرنا درست نہیں اگر مشینری اور ہارن وغیرہ سب باہر ہوں تو مذکورہ اعلانات درست ہیں۔

حرمة المسجد خمسة عشر الى ان قال والخامس ان لا يطلب الضالة فيه۔ اھ عالمگیری ج ۱۔ ص ۹۴)۔ وفى باب اللقطة يأتى على ابواب المساجد و ينادى۔ اھ (شامیہ ج ۳۔ ص ۳۲۹)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۱۳۹۸ھ

قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله و علوه مسجدا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالی و ان المساجد لله بخلاف ما اذا کان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فهو کسرداب بیت المقدس هذا هو ظاهر الروایة الخ ۔ (شامیة ، ج ۴ ص ۳۸۲) فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۔ رئیس الافتاء	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ۴ / ۳ / ۱۴۰۸ھ

مسجد کی ناقابلِ استعمال اشیاء منتظمہ کمیٹی کی اجازت سے فروخت کرسکتے ہیں

مسجد کی وہ اشیاء ۔ جو ناقابلِ استعمال ہوچکی ہوں ۔ مثلاً صفوف وغیرہ ان کے مصرف کے بارے میں شریعتِ مقدسہ کا کیا حکم ہے ۔ کیا ان کو ضائع کرنے کی بجائے کسی جائز مصرف میں لگا دیا جائے ؟

الجواب ناقابلِ استعمال اشیاء مسجد کی انتظامیہ کے فیصلہ پر فروخت کردی جائیں ۔ کمیٹی کی اجازت قاضی کی اجازت کے قائم مقام ہے ۔

اهل المسجد لو باعوا غلة المسجد او نقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انه لا یجوز کذا فی السراجیه ۔ ج ۲ ۔ ص ۴۶۳ عالمگیری ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۶ / ۴ / ۱۴۰۶ھ

مسجد کے ہال کے نیچے مسجد کی ضروریات کیلئے تہہ خانہ بنانا

ایک مسجد جس میں مسجد کے مین ہال کے نیچے ضروریاتِ مسجد کے لئے تہہ خانہ بھی بنایا جاناطے پایا ہے اور یہ کہ نماز باجماعت مین ہال میں ہوگی ۔ تہہ خانہ کی موجودگی میں اوپر مین ہال میں باجماعت

مسجد کو چندہ دینے کے بعد واپس نہیں لے سکتے

صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک مسجد کے فرش کے لئے پانچ ہزار روپیہ متولی مسجد کو دیا لیکن کئی سال گزر گئے فرش وغیرہ نہیں بنایا گیا رقم ویسے ہی پڑی ہے ۔ کیا شخص مذکور متولی مسجد سے رقم واپس لے کر کسی دوسری مسجد میں صرف کرسکتا ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا ؟

الجواب واپس نہیں لے سکتے ۔

رجل اعطی دراهم فی عمارة المسجد او مصالح المسجد قیل بانه یصح ویتم بالقبض اهـ (قاضی خان ج ۴ ص ۲۱۲) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، ۲ / ۱۲ / ۱۴۰۷ھ

مسجد میں روزانہ نعرے لگوانے کا حکم

ایک شخص مسجد کے اندر ہر روز نعرۂ تکبیر وغیرہ زور زور سے آوازیں ملا کر لگواتا ہے کیا مسجد میں نعرہ لگانا جائز ہے یا نہیں ؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں ۔

الجواب روزانہ ایسے نعرے لگانا مستقل عادت بنا لینا ۔ اور لوگوں کو اس کا عادی بنانا درست نہیں ۔ خیر القرون ثلاثة میں ایسا عمل ثابت نہیں ۔

فقط واللہ اعلم ، عبدالستار عفا اللہ عنہ

مملوکہ دوکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد کا حکم

زید ایک مارکیٹ بنانا چاہتا ہے جس کے اوپر رہائشی مکان ہوں گے ۔ اور ایک مسجد بھی ہوگی ۔ کیا اس مسجد کی حیثیت شرعی مسجد جیسی ہوگی ؟

الجواب مسجد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا زیریں اور بالائی حصہ مسجد کے لئے وقف ہو لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر دوکانیں زید ہی کی مملوک رہیں تو ان پر تعمیر ہونے والی مسجد ، مسجدِ شرعی نہیں ہوگی ۔ اس کی حیثیت نماز کے لئے متعین کردہ ایک جگہ کی ہوگی ۔ جس میں زید حسبِ منشاء تصرف کرسکتا ہے ۔

نماز کی شرعی حیثیت کیا ہوگی ؟ یا تہہ خانہ میں با جماعت نماز کا مستقل بندوبست کرنا ہوگا ؟

الجواب اگر ابتداءً مسجد ہی سے پہلے ہو گیا تھا کہ ضروریاتِ مسجد کے لئے نیچے تہہ خانہ بنایا جائے گا تو درست ہے ۔ اوپر والی جگہ مسجد شرعی ہی کہلائے گی ۔ تہہ خانہ میں جماعت کا اہتمام ضروری نہیں ۔

و اذا جعل تحته سردابا لمصالحه ای المسجد جاز کمسجد القدس (درمختار) ۔ وفی الشامیة واذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کانا وقفا علیه صار مسجدا ا (ج۳ ص ۳۷۰) ۔

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان ۔ ۱۵ / ۱۱ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان ۔

جو جگہ نماز کیلئے وقف تھی اس پر متولی رہائشی کمرہ بنا دے تو اسے گرانا ضروری ہے

جس مسجد میں ایک مدت سے نماز ادا کی جا رہی تھی اس کو شہید کر کے اس جگہ پر رہائشی کمرہ ، نمائشی مینار اور وضو کی ٹوٹیاں بنا دی گئیں اور کچھ حصہ باہر سڑک پر چھوڑ دیا گیا اور اوپر کی منزل پر بیت الخلاء وغیرہ بنایا گیا اور محراب کو ختم کر دیا گیا ۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا اور مسجد کو ہٹا کر تعمیر کیا گیا ہے ایسی مسجد کے اندر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟ یہ مسجد حاجی غلام رسول صاحب نے تعمیر کر کے وقف کی تھی اور وہ فوت ہو چکے ہیں ۔

الجواب قدیم مسجد کی جگہ اپنے طول و عرض سمیت تا قیامت مسجد رہے گی ۔ متولیان کا کچھ جگہ کو مسجد سے خارج کرنا درست نہیں ۔ نمازیوں پر اس کا احترام بھی مسجد کی طرح ضروری ہے ۔ سابقہ مسجد کی زمین پر جو کمرہ تعمیر کیا گیا ہے اسے گرانا واجب ہے اور اسی طرح اس جگہ پر بنی ہوئی ٹوٹیوں سے وضو درست نہیں ۔

اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذالك لم یصدق تتارخانیة فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره

فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد ۔ اه (شامی ج۳ ص ۳۷۰ المطبع الکبری الامیریه) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، ۳ / ۴ / ۱۳۹۸ھ

قادیانی کی بنائی ہوئی مسجد کے بارے میں

ایک قادیانی نے مسجد بنائی ہے کیا یہ مسجد کے حکم میں ہے ؟ اور اس کا گرانا جائز اور ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر مسجد کا اطلاق درست نہیں ہے ۔ ایسے ہی غیر مسلموں کو یہ بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنے عبادت خانوں کی تعمیر مساجد کی طرز پر کریں یا ان کا نام مسجد رکھیں ۔ ولو جعل ذمی داره مسجدا للمسلمین وبناه کما بنی المسلمون واذن لهم بالصلوة فیه فصلوا فیه ثم مات یصیر میراثا لورثته وهذا قول الکل اه (عالمگیری ج۲ ص ۳۵۳)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۹ / ۴ / ۱۳۹۶ھ

میونسپل کمیٹی کی اجازت سے کوچے کے کچھ حصے کو مسجد کے بالائی حصے میں شامل کرنا

مسجد دھجی روڈ جھنگ صدر بوقت " چھاپے جانے صحن مسجد ہذا سال ۱۹۶۳ء میں اس نیت سے اور اس ضرورت سے تعمیر کی گئی کہ بالائی صحن کے ناکافی ہونے کی بنا پر تین اطراف پر بااجازت میونسپل کمیٹی گلی پر تجاوز قائم ہوا ۔ تاکہ نمازیوں کی زیادہ سے زیادہ گنجائش ہو سکے ۔ اب اسی ضرورت کی بنا پر بالائی صحن مسجد (جس کی منڈیر تین فٹ تک کوچہ میں آتی ہے) کا بڑھانا مقصود ہے سابق خطیب مسجد نے منسلکہ فتویٰ جاری کر کے گلی پر چھت ڈالنا با اجازت کمیٹی یا بغیر منظوری کمیٹی ناجائز قرار دیا ہے ۔ وہ نقل یہ ہے

احکام للمسجد ○ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فقہائے اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں متعدد احکام

بابت مسجد وضع فرمائے ہیں۔ ان احکامات کی رو سے مسجد دیگر مکانات کے اشتراک سے نیز اور جدا ہونی ضروری ہے۔ علمائے امت نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ منڈیر یعنی فصیل مسجد مسجد کے اندر داخل نہیں بلکہ یہ خارج مسجد ہے۔ کما ہو الظاہر من امداد الفتاویٰ۔ تاکہ اس کے نچلے حصہ کو مسجد نہ سمجھا جائے۔ بنا بریں علیہ پڑوسی اپنے مکان کا شہتیر یا بالا وغیرہ مسجد پر نہیں رکھ سکتا اور ایسا کرنا اس کو شرعاً ممنوع ہے۔

بعینہٖ مسجد سے ملحقہ گلی پر ارباب میونسپل کمیٹی کی اجازت سے یا بلا اجازت چھت ڈالنا بھی بدیں شکل شرعاً ممنوع ہے کہ گلی پر چھت ڈالنے کے لئے کوئی شخص مسجد کی دیوار میں چنائی کرے تو مسجد کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے ہر مسلمان کو اس کے روکنے کا حق شرعاً حاصل ہے۔ اگرچہ جس حصہ پر چھت ڈالی جا رہی ہے اس کا نام دار القرآن یا دار الحدیث ہی کیوں نہ رکھ لیا جائے۔ جس طرح کمیٹی کی گلی کا نچلا حصہ دار القرآن یا دار الحدیث نہیں کہلا سکتا اسی طرح اس کے اوپر والا مسقف حصہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ نیز جس طرح مسجد کی دیوار کے اشتراک سے چھت ڈالنا شرعاً ممنوع ہے اسی طرح اس چھت کی تعمیر کے لئے مسجد کے نام پر یا دار القرآن اور دار الحدیث کے نام پر چندہ کرنا بھی شرعاً ناجائز بلکہ فریب اور دھوکہ ہے۔ البتہ ایسا اہتمام کرنے والے شخص کی اس میں دنیوی منفعت ضرور ہے۔ جب مسجد کی منڈیر مسجد سے خارج ہے تو یہ گلی کیسے مسجد میں شامل ہو گی۔ یہ گلی اور اس کی چھت سب خارج از مسجد ہیں۔ اگرچہ میونسپل کمیٹی کی اجازت ہی کیوں نہ حاصل کر لی گئی ہو۔

شرعی پوزیشن واضح کر دی گئی ہے اس کے باوجود اگر چھت ڈالتے وقت مسجد کی دیوار میں کوئی اینٹ، آہنی سلاخیں یا شہتیر اور بالے وغیرہ رکھے گئے تو مسجد کے حقوق پر کھلا ڈاکہ ہو گا اور مسجد کی اصل صورت کو بگاڑنا ہو گا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو نالش کرنے کا حق ہو گا۔ یہ شرعی فتوائے اتمام حجت کے طور پر لکھا جا رہا ہے۔ کہ خود غرض افراد مسجد دھجی ہڈ کے حقوق سلبی سے باز رہیں۔ اور فقہائے کرام رح کی کلام پڑھ کر خدا تعالیٰ سے ڈر جائیں۔

غلام حسین سابق خطیب دھجی۔ وڈ جھنگ صدر عفی عنہ بقلم خود
و توسیع کنندہ مسجد ہذا
۸۰ / ۱۱ / ۱۷

اب علماء حضرات سے سوال طلب ذیل امور ہیں۔

۱: تنگی بالائی صحن مسجد کی وجہ سے بامنظوری میونسپل کمیٹی موجودہ چھت مسجد جس کی جنوبی منڈیر تین فٹ کوچہ کمیٹی پر واقع ہے کی سلاخوں میں سلاخیں ڈال کر مزید کوچہ چھتا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ جب کہ مسجد کا فوق اور تحت مسجد ہونا چاہئے۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے، نماز جائز ہو گی یا نہ؟

۲: اگر ایسی مسجد جس کا فوق کوچہ کمیٹی پر واقع ہے اور نماز جائز ہو، نیز اتصال صفوف نماز ہونے میں تأمل کچھ نہ ہو، ثواب کامل جماعت کا ملتا ہو، کو مسجد سمجھنے میں تأمل ہو گا یا نہ؟

۳: تعمیر شدہ مسجد کے متصل، ماسوائے صحن، باقی گلی کو چھت کر کے ڈالنا اور انہیں بطور حجرہ مسجد و برائے تعلیم القرآن و حدیث ان کا استعمال جائز ہو گا یا نہ؟

۴: مجوزہ تعمیر کے لئے چندہ کرنا جائز ہو گا یا نہ؟

الجواب

۱، ۲: صورت مسئولہ میں باجازت کمیٹی کوچہ مذکورہ کو چھت کر، بالائی مسجد کے ساتھ ملحق کرنا درست ہے اور نماز اس میں جائز ہے۔ نیز یہ حکم مسجد میں ہو گا۔ فوق و تحت کا حقیقۃً مسجد ہونا ضروری نہیں۔ در مختار میں ہے۔

واذا جعل تحته سردابا لمصالحه ای المسجد جاز کمسجد القدس اھ وفی الشامیة واذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کانا وقفا علیه صار مسجداً اھ شرنبلالیه (ص ۳۸۲)

انہی عبارات کی بنا پر حضرات علماء نے ابتداءً یہ جائز رکھا ہے کہ نیچے موقوفہ دکانیں بنالی جائیں اور اوپر مسجد ہو۔ علامہ رافعی رح نے تحریر مختار میں مصالح کو عام رکھا ہے۔ لکھتے ہیں۔

(قول المصنف لمصالحه) لیس بقید بل الحکم کذالک اذا کان ینتفع به عامة المسلمین علی ما افاده فی غایة البیان حیث قال اورد الفقیه ابو اللیث سؤالا وجوابا فقال فان قیل الیس مسجد بیت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ینتفعون به قیل اذا کان تحته شئ ینتفع به عامة المسلمین یجوز لانه اذا انتفع به عامتهم صار ذالک لله تعالیٰ ایضا۔ اھ

جو مسجد قبلہ سے معمولی منحرف ہو اس کو گرانے کا حکم

ایک مسجد کا رخ قبلہ سے معمولی ٹیڑھا ہو گیا ہے آیا اس مسجد کو منہدم کریں یا نہ ؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسے گرا کر دوبارہ صحیح رُخ پر تعمیر کیا جائے ؟

محمد شفیع کالی موری حیدرآباد

الجواب

نماز کے وقت صفوں کو سیدھا کر لیا کریں مسجد کو شہید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

١٤ / ٢ / ١٣٩٢ھ

مسجد کی دیواروں پر ایسا رنگ کرنا کہ جس سے بدبو آئے

مسجد کی دیواروں پر آئل پینٹ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ جب کہ دو چار دن اس کی بدبو بھی آتی رہتی ہے ؟

الجواب

اگر اس میں بدبو ہوتی ہو تو جائز نہیں۔ مساجد میں پینٹ کرنے سے احتیاط کیجائے اگر بدون بدبو والا پینٹ کریں تو مضائقہ نہیں۔ جس میں بدبو نہ ہو اس پینٹ کا نام پلاسٹک پینٹ ہے مگر واضح ہو کہ برش جو استعمال ہو اس میں خنزیر کے بال نہ ہوں۔ کیوں کہ جتنے اچھے برش ہوتے ہیں اسمیں خنزیر کے بال ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی کیا ضروری ہے کہ پینٹ ہی کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہٰذا

فرش کی گرمی سے بچنے کے لئے پاک جوتے پہن کر مسجد میں چلنا

جمعہ کے دن گرمیوں میں مسجد کے صحن میں شامیانہ لگاتے وقت چپل پاک کر کے پہننا کہ پاؤں نہ

علاوہ ازیں فقہاء رحمہ نے بوقت ضرورت کچھ راستے کو مسجد میں شامل کرنے کی اجازت دی ہے جب کہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو تو راستے کی فضاء بطریق اولی مسجد میں شامل کی جاسکتی ہے کیوں کہ چلنے والوں کو اس میں کوئی تنگی نہیں۔

جعل شیٔ ای جعل البانی من الطریق مسجدا لضیقہ ولم یضر بالمارین جاز لانہما للمسلمین۔ (درمختار) وفی الشامیۃ ظاہرہ انہ یصیر لہ حکم المسجد۔ اھ۔ (ج ٣۔ ص ٣٩٤ و ٣٩٥)۔

جب یہ زیادتی مسجد ہی ہوگی تو مسجد کی سلاخوں میں سلاخیں ڈال کر اسے تعمیر کرنے میں حرج نہیں۔

٣ : یہ جائز نہیں۔ جب کہ اسے تعمیر کرنے کے لئے مسجد کی دیوار یا سابقہ تعمیر کو استعمال کرنا پڑے۔ لما فی الشامیۃ ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافہ اھ

٤ : نمبر ایک کے لئے بنام مسجد چندہ کرنا جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ٣٠ / ٢ / ١٤٠١ھ

مساجد و مدارس میں اپنا کتبہ لگانے کا حکم

مندرجہ ذیل مضمون پتھر پر لکھوا کر مسجد کی دیوار پر چسپاں کرنا جائز ہے یا کہ نہیں ؟

اللہ جل جلالہ ________

________ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا

ابوبکر رض ___ عمر رض ________ عثمان رض ___ حیدر رض

٢ : یہ کہ اسی قسم کا مضمون مدرسہ پر لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ نیز مدرسہ کا نام و مسلک کا نام و مہتمم کا نام لکھ کر دیوار پر چسپاں کرنا شرعاً کیسا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہر دو سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اپنے نام کے کتبے مساجد و اوقاف پر لگانا خلاف سنت ہے۔ کوئی ایسا کتبہ جس میں صرف اظہار مسلک کیا گیا ہو بحسب مصلحت کے تحت ہو تو جائز ہے۔ البتہ خلاف مسلک لوگوں کے قبضہ وغیرہ کا اندیشہ ہو تو نام کے کتبہ کی بھی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ٣٠ / ٤ / ١٤٠٢ھ

جلیں۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد کے لئے مال کی وصیت کرنے کے بعد اس میں کمی کرنا

سائل کی دادی ہندہ کے نام ایک دوکان ذاتی ملکیت تھی۔ مسئول لہ کے ایک لڑکے نے اپنی والدہ صاحبہ کو کچھ رقبہ خدا کی راہ میں دینے کی تلقین کی۔ عرصہ پانچ چھ سال قبل وصیت نامہ تحریر کر دیا۔ کہ ملکیت کا چوتھا حصہ مسجد کو میری جائیداد میں سے دیا جائے۔ اور تحریری وصیت نامہ موجود ہے اور اس وصیت نامہ میں سے مبلغ دس ہزار روپے مسجد کو دے دیئے اور بقایا بمطابق وصیت نامہ دینے ہیں۔ مگر گزارش یہ ہے کہ وصیت نامہ کرنے والی زندہ ہے اور یہ دریافت کرنا چاہتی ہے کہ میں نے جو وصیت نامہ تحریر کیا تھا اس میں کمی بیشی کر سکتی ہوں یا نہیں ؟ کی کردہ رقم کو اپنے اہل وعیال ، اقرباء وغرباء پر تقسیم کر سکتی ہے یا نہ ؟

الجواب موصی وصیت سے رجوع کر سکتا ہے۔ ہندیہ میں ہے کہ۔

ویصح للموصی الرجوع عن الوصیة ثم الرجوع قد یثبت صریحا وقد یثبت دلالة ۔ (ج ۴ ، ص ۲۲۴)۔

جب کل وصیت سے رجوع کر سکتا ہے تو اس میں کمی بیشی بطریق اولیٰ درست ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۸ / ۳ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

متولی مشورہ سے امام ومؤذن مقرر کرے

مسجد کا متولی (بانی) امام مقرر کرنے میں ، مؤذن مقرر کرنے میں اختیار رکھتا ہے یا نہیں یعنی

متولی کے کیا حقوق ہیں اور کیا اختیارات ہیں آگاہ فرمائیں۔

الجواب حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے مسجد کا بانی امام ومؤذن کے تقرر میں مختار ہے لیکن پھر بھی دیندار ساتھیوں سے مشورہ کر لینا بہتر ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

وللمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد یکنسه ونحو ذلك باجر مثله او زیادة یتغابن فیها ۔ (ج ۲ ، ص ۳۲۹)۔

متولی کی موجودگی میں مسجد اور اس کے متعلق دیگر اشیاء موقوفہ میں دوسرے لوگ تصرف کرنے کے شرعاً مجاز نہیں۔ ہندیہ میں ہے۔

سئل القاضی الامام شمس الاسلام محمود الاوزجندی عن اهل المسجد تصرفوا فی اوقاف المسجد یعنی اجروا المستغل وله متول قال لا یصح تصرفهم الخ (ج ۲ ، ص ۳۵۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۷ / ۳ / ۱۴۰۹ھ

مسجد کی صفائی سے جمع ہونیوالا کوڑا کرکٹ کہاں پھینکا جائے

مسجد کی صفائی کرنے سے جو کوڑا کرکٹ اور صفوں کے تنکے وغیرہ جمع ہو جائیں تو ان کو کہاں پھینکا جائے ؟ کیا عام کوڑہ کرکٹ پھینکنے کی جگہ جہاں ہر طرح کی اشیاء پھینک دی جاتی ہیں ، پھینکنا درست ہے ؟

محمد عرفان عمرانی ، اورنگ زیب روڈ ، ملتان

الجواب مسجد کا کوڑا کرکٹ کسی موزوں جگہ پر پھینکا جائے۔ گندگی اور بے حرمتی کی جگہ نہ پھینکیں۔

یجوز رمی برایة القلم الجدید ولا ترمی برایة القلم المستعمل لاحترامه کحشیش المسجد وکناسته ویلقی فی موضع یخل بالتعظیم اھ (درمختار) (قوله لا یلقی) ای ما ذکر من

لحشیش والکناسة اھ ۔(شامی ج ۱، ص ۱۳۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۷/۹/۱۳۹۹ھ

مسجد میں مجلس نکاح منعقد کرنے کا حکم

مساجد میں نکاح پڑھانا صحیح ہے جب کہ نکاح کے بعد چھوارے پھینکتے ہیں تو اس کی وجہ سے مسجد میں شور و غل ہوتا ہے ایک دوسرے کے اوپر گرتے ہیں تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں ؟

سائل عبدالکریم ندیم

خطیب جامع مسجد رحمانیہ شاہ ستار آف میلسی

الجواب عقدِ نکاح مسجد میں کرنا مستحب ہے البتہ حاضرین کو تاکید کی جائے کہ آداب مسجد کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں۔ اگر یقین ہو کہ شرکاء آداب مسجد کی رعایت نہیں رکھیں گے تو پھر خارج مسجد بہتر ہے۔

مباشرة عقد النکاح فی المساجد مستحب واختار ظہیر الدین خلاف ھذا اھ (عالمگیری، ج ۵، ص ۳۲۱)۔ وکذا فی الشامیة ج ص ۲۶۲ و ج ۱، ص ۴۸۹۔ وامداد الفتاوی، ج ۲، ص ۲۵۲۔ وخلاصة الفتاوی، ج ۲، ص ۵۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۵/۱۱/۱۴۱۰ھ

مسجد سے چڑیوں کے گھونسلے اتارنے کا حکم

مساجد میں چڑیاں روشندانوں میں یا کسی اور جگہ پر اپنے گھونسلے بنا لیتی ہیں جس کی وجہ سے مسجد میں تنکے گرتے رہتے ہیں تو شرعاً ان گھونسلوں کو ختم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

سائل۔ ممتاز احمد قاسمی غفرلہٗ

متعلم جامعہ ہذا ۔ آف میلسی

الجواب اگر ان گھونسلوں کی وجہ سے صفائی نہ رہتی ہو تو انہیں ختم کرنا جائز ہے۔

ولا بأس برمی عش خفاش وحمام لتنقیتہ اھ (درمختار)۔

(قولہ لتنقیتہ) جواب سوال حاصلہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقروا الطیر علی مکناتہا فازالة العش مخالفة للامر فاجاب بانہ للتنقیة وھی مطلوبة فالحدیث مخصوص بغیر المسجد اھ (شامی ج ۱، ص ۴۹۰)۔

ولو کان فی المسجد عش خطاف او خفاش یقذر المسجد لا بأس برمیہ بما فیہ من الفراخ کذا فی الملتقط اھ (عالمگیری ج ۵۔ ص ۳۳۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۵/۱۱/۱۴۱۰ھ

مسجد میں افطار کرنے کا حکم

سنا ہے کہ مسجد میں کھانا نہیں چاہئے لیکن رمضان المبارک میں افطار وغیرہ وہیں کرتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب بہتر تو یہی ہے کہ مسجد کے متصل کوئی جگہ بنا لیں جس میں افطار وغیرہ کر لیا کریں اور مسجد میں نہ کریں۔ لیکن اگر کوئی ایسی مناسب جگہ نہ ملے تو مسجد میں بھی گنجائش ہے۔ مگر دو باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔ ایک یہ کہ مسجد میں کھانے کے ریزے وغیرہ نہ گریں اور مسجد ملوث نہ ہو۔ اور دوسری یہ کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لیا کریں۔

واعلم انہ کما لا یکرہ الاکل ونحوہ فی الاعتکاف الواجب فکذلک فی التطوع کما فی کراھیة جامع الفتاوی ونصہ یکرہ النوم والاکل فی المسجد لغیر المعتکف واذا اراد ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیذکر اللہ تعالی

بقدر ما نوى او يصلي ثم يفعل ما شاء ۔ (شامی ج ۲، ص ۱۴۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۶ / ۱۲ / ۱۴۰۱ھ

مسجد کا ایک مینار بہت بلند و بالا تعمیر کرنا

آج کل عام رواج چلا ہوا ہے کہ بعض مساجد میں ایک مینار بہت اونچا بناتے ہیں جو کہ بہت فاصلے سے نظر آتا ہے اور اس کی تعمیر پر بہت خرچ آتا ہے کیا یہ درست ہے ؟

الجواب اگر اتنے بلند مینار کی کوئی ضرورت نہ ہو محض زیبائش کے لئے بنایا جائے تو جائز نہیں۔ مسجد کے پیسہ کو ضائع کرنا ہے۔

واما بناء منارة المسجد من غلة الوقف ان كان بناؤها مصلحة للمسجد بان يكون اسمع للقوم فلا بأس به وان لم يكن مصلحة لا يجوز اھ (عالمگیری ج ۵، ص ۳۲۲ ۔ باب آداب المسجد)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان
۲۰ / ۱۰ / ۱۴۱۰ھ

رمضان المبارک میں ختم قرآن کے قریب مسجد میں رنگ و روغن کرنا

ہمارے ہاں معمول ہے کہ رمضان شریف میں ختم قرآن کی تقریب سے پہلے خوب اہتمام ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں مسجد میں رنگ و روغن بھی کیا جاتا ہے کیا یہ درست ہے ؟

عبدالخالق ایسٹ گارڈن کراچی

الجواب ختم قرآن کے موقعہ پر رنگ و روغن کو ضروری سمجھنا محض بے اصل ہے۔ مسجد میں جب ضرورت ہو رنگ کرالیں رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں۔ بلا ضرورت اسراف ہے۔

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان
۱۴ / ۶ / ۱۴۰۵ھ

کسی عالم کی تقریر ریکارڈ کرنے کے لئے مسجد کی بجلی صرف کرنا

مسجد کے اندر کسی عالم کی تقریر ٹیپ ریکارڈ کریں اور مسجد کی بجلی صرف کریں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب مسجد کو اس بجلی کا معاوضہ دے دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان
۱۷ / ۱۰ / ۱۴۰۳ھ

سحری کے وقت مسجد کے سپیکر سے وقت کا اعلان کرنا

مسجد کے سپیکر سے روزہ داروں کو سحری کے وقت ٹائم بتلانا یا اعلان کرنا کہ اب ٹائم ہو گیا ہے بیدار ہو جاؤ سحری کھالو۔ یا ٹائم ختم ہو گیا ہے سحری بند کردو، جائز ہے یا نہیں ؟

محمد شفیع کالی موری حیدر آباد

الجواب نفس وقت کا اعلان تو جائز ہے مگر بعض لوگ اس اعلان کے ساتھ ایسے الفاظ شامل کر لیتے ہیں جو ان کے غلط عقیدہ کے مظہر ہوتے ہیں اور بعض اشعار وغیرہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جس سے گھروں میں تہجد و عبادت میں مشغول لوگوں کی عبادت میں خلل ہوتا ہے۔ یہ درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲ / ۹ / ۱۴۰۴ھ

بیت الخلاء نماز کی جگہ سے کتنے دُور ہوں

بیت الخلاء مسجد سے کتنے فاصلہ پر ہونے چاہئیں۔ شرعاً کوئی تحدید ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل عبدالحکیم، موضع شاہ ستار، میلسی

الجواب: بیت الخلاء کا نماز کی جگہ سے اتنا دور ہونا ضروری ہے کہ وہاں کی بدبو وغیرہ نماز کی جگہ پر بالکل نہ آئے۔ کبیری میں احکام مسجد میں لکھا ہے۔

یجب ان تصان عن ادخال الرائحة الکریھة لقوله علیه السلام من اکل الثوم والبصل والکراث فلا یقربن مسجدنا فان الملئکة تتاذی مما یتاذی منه بنوآدم متفق علیه اھ (ص ۶۱۲)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۷ / ۶ / ۱۴۰۹ھ

مسجد کو کسی نام سے موسوم کرنا

آج کل معروف ہے کہ جو لوگ مساجد بناتے ہیں کوئی نہ کوئی نام مسجد کا تجویز کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے محلہ میں مسجد بنائی ہے اور اس کا نام "مسجد صحابہؓ" تجویز کیا ہے۔ اس پہ ایک صاحب معترض ہیں کہ مساجد سب اللہ کی ہیں مسجد کا کوئی خاص نام نہیں رکھنا چاہیئے۔ اس بارے میں شرعی حکم بتلادیں۔

چوہدری طالب حسین ضیاء

متولی مسجد صحابہؓ: پیپلز کالونی نزد ریلوے پھاٹک

ممتاز آباد: ملتان

الجواب: اگر نام رکھنا تعارف اور امتیاز کی غرض سے ہو تو درست ہے۔ قدیم سے مساجد مختلف ناموں سے موسوم چلی آرہی ہیں مگر سلف سے اس پر کوئی نکیر منقول نہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۰ / ۸ / ۱۴۱۰ھ

منتظمِ مسجد ضرورت کے وقت اُجرتِ معروفہ لے سکتا ہے

ایک شخص عرصہ سے مسجد کا منتظم چلا آرہا ہے۔ پہلے وہ راج گیری کا کام کرتا تھا اب کچھ معمر ہو کر کمزور ہو گیا ہے لیکن مسجد کا انتظام بدستور کرتا ہے۔ کیا اس کو مسجد کے فنڈ سے تنخواہ دے سکتے ہیں؟

مستری محمد حنیف مسجد کھجور والی

محلہ نظام پورہ : بہاول نگر شہر

الجواب: منتظمِ مذکور کو اس کے عمل کے مطابق مسجد فنڈ سے تنخواہ دے سکتے ہیں۔

"سئل الفقیه ابو القاسم عن قیم مسجد جعله القاضی قیما علی غلاتها وجعل له شیئا معلوما یأخذ کل سنة حل له الاخذ ان کان مقدار اجر مثله اھ (عالگیری ج ۲ ص ۴۶۰)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۴ / ۲ / ۱۴۰۴ھ

دھلے ہوئے کپڑے مسجد میں خشک کرنا

کپڑے دھونے کے بعد انہیں خشک کرنے کے لئے مسجد کے صحن میں یا مسجد کی صفوں پر بچھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: مسجد کے صحن کو کپڑے خشک کرنے کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔

لان فیه شغل موضع اعد للصلوٰة۔ (شامی ج ۱۔ ص ۴۸۹)

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس: ملتان

۲۳ / ۱۲ / ۱۴۰۹ھ

مسجد میں انگلیاں چٹخانے کا حکم

مسجد میں جب نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں تو بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے بیٹھے اپنی انگلیاں چٹخانے لگ جاتے ہیں تو کیا اس طرح مسجد میں انگلیاں چٹخانا درست ہے ؟

الجواب یہ عمل ویسے ہی مکروہ و ناپسندیدہ ہے ظاہر ہے کہ مسجد میں ایسا عمل کرنے سے اس کی کراہیت اور بڑھ جائے گی۔

ویکرہ ان یشبك اصابعه وان یفرقع والفرقعة ان یغمزها او یمدها حتی تصوت کذا فی النهایة والفرقعة خارج الصلوة کرهها کثیر من الناس (عالمگیری : ج ۱ : ص ۱۰۶)

عالمگیری میں آداب مسجد میں لکھا ہے۔

وان لا یفرقع اصابعه فیه اھ (ج ۵ : ص ۳۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۳ / ۴ / ۱۴۰۸ھ

مسجد میں سر اور داڑھی میں کنگھا کرنا

مسجد میں بیٹھ کر سر اور داڑھی میں کنگھا کرنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر بال اور پانی کے قطرات مسجد میں نہ گریں تو گنجائش ہے۔ معہذا بہتر یہی ہے کہ مسجد میں نہ کریں کہ آداب مسجد کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۸ / ۲ / ۱۴۰۲ھ

مسجد کی رقم متولی سے چوری ہو جائے تو ضمان کا حکم

اگر مسجد کی رقم متولی سے چوری ہو جائے یا گم ہو جائے تو متولی پر تاوان آئے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب اگر متولی نے اس رقم کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کی اور اپنی رقم کی طرح اس کی حفاظت کی ہے تو اتفاقاً چوری یا گم ہو جانے سے اس پر ضمان نہیں آئے گی۔ بصورت دیگر اس پر ضمان لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۶ / ۴ / ۱۴۰۱ھ

فرضوں کے بعد دعاء سے پہلے چندہ کرنے کا حکم

مسجد کا چندہ فرض نمازوں میں سلام کے بعد دعاء سے پہلے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب اس صورت میں لوگوں کی نماز میں اگر خلل پیدا ہوتا ہو تو اس سے اجتناب لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

تحفظ کے لئے مساجد و مدارس کو رجسٹرڈ کروانا

آج کل جو مدارس دینیہ اور مکاتب قرآنیہ و مساجد کو جو کہ وقف للہ ہوتے ہیں رجسٹرڈ کروا لیا جاتا ہے۔ اور اس رجسٹریشن سے کیا وہ ادارہ اپنی وقف للہی حیثیت پر باقی رہتا ہے اور اس کی حیثیت پر کوئی اثر تو نہیں ہوتا ؟ مزید یہ کہ ہماری معلومات کے مطابق رجسٹریشن کے فوائد بھی ہیں۔

۱ : اوقاف کا تحفظ مزید ہو جاتا ہے۔

۲ : مسلک کی حفاظت ہو جاتی ہے۔

۳ : اندرونی و بیرونی شرور سے وہ ادارہ اور اس کے متعلقات محفوظ ہو جاتے ہیں۔

۴ : شوریٰ کو اخلاص و یکسوئی سے کام کرنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔

کیا اندریں احوال مدارس کی رجسٹریشن جائز ہے یا نہیں ؟

(مولانا) محمد عابد (صاحب)

مدرس مدرسہ خیر المدارس، ملتان

الجواب دینی مدارس اور مذہبی اداروں کی رجسٹریشن جس سے ان کے اغراض ومقاصد مسلک ومشرب اور اوقاف کا تحفظ ہو جائز ہے ۔ بلکہ اگر اس کے بغیر حفاظت دشوار ہو تو رجسٹریشن کو ضروری بھی قرار دیا جاسکتا ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۲۳ / ۲ / ۱۴۰۶ھ

مساجد کیلئے فُسّاق وفُجّار سے چندہ لینے کا حکم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ۔ الآیۃ ۔ (پ ۶ : ع ۱۱) ۔

اس کے علاوہ " الحزب الاعظم " جیسی مستند کتاب میں پنجشنبہ کی منزل میں مسلمان فساق کے زیر احسان نہ ہونے کی دعاء ہے تاکہ دنیا وآخرت میں اس کے احسانات کی مکافات سے امن رہے ۔

ان حوالہ جات کے بعد حضرات علماء کرام سے استفسار ہے کہ مساجد مدارس ، یتیم خانے ، شفا خانے ، اور دیگر خیراتی اداروں کی ضروریات کے لئے رقوم فراہم کرانے میں یہ احتیاط بہت مشکل ہوتی ہے کہ کون فاسق ہے اور کون صالح ؟ کس سے چندہ لیں اور کس سے نہ لیں ؟ اور بہت زیادہ احتیاط کریں تو ادارے کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں حکم شرع سے آگاہی بخشی جائے ۔

المستفتی : حاجی وجیہ الدین ؛ الوجیہ سٹریٹ کراچی

الجواب مساجد ، مدارس ، یتیم خانے اور دیگر اداروں کے لئے مسلمان کا چندہ قبول کیا جاسکتا ہے ۔ صالح ہو یا فاسق ۔ جیساکہ ہر مسلمان کی وفات پر جنازہ پڑھا جاتا ہے نیک ہو یا بد ۔ مسلمان کی خیرات قطع نظر اس سے کہ وہ نیک ہے یا بد ۔ ہر دینی ادارہ پر خرچ ہوسکتی ہے ۔ البتہ ایک احتیاط ضروری ہے کہ مسجد میں حرام مال نہ لگایا جائے ۔ اسی طرح مدارس وغیرہ میں بھی ان لوگوں سے عطیات نہ لیے جائیں جن کی غالب آمدنی حرام کی ہو ۔ اگر چندہ دینے والے کی غالب آمدنی حلال کی ہو تو وہ قبول ہوسکتی ہے ۔ گو چندہ دینے والا گناہگار ہو ۔ آیت مندرجہ فی السوال کو فاسق مسلمانوں کی خیرات سے کوئی تعلق نہیں ۔ اس میں تو مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کی موالات سے منع کیا گیا ہے ۔

اور الحزب الاعظم میں جو دعاء وارد ہوئی ہے غالباً اس کے الفاظ یہ ہیں ۔

اللھم لا تجعل لفاجر عندی نعمۃ اکافیہ بھا فی الدنیا والاٰخرۃ ۔

اس میں فاسق آدمی کے زیر بار احسان ہونے سے پناہ مانگی گئی ہے کہ کسی فاسق کا میری ذات وشخصیت پر کوئی احسان نہ ہو جس کا بدلہ دنیا وآخرت میں دینا پڑے اس سے مساجد ومدارس میں ان کا چندہ قبول کرنے سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی ۔ کیوں کہ یہ چندہ کسی خاص فرد یا شخص پر احسان کرنا مقصود نہیں ہوتا ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰ / ۴ / ۱۳۸۲ھ

وضوء کے بعد اعضاءِ مغسولہ سے گرنے والے قطرات سے مسجد ناپاک ہوگی یا نہیں ؟

وضوء کے بعد اعضاءِ مغسولہ سے مثلاً داڑھی وغیرہ سے پانی ٹپک کر مسجد میں گر جائے تو کیا جائز ہے یا نہ ۔ ایک صاحب نے اسے حرام کہا ہے ۔

عتیق الرحمٰن ، ۵/۷۷ آر ساہیوال

الجواب ماءِ مستعمل اصح روایت میں پاک ہے۔

كما نص عليه المحققون وفى الدر المختار مع الشامى (وهو طاهر) رواه محمد عن الامام وهذه الرواية هى المشهورة عنه اختارها المحققون قالوا عليها الفتوى (ج ۱ : ص ۱۸۵، شامی)

وضو کرنے کے بعد جو چھینٹیں داڑھی سے گریں وہ پاک ہیں ان کا مسجد میں گرنا ناجائز اور حرام نہیں۔ البتہ قصداً نہ گرائی جائیں اس سے احتیاط لازم ہے خود بخود گر جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ لہٗ مفتی خیر المدارس ملتان	عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲ / ۳ / ۱۳۸۱ھ

جو مسجد فخر و ریاکاری کے لئے بنائی جائے وہ مشابہ مسجدِ ضرار ہے

ہمارے گاؤں کی آبادی تین سو گھر پر مشتمل ہے اس گاؤں میں تین مسجدیں تھیں ان میں امام بالکل جاہل تھے۔ سادی عبارت قرآن مجید کی نہایت معمولی طور پر پڑھا سکتے تھے باقی نماز روزہ کے مسائل سے بالکل مطلقاً ناواقف تھے۔ بدعات مثلاً اسقاط دوران، قوالی، گیارہویں، تیجا، چالیسواں، سالانہ، ختنہ اور شادی کے بعض رسومات پورے زور سے جاری تھیں اور امام ان کی پوری حمایت کر رہے تھے اور اس پر عامل تھے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ ان بدعات کا خاتمہ ہو اور صحیح سنت پر عمل درآمد ہو مگر ان امام صاحبان نے ایک نہ چلنے دی۔ اخیر گالی گلوچ تک گئے۔ ہر طرح صلح کی کوشش کی مگر مجھے وہابی کا خطاب دے کر علیحدہ ہو گئے۔ واللہ مجھے وہابیت سے کوئی واسطہ نہیں پس امام ابوحنیفہ رح کا مقلد ہوں اور ان کی تقلید کو فخر سمجھتا ہوں۔

اس کے علاوہ وہ امام صاحبان غیر اللہ کی نذر و نیاز کے پابند ہیں۔ خود دیتے ہیں لوگوں کو حکم کرتے ہیں اور غیر اللہ کی نذر و نیاز کھلاتے ہیں۔ اندریں حالات تنگ آکر دوسرے محلہ میں، اہل محلہ کے مشورہ سے تین سو گز دور سابقہ مسجدوں سے، ایک نئی مسجد بنائی ہے جو کہ محض توحید و

سنت کی اشاعت کے لئے تعمیر کی ہے۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے اس مسجد کا افتتاح کیا ہے۔ اب وہ اس مسجد کے خلاف گاؤں میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ مسجد ضرار ہے یہ ضد سے بنائی گئی ہے واللہ کوئی ضد نہ تھی مگر دین کی بربادی کو دیکھ کر برداشت نہیں ہوسکا اور یہ اقدام کیا ہے اب خدا کے فضل سے مسجد آباد ہو گئی ہے۔ مگر لوگوں کے شبہات دور کرنے کے لئے جو وہ ابہام ڈال رہے ہیں آپ کی تحریر کی ضرورت ہے۔

۱ : جو مسجد ان حالات کے اندر اشاعتِ توحید و سنت کے لئے بنائی گئی ہے وہ مسجد صحیح ہے یا ضرار ہے۔

۲ : اور اس مسجد کو ضرار کہنے والے کا کیا حکم ہے ؟ اس کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب جب اس مسجد سے دوسری مسجد کی ویرانی مقصود نہیں ہے تو یہ مسجد ضرار نہیں ہو سکتی۔ مسجدِ ضرار وہ مسجد ہے جو فخر و ریاکاری، نفسانیت کے لئے یا رضاءِ الٰہی کے علاوہ اور کسی غرض کے لئے تیار کی جائے۔

تفسیرِ کشاف اور مدارک میں زیرِ آیت ضرار لکھا ہے۔

"قيل كل مسجد بنى مباهاة او رياء اوسمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه الله او بمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار۔"

منقول از مجموعة الفتاوى ، ج ۱ ، ص ۱۷۹ ، لمولانا عبدالحی رح ::

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ

خادم الافتاء، جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴ شوال ۱۳۷۰ھ

دنگل سے حاصل شدہ رقم مسجد پر لگانے کا حکم

ہم نے یعنی تمام اہل محلہ نے ایک دنگل کروایا تھا جس میں پہلوانوں اور تمام آدمیوں نے اللہ کے واسطے کام کیا کہ ان کی تمام کی تمام آمدنی مسجد پر لگائی جائے گی۔ اس دنگل میں ڈھول بھی بجایا گیا ہے کیا یہ آمدنی مسجد پر لگ سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

یہ دنگل جب کہ ایسے امور پر مشتمل ہوتا ہے جو شرعاً ناجائز و حرام ہیں مثلاً ڈھول وغیرہ بجانا، کشفِ ستر کا ہونا، اس لئے یہ حاصل شدہ رقم مشتبہ ضرور ہے اسے مسجد پر خرچ کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
۱۳ / ۵ / ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

عیدگاہ کے درختوں کو مسجد کے لئے استعمال کرنے کا حکم

کوٹلہ عیسن میں ایک ہی جامع مسجد ہے بوجہ ضرورت جماعت مسجد کے لئے ایک برآمدہ تیار کیا جا رہا ہے تاکہ موسم گرما میں تکلیف رفع ہو جائے۔ برآمدہ کے لئے شہتیروں اور کڑیوں کی ضرورت ہے۔ عمدہ شہتیر وغیرہ حسب منشاء دستیاب نہیں ہو رہے۔ عیدگاہ کوٹلہ عیسن میں شیشم کے درخت ہیں۔

۱ : کیا عیدگاہ سے حسب ضرورت درخت کاٹ کر مسجد پر لگایا جا سکتا ہے؟

۲ : یا عیدگاہ کو رقم مسجد کی طرف سے دے کر درخت کاٹا جائے جب کہ عرف میں عیدگاہ جامع مسجد کے برابر نہیں سمجھی جاتی۔

۳ : کیا عیدگاہ پر چرم قربانی کی رقم صرف کی جا سکتی ہے جب کہ وہ رفاہِ عام مثل ڈول درسی وغیرہ کے ہو۔ عیدگاہ کی تعمیر کے بعد جو رقم باقی بچ جائے وہ مسجد میں صَرف کی جا سکتی ہے براہِ راست یا کسی حیلے سے اور حیلہ کونسا ہو؟

اختلاف بین العلماء سے تعمیر کے کام میں رکاوٹ واقع ہو رہی ہے۔

الجواب

اگر عیدگاہ کی مصلحت ان درختوں کے باقی رکھنے میں ہے تو ان کا کاٹنا بالمعاوضہ یا بلامعاوضہ جائز نہیں ہوگا۔ اگر ایسا نہیں تو مجلسِ منتظمہ و متولی کی صوابدید کے مطابق ان کا خریدنا جائز ہے۔ قیمت عیدگاہ پر صرف کی جائے اور لکڑی جامع مسجد میں استعمال کی جائے۔

کما یظہر من العالمگیریہ ج ۲، ص ۳۵۱ - وفی القسم الثانی الحکم فی ذلک الی القاضی ان رأی بیعها وصرف ثمنها الی عمارۃ المقبرۃ

فله ذلك اھ

۲ : چرم قربانی کی قیمت واجب التصدق ہے۔

کمافی الھدایۃ ولو باع الجلد او اللحم بالدراھم تصدق بثمنه وصرح فی الکافی بوجوب التصدق کمافی الحواشی۔

پس اس رقم کو عیدگاہ، مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں صرف کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیرالمدارس ملتان

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

ائمہ اوقاف کیلئے محکمہ سے تنخواہ لینے کا حکم

مزارات اور مساجد پر حکومت کا قبضہ ہے جو آمدنی ہوتی ہے یکجا جمع کر دی جاتی ہے اور پھر بنک میں دے دی جاتی ہے جس پر سود لیا جاتا ہے تو اس سے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

محمد خلیل الرحمن پانی پتی سکھر

الجواب

محکمہ، مسجد کی آمدنی وصول کر کے مسجد کا مقروض بن جاتا ہے۔ بعدہٗ جو رقم مسجد پر یا امام پر صرف کی جاتی ہے یہ محکمہ کی طرف سے ادائیگی قرض یا ضمان ہے اور وصولیٔ قرض کے بارے میں شرعاً یہ تصور کیا جاتا ہے کہ قرض خواہ گویا بعینہٖ اپنی رقم ہی وصول کر رہا ہے۔ پس ائمہ اوقاف کے لئے تنخواہ وصول کرنے کی گنجائش ہے۔ حصولِ تنخواہ کے سبب اگر دینی فتنہ اور مداہنت فی الدین کے پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو تو علیحدگی مناسب ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان
۳ / ۶ / ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم جامعہ خیرالمدارس ملتان

واجب التصدق مال مسجد میں لگانے کا حکم

ایک شخص نے اپنی جوانی اور نمبرداری کے دور میں لوگوں پر ظلم و ستم کئے اور ان کا مال زبردستی چھینا جب یہ شخص حج پر جانے لگا تو عام اعلان کیا کہ جس کسی نے مجھ سے کوئی مال لینا ہو آ کر لے جائے چنانچہ کچھ لے بھی گئے لیکن اس شخص کو خیال آیا کہ کچھ ایسے بھی لوگوں سے مال لیا ہے جو مسافر تھے اور جن کا پتہ معلوم نہیں کہ کون تھے، کہاں کے تھے۔ ان کا حق کیسے واپس کیا جائے۔ تو کیا ان کے حق کی رقم مسجد کو دے سکتا ہے؟

اللہ وسایا ناظم دار المبلغین، کوٹ ادو مظفر گڑھ

الجواب جن جن افراد کا حق باقی ہے اگر جہد بسیار کے باوجود ان کا پتہ نہ چل سکے تو ان کی طرف سے اتنا مال صدقہ کر دیا جائے۔ اور چونکہ یہ صدقہ کرنا واجب ہے اس لئے اس کا مصرف بھی وہی ہے جو دیگر صدقات واجبہ کا ہے۔ براہ راست مسجد اس صدقہ کا مصرف نہیں بن سکتی۔

علیہ دیون و مظالم وجهل اربابها وأيس من علیہ ذلك من معرفتهم فعلیہ التصدق بقدرها من ماله وان استغرقت جميع ماله اه (درمختار علی الشامیۃ، ج ۲، ص ۳۳۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد میں دینی کتب کے مطالعہ کا حکم

مسجد شریف میں طلباء تکرار کرتے ہیں، مسجد میں شور ہوتا ہے۔ بالخصوص منطق معقولات، فلسفہ کیا یہ جائز ہے؟ تکرار آہستہ اور مطالعہ میں نیز دینیات و فلسفیات میں کوئی فرق ہے۔ یا دونوں جائز ہیں؟

حافظ عبد الرحمٰن، فیصل آباد

الجواب والسادس ان لا یرفع فیه الصوت من غیر ذکر الله والسابع ان لا یتکلم فیه من احادیث الدنیا. (عالمگیری، ج ۴، ص ۹۴)

اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کتب فلسفہ کا تکرار و شور آداب مسجد کے خلاف ہے۔ دنیاوی باتوں سے فلسفیات کو کسی طرح کم نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور احادیث دنیا مسجد میں ممنوع ہیں۔ اور دینیات کا تکرار بھی اصل تو یہ ہے کہ خارج مسجد ہو تاکہ شور نہ ہو جیسا کہ عام طور پر دوران تکرار طلبہ میں ہو جاتا ہے۔ البتہ بوقت ضرورت احترام مسجد کا خیال رکھتے ہوئے آہستہ آواز سے اجازت ہے۔ مطالعہ بھی جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی۔ ۱۱/۶/۱۳۹۰ھ

امام متعین کرنے کا اختیار بانی مسجد کو ہے یا اہل محلہ کو

ایک شخص نے اپنی زمین میں اپنے ذاتی روپیہ سے مسجد تعمیر کرائی ہے اس مسجد پر دوسرے لوگ قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ قبضہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنا امام رکھنا چاہتے ہیں۔

سائل بنیاد علی شاہ، ممتاز آباد ملتان

الجواب البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینه البانی۔ (درمختار، ج ۳، ص ۴۲۷)۔

بانی مسجد اگر دیندار پابند صوم و صلوٰۃ آدمی ہے اور کسی متقی اور اہل کو امام و مؤذن مقرر کرتا ہے تو شرعاً یہ تقرر درست ہے اور بانی مسجد ہی اس کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ البتہ بانی مسجد اگر کسی نااہل کو امام رکھنا چاہے اور اہل محلہ نمازی اہل کو امام بنائیں تو اہل محلہ کا یہ فیصلہ قابل ترجیح ہوگا۔ بدون اس وجہ شرعی کے دوسرے لوگوں کو بانی مذکور کے ساتھ اس معاملہ میں مزاحمت درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۵ / ۱۱ / ۸۵ ۱۳ھ

متولی مسجد کے فنڈ میں کیا کیا تصرف کر سکتا ہے

۱ : زید کے پاس برائے مدرسہ کچھ فنڈ جمع ہے اس میں وہ کسی قسم کا تصرف کر سکتا ہے یا نہیں کسی کو قرض دینا یا نوٹ کے بدلے میں بھان دینا یا مسجد کی یا اپنی رقم ملا کر رکھ دینا جائز ہے یا نہیں۔ عدم جواز کی صورت میں خائن تو نہیں ہو گا ؟

۲ : مسجد کی چٹائی مدرسہ میں استعمال ہو سکتی ہے یا نہیں بصورت اجازت متولی۔

۳ : مسجد کا لوٹا اور برتن اسی قسم کا سامان امام کے لئے اپنے حجرے میں لا کر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ نمازی رضامند ہوں اور حجرہ بھی متصل مسجد ہو۔

۴ : زید کو لوگوں نے مسجد کا خزانچی اس قسم کا بنایا ہے کہ جب مرضی ہو خزانہ سے روپیہ لے کر اپنے کام میں استعمال کرے پھر پورا کر کے واپس جمع کر دے۔ اس طرح روپیہ چلتا رہا۔ جب پاکستان بننے کا وقت آیا تو خزانچی نے یہ کہا کہ یہ جو کچھ رقم باقی ہے اسے بھی تم ہی سنبھالو۔ لیکن کسی نے بھی ہاں نہیں کی۔ تو اس میں پوچھنا یہ ہے کہ ایسے روپیہ کا کیا حکم ہے۔ اس میں سے اکثر تو وہ لوگ وہاں ہی سے کر اپنے ذاتی ضرورت میں خرچ کر چکے تھے اور جو کچھ بچا تھا تو وہ خزانچی وغیرہ نے پاکستان آکر اپنی ضروریات میں خرچ کر لیا۔ کیا خزانچی پر تمام کا تمام واجب الادا ہے یا نہیں یا ان لوگوں پر بھی ما صرفوا کا دینا واجب ہے یا کسی پر بھی نہیں ؟

الجواب نوٹ سے کر بھان ریزگاری تو دے سکتا ہے لیکن قرض نہیں دے سکتا۔ اور اگر مدرسہ کی رقم اپنی رقم میں ملائے گا تو ضائع ہونے کی صورت میں ضمان آئے گی۔ قرض نہ دینے کے لئے ملاحظہ ہو عالمگیری ، ج ۲ ، ص ۴۳۴۔

ولیس للقیم ان یاخذ ما فضل عن وجہ عمارۃ المدرسۃ دینا لیصرفہا الی الفقہاء وان احتاجوا الیہ کذا فی القنیۃ۔

۲ : سئل ابو الفضل عن الوقف اذا کان ربع غلتہ لی العمارۃ وثلثۃ ارباعہا الی الفقراء فلم تحتج المدرسۃ فی تلک السنۃ ہل یجوز للقیم ان یصرف من ذلک لی الفقہاء علی وجہ الدین و یأخذ ذلک من غلتہم من السنۃ الثانیۃ اذا احتاج الیہا فقال لا۔ سئل ابو حامد فاجاب بمثلہ کذا فی التاتارخانیۃ۔ (عالمگیری ج ۲ ص ۴۳۴)

اگر چٹائی مسجد کے لئے وقف ہے تو مدرسے کے لئے استعمال جائز نہیں۔

۳ : مسجد کا لوٹا یا برتن مدرس یا امام یا کوئی اور شخص خارج مسجد لے جا کر اپنی ذاتی ضروریات میں استعمال نہیں کر سکتا۔ ہاں مسجد کے اندر استعمال کر سکتا ہے۔ کما فی فتاوی دارالعلوم دیوبند ، ج ۲ ، ص ۱۷۹۔

البتہ مسجد کے چراغ سے مسجد کے اندر بیٹھ کر تہائی رات تک مطالعہ کر سکتا ہے۔

۴ : اول تو مسجد کا روپیہ قرض لے کر اپنے ضروریات میں صرف کرنا جائز بھی نہ تھا۔ جیسا کہ حوالہ میں بیان کیا گیا۔ خزانچی نے اور دوسرے لوگوں نے غلطی کی ہے۔ اب خزانچی اور دوسرے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ مسجد کا روپیہ واپس کریں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ ۱۱ / ۱۰ / ۱۳۷۰ھ

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

مسجد کی دوکان بینک کو کرایہ پر دینا

کسی مسجد کی وقف زمین یا دوکان کسی بینک کو کرایہ پہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔
محمد یونس راولپنڈی

الجواب صاحبین کے نزدیک مسلمان کا کافر کو بیع خمر کے لئے دوکان کرایہ پہ دینا جائز نہیں (کما فی الہندیہ کتاب الاجارۃ) حالانکہ بیع خمر کافر کے لئے ایک جائز فعل ہے تو ایک مسلم کا دوسرے مسلمان کو سودی کاروبار کے لئے دوکان کرایہ پہ دینا

کیسے جائز ہوگا جب کہ سودی کاروبار دونوں کے لئے ناجائز وحرام ہے بلکہ ذمیوں کو بھی ایسے کاروبار کی شرعًا اجازت نہیں۔

لقوله عليه السلام الا من اربى فليس بيننا وبينه عهد.

(هدايه ، ج ۲ ، ص ۳۱۸)۔

نیز اس زمانہ میں جب کہ عوام کے ایمان میں ضعف آچکا ہے اور بد عملی ہو رہی ہے ایسے سودی اداروں کا فنائِ مسجد میں آجانا ان کے دل سے اس لعنتی کاروبار کی نفرت ختم کر دینے کا باعث ہوگا۔ بنا بریں مسجد کی دوکان وغیرہ بینک کو کرایہ پر دینی درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
	نائب مفتی ۔ ۲۷/۱۱/۱۳۸۵ھ

سرکاری زمین میں بلا اجازت بنائی گئی مساجد کو گرانے کا حکم

بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ جو مساجد سرکاری اراضی میں حکومت کی اجازت کے بغیر بنائی گئی ہیں وہ شرعًا مساجد نہیں ہیں اور حکومت نے ان کو مسمار کرنے کا حکم جاری کر دیا ہے۔ اس حکم کی زد میں بہت سی ایسی مساجد بھی آئیں گی جو مسلمانوں نے ضرورت کی بناء پر بنائی تھیں اور ایک طویل عرصے سے مسلمان ان میں نماز پڑھتے ہیں کیا ایسی مساجد کا شہید کرنا جائز ہے ؟

سائل : نور حسین

مکان نمبر ۱۴۹۴ : گلی نمبر ۳۰ ؛ لیاقت اشرف کالونی

محمود آباد ... کراچی

الجواب باسمہ تعالیٰ !

مساجد شعائرِ اسلام میں سے ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے شرف وفضل اور احکام کو مختلف جہات سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے قرآن کریم کی آیات پر نظر ڈالئے۔ ارشاد ربانی ہے۔

" وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى

فِىْ خَرَابِهَا۔

ترجمہ ! اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے اور ان کے اجاڑنے کی کوشش کی "

آیت کریمہ جہاں مساجد کے شرف وفضل کو بیان کرتی ہے وہاں مساجد کے منہدم کرنے والے اور اس کی تخریب کی کوشش کرنے والے کی شدید مذمت کر رہی ہے اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا جا رہا ہے۔ آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کو مساجد کی تعمیر اور ان کی کثرت سے روکا نہیں جائے گا بلکہ اس سلسلہ میں ان کی ہمت افزائی کی جائے گی۔ چنانچہ مفسر ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی اپنی تفسیر " الجامع لاحکام القرآن " میں اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

ولا يمنع من بناء المساجد الا ان يقصد الشقاق والخلاف بان يبنوا مسجدا الى جنب مسجد او قريبة يريدون بذلك تفريق اهل المسجد الاول وخرابه. (ج ۲ ، ص ۷۸)۔

ترجمہ ! مساجد کی تعمیر سے کسی کو روکا نہیں جائے گا۔ سوائے اس کے کہ تعمیر کرنے والوں کا ارادہ اختلاف اور پھوٹ ڈالنا ہو۔ اس طرح کہ وہ کسی دوسری مسجد کے پہلو میں مسجد تعمیر کریں اور ان کا مقصد پہلی مسجد کے نمازیوں میں تفریق ڈالنا ہو "

امام رازی رح اپنی تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں۔

" السعى فى تخريب المسجد قد يكون بوجهين احدهما منع المصلين والمتعبدين من دخوله فيكون ذالك والثانى بالهدم والتخريب"۔ (ص ۶۸۲ ، ج ۱)۔

ترجمہ ! مسجد کی تخریب کی کوشش دو صورتوں سے ہوتی ہے (۱) ایک نماز پڑھنے والوں اور عبادت کرنے والوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکنا۔ (۲) مسجد کو ویران اور منہدم کرنا "

اور سورۃ " توبہ " میں ہے۔

انما يعمر مساجد الله من امن بالله واليوم الاخر واقام

الصلوۃ واٰتی الزکوۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولٰئک ان یکونوا من المهتدین۔ (سورہ توبہ : پ۱۰، ع ۳)۔

ترجمہ ! ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں "

آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی مساجد حقیقتاً ایسے ہی اولوالعزم مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں جو دل سے خدائے واحد اور آخری دن پر ایمان لا چکے ہیں۔ جوارح سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں۔ اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اسی لئے مساجد کی صیانت و تطہیر کی خاطر جہاد کے لئے تیار رہتے ہیں۔

آیت کریمہ سے بصراحت یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنا کسی کے ایمان کی بڑی شہادت ہے۔ علامہ قرطبی اس آیت کے ذیل میں رقم طراز ہیں۔

" دلیل علی ان الشهادة لعمار المساجد بالایمان صحیحة وقد قال بعض السلف اذا رأیتم الرجل یعمر المسجد فحسنوا به الظن " (تفسیر جامع لاحکام القرآن، ص ۹ - ج ۸)۔

ترجمہ ! آیت کریمہ اس امر پر دلیل ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنے والوں کے ایمان کی شہادت صحیح اور درست ہے۔ اسی لئے بعض سلف کا قول ہے کہ جب تم دیکھو کوئی شخص مسجد کی آباد کاری میں کوشاں ہو تو اس کے ساتھ حسن ظن رکھو "

سورۂ نور میں ارشاد ہے۔

" فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیها اسمه یسبح له فیها بالغدو والآصال " (سورۂ نور پ۱۸، ع ۵)۔

ترجمہ ! ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ہے ان کو بلند کرنے کا اور وہاں اس کا نام پڑھنے کا۔ یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح اور شام "

اس سے پہلے کی آیتوں میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے۔ پھر مؤمنین مہتدین کو اس نورِ الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اس کو ایک بلیغ مثال سے سمجھایا گیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ یہ روشنی اللہ کے ان گھروں (مساجد) میں ملتی ہے۔

جن کو بلند رکھنے اور ان کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کو ہمیشہ ذکر، تسبیح اور عبادتِ الٰہی سے آباد رکھا جائے۔ آیتِ کریمہ سے بصراحت مساجد کی تعظیم اور ان کو آباد کرنے کا حکم معلوم ہو رہا ہے۔

آیت کے بعد جب احادیث کی طرف آتے ہیں تو اس بارے میں کثرت سے احادیث ملتی ہیں۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں چند احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عن ابی هریرة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم احب البلاد الی اللہ مساجدها و ابغض البلاد الی اللہ أسواقها۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ ! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب جگہوں میں پسندیدہ جگہ اللہ کے نزدیک مساجد ہیں۔ اور مبغوض ترین جگہیں اللہ کے نزدیک بازار ہیں "

○

عن عثمان رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه من بنی مسجدا یبتغی به وجه اللہ بنی اللہ له بیتا مثله فی الجنة۔ (بخاری)

ترجمہ ! حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لئے مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنت میں اس کے مثل گھر بنا دے گا "

○

عن بریدة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بشر المشائین فی الظلم بالنور التام یوم القیامة۔ (ترمذی)

ترجمہ ! حضرت بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجد کی طرف جاتے ہیں ان کو قیامت کے دن نورِ تام

کی بشارت دو "

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے وہ روایت ہے جس میں ان سات قسم کے لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالٰے قیامت میں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا ان میں سے ایک قسم یہ بھی ہے۔

"ورجل قلبه معلق بالمسجد" وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے۔

قرطبی نے اپنی تفسیر میں آیت کریمہ " فی بیوت اذن الله ان ترفع " کے ذیل میں یہ حدیث درج کی ہے۔

رواه انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من احب الله عزوجل فلیحبنی ومن احبنی فلیحب اصحابی ومن احب اصحابی فلیحب القرآن ومن احب القرآن فلیحب المساجد فانها افنية الله وابنيته اذن الله فی رفعها وبارك فیها میمونة میمون اهلها محفوظة محفوظ اهلها هم فی صلوتهم والله عزوجل فی حوائجهم هم فی مساجدهم والله من ورائهم۔

(ص ۲۶۶ - ج ۱۲)

ترجمہ ! حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالٰے سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے اصحاب سے محبت کرے اور جو میرے اصحاب سے محبت کرتا ہے وہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت کرے اس کو چاہیئے کہ مساجد سے محبت کرے کیونکہ یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں۔ اللہ تعالٰے نے ان کو بلند کرنے کا حکم دیا ہے اور برکت رکھی ہے ان میں مسجد والے بھی برکت والے ہیں۔ یہ مسجدیں بھی اللہ کے حفظ و امان میں ہیں اور یہاں آنیوالے بھی۔ یہ لوگ اپنی نماز میں لگے ہوتے ہیں اور اللہ تعالٰے ان کی کارسازی میں "

دین میں مساجد کی اسی اہمیت کے پیش نظر شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ نے اسلامی حکومت

کا فریضہ رکھا کہ وہ اسلامی حکومت کے زیر اثر شہروں اور آبادیوں میں مساجد تعمیر کرے اور بیت المال کی خاص مد سے اس کے مصارف برداشت کرے چنانچہ فقہا بیت المال کے مصارف کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

ورابعها فمصرفه جهات منها انه یصرف الی المرضی والزمنی واللقیط وعمارة القناطر والرباطات والثغور والمساجد وما اشبه ذلك - (ردالمحتار باب الزکوة، ص ۷۹، ج ۲)

ترجمہ !

" اور چوتھے حصے کے مصارف چند جہات ہیں کہ ان کو بیماروں، اپاہجوں اور لاوارث بچوں پلوں، سراؤں، سرحدوں اور مساجد پر صرف کیا جائے "

اور علامہ قرطبی رح اپنی تفسیر میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

" قال ابوحنیفة ویبدأ من الخمس باصلاح القناطر وبناء المسجد وارزاق القضاة والجند وروی نحو ذلك عن الشافعی ایضاً.

(ج ۸، ص ۱۱)۔

ترجمہ !

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ پانچویں حصے کی تقسیم پلوں کی مرمت مساجد کی تعمیر قاضیوں اور فوج کی تنخواہوں سے شروع کی جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰے سے بھی اسی طرح روایت ہے "

لہذا اسلامی حکومت کے جہاں بہت سے فرائض ہیں وہاں یہ بھی اہم فریضہ ہے کہ لوگوں کی ضرورت وحاجت کے پیش نظر مساجد تعمیر کریں۔ البتہ اگر بدقسمتی سے کوئی حکومت اس فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو عوام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضرورت وحاجت کے پیش نظر مساجد کی تعمیر کریں۔ اور امام وخطیب اور مؤذن کی تقرری وتولیت کے انتظامات اپنے ذمہ لیں۔

دیکھئے جمعہ اور عیدین کے انتظامات امام اور حکومت اسلامی کے فرائض میں سے ہے بلکہ امامت کبریٰ کے مقاصد میں اس کو داخل کیا گیا ہے۔ فقہاء اسلام نے جہاں امامت کبریٰ (خلافت) کی ضرورت کو بیان کیا ہے وہاں تصریح کی ہے۔

" والمسلمون لابد لهم من امام یقوم بتنفیذ احکامهم واقامة

حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم واخذ صدقتهم وقهر المتغلبة و المتلصصه وقطاع الطريق واقامة الجمع و الاعياد ۔ (ردالمحتار ص ۵۱۴۔ ج ۲)۔

ترجمہ!

مسلمانوں کے لئے ایک امام ہونا ضروری ہے جو احکام جاری کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے، فوج کو تیار رکھے زکوٰۃ وصول کرے۔ باغیوں، چوروں، ڈاکوؤں کو مقہور کرے جمعہ اور عیدین کی اقامت کرے۔"

اب اگر کوئی اسلامی حکومت اس فریضے سے غافل رہتی ہے تو یہ اس کی بہت بڑی کوتاہی ہے اور اپنے منصب سے غفلت ہے اور جب حکومت غفلت کرے تو عوام اور پبلک پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کے انتظامات کریں چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے۔

ولهذا لومات الوالی اولم يحضر لفتنة ولم يوجد احد ممن له حق اقامة الجمعة نصب العامة لهم خطيباً" ۔ (ردالمحتار ص ۴۹، ج ۱)

ترجمہ!

اسی لئے اگر کوئی حاکم مرجائے یا وہ فتنے کی بنار پر موجود نہ ہو جس کو جمعہ کی اقامت کا حق ہے تو عوام اور پبلک اپنے لئے خطیب کے انتظامات کرلیں۔"

اسی طرح اس قسم کے بہت سے امور میں شریعت نے عوام اور پبلک کو اختیارات دیئے ہیں۔ مندرجہ ذیل جزئیات پر غور کیجئے۔ ردالمحتار میں ہے۔

ولهم نصب متول وجعل المسجدين واحد اوعكسه لصلوة۔ (ردالمحتار علی الشامیة، ج ۱، ص ۴۹۰)۔

ترجمہ! ۔ اور عوام کو متولی مقرر کرنے اور دو مسجدوں کو ایک کرنے یا ایک مسجد کو دو مسجدیں کرنے کا حق حاصل ہے۔"

"بحرالرائق" میں ہے۔

" وفی الخانية طريق للعامة وهی واسع فبنی فيه اهل المحلة مسجدا للعامة ولا يضر ذالك بالطريق قالوا لا بأس به و هكذا روی ابو حنيفة ومحمد ان الطريق للمسلمين والمسجد

لهم ايضا ج ۵ ص ۲۷۶)

ترجمہ! خانیہ میں ہے کہ عوام کا ایک راستہ ہے اور وہ وسیع ہے۔ محلہ والے اگر اس میں مسجد تعمیر کرلیں اور اس تعمیر سے راستے کی آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فقہاء اس کو جائز سمجھتے ہیں امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح سے بھی یہی مروی ہے کہ راستہ بھی مسلمانوں کا ہے اور مسجد بھی انہی کی ہے۔"

فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے۔

" ذکر فی المنتقی عن محمد رح فی الطريق الواسع بنی فيه اهل المحلة مسجدا و ذلك لا يضر بالطريق فمنعهم رجل فلا بأس ان يبنوا " (ص ۳۴۷، ج ۲)۔

ترجمہ! منتقی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک وسیع راستہ ہے محلہ والوں نے اس میں مسجد تعمیر کرلی اور راستہ کی آمد و رفت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو اگر کوئی شخص منع بھی کرے تب بھی مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں۔"

فتاویٰ حمادیہ میں ہے۔

" من الغياثية نهر لاهل قرية فاراد جماعة ان يبنوا عليه مسجدا فلا بأس به " (ص ۳۴۸، ج ۱)۔

ترجمہ! فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ کسی گاؤں کی نہر ہے ایک جماعت اس کے اوپر ایک مسجد تعمیر کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

پاکستان بن جانے کے بعد حکومت کے جہاں اور اہم فرائض تھے وہاں یہ بھی فریضہ تھا کہ آبادی کے تناسب سے جگہ جگہ مساجد تعمیر کرتی۔ یہ عجیب سی صورتِ حال ہے کہ یہاں کالونیاں اور بستیاں تعمیر کی جاتی ہیں، جن میں ہسپتالوں، اسکول، کھیل کے گراؤنڈ اور سینماؤں کے لئے پہلے سے جگہیں مقرر کرلی جاتی ہیں۔ لیکن مساجد کے لئے آبادی کے تناسب سے جتنی ضرورت ہے اتنا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود اس امر کے کہ آج کل مسلمانوں میں روز بروز دینی انحطاط ہوتا جارہا ہے اور اس لئے نمازیوں کی تعداد میں برابر کمی ہوتی جارہی ہے۔ تاہم مساجد کی قلت میں فرق نہیں پڑتا۔ اور نمازی اپنی ضرورت کے لحاظ سے اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ وہ مناسب جگہ

مسجد تعمیر کریں۔ لیکن اس صورت میں ہمت افزائی کرنے کی بجائے طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ یہ عجیب سی صورت حال ہے۔ حکومت اس بارے میں جس قدر جلد نظر ثانی کرے بہتر ہے۔

اس تمہید کے بعد ان مساجد کے متعلق حکم شرعی تحریر کیا جاتا ہے جن کے متعلق استفسار کیا جا رہا ہے۔

یہ مساجد شرعاً مساجد ہیں ان کو اب نہ منہدم کیا جا سکتا ہے اور نہ دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے قیامت تک یہ مساجد ہیں۔ اخبارات میں جس جج صاحب سے منسوب کر کے اس قسم کی مساجد کا جو فتویٰ شائع کیا گیا ہے وہ جج عالم نہیں ہیں، مفتی نہیں ہیں۔ بلکہ غالباً انہی جج صاحب نے رجم جیسے متفقہ اور تواتر سے ثابت شدہ مسئلہ کا انکار کیا تھا۔ اس انکار کے بعد یہ صاحب تو اس قابل ہی نہیں تھے کہ ان کو اسلامی عدالت کا چیف جج بنایا جاتا۔ یا یہ کہ ان سے مساجد جیسے نازک مسئلہ کے متعلق استفسار کیا جاتا۔ ان مساجد کے شرعی مسجد ہونے کے متعلق مندرجہ ذیل حقائق قابل لحاظ ہیں۔

الف : عام طور پر جب یہ مساجد بنائی جاتی ہیں تو ان کے بارے میں کاغذات متعلقہ محکمہ جات میں داخل کئے جاتے ہیں اور ان سے اجازت طلب کی جاتی ہے اور حکومت کی طرف سے جواب نہیں آتا۔ حکومت کی طرف سے یہ سکوت اذن شرعی کے مترادف ہے۔ یا بعض مساجد وہ ہیں جن کے حکومت کے محکمہ رجسٹری میں منظور شدہ ٹرسٹ موجود ہیں۔ ٹرسٹ اذن شرعی ہے۔

اشار باطلاق قوله ویاذن للناس فی الصلوة انه لایشترط ان یقول اذنت فیه بالصلوة جماعة بل الاطلاق کاف ۔ (البحرالرائق ص ۲۶۹، جلد ۵)۔

ترجمہ! یہ جو کہا کہ لوگوں کو نماز کی اجازت دے اس میں صریح اذن کی ضرورت نہیں بلکہ اطلاق کافی ہے۔"

"بنی فی فنائه فی الرستاق دکانا لاجل الصلوة یصلون فیه بجماعة کل وقت فله حکم المسجد ۔ (بحر الرائق ج ۵، ص ۲۷۰)۔

ترجمہ! گاؤں میں اپنے گھر کے سامنے ایک عمارت بنائی نماز کے لئے جس میں لوگ جماعت سے

نماز پڑھتے ہیں تو اس کا حکم مسجد کا ہے۔"

"وقد رأینا ببخاری وغیرها دور وسکك فی ازقة غیر نافذة من غیر شك الائمة والعوام فی کونها مساجد فعلی هذا مساجد التی فی المدارس بجرجانه خوارزم مساجد لانهم لا یمنعون الناس من الصلوة فیه واذا اغلقت یکون فیه من اهلها" (بحر الرائق، ج ۵، ص ۲۶۹)۔

ترجمہ!

ہم نے بخارا اور دوسرے شہروں کے محلوں اور گلیوں میں جو آگے جا کر بند ہو جاتی ہیں مساجد دیکھیں ان کے مسجد ہونے میں ائمہ اور عوام کو کوئی شک نہیں ہے۔ اسی طرح جرجانہ، خوارزم کی مساجد جو مدارس میں بنی ہوئی ہیں ان کے مسجد ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اس میں نماز پڑھنے سے کسی کو روکا نہیں جاتا۔ اور جب ان کے دروازے بند کر لئے جاتے ہیں تو وہاں کے لوگ اس کے نمازی ہوتے ہیں۔"

جعل وسط داره مسجدا واذن للناس فی الدخول والصلوة صار مسجدا فی قولهم" (بحر الرائق، ج ۵، ص ۲۷۰)۔

ترجمہ!

اپنے محلہ کے وسط میں مسجد تعمیر کی اور لوگوں کو داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تو سب کے نزدیک یہ مسجد ہو گئی۔"

ب : جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ عوام کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے لئے اگر مناسب سمجھیں تو شارع عام پر مسجد تعمیر کر سکتے ہیں بشرطیکہ آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ ایسی صورت میں حکومت کو بھی اجازت دینا ضروری ہے۔

ج : ٹرسٹ کی اجازت دینا اور بعض جگہ نقشہ جات منظور ہونا سب اذن میں داخل ہے۔

د : بعض مساجد ایسی ہیں جو سالہا سال سے قائم ہیں۔ ان میں نمازیں پڑھی جا رہی ہیں۔ اور ممانعت نہیں کی جا رہی ہے۔

○

نوٹ : ۱۳ رجب ۱۳۹۲ھ کو ایک فتویٰ اسی قسم کا " دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ " سے جاری کیا گیا تھا۔ جس پر اس زمانہ کے اکابر علماء نے دستخط فرمائے تھے۔ مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع رح ؛ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رح ؛ مولانا عبدالحق صاحب کاکاخیل رح مولانا محمد صادق صاحب مدنی رح : ان کے علاوہ ملک کے جید اور نامور علماء کے دستخط ثبت ہیں یہ فتویٰ " مسجد کے متعلق علماءِ اسلام کا متفقہ فتویٰ " کے نام سے شائع ہوا تھا۔

مہر و دستخط

مہر مدرسہ

ولی حسن ٹونکی عفراللہ لہٗ : دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

قد اصاب المجیب احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۵ / ۴ / ۱۴۰۳ھ

چرمِ قربانی کی قیمت مسجد پر لگانا جائز نہیں

صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ جلدِ اضحیہ کے متعلق ہدایہ شریف میں یہ عبارت مرقوم ہے۔

" ویتصدق بجلدھا لانہ جزء منھا اویعمل منہ اٰلۃ تستعمل فی البیت کالنطع والجراب والغربال ونحوھا لان الانتفاع بہ غیر محرم ولا بأس بان یشتری بہ ماینتفع بہ فی البیت بعینہ مع بقائہ استحساناً " (ھدایہ اخیرین کتاب الاضحیہ)۔

اس جزئیہ سے بالکل عیاں ہے کہ جلدِ اضحیہ کا مصرف فقط مسکین ہی نہیں بلکہ لحمِ اضحیہ کی طرح مالک بھی اس کو باقی رکھ کر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ نیز جلدِ قربانی کے عوض کوئی باقی رہنے والی شئے حاصل کر کے اس سے بھی نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اگر زکوٰۃ یا دیگر صدقاتِ واجبہ کی طرح اس کا مصرف فقط مسکین ہی ہوتا اور تملیک ضروری ہوتی تو مالکِ اضحیہ کو استعمال کی اجازت نہ ہوتی۔ یہی صورت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رح اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ۔

" ..... چرمِ قربانی کا صدقہ چونکہ نفل ہے کسی کا حق اس سے متعلق نہیں ..... بظاہر چرمِ قربانی کا صدقہ قبیل تطوعات سے ہے ..... چرمِ قربانی کا صدقہ بھی نفل ہے۔

(فتاویٰ عبدالحی ، ص ۳۸۹ و ۳۹۰)۔

مولانا صاحب کی اس عبارت سے واضح طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ چرمِ قربانی کا تصدق جب از قبیل تطوعات ہے تو اس کا مصرف بھی دیگر صدقاتِ نفلیہ کی طرح امیر و غریب ، مساجد و دینی مدارس وغیرہ سب ہو سکتے ہیں۔ یعنی ہر ثواب کی جگہ پر خرچ ہو سکتا ہے جبکہ ابوداؤد شریف کی روایت میں " کلوا وادّخروا واتجروا " کھاؤ ، ذخیرہ کرو ، اجر حاصل کرو " سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر اجر و ثواب کی جگہ اس کو صرف کیا جا سکتا ہے۔ خواہ مسجد ہو یا دینی مدرسہ کسی ایک جائے اجر کے ساتھ مختص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے جو کہ غیر مناسب ہے۔ نیز عینی شرح کنز الدقائق میں ہے۔

" ولو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانہ قربۃ کالتصدق باللحم والجلد " (عینی کتاب الاضحیۃ)۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جلدِ اضحیہ کی بیع بالدراہم جب اس نیت سے کی جائے کہ رقم کا تصدق کیا جائے گا تو یہ بیع جائز ہے۔ کیونکہ یہ بیع بقصدِ تمول نہیں بلکہ بقصد تصدق ہے۔ اب آپ سے صرف اتنا دریافت کرنا ہے کہ اگر کوئی منتظمہ کمیٹی تعمیرِ مسجد کیلئے چرم ہائے قربانی جمع کرے اور ان کی قیمت تعمیرِ مسجد پر صرف کرے۔ یا خود مالکِ اضحیہ بہ نیتِ تصدق فروخت کر کے اس کی رقم تعمیرِ مسجد پر صرف کرے تو یہ درست ہے یا نہیں ؟

الجواب چرمِ قربانی خود واجب التصدق نہیں البتہ اس کی قیمت واجب التصدق ہے۔ ہدایہ میں ہے۔

" ولو باع الجلد او اللحم بالدراھم تصدق بثمنہ لان القربۃ انتقلت الیہ اھ

حواشی ہدایہ میں کافی اور عینی کے حوالے سے ہے۔

" قولہ تصدق بثمنہ لان معنی التمول سقط عن الاضحیۃ وانتقلت القربۃ الی بدلہ فوجب التصدق فاذا تمولتہ بالبیع وجب التصدق "

بدائع میں گوشت (وغیرہ) کی فروخت کے متعلق لکھا ہے۔

" ولو باعه نفذ سواء كان من النوع الاول او الثاني فعليه ان يتصدق بثمنه (ج ۵، ص ۸۰)

ہدایہ اور بدائع کی عبارت میں بیع مطلق ہے جس کا حکم وجوبِ تصدق بتلایا گیا ہے۔ دلائلِ وجوب میں سے یہ بھی ہے کہ چرمِ قربانی کے بارے میں فقہاء نے تین اختیار لکھے ہیں لیکن بیع کے بعد صرف تصدق ثمن کو متعین فرمایا ہے۔ یہی معنی وجوب کا ہے۔ اگر ثمن کا تصدق واجب نہ ہو تو اسے ذاتی استعمال میں لانا بھی جائز ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ من ادعى فعليه البیان۔

جب ثمن چرمِ اضحیہ کا تصدق واجب ہوا تو اس کے وہی مصارف ہوں گے جو زکوٰۃ وصدقہ فطر وغیرہ کے ہیں۔ کتاب الزکوٰۃ کے باب المصرف میں علامہ شامی رح نقل کرتے ہیں۔

وهو مصرف ايضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني۔ (شامی ج ۲، ص ۶۹)

اور معلوم ہے کہ زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کو تعمیرِ مساجد، کفنِ میت وغیرہ کسی ایسی چیز میں صرف کرنا درست نہیں جس میں تملیک متحقق نہ ہو۔

درمختار میں ہے۔

لا يصرف الى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات .... وكل مالا تمليك فيه زيلعي۔ (شامیہ، ج ۲، ص ۸۵)۔

پس چرمِ قربانی کی قیمت کا تعمیرِ مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں۔ خواہ مسجد کی منتظمہ کھال فروخت کرے یا قربانی کنندہ فروخت کرے۔ اور یہ بیع بقصدِ تمول ہو یا بغرضِ تصدق۔

واضح رہے کہ تعمیرِ مساجد یا رفاہِ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا شرعاً " تصدق " نہیں۔ تصدق میں تملیکِ فقیر وغیرہ ضروری ہے۔ اکثر لوگ غلط فہمی میں ان کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ دینی مدارس میں جب تک ان رقوم کی تملیک نہیں ہوگی کسی دوسری جگہ صرف کرنا درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

نوٹ! كلوا وادخروا واتجروا گوشت وپوست کے بارے میں ہے نہ کہ ان کی قیمت کے بارے میں۔ فقط

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۹/ ۱/ ۱۴۰۱ھ

غیر مسلم متروکہ اراضی پر مسلمان مسجد بنالیں تو وہ شرعاً مسجد ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈیرہ اسماعیل خان کشنری بازار میں ایک پلاٹ سکھوں کی ملکیت تھا جو انہوں نے گردوارہ اور شادی گھر رفاہِ عامہ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ تقسیم کے بعد بطورِ مسجد کے مہاجر مسلمانوں نے اس پر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ اسی دور میں مجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی وہاں تقریر بھی ہوئی۔ پھر ۱۹۵۲ء میں انتظامیہ نے مرزائیوں کو یہ پلاٹ بطورِ مسجد کے ناجائز قبضہ کے طور پر دے دیا۔ جب کہ محکمہ متروکہ وقف املاک بھی نہیں بنا تھا۔ مگر ۱۹۸۲ء میں انتظامیہ نے مرزائیوں کو نکال دیا۔ جس کے بعد مسلمانوں نے اس میں نمازیں ادا کیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر مولا بخش نے مشرف با اسلام ہونے کے بعد جو درخواست دی اس میں تصریح ہے کہ ہم نے ناجائز قبضہ کیا تھا دراصل یہ مسلمانوں کی مسجد تھی۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ایک حکم کے ذریعہ غیر مسلم متروکہ اوقاف پر تعمیر شدہ مساجد، مدارس، امام باڑے اور دینی ادارے منتظمین کو دینے کا حکم دیا۔ جس پر چیف سیکرٹری متروکہ اوقاف لاہور پاکستان نے عمل در آمد کرایا۔

اب انتظامیہ (غیر مسلم اوقاف) مسلمانوں کو مسجد کا قبضہ نہیں دے رہی اور بجائے مسجد کے (۱۲ ، ۴ / سی) میں دفتر بنانا چاہتی ہیں۔ جب کہ موقعہ پر " مسجد ختم نبوت " محراب ومنبر، مینار اور حجرہ سب چیزیں موجود ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے ؟ کہ مذکورہ جگہ اور تعمیر شدہ مسجد شرعاً مسجد ہے یا نہیں ؟ نیز محکمہ متروکہ وقف املاک کو کیا مداخلت کا حق حاصل ہے یا نہیں ؟

المستفتی : محمد ریاض الحسن گنگوہی

امیر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

الجواب

واللہ هو الملهم للحق والصواب۔ أما بعد !

مسئولہ مسجد، شرعاً مسجد ہے اس لئے کہ شہر ڈیرہ اسماعیل خان کی ابتدائی بنیاد مسلمانوں کی ہی رکھی ہوئی ہے اور اس کی قدیم سے نسبت اسماعیل خان نامی شخص کی طرف اس کے

بانیٔ اوّل پر دلیل ہے اور اس نوع کے مسائل میں اتنی کچھ ترجیح شرعًا مکمل شہادت ہے۔ کما لا یخفی علی من بہ ممارسة فی ضوابط الشرع ......

اور مسلمانوں کے تعمیر کردہ شہروں میں غیر مسلم عبادت گاہوں کی کوئی وجودی حیثیت نہیں نہ ابتداءً نہ بقاءً۔

امصار المسلمین ثلاثة احدها ما مصره المسلمون کالکوفة والبصرة وبغداد والواسطة فلا یجوز فیها احداث بیعة ولا کنیسة ولا مجتمع صلوتهم ولا صومعة باجماع اهل العلم الخ (فتح القدیر، ج ۵، ص ۳۰۰، وغیر ذلک من کتب المذهب)۔

تو اس قطعہ کی شرعی حیثیت گورد وارہ کی نہ تھی بلکہ املاکِ مرسلہ میں سے ایک سفید قطعہ غیر مملوکہ کی تھی جو کہ مسلم آبادی دیہہ کے وسط میں واقع تھی اور ایسے قطعات پر سربراہی مسلم حقوق شہریت کے اندر رہتے ہوئے مسلم سرکار حاصل ہے۔ کما فی کتب احیاء الموات۔

تو ابتداءً اس قطعہ کو مسلمانوں کے جائے نماز مقرر کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہ تھی۔ پھر مسلم سرکار کی اس قطعہ کی تقرری برائے مسجد صحیح ہے کہ اسے یہ اختیار حاصل ہے اور اس مسجد پر تولیت (سربراہی) جو گورنمنٹ نے غیر مسلموں کو سونپی صحیح نہیں کالعدم ہے کہ یہ معاملہ گورنمنٹ کے اختیار سے باہر ہے۔ پھر ۱۹۸۲ء میں جو غیر مسلموں کی مسجد پر تولیت ختم کر دی گئی، صحیح ہے رجوع الی الاصل ہے کہ غیر مسلم مسجد کی تولیت کا اہل ہی نہیں ہے۔ (الجزء ۱۰، سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۶،۱۷ وہکذا فی التفاسیر۔

اور اس مسجد پر جو قادیانیوں نے خرچ کیا ہے اس کی وجہ سے اس خطہ کے مسجد ہونے کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا کیوں کہ قادیانی ایک ایسا غیر مسلم فرقہ ہے کہ جس کے بنیادی، مذہبی دستور میں مسجد بنانا کارِ ثواب ہے (قربت ہے) بعینہ ایسے جیسا کہ یہودی و عیسائی بیت المقدس پر خرچ کرنا قربت سمجھتے ہیں یا کفارِ مکہ بیت اللہ شریف پر خرچ کرنا قربت سمجھتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ کفار کے حق میں باعثِ اجر نہیں۔ لیکن جو شئے مسلم اور غیر مسلم دونوں کے نزدیک کارِ ثواب ہے اس پر غیر مسلم کے خرچ کر لینے سے اس شئے کی حیثیت میں فرق نہیں آتا۔ یہی وجہ

ہے کہ بیت اللہ شریف کی کافروں والی تعمیر کو باقی رکھا گیا۔ اور یہی شرعی قانون ہے۔

بخلاف الذمی لما فی البحر وغیرہ ان شرط وقف الذمی ان یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس الخ۔ (شامی، ج ۴، ص ۳۴۱، طبع جدید قاهره و فتاوی عالمگیری)۔

اگر قادیانی غیر مسلم فرقہ کے بنیادی عقائد میں اسلامی طرز کی مساجد بنانا قربۃ نہ ہوتی تو پھر اس مسجد کے تعمیری سامان میں قادیانیوں کی خرچ کرنے والوں کی ملکیت ہوتی اور وہ اپنی تعمیر کو اٹھا لیتے۔ کما فی العالمگیریة ولو جعل الذمی داره مسجدا۔ الخ (ج ۲)

تاہم اس خطۂ زمین کا بحقِ مسجد ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیوں کہ جعلتہ مسجداً کہہ دینے سے مسجد ہو جاتی ہے اور یہی معتبر للحکم ہے۔ بشرطیکہ قائل اس کا اہل ہو کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ نیز یہ مسجد ظاہری مبتینہ طور پر مذہب اسلام کے خلاف قلعۂ کفر و کمین گاہ کے طور پر بھی نہ ہو۔ لہٰذا مسجدِ مسئولہ مسجد ہی ہے کیونکہ اس وقت کی مسلم گورنمنٹ نے مسجد بنوائی تھی نہ کہ کفر یہ قلعہ، یہ باعتبار ظاہر کے ہے اور شرعی احکام کا محلِ ورود بھی ظاہری حالات ہی ہوتے ہیں۔ واما فی الحقیقة فهو اللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالرحمٰن غفرلہٗ
صدر تخصص فی الفقہ
جامعہ قاسم العلوم ملتان
۱۴/۱۲

الجواب صحیح
کما فی فتاوی دارالعلوم دیوبند و کفایت المفتی و عزیز الفتاوی و فتاوی محمودیہ وغیرہ فقط
منظور احمد نائب مفتی جامعہ قاسم العلوم ۔ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ ۱۹۸۹ء

الجواب

واقعاتی لحاظ سے جب کہ مسلمانوں کو مسجد کی ضرورت اور انہوں نے اس غیر مملوکہ پلاٹ کو اپنی انتہائی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مخصوص کر لیا اور اس پر باقاعدہ نماز باجماعت ہوتی رہی اور اس سے رفاہِ عامہ کے مفادات پر کوئی زد نہیں پڑتی تو شرعی اصول و قواعد کے مطابق مذکورہ جگہ مسجدِ شرعی بن گئی۔ لہٰذا اب اسے بدستور مسلمانوں کے لئے مسجد ہی باقی رکھنا ضروری ہے۔

بحر الرائق، ج ۵، ص ۲۷۶۔ میں ہے۔

وفی الخانیة طریق للعامة وهی واسع فبنی فیه اهل المحلة مسجدا للعامة ولا یضر ذلک بالطریق قالوا لا بأس بها وهکذا روی عن ابی حنیفة رح و محمد رح ان الطریق للمسلمین والمسجد لهم ایضاً

ترجمہ:- اور خانیہ میں ہے کہ عوام کا ایک راستہ ہے اور وہ وسیع ہے محلہ والے اگر اس میں مسجد تعمیر کرلیں اور اس تعمیر سے راستہ کی آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فقہاء اس کو جائز سمجھتے ہیں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالے سے بھی یہی مروی ہے کہ راستہ بھی مسلمانوں کا ہے اور مسجد بھی انہیں کی ہے ۔"

فتاویٰ عالمگیری ، ج ۲ ، ص ۴۸۶ - میں مرقوم ہے۔

ذکر فی المنتقی عن محمد رح فی الطریق الواسع بنی فیه اهل المحلة مسجدا و ذلک لا یضر بالطریق فمنعهم رجل فلا بأس ان یبنوا۔

ترجمہ:- منتقی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک وسیع راستہ ہے محلہ والوں نے اس میں مسجد تعمیر کرلی اور یہ راستہ کی آمد و رفت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو اگر کوئی شخص منع بھی کرے تب بھی مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں ۔"

فتاویٰ حمادیہ : ج ۱ ، ص ۳۴۸ - میں ہے۔

من الغیاثیة نهر لاهل قریة فاراد جماعة ان یبنوا علیه مسجدا فلا بأس به ۔

ترجمہ:- فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ کسی گاؤں کی نہر ہے ایک جماعت اس کے اوپر ایک مسجد تعمیر کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔"

جزئیات بالا کے تحت جب یہ جگہ مسلمانوں کی مسجد بن چکی تو اب احمدی فرقہ کا ناجائز طور پر اپنے حق میں الاٹ کرانا یا اپنا معبد بنانا جائز نہ تھا۔ اور پھر خصوصاً جب کہ انتظامیہ نے ۱۹۸۲ء میں انہیں ناجائز قابض سمجھتے ہوئے بے دخل کردیا اور قبضہ کسی اور کو دلا دیا۔ پھر اس کے بعد ۱۹۸۹ء کے آخر تک اس پر مسجد ختم نبوت کا بورڈ آویزاں رہا ہے تو اب حق یہی ہے کہ مسلمانوں کے حق میں اس کی وہی اوّلین پوزیشن یعنی مسجد والی بحال رہنی چاہیئے۔ تفصیل بالا سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی

قانونی موشگافی سے اس کی مسجدیت کو ختم نہیں کیا جاسکتا اور اسے دفتری مقاصد کے لئے استعمال کرنا درست نہ ہوگا۔ مروجہ قانون کے مطابق اس کی الاٹمنٹ وغیرہ میں اگر کوئی قانونی کمی ہو تو اس کا ازالہ کر دیا جائے نہ یہ کہ اس کی مسجدیت کو ہی ختم کر دیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ، ملتان

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح : محمد صدیق غفرلہٗ مدرس و ناظم اعلیٰ جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح : بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح : محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان۔

مسجد کے اوپر دوکانیں بنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک مسجد زیر زمین تعمیر کی جائے اور اس کے اوپر مارکیٹ بازار اور دکانیں وغیرہ بنائی جائیں کیا اس طرح زیر زمین مسجد کی تعمیر جائز ہے ؟ دوکانیں کنٹونمنٹ بورڈ کی ملکیت ہوں گی ۔

المستفتی : ملک عبدالحمید ٹوگر ، ممتاز آباد ملتان

الجواب مسجد تحت الثریٰ سے لے کر عنانِ سماء تک مسجد ہوتی ہے لہٰذا صورت مسئولہ کے مطابق تعمیر درست نہیں ، مسجد کے اوپر مارکیٹ وغیرہ نہیں بنا سکتے ۔

قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجداً لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد لله بخلاف ما اذا کان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فهو کسرداب بیت المقدس هذا هو ظاهر الروایة۔

(شامی ، ج ۳ ، ص ۳۷۲)

فقط واللہ اعلم : احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء : ۱۶ / ۳ / ۱۴۱۱ھ

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگانا

ہماری بستی لب دریا آباد تھی ، دریا میں بار بار طغیانی کی وجہ سے تمام بستی نے وہاں سے منتقل ہونے کا فیصلہ کرلیا ۔ اب اس سابقہ جگہ پر ایک گھر بھی باقی نہیں رہا ۔ نئی جگہ مسجد کی بنیاد رکھ دی گئی ہے ۔ بعض ساتھیوں کا مشورہ ہے کہ سابقہ مسجد کا اچھا اچھا سامان اس نئی مسجد پر لگا دیا جائے ۔ تو کیا شرعاً یہ درست ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر سابقہ جگہ اور مسجد کے دوبارہ آباد ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے تو اس مسجد کا سامان نئی مسجد کو منتقل کر سکتے ہیں ۔ سابقہ مسجد کی زمین پر او نچی چار دیواری بنا دی جائے تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو ۔ کیوں کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد شرعی بن جائے وہ تا قیامت مسجد ہی رہتی ہے ۔

سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس ھل القاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد آخر او حوض اخر قال نعم ۔ اھ (عالمگیری ۱ ج ۲ ، ص ۳۵۲) ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

تم بحمد اللہ الجزء الثانی من خیر الفتاوی ویتلوہ الجزء الثالث و اولہ کتاب الجمعة انشاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ اولاً و آخرا ۔ وقد فرغت من تبییضہ وترتیبہ یوم الجمعة السابع عشر من جمادی الاخری سنة ۱۴۱۱ھ العبد الفقیر ابو تراب محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ مفتی وخادم الحدیث بجامعة خیر المدارس ملتان پاکستان